



# فتاویٰ محسوسہ

فتیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

تبویب، تخریج اور تعلق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مہم

زیر نگرانی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	<b>باب البدعات والرسوم</b>	
	<b>(بدعات اور رسومات کا بیان)</b>	
۲۳	بدعت کی تعریف	۱
۲۵	فرض، سنت، بدعت وغیرہ کی تعریف	۲
۲۷	سنت و بدعت کی تعریف و تقسیم	۳
۳۱	بدعت کی تقسیم	۴
۳۲	ایضاً	۵
۳۳	بدعت کی اقسام	۶
۳۶	ایضاً	۷
۳۶	کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں؟	۸
۳۷	جمع قرآن اور تراویح وغیرہ کیا بدعت ہیں؟	۹

۳۹	سنی، حنفی، وہابی کی تعریف.....	۱۰
۴۳	وہابی کی تعریف.....	۱۱
۴۶	وہابی کون ہے؟.....	۱۲
۴۸	کیا تارک فرائش سنی کھانے کا حقدار ہے؟.....	۱۳
۴۹	نسی کام کو کسی کی سنت کہنا.....	۱۴
۵۰	مستحب پر اصرار.....	۱۵
۵۰	ایضاً.....	۱۶
۵۳	اصلاح کی نیت سے بدعات میں شرکت.....	۱۷
۵۴	اصلاح کی نیت سے بدعتوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت.....	۱۸
۵۶	ہدعی سے میل جول.....	۱۹
۵۷	رضا خانیوں کے ساتھ معاملہ.....	۲۰
۵۸	ہدعی اور تبع سنت عالم کے پرکھنے کا طریقہ.....	۲۱
<b>(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)</b>		
۶۰	فاتحہ مروجہ.....	۲۲
۶۱	ایضاً.....	۲۳
۶۲	کتاب ”آزرجندی“ کی حقیقت اور فاتحہ.....	۲۴
۶۸	کھانا سننے رکھ رکھ رفق کا ثبوت نہیں.....	۲۵
۶۹	شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ.....	۲۶
۷۰	دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ.....	۲۷
۷۱	قل دغايت اور فاتحہ.....	۲۸
۷۲	ختم کے بعد کھانا.....	۲۹
۷۳	یسین شریف کا ختم.....	۳۰

۷۳	وطلبہ سورہ یسین کے ختم پر شیرینی	۳۱
۷۴	ختم قرآن پر دعوت	۳۲
۷۵	ایمان کے شکر میں ختم	۳۳
۷۶	ختم خواہندگان پر دوا برائے حصول مقصد	۳۴
۷۷	ختم قرآن پر مضائقہ	۳۵
۷۸	ختم قرآن کے دن ہنسیوں لگانا	۳۶
۷۹	ختم قرآن میں چراغاں	۳۷
۸۰	مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھانا اور چھینا چھینا	۳۸
۸۱	روئے اقدس سلسلہ اللہ غنیہ وسم اور عزارات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قرآن خوانی	۳۹
۸۲	میت کے لئے ایک لاکھ کلمہ طیبہ	۴۰
۸۳	ختم میں سو لاکھ کی تعداد	۴۱
۸۴	ایصال ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی	۴۲
۸۵	ایصال ثواب کے لئے پچیس	۴۳
۸۶	ایصال ثواب کے لئے تاریخ و دن کی تعیین	۴۴
۸۷	غیر مسلم کو ثواب پہنچانا	۴۵
۸۸	ایصال ثواب پر چائے پیش کرنا	۴۶
۸۹	ایصال ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا، اوقات مدرسہ مدرسین اور طلبہ کا ایصال ثواب کرنا	۴۷
۹۰	ایصال ثواب کو اخبار میں شائع کرنا	۴۸
۹۱	ایصال ثواب کرنے والوں کو ہجرت بدیہ دینا	۴۹
۹۲	مروجہ طریقہ پر ایصال ثواب	۵۰
۹۳	ایصال ثواب پر کھانا	۵۱
۹۴	کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصال ثواب کرنا اور صاف	۵۲



۵۴	ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین	۹۷
۵۵	ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟	۹۷
	(مروجہ صلاۃ و سلام کا بیان)	
۵۶	”صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ“ کا ثبوت	۱۰۱
۵۷	اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت	۱۰۲
۵۸	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا	۱۰۳
۵۹	ایضاً	۱۰۴
۶۰	ختم تراویح کے بعد ”الصلوۃ والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم“ پڑھنا	۱۰۴
۶۱	تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا	۱۰۵
۶۲	بعد نماز جمعہ مروجہ صلوۃ و سلام	۱۰۷
۶۳	فجر کی سنت سے قبل صلاۃ و سلام	۱۰۹
۶۴	کسی نماز کے بعد حمد و صلوۃ حالت بنا کر پڑھنا	۱۰۹
۶۵	صلوۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ	۱۱۱
۶۶	بعد نماز فجر و عصر درود شریف جہر پڑھنا	۱۱۵
۶۷	درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا	۱۱۵
۶۸	وعظ میں بلند آواز سے سامعین کا درود شریف پڑھنا	۱۱۶
۶۹	مجلس وعظ میں درود شریف جہر پڑھنا	۱۱۷
۷۰	اجتہادی درود شریف جہر پڑھنا	۱۱۸
۷۱	آواز سے صلوۃ و سلام	۱۱۸
۷۲	ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھنا	۱۱۹
۷۳	نماز کے بعد سلام پڑھنا	۱۱۹

۱۲۰	باتحہ پاندھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۷۴
۱۲۱	ہر جمعرات کو محفل درود شریف اور شیرینی.....	۷۵
۱۲۲	درود تاج.....	۷۶
۱۲۳	ایک مخصوص من حضرت درود.....	۷۷
۱۲۳	درود نکستی وغیرہ کی تشریف.....	۷۸
۱۲۳	ایک درود شریف ..	۷۹
۱۲۴	ایک خاص درود شریف کے فضائل.....	۸۰
۱۲۵	روضۂ اقدس کے فوٹو پر درود و سلام.....	۸۱
۱۲۶	نماز کے بعد تھکے مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا.....	۸۲
۱۲۷	درود و ذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا.....	۸۳
۱۲۸	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین و ترغیب.....	۸۴
۱۳۱	اسم مبارک سن کر، یا پڑھ کر، درود شریف پڑھنا اور اس کی قضاء.....	۸۵
۱۳۲	اسم مبارک سن کر درود شریف.....	۸۶
۱۳۳	لفظ ”نبی کریم“ اور اس پر درود شریف.....	۸۷
۱۳۴	درود میں لفظ ”سیدنا“.....	۸۸
۱۳۵	درود میں ”آل“ کا مصداق.....	۸۹
۱۳۶	صلوٰۃ و سلام کسی بھی نبی پر.....	۹۰
۱۳۶	درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں.....	۹۱
۱۳۷	مکتبہ خضر اکو دیکھتے ہی صلوٰۃ و سلام.....	۹۲
۱۳۸	عشاء کے بعد روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام.....	۹۳
۱۳۸	محراب مسجد پر ایک مخصوص طغری.....	۹۴
۱۳۹	درود کی عبارت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا.....	۹۵

## (فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)

۱۴۱	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے یا ایک سے؟	۹۶
۱۴۲	مصافحہ بعد نماز	۹۷
۱۴۳	مصافحہ بعد العیدین	۹۸
۱۴۶	نماز عید کے بعد مصافحہ	۹۹
۱۴۷	ایضاً	۱۰۰
۱۴۷	عید مانا	۱۰۱
۱۴۸	ایضاً	۱۰۲
۱۴۹	مصافحہ بعد انجیر والعصر	۱۰۳
۱۵۳	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور بعد میں مصافحہ	۱۰۴

## (اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)

۱۵۶	اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۱۰۵
۱۵۷	اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۱۰۶
۱۵۸	اذان کے بعد انگوٹھا چومنا	۱۰۷
۱۵۸	انگوٹھے چومنا اور حیلہ اسقاط	۱۰۸
۱۵۹	اذان میں انگوٹھے چومنا	۱۰۹
۱۶۲	پڑھتے اذان تکبیریں ایسا مین	۱۱۰

## (میلا دوسیرت کی محافل اور عرس کا بیان)

۱۶۵	مخلل میلا	۱۱۱
۱۶۹	مجلس میلا و مرجہ	۱۱۲
۱۷۲	میلا کا خاص طریقہ	۱۱۳
۱۷۶	مولود شریف	۱۱۴

۱۷۵	سائبرو اور میلا و شریف .....	۱۷۹
۱۷۶	بطرز سبوتیکی میلا و شریف پڑھنا .....	۱۸۰
۱۷۷	مجلس میلا و کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت .....	۱۸۱
۱۷۸	عید میلا و انبی صلی اللہ علیہ وسلم .....	۱۸۶
۱۷۹	کیا مجلس میلا و شریف تمام ارکان کا بدل ہے؟ .....	۱۸۸
۱۸۰	گیارہویں اور میلا و کی ابتداء .....	۱۸۹
۱۸۱	قیام میلا و کو روکنا .....	۱۹۱
۱۸۲	قیام میلا و کا تفصیلی حکم .....	۱۹۱
۱۸۳	قیام میلا و کی شرعی حیثیت .....	۲۰۳
۱۸۴	قیام میلا و کا حکم .....	۲۱۲
۱۸۵	محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام .....	۲۱۸
۱۸۶	سیرت کا نفوس کے جلے .....	۲۱۸
۱۸۷	ربیع الاول کا جلوس .....	۲۱۹
۱۸۸	بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہ کا جلوس .....	۲۲۱
۱۸۹	۱۰/محرم، ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا .....	۲۲۲
۱۹۰	وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا تال .....	۲۲۲
۱۹۱	حضرت غوث الاعظم کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری .....	۲۲۳
۱۹۲	دس محرم کو مسجد میں مجلس .....	۲۲۴
۱۹۳	عرس .....	۲۲۵
۱۹۴	عرس وغیرہ .....	۲۲۷
۱۹۵	بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ .....	۲۳۰
۱۹۶	عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر .....	۲۳۳
۱۹۷	ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس، بقوالی وغیرہ .....	۲۳۶

۱۳۸	اذان گاچھی صاحب کا عرس.....	۲۴۰
۱۳۹	عرس، قوالی، طلبہ، سارنگی بجانا.....	۲۴۳
۱۴۰	اصلاح کی نیت سے عرس میں شرکت.....	۲۴۴
۱۴۱	مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میاں میں شرکت.....	۲۴۵
۱۴۲	مہذب کی قبر پر عرس.....	۲۴۵
۱۴۳	قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی طرف.....	۲۴۶
۱۴۴	قوالی اور پختہ قبر وغیرہ.....	۲۴۷
۱۴۵	مجلس شہادت.....	۲۴۸
۱۴۶	جلسہ میں غزل و نعت پڑھنا.....	۲۵۰
۱۴۷	جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے، اس میں شرکت.....	۲۵۱
۱۴۸	خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی قسطیں.....	۲۵۱
<b>(مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان)</b>		
۱۴۹	اعمال شب برأت.....	۲۵۳
۱۵۰	شب برأت کی بعض نمازیں.....	۲۵۴
۱۵۱	شب برأت میں مغرب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ ”لا حول اھ“ کا ورد.....	۲۵۵
۱۵۲	مخصوص طرز پر آٹھ رکعات.....	۲۵۵
۱۵۳	مخصوص طرز پر چار رکعت.....	۲۵۵
۱۵۴	بچہ کا دودھ پخشوانا اور شب برأت میں کھانا تقسیم کرنا.....	۲۵۶
۱۵۵	شب برأت کو عرفہ بنانا.....	۲۵۶
۱۵۶	شب برأت میں قبروں پر روشنی اور اُترتی.....	۲۵۸
۱۵۷	جبرک راقون میں چراغان کرنا.....	۲۵۸
۱۵۸	شب برأت اور شب قدر میں مسجدوں کو سنانا.....	۲۶۳
۱۵۹	دس محرم کو مٹائی لا کر گھر میں تقسیم کرنا.....	۲۶۳

۲۶۴	شب برأت اور اس کے اعمال	۱۶۰
۲۶۵	شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت	۱۶۱
۲۶۶	شب برأت کی رکعتیں	۱۶۲
۲۶۸	شب برأت کا صلہ	۱۶۳
۲۶۹	لیلیۃ القدر اور لیلیۃ البرأت میں چہاں کرنا	۱۶۴
۲۷۰	متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع	۱۶۵
۲۷۱	متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا	۱۶۶
۲۷۲	عاشورہ محرم کے خصوصی اعمال	۱۶۷
۲۷۳	صلوۃ العاشورہ	۱۶۸
۲۷۴	یوم عاشورہ کی خصوصیات	۱۶۹
۲۷۵	صلوۃ الرغائب	۱۷۰
۲۷۶	محرم کی بدعت شنیعہ	۱۷۱
۲۷۶	محرم کی رسوم	۱۷۲
۲۷۷	محرم کا شربت	۱۷۳
۲۷۸	صفر کے آخری چار شنبہ کو منافی تقسیم کرنا	۱۷۴
۲۸۰	رجب کا روزہ کو ٹھہرنا	۱۷۵
۲۸۱	۲۲ رجب کے دنوں کی حقیقت	۱۷۶
۲۸۲	رجب کی روٹی	۱۷۷
۲۸۳	شب معراج کے اعمال مروجہ	۱۷۸
۲۸۵	ایک مخصوص مشرکانہ رسم	۱۷۹
۲۸۶	رسم پر غفلت	۱۸۰
۲۸۷	بیکو چالیسویں دن مسجد میں آنے کی رسم	۱۸۱

۲۸۷	چالیس روز بچہ کو مسجد میں بھیج کر کچھہ کرانا.....	۱۸۲
۲۸۸	جج کو جانے والے کو غروں کے ساتھ رخصت کرنا.....	۱۸۳
۲۸۹	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے جج کا ثواب ملتا ہے؟.....	۱۸۴
۲۹۰	بسم اللہ خوانی کی تقریب.....	۱۸۵
۲۹۰	بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین.....	۱۸۶
۲۹۰	بچوں کی روزہ کشائی.....	۱۸۷
۲۹۱	بچہ کا دودھ بخشوانا.....	۱۸۸
۲۹۱	دودھ بخشوانا.....	۱۸۹
۲۹۲	محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا اسلام.....	۱۹۰
۲۹۲	طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا.....	۱۹۱
۲۹۲	محراب سے طغریٰ کو ہٹانا.....	۱۹۲
<b>(دفع مصائب کے لئے بعض اعمال کا بیان)</b>		
۲۹۵	دفع مصائب کے لئے ختم بنی ہری شریف اور سوالا کھ کا ختم.....	۱۹۳
۲۹۶	مصیبت کو دفع کرنے کے لئے صدقہ کرنا.....	۱۹۴
۲۹۷	دفع وبا کے لئے اذان.....	۱۹۵
۲۹۸	دفع وباء بلا کے لئے اذان دینا.....	۱۹۶
۲۹۸	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۱۹۷
۳۰۰	دفع بلا کے لئے بھینٹ.....	۱۹۸
۳۰۱	دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا.....	۱۹۹
۳۰۱	دفع بلا کے لئے چیلوں کو گوشت ڈالنا.....	۲۰۰
۳۰۱	دفع وبا کے لئے تعویذ کی نذر.....	۲۰۱

# کتاب العلم

## ما يتعلق بطلب العلم

### (طلب علم کا بیان)

۲۰۲	علم ضروری کیا ہے؟	۲۰۲
۲۰۳	کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟	۲۰۳
۲۰۴	علم باطن کیا ہے؟	۲۰۴
۲۰۵	کثرت عبادت بہتر ہے، یا تحصیل علم شریعت؟	۲۰۵
۲۰۶	والدین کا علم دین حاصل کرنے سے روکنا	۲۰۶
۲۰۷	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا	۲۰۷
۲۰۸	علم اہل حق، بین اہل حق، حق اہل حق کی تشریح	۲۰۸
۲۰۹	کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟	۲۰۹
۲۱۰	تعلیم کا مقصد	۲۱۰
۲۱۱	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا	۲۱۱
۲۱۲	اجماع کی حجیت	۲۱۲
۲۱۳	فقہی جزئیات کا مقام بحیثیت اولہ	۲۱۳
۲۱۴	انصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات	۲۱۴
۲۱۵	مسائل فقہیہ میں متعارض کے وقت ترجیح کا طریقہ	۲۱۵
۲۱۶	محقق کی پیدائش کس ترتیب سے ہے؟	۲۱۶
۲۱۷	مسائل کے لئے استخارہ	۲۱۷
۲۱۸	ذہاب نئے وئے کو لازم کہنا	۲۱۸
۲۱۹	ایضاً	۲۱۹



۲۲۰	عالم دین کو کتنا ہی پر نوک.....	۳۱۸
۲۲۱	جس چیز کے لکی رکھیں ہوں تو کیا ہر گن کو ادا کرنا ضروری ہے؟.....	۳۱۹
۲۲۲	انسان میں غنا صرا برجہ.....	۳۱۹
۲۲۳	قبلہ وجہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم.....	۳۲۰
(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)		
۲۲۴	فرض واجب وغیرہ کی تعریف.....	۳۲۰
۲۲۵	فتنہ کے یہاں ”درست نہیں“ اور ”مکروہ تحریمی“ کا مطلب.....	۳۲۲
۲۲۶	صاحب ہدایہ نے ”قال العبد الضعیف“ کیوں کہا؟.....	۳۲۳
۲۲۷	الفاظ ”ثوبہ، عرب العرب، ضرار“ کی تحقیق.....	۳۲۳
۲۲۸	”حفظ الایمان“ اور مکمل سے متعلق حضرت تھانوی پر اعتراض.....	۳۲۵
۲۲۹	مولانا محمد اسامیل رحمہ اللہ کی کتاب ”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض.....	۳۲۶
۲۳۰	”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض کا جواب.....	۳۳۰
۲۳۱	”حفظ الایمان“ کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ.....	۳۳۳
۲۳۲	”تقویۃ الایمان“ کی عبارت پر اعتراض.....	۳۳۵
۲۳۳	”تقویۃ الایمان“ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب.....	۳۳۸
۲۳۴	”نور الانوار“ کی عبارت پر غفلت.....	۳۳۹
۲۳۵	۸۶ کا عدد تسمیہ کا قائم مقام نہیں ہے.....	۳۴۰
۲۳۶	حاشیہ پر ”۱۲“ کا مطلب.....	۳۴۰
۲۳۷	اللہ تعالیٰ کے لئے تعظیمی تقہ بولنے سے منع کا شبہ.....	۳۴۱
۲۳۸	افتتاح مجلس کی ۱۰ میں واحد کے صیغہ کو جمع سے پڑھنا.....	۳۴۱
۲۳۹	لفظ ”حضور“ کا استعمال.....	۳۴۲
۲۴۰	ارزبر کو متعدی بنانے کا طریقہ.....	۳۴۲
۲۴۱	”غیر العمدہ“ کے معنی.....	۳۴۳

۲۴۲	روشن ضمیر کا مطلب کیا ہے؟	۲۴۲
۲۴۳	"اہل حضرت" لقب کا حکم	۲۴۳
۲۴۴	"سید، مولیٰ، عبد" کے معانی	۲۴۴
۲۴۵	معدہ اور مجبور میں فرق	۲۴۵
۲۴۶	روز شرقی اور لغوی کی تعریف	۲۴۶
۲۴۷	عبادت و اخلاعت میں فرق	۲۴۷
<b>(فتویٰ کا بیان)</b>		
۲۴۸	قاضی اور مفتی میں فرق	۲۴۸
۲۴۹	"ظاہر الروایہ" کے خلاف فتویٰ	۲۴۹
۲۵۰	شامی دیکھ کر فتویٰ دینا	۲۵۰
۲۵۱	جاہل مفتی	۲۵۱
۲۵۲	غیر مستند عالم کا فتویٰ دینا	۲۵۲
۲۵۳	غیر مجتہد اور غیر مفتی کا فتویٰ دینا	۲۵۳
۲۵۴	بغیر علم کے مسئلہ بتانا اور حدیث کی طرف منسوب کرنا	۲۵۴
۲۵۵	غیر عالم کا مسئلہ بتانا	۲۵۵
۲۵۶	غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا	۲۵۶
۲۵۷	غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا	۲۵۷
۲۵۸	غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ لینا	۲۵۸
۲۵۹	"کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟"	۲۵۹
۲۶۰	لائدب کے سوال کا جواب	۲۶۰
۲۶۱	اگر امام نہ ملے تو مسئلہ کس سے پوچھیں؟	۲۶۱
۲۶۲	جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتویٰ پوچھنا	۲۶۲
۲۶۳	مباحلہ	۲۶۳

۲۶۸	اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو؟	۲۶۴
۲۶۹	غیر مفتی کے قول کا اختیار کرنا	۲۶۵
۳۷۱	شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہیے؟	۲۶۶
۳۷۲	فتویٰ کی تائید میں کسی مولوی کا جھوٹ موت نام	۲۶۷
۳۷۳	اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا	۲۶۸
(تعلیم نسوان کا بیان)		
۳۷۵	تعلیم نسوان	۲۶۹
۳۷۶	کیا تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے	۲۷۰
۳۷۶	بے پردگی کی حالت میں عورتوں کو تعلیم دینا	۲۷۱
۳۷۷	لڑکیوں کی تعلیم	۲۷۲
۳۷۸	لڑکیوں کے لئے تعلیم	۲۷۳
۳۷۹	مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم	۲۷۴
۳۸۰	کتنی عمر کی لڑکی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟	۲۷۵
۳۸۱	لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا	۲۷۶
۳۸۲	لڑکے اور لڑکیوں کا ہندی، انگریزی تعلیم کا مہر بننا	۲۷۷
۳۸۳	کتابت النساء	۲۷۸
۳۸۵	نیم عربی لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا	۲۷۹
۳۸۶	پردہ نشین لڑکی کے لئے طبیعت کا لُج میں داخلہ	۲۸۰
۳۸۷	عورتوں کو جنس پردہ میں رکھ کر ہفتاس کے مسائل بتانا	۲۸۱
۳۸۸	دنیوی تعلیم کے نتائج	۲۸۲
۳۸۹	معلمین کے ساتھ معلمات کا تہر اور سیانے پہننے بچیوں کی مخلوط تعلیم	۲۸۳
۳۸۹	زمری اسکول اور عیسائی معلمات	۲۸۴
۳۹۰	اسکول میں ترائے	۲۸۵

۳۹۷	دوسرے سے برتری کی حالت حاصل کرنا .....	۳۸۶
	<b>باب ما يتعلق بالقرآن الكريم</b>	
	<b>(تفسیر کا بیان)</b>	
۳۹۸	شرائط تفسیر .....	۳۸۷
۳۹۹	تفسیر دناویل میں فرق .....	۳۸۸
۳۹۹	کیا قرآن میں مانع و منسوخ ہیں؟ .....	۳۸۹
۴۰۰	کیا ختم قرآنی حدیث سے منسوخ ہو سکتا ہے؟ .....	۳۹۰
۴۰۰	آیت منسوخہ کی تلاوت کا حکم .....	۳۹۱
۴۱۰	سخ کی تفصیل اور حکمت .....	۳۹۲
۴۱۳	آیت قطب .....	۳۹۳
۴۱۳	سج آیت .....	۳۹۴
۴۱۴	آیت انکری کہاں تک ہے؟ .....	۳۹۵
۴۱۵	پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ .....	۳۹۶
۴۱۶	حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تضاد .....	۳۹۷
۴۱۷	حضرت آدم علیہ السلام اور انہیں کی تفریق میں فرق .....	۳۹۸
۴۱۸	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت .....	۳۹۹
۴۲۰	اختلاف فی الارض کا مدعو .....	۴۰۰
۴۲۲	عید کی آیتیں زیادہ ہیں، یا وعدہ کی بشارتیں؟ .....	۴۰۱
۴۲۲	"اطيعوا الله واطيعوا الرسول" کا مطلب .....	۴۰۲
۴۲۳	"اسجدوا لآدم" کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے؟ .....	۴۰۳
۴۲۳	"يسبح لله ما في السموات والارض" کی تخریج .....	۴۰۴
۴۲۵	"من لم يحكم بما أنزل الله" کی تفسیر .....	۴۰۵

۳۰۶	غیر اللہ کو حکم بنانے سے متعلق تنبیہات۔ چند آیات کی تفسیر۔	۳۰۶
۳۰۷	تفسیر ”اسنوی“	۳۰۷
۳۰۸	تفسیر ”اقراء“	۳۰۸
۳۰۹	تفسیر ”لا یمسہ الا المطہرون“	۳۰۹
۳۱۰	”لیس للإنسان إلا ماسعی“	۳۱۰
۳۱۱	”ضربت علیہم الذلۃ والمسکنة“ کا مطلب	۳۱۱
۳۱۲	”إن الدین آمنوا والذین ہادوا والصاری“ پر اشکال اور اس کا جواب	۳۱۲
۳۱۳	”جاعل الذین اتبعوک“ کی تفسیر	۳۱۳
۳۱۴	”إن الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمکر“ کا مطلب	۳۱۴
۳۱۵	”وما تشاء وحی إلا ان یشاء اللہ“ کا مطلب	۳۱۵
۳۱۶	”لأن شکرتمہ لازیدکم“ کا مطلب	۳۱۶
۳۱۷	حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت ”کلمتہ“ اور ”روح منہ“ سے	۳۱۷
۳۱۸	”قال ہی عصای“ کی عجیب تفسیر و تشریح	۳۱۸
۳۱۹	”ارض“ کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟	۳۱۹
۳۲۰	”یودعوا کل اناس بامامہم“ کی تفسیر	۳۲۰
۳۲۱	اللہ تعالیٰ وہ کمال کیسے بتایا جائے؟	۳۲۱
۳۲۲	کیا مغفرت فتح سے مراد ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟	۳۲۲
۳۲۳	حیات طیبہ کون سی زندگی ہے؟	۳۲۳
۳۲۴	”وقت شرم“ سے کیا مراد ہے؟	۳۲۴
۳۲۵	قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو احاطہ آئے ہیں ان کا مفہوم	۳۲۵
۳۲۶	اعا کے الفاظ والی صفت کیا نبی میں تھیں؟ (نعوذ باللہ)	۳۲۶
۳۲۷	کیا ”تبت بداً ابی لہب“ کو نکتہ ہے؟	۳۲۷
۳۲۸	قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل	۳۲۸

۳۲۹	تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے	۳۷۴
۳۳۰	شرح جای پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا	۳۷۵
۳۳۱	ہجر جمیل کیا ہے؟	۳۷۷
۳۳۲	رحمۃ للعالمین کا مومنین کے ساتھ قرب معیت، ایک آیت کی تفسیر بالرائے	۳۷۷
۳۳۳	کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟	۳۷۸
۳۳۴	تفسیر مودودی اور تفسیر حنفی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر	۳۷۹
۳۳۵	”اللہ تعالیٰ کا مومن علیہ السلام سے گندی چیز منکنا“ اسرا علیات میں سے ہے۔	۳۸۰
	<b>(تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان)</b>	
۳۳۶	قرآات سیدہ بھی منقول ہیں، محدث نہیں	۳۸۱
۳۳۷	حسن قرآات کی محفلوں کا حکم	۳۸۱
۳۳۸	کیا لہجہ سمجھنا حرام ہے؟	۳۸۳
۳۳۹	”وقتہ زعفران“ کا مطلب	۳۸۵
۳۴۰	کیا برا آیت پر وقف کیا جائے؟	۳۸۶
۳۴۱	سورۃ قدر میں ”امر“ یا ”سلام“ پر وقف	۳۸۶
۳۴۲	تحقیق ”مناو“	۳۸۷
۳۴۳	”لون قطنی“ کے ساتھ نماز	۳۹۱
۳۴۴	معروف و مجہول کا تلفظ	۳۹۲
۳۴۵	بعض آیات میں واردہ مخزات پڑھنے کا طریقہ	۳۹۳
۳۴۶	زیر، زیر، پیش	۳۹۴
۳۴۷	غیر قرآن کو قرآات کے ساتھ پڑھنا	۳۹۵
۳۴۸	قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث و فقہ کی تدوین	۳۹۵
۳۴۹	حرکات و نقاط قرآن میں کب سے ہیں؟	۳۹۵

۳۹۶	تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق	۳۵۰
۳۹۷	جواب امر بھی مجرم ہوتا ہے	۳۵۱
۳۹۷	قرآن کریم کی سند	۳۵۲
۳۹۸	قرآن کریم کی ترتیب عثمانی	۳۵۳
۳۹۹	پارہ عمیق طاعت خلاف ترتیب	۳۵۴
۵۰۳	سورتوں کی ترتیب تو قطعی ہے	۳۵۵
۵۰۴	کیا قرآن کریم کے چالیس پارے ہیں؟	۳۵۶
۵۰۴	قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم	۳۵۷
۵۰۵	سورہ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟	۳۵۸
۵۰۶	سب سادہ کی زبان	۳۵۹
۵۰۷	غیر عربی میں قرآن کریم لکھنا	۳۶۰
۵۰۹	اردو میں قرآن پاک پڑھنا	۳۶۱
۵۱۰	ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے	۳۶۲
۵۱۰	قرآن کریم ہندی میں لکھنا	۳۶۳
۵۱۱	آزید زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا	۳۶۴
	(حفظ قرآن کا بیان)	
۵۱۳	حفظ قرآن اور ختم فرض ہے، یا سنت؟	۳۶۵
۵۱۳	کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں، مضر ہے؟	۳۶۶
۵۱۴	جس کو کھوس پاک کچا یا وہو، کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟	۳۶۷
۵۱۵	کیا حافظ کو غیر حافظ پر فوقیت ہے؟	۳۶۸
۵۱۶	بستی میں کوئی حد فظ نہیں	۳۶۹
۵۱۶	قرآن شریف بھول جانے پر وعید	۳۷۰
۵۱۷	قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا	۳۷۱

۵۱۷	درجہ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا.....	۳۷۲
	(آداب قرآن کا بیان)	
۵۲۰	قرآن پاک کو بے وضوء چھوٹا کیسا ہے؟.....	۳۷۳
۵۲۰	معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضوء ہاتھ لگانا.....	۳۷۴
۵۲۱	طلبہ کا بے وضوء قرآن پڑھنا.....	۳۷۵
۵۲۲	بے وضوء بچوں کو قرآن کریم دینا.....	۳۷۶
۵۲۲	ریاضی مریض کے لئے قرآن کا چھوٹا.....	۳۷۷
۵۲۳	بلا وضوء قرآن کریم لکھنا.....	۳۷۸
۵۲۳	بلا وضوء کتب تفسیر کو ہاتھ لگانا.....	۳۷۹
۵۲۴	ایضاً.....	۳۸۰
۵۲۵	بے وضوء غسل کتابیں پڑھنا.....	۳۸۱
۵۲۵	بے وضوء قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ سے معافی.....	۳۸۲
۵۲۶	حاصل شریف لئے ہوئے بیت الخلاء جانا.....	۳۸۳
۵۲۷	قرآن کریم کی طرف پشت کرنا.....	۳۸۴
۵۲۷	قرآن شریف کی طرف پاؤں پھیلانا.....	۳۸۵
۵۲۸	جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس کمرہ میں بیوی سے ہمستری کرنا.....	۳۸۶
۵۲۸	ایک شخص چار پائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے.....	۳۸۷
۵۲۹	زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا.....	۳۸۸
۵۲۹	کرسی پر بیٹھنا، جب کہ قرآن کریم نیچے رکھا ہو.....	۳۸۹
۵۳۰	کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم.....	۳۹۰
۵۳۰	استاذ کرسی پر بیٹھے اور سچے ٹاٹ پر اس کا کیا حکم ہے؟.....	۳۹۱
۵۳۱	نیچر ان کا کرسی پر بیٹھنا جب کہ وہ سب نیچے ہوں.....	۳۹۲



۵۳۲	قرآن پاک کو چمن	۳۹۳
۵۳۲	تکبیل قرآن کریم	۳۹۶
۵۳۳	تکبیل مصحف	۳۹۵
۵۳۳	قرآن کریم کو بغیر حواصت کے چمن	۳۹۶
۵۳۳	قبرستان میں قرآن کریم لے جانا	۳۹۷
۵۳۵	ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے	۳۹۹
۵۳۵	انہدات میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ شائع کرنا	۳۹۹
۵۳۶	خط میں "بسم اللہ" لکھنا	۴۰۰
۵۳۷	قرآن کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا	۴۰۱
۵۳۸	خط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہو، اس کا اوپ	۴۰۲
۵۳۹	جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں، ان کو کیا کیا جائے؟	۴۰۳
۵۳۹	دینی تحریکی بے ادبی کے خیال سے اس خدمت کو چھوڑ دینا	۴۰۴
۵۴۰	خط لکھنے کے بعد اس کو مٹی سے خشک کرنا	۴۰۵
۵۴۱	دست خوان، یہ مصطفیٰ پر آیات یا اسما کے لہیہ لکھنا	۴۰۶
۵۴۲	اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے، تو کیا کرے؟	۴۰۷
۵۴۲	بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟	۴۰۸
۵۴۳	بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا	۴۰۹
۵۴۳	قرآن کریم کے بوسیدہ اور اوراق کو جلانا	۴۱۰
۵۴۵	جن کے لئے بوسیدہ قرآن کریم کو لپیٹ کر رکھ دینا بے ادبی نہیں	۴۱۱
۵۴۶	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرجانا اور سننا کیسا ہے؟	۴۱۲
۵۴۷	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرجانا اور اس کی تجارت کرنا	۴۱۳
۵۴۸	قرآن کریم کی آلاٹ بواور ریڈیو میں تلاوت کرنا	۴۱۴
۵۴۹	ریڈیو میں قرآن پاک کا پڑھنا	۴۱۵

۵۵۰	..... کیسٹ کے ذریعے قرآن پاک پڑھنا۔	۴۱۶
(آداب تلاوت دایمان)		
۵۵۱	..... منبر کے پہلے درجہ پر قرآن پاک رکھ کر پڑھنا۔	۴۱۷
۵۵۱	..... مجبوراً لینے ہوئے تلاوت قرآن کریم ..	۴۱۸
۵۵۲	..... برہنہ سر تلاوت۔	۴۱۹
۵۵۲	..... تلاوت قرآن کریم بازار میں جہاز اور مسجد میں سرآ	۴۲۰
۵۵۳	..... متعدد لوگوں کا ایک وقت جہاز قرآن پاک پڑھنا۔	۴۲۱
۵۵۳	..... چند آدمیوں کا قرآن کریم کو جہاز پڑھنا۔	۴۲۲
۵۵۵	..... قرآن خوانی میں قرآن کریم زور سے پڑھنا چاہیے یا آہستہ سے؟	۴۲۳
۵۵۶	..... لوگوں کی رعایت میں قرآن سنو اگر پڑھنا۔	۴۲۴
۵۵۷	..... بوقت مطالعہ تلاوت کرنا۔	۴۲۵
۵۵۷	..... کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے؟	۴۲۶
۵۵۸	..... جلسہ کی ابتدا کلام پاک سے۔	۴۲۷
۵۶۰	..... سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح	۴۲۸
۵۶۱	..... تلاوت کے وقت سر بلانا۔	۴۲۹
۵۶۱	..... ایک ایک کر کے قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر۔	۴۳۰
۵۶۲	..... تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟	۴۳۱
۵۶۲	..... اس دفعہ "قل هو اللہ احد اھد" پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بچے بھی	۴۳۲
۵۶۲	..... ساتھ ہوں گے؟	۴۳۲
۵۶۳	..... تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت کرنا۔	۴۳۳
۵۶۳	..... نیا دی غرض کے لئے ذکر و قرآن پر بھی اجر ہے۔	۴۳۴
۵۶۷	..... مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا۔	۴۳۵
۵۶۷	..... قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور "بسم اللہ" پڑھنا۔	۴۳۶

۵۶۸	..... ایک شب میں قرآن کریم ختم کرنا	۴۳۷
۵۷۰	..... ختم قرآن پر دعوت	۴۳۸
۵۷۱	..... مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا	۴۳۹
۵۷۲	..... نابالغ سے ختم کرنا	۴۴۰
۵۷۳	..... تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے	۴۴۱
۵۷۳	..... قبرستان میں قرآن کریم لے جانا اور پڑھ کر ثواب پہنچانا	۴۴۲
۵۷۵	..... غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا	۴۴۳
۵۷۵	..... انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا	۴۴۴
۵۷۶	..... غیر مسلم کو قرآن و فقہ کی تعلیم دینا	۴۴۵

### (المفترقات)

۵۷۷	..... قرآن افضل ہے یا سید؟	۴۴۶
۵۷۸	..... خلاف قرآن اور خلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟	۴۴۷
۵۷۹	..... شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں	۴۴۸
۵۸۰	..... کیا مانا نکہ تلاوت قرآن کرتے ہیں؟	۴۴۹
۵۸۲	..... کیا مسلمان قرآن کریم کو نہیں سمجھتا	۴۵۰
۵۸۳	..... قرآن کریم میں سائنس کی بحث	۴۵۱
۵۸۴	..... قالنا مد قرآن پاک میں کیوں ہے؟	۴۵۲

## باب البدعات والرسوم

### (بدعات اور رسومات کا بیان)

#### بدعت کی تعریف

سبوال (۷۷۳): بدعت کے کیا معنی ہیں، بدعت حسنة اور بدعت ضلالة کی تعریف بحوالہ حدیث و احادیث چند مثالیں دے کر جوابات مرحمت فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے (۱) چاہے وہ چیز کوئی فعل ہو (۲) یا کسی فعل کی حیثیت ہو یا زمان مکان یا عدد وغیرہ کی کوئی قید ہو (۳) مثلاً میت کو قبر میں رکھ کر اس پر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا (۴) نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی حیثیت سے سب کو روک کر دعاء کرنا (۵)، نماز کے

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام ۱، ۵۶۰، ایچ ایم سعید)  
(و البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۲۱۱، رشیدیہ)

(۲) (و کذا فی التفسیر فی المذهب الحموی، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۴۷۲، دار مکتم الطب بیروت)

(۳) "و كذلك كل محدث قولاً أو فعلاً لم يتقدم فيه متقدم، فإن العرب تسميه مندعاً" (تفسیر ابن کثیر ۱۰، ۲۲۲، مکتبہ دار السلام ریاض)

(۴) "وما ذاك (أي، كون الفعل بدعة) إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع". (رد المحتار، باب صلوة الحائز، مطلب فی دفی الميت ۲۳۵، ۴۰، سعید)

(۵) قال العلامة العيني: "و كذا ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول و نحوها على القبور ليس بنبيء، و إنما السنة العبر". (عمدة القاری ۱، ۸۰۴، کتاب الوضوء، باب من الكمان أن لا يسير من بوله، دار الكتب العلمية)

(۶) "لا يقرم بالدعاء بعد صلوة الحائز". (خلاصة الفتاوى، کتاب الصلوة، الجنب الآخر فی صلوة الحائز ۲، ۲۲۵، أمجد اکیڈمی لاہور)

بعد مصافحہ یا معاہدہ کرنا (۱)، کھانا سامنے رکھ کر ثواب پہنچانے کے لئے مخصوص سورۃ یا آیتوں کی تعین کرنا (۲) میاں و شریف کے نام پر مخصوص تاریخ میں مجلس منعقد کرنا (۳) اس میں صلوٰۃ و سلام کے لئے قیام کرنا وغیرہ وغیرہ (۴)۔ حدیث شریف میں ہے ”من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ (۵)۔ فتیۃ اللہ تعالیٰ رحمہ۔

حرر و العبد المذنب، غفرلہ و دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸۰ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ القام الدین غفرلہ و دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸۰ ۹۰ھ۔

(۱) ”وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بکراهة المصافحة المعنادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة، وما ذاك إلا لكونها لم تثر في خصوص هذا الموضع، فالمواظبة عليها فيه توهم العواہ بأنها سنة فيه“۔ (رد المحتار، کتاب الحائض، مطلب فی دفن الميت: ۲/ ۳۳۵، و کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۶/ ۳۸۱، سعید)

(۲) ”ابن طبري مخصوص نه در زمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و نه در زمان خلفاء، بلکه وجود آن در قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخبیر اند، منقول تہ شد، و این راضوری دانستن مدموم است“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، أبواب الحائض: ۱/ ۱۹۵، امجد اکہڈمی)

(۳) ”إن عمل المولود بدعة لم يقله ولم يصعنه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والحنفاء والأئمة“۔ (کذا فی الشریعۃ الإلهیۃ، بحوالہ راہ سنت، ص. ۱۶۳، مکتبہ صفاریہ)

”قد اتفق علماء المذاهب الأربعة بدم هذا العمل“ (القول المعتمد، بحوالہ راہ سنت، ص

۱۶۵، مکتبہ صفاریہ)

(۴) ”وإن العادات من حيث هي عادة لا بدعة فيها، و من حيث يتعبد بها أو توصى بوضع وضع التعبد، تدخلها البدعة“۔ (الإعتصام: ۴۰، ۹۸، دار الفکر، ص. ۳۸۵، دار المعرفۃ)

و فی الاعتصام أيضاً ”مہد وضع الحدود و الترام الکعبات و الہیئات المعینۃ، و الزام العبادات المعینۃ فی أوقات معینۃ لم یوجد لہا ذلک التعین فی الشریعۃ“ (فصل فی تعریف البدع الج ۱/ ۳۹، دار الفکر، ص. ۲۵، ۲۶، دار المعرفۃ بیروت لبنان)

(۵) (رواہ البخاری فی کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح حور فهو مردود: ۱/ ۳۷۱ قدیمی) (و ان ماجہ فی مقدمتہ، باب اتباع سۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص. ۳۰، میر محمد کتب خانہ)

## فرض، سنت، بدعت وغیرہ کی تعریف

مسوال ۱۷۷۴: فرض، واجب، سنت، مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، بدعت کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

- فرض: جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو (۱)۔  
 واجب: جس کے کرنے کا حکم دلیل ثلثی سے ثابت ہو (۲)۔  
 سنت مؤکدہ: جس پر موافقت ثابت ہو (إلا أحياناً) (۳)۔

(۱) "والشئ الغرض ما ثبت لزومه بدليل قطعي، ويكفر صاحبه". (حاشية سعد الله على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الطهارة: ۱/۱۳ مصطفیٰ البابی مصر)

"الغرض ما ثبت بدليل قطعي". (العناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الطهارة: ۱/۸ مصطفیٰ البابی)

"الغرض القطع والتقدير لعدّة، وفي الشرع ما ثبت بدليل لاشبهة فيه". (المغنى في أصول الفقه، فصل في العزيمة والرخصة، ص: ۸۳، جامعہ أم القرى مکہ المکرمہ)  
 (۲) "الواجب من الواجب، وهو السقوط وفي الشرع اسم لما لزم بدليل فيه شبهة". (المغنى في أصول الفقه، ص: ۸۳، جامعہ أم القرى مکہ المکرمہ)

(۳) "والذي طهر للعبد الضعيف أن السنة ما واط عليه النبي صلى الله عليه وسلم، لكن إن كانت لامع الترك، ففي دليل السنة المؤكدة، وإن كانت مع الترك أحياناً، ففي دليل غير المؤكدة". (رد المحتار، كتاب الطهارة، أركان الرضوء: ۱/۱۰۵، سعيد)

"وقال سنة الهدى هي التي واط عليها النبي صلى الله عليه وسلم تعبداً وابتغاء مرصاة الله تعالى مع الترك مرة أو مرتين بلا عذر، أو لم يترك أصلاً ولكنه لم يترك على التارك" (قمر الأقدار حاشية نور الأنوار، ص: ۱۴۷، سعيد)

(و كذا في حاشية الذكوى رحمه الله تعالى على الهداية، كتاب الطهارة: ۱/۱۷۷، مكتبة شرکت علمہ)  
 (و كذا في فتح القدير، كتاب الطهارة: ۱/۲۱، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر)

- سنت غیر مذکورہ: جس کو گناہے گا ہے کیا گناہے گا؟ (۱) یہی مستحب بھی ہے (۲)۔  
 حرام: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو (۳)۔  
 مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو (۴)۔  
 مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو (۵) یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو (۶)۔  
 بدعت: جو چیز دین نہ ہو اس کو دین سمجھنا (۷) تفصیل کتب اصول میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
 حررہ العبد المودع محمد رفیع دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "والدی ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واطل عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وإن كانت مع الترك أحياناً فهي دليل غير المؤكدة". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱۰۵/۱ ایچ ایم سعید)

(۲) "وقد يطلق عليه (أى على المستحب) اسم السنة". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱۰۵/۱، سعید کراچی)

(۳) قال ابن عابدين: "قال في الهداية: إلا أنه لما لم يحد فيه نصاً قطعاً، لم يطلق عليه لفظ الحرام، فإذا وجد نصاً، بقطع القول بالتحريم". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(و كذلك في البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۳۰/۸، وشيخه)

(و كذلك في الهداية، كتاب الكراهية: ۳۵۰/۴، امدادہ ملتان)

(۴) "فالمكروه تحريماً" فثبت بما يثبت به الواجب يعنى بطنى النبوت". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(۵) "فالمكروه خلاف المنذوب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۳۰/۸، وشيخه)

(۶) "وأما المكروه كراهة تنزيه، وإلى الحل أقرب اتفاقاً". (الدر المحتار). وقال ابن عابدين تحتها "سمعى أنه لا يعاقب فاعله أصلاً، لكن يثاب نازكه أدبياً لو اب" لأن المكروه تنزيهاً كما فى

الملاح مرجعه إلى ترك الأولى". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۷/۶، سعید)

(و كذلك س البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۳۰/۸، وشيخه)

(۷) (راجع، ص ۳۲، رقم الحاشية: ۳، ۲، سیاتی شخریجہ من رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱ سعید، تحت عنوان "بدعت کی تفسیر")

## سنت و بدعت کی تعریف و تقسیم

سوال ۱۷۷۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سنت کے صحیح معنی کیا ہیں اور سنت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے سنت کی تعریف کیا ہے؟ سنت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

۲. ”بدعت“ کے صحیح معنی کیا ہیں اور بدعت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے بدعت کی تعریف کیا ہے؟ بدعت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟  
الساکن: بم، ین، جاوید چام راج مگر، ۱۵/ اگست، ۵۰ء۔

الجواب حامداً و مصلحاً :

۱. ”سنت“ کے معنی لغت میں طریقے کے ہیں، خواہ اچھا ہو، خواہ خراب ہو (۱) چنانچہ حدیث شریف میں سنت حسنة اور سنت سيئة دونوں وارد ہیں (۲)۔  
اصطلاحی تعریف یہ ہے:

”طريقة مسلوكة في الدين بقول أو فعل من غير لزوم ولا إكراه على تاركها، وليست خصوصية، أحر“.

(۱) ”والسنة لغة الطريقة ولو سنية“۔ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۶۳، قدیمی)  
وقال ابن عابدين: ”أما هي لغة، فالطريقة مطلقاً و لو قبيحة“۔ (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة و تعريفيها: ۱۰۳/۱، معبد)

(۲) ”وهو ما رواه مسلم في حديث طويل بلفه: ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“ من سن في الإسلام سنة حسنة، فله أجرها و آخر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أحوالهم شيء، و من سن في الإسلام سنة سيئة، كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء“۔ (كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة و لو بشق ثمرة الخ: ۳۲۷/۱، قدیمی)

(و السائل في الزكاة، باب التحريض على الصدقة: ۳۵۶/۱، قدیمی)

(و جامع الأصول، ۳۵۷/۶، رقم: ۳۳۶۳۰، دار احیاء التراث العربی)

(و ذکره ابن عابدين في مقدمة رد المحتار: ۵۸/۱، معبد)



قوانین پر ہیں:

”مقولہ: ”طریقہ انج“ کائناتیں بشمل السنۃ وغیرہا، و قولنا: ”من غیر لزوم“ فصل حرج بہ الفرض، و ”بلا انکار“ اخرج الواجب، و قولنا: ”ولست خصوصۃ“ خرج بہ ما هو من حیثائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کصوم الوصال اہ۔“ (محفوظی علی مراقی الفلاح ص: ۳۵) (۱)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”إعلم أن المشروعات أربعة أقسام: فرض، واجب، سنة، ونفل، فما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي ففرض، أو يفتني فواجب، وبلا منع الترك إن كان ممّا واظب عليه الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم أو الحنفاء الراشون من بعده سنة، وإلا فمندوب ونفل.“ ۱/۷۰ (۲)۔

سنت کی دو قسمیں ہیں:

”والسنة نوعان: سنة الهدى: وتركها يوجب إساءة وكراهة كالجماعة والأذان والإقامة والحوها، وسنة الزوائد: وتركها لا يوجب ذلك كسبر النبي عليه الصلوة والسلام في ليله وقبامه وقعوده اہ۔“ شامی (۳)۔

سنت کا حکم یہ ہے:

”قال القهستاني: حكمها كالواجب في المطالبة في الدنيا إلا أن تاركه يعاقب وتاركها

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص ۶۴، قدیمی

(۲) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء، ۱۰۳/۱، سعید

وفی المعنی فی أصول الفقہ: ”وہی نوعان: سنۃ أخذھا ہدی و ترکھا صلال، والثانیۃ: أخذھا ہدی و ترکھا لا بأس بہ الخ“ (فصل فی العزیمۃ والرخصۃ، ص: ۸۵-۸۶، جامعہ أم القری مکۃ المکرمۃ)

(۳) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء، ۱۰۳/۱، سعید

باعتاب اہد، و فی الجوہرۃ عن الثنیۃ: تارکھا فاسق وجاحدھا مبتدع، و فی التنبیخ، ترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام، یمتحن بہ حرمان الشفاعۃ؛ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، "من ترک سنئی، لم یئل شفاعتی اہد" (۱)۔

طحاوی علی مراق الفلاح میں سنن وشوکی بحث میں لکھا ہے:

"السنۃ: لعلۃ العرفۃ و لو سیئۃ، واصطلاحاً: الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر نروم علی سبیل المحافضۃ، وھی المؤکدۃ، ان کان البی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترکھا أحياناً، وأما النی لم یؤاخذ علیہا فہی المندوبۃ اہد" (۲)۔

مؤکدہ کی مثال میں طحاوی فرماتے ہیں:

"کالآذان والإقامۃ والجماعۃ والسنن الزوائب والمصعظۃ والاستسحاق ویلقونها بسۃ الہدی، ائی أحدھا ہدی و ترکھا ضلالۃ؛ ائی أخذھا من تکمیل الہدی؛ ائی الدین، ویعلق ترکھا کراہۃ وإساءۃ"۔

پھر غیر مؤکدہ کی مثال میں لکھا ہے:

"کالآذان المسترد، وتطویل القراءۃ فی الصلوۃ فوق الواجب، و مسح الرقبۃ فی الوضوء، والنیاس، و صلوۃ، و صدم، و صدقۃ تطوع، ویلقونها بالسنة الزوائد، وھی المستحب والمندوب

(۱) حاشیۃ الطحاوی علی المراقی، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص ۶۳، قدیمی

(۲) کذا فی رد المحتار کتاب الطہارۃ، أركان الوضوء، مطلب فی السنۃ و تعریفھا: ۱۰۳/۱، سعید

(۳) مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص ۶۳، قدیمی

تنبیہ: ہمارے طحاوی کی نہیں بلکہ مراقی الفلاح کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی السنۃ و تعریفھا: ۱۰۳/۱، سعید)

(والعیبۃ شرح الہدیۃ علی هامش فتح القدیر ۳۰/۱۰، مصطفیٰ البانی مصر)

(والمعنی فی اصول الفقہ، باب الہی، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ، ص: ۸۵، جامعۃ أم القرى مکہ)

المکرمۃ

والادب من غیر فرق بیہا عند الاصولیہ اہل (۱)۔

اس کے بعد اصطلاح فقہاء کے اعتبار سے مندوب و مستحب کا کچھ فرق بیان کر کے لکھا ہے "والاولیٰ ما عنہ الاصولیون" (۲)۔

مولانا عبدالحی کھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ سنت کی تحقیق میں ہے جس کا نام ہے "سحفة الاخبار فی احیاء سنة سيد الأبرار" (۳) اس میں بہت سی تعریفات سنت کی نقل کی ہیں۔

۲۔ "بدعت" کے معنی فی چیز جو پہلے سے نہیں تھی، لفظ ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے

"ما أحدث عسى خلافاً لحق المنقلى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شعبة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً اھل شامی: ۳۷۷، ۱ (۴)۔"

(۱) حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی سنن الوضوء، ص ۶۴ قدیمی  
و فی السعی فی أصول الفقه، "کصولۃ العید والأذان والجماعة"، (فصل فی العریمة والرحمة، ص: ۸۵، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

(۲) حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، شرح نور الإیضاح، کتاب الطہارة، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۵، قدیمی

(۳) حرمہ الدینی کھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "سحفة الاخبار فی احیاء سنة سيد الأبرار" میں سنت کی دس تعریفات نقل کی ہیں لیکن ہر ایک پر کئی کئی رد کیا ہے، اس کے بعد دس تعریفات کے علاوہ ایک اور تعریف علامہ ابن ماجہ شامی سے نقل کی ہے اور اس پر دو رد بھی کیے

فقہاء "وقال ابن عابدین النسخ محمد أمین فی "رد المحتار" ما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك، إن ثبت مدليل قطعي ففرض، أو بظني فواحب، و بلامتنع إن كان مما واطب عليه الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعد، فسهة، وإلا فمندوب انتهى" (ص: ۶۸، مکتب المطبوعات الإسلامیہ بجلد)

(۴) (رد المحتار، کتاب الطہارة، باب الإمامة، ۵۶۰، سعید)

او کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ۱، ۶۱۰، رشیدیہ

اس تعریف کے اعتبار سے بدعت ہمیشہ سید اور ضالہ ہی ہوتی ہے، البتہ معنی اقویٰ کے اعتبار سے کبھی حسنہ بھی ہوتی ہے:

”فقد يكون (أي البدعة) واجبة كصلاة الأذنة للزاد على أهل الفرق الضالة ونبه الفجر  
”سميهم لمكتاب وإنسنة، و مندوبة كإحداث نحو رباط و مدرسة و كل إحسان لم يكن في  
الصادر الأول، ومكروهة كزحرفة المساحد، ومباحة كانتوسع بلذيق المأكول و المشارب  
والتياب كما في شرح الجامع للصغير للمناوي (۱) عن تهذيب النووي، ومنه في الطريقة  
المحمدية لسركني اهـ“ شامی (۲)۔

اس باب میں ”طريقة محمدية“ اور اس کی شروح ”الطريقة الندية“ و ”الدرر البريقة“ اور ”المدخل“ اور  
”الاعتصام“ مبسوط کتابیں ہیں، جن میں بدعات پر تفصیلی بحث کی ہے اور بدعات پر کافی رد کیا ہے اور محققانہ  
دلائل پیش کئے ہیں۔ نیز اردو میں ”برائین قاطعہ“ لا جواب ہے جس میں بدعات کا قلع قمع کیا ہے اور ایسے زرین  
اصول وضوابط بیان کئے ہیں کہ جن پر امور محدثہ کو سہولت منطبق کیا جاسکتا ہے کہ یہ بدعات محرمہ ضالہ کی حدود  
میں داخل ہیں یا نہیں اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو بدعت حسنہ و سیدہ کے امتیاز میں بڑی بصیرت حاصل  
ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سیارہ نبور، کیم، ذی قعدہ ۱۴۷۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ۔

بدعت کی تقسیم

سوال (۷۷۱): بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۱) فیض القدير شرح الجامع الصغير لعد الزواف المناوي، ۵۵۹۳، ۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ

(النار ریاض)

(۲) رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ۵۶۰، ۱۰، سعید،

الجواب حامداً ومصلیاً :

شرعاً بدعت کی صرف ایک قسم ہے یعنی سیر، وہ کسی طرح جائز نہیں (۱)، جن لوگوں نے کوئی تقسیم کی ہے وہ وقت کے اعتبار سے ہے، وہ تقسیم شامی (۲) اور قوی حدیثیہ (۳) وغیرہ میں ہے۔ فقط۔

ایضاً

سوال [۷۷۷]: بدعت کی تقسیم جو بعض کتابوں میں نظر آتی ہے اس تقسیم کا موجب کون ہے؟ اگر بالفرض بدعت حسدوسیمہ وغیرہ سے تقسیم ثابت ہو تو: "کل مدعة صلاة و كل ضلالة في النار" (۴) قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسبیحاً کا کیا جواب ہوگا؟

(۱) "ما احدث على خلاف الحق المنقلى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل ديناً قوياً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۲) "لقد تكون (أى البدعة) واجبة كسبب الأدلة على أهل الفرق الضالة، و تعلم النحو المفهم للكتاب والسنة، و مندوبة كإحداث سحر رباط و مدرسة و كل إحسان لم يكن في الصدر الأول، و مكروهة كزخرفة المساجد، و مساحة كالتوسع بلذيق المأكلي و المشارب و الثياب كما في شرح الجامع الصغير للناويزي عن تهذيب النووي، و مثله في الطريقة المحمدية للبركلى" (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۳) و كذا في روح المعاني: ۲۷/۱۹۲، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۴) "قال الغزالي عبد السلام: البدعة و تنقسم إلى خمسة أحكام: معنى الأرواح و النذر الخ فمن البدع الواجبة: تعلم السحر الذى يفهم به القرآن و السنة، و من البدع المحرمة: مذهب لحر القدريه، و من البدع المستدبة: إحداث نحو المدارس و الاجتماع لصلوة التراويح، و من البدع المساحة: المصافحة بعد الصلوة، و من البدع المكروهة: زخرفة المساجد و المصاحف الخ" (فتاوى الحديثية لادن حجر الهيثمي، ص. ۲۰۳، مطلب في تفریق البدعة الخ، قديمي)

(۵) (رواه النسائي بهذا اللفظ مرفوعاً في العيدين، باب كيف الخطبة: ۲۳۳/۱، قديمي)

(و فيص القدیر شرح الجامع الصغير ۱۳۷۷: ۳، رقم ۱۶۰۳، مكتبة نزار مصطفى الناز رباح)

## الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی ص ۱ الامامة میں بدعت کی قسمیں بیان کی ہیں (۱) علامہ عزتین عبدالسلام سے منقول ہے (۲) تراویح کی یکجائی بدعت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے "نعمت البدعة" (۳) اس وجہ سے سید محمد حسن کی تقسیم کی گئی ہے ورنہ بدعت حسنة در حقیقت معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہے، نہ معنی شرعی کے اعتبار سے، اس لئے "کمل سبعة ضلالة" (۴) میں بدعت شرعیہ وسیعہ مراد ہے اور جس چیز کو بدعت حسنة کہا جاتا ہے وہ مذکور نہیں بلکہ مسوکہ فی الدین ہے اور معین فی الدین ہے یعنی وہ احداث فی الدین نہیں ہے بلکہ احداث للدين ہے۔ تفصیل دیکھنا چاہیں تو براہین قاطعہ (۵) الاعتصام (۶) المدخل (۷) ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ العزیز۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد تقی الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) (تقدم تخریجه من رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰، سعید)

(۲) والبحر الرائق کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۱، وشبیه

(۳) "قال الشیخ عز الدین من عبد السلام فی آخر کتاب القواعد: البدعة إما حاجة کتعلو البحر لهما کلام الله ورسوله، (إلی أن قال): وما أحدث من الحیر مما لا یحالف شیئاً من ذلك (أی کتاب والسنة) فلیس مذموم، وقال عمر وصى الله تعالی عنه فی قیام رمضان: "نعمت البدعة" الخ" (مرفأة المفاتیح، کتاب الايمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۳۶۸، رشیدیہ)

(۴) (رواه البیہاقی فی حدیث طویل فی الصوم، باب فصل من قام رمضان: ۲۶۹، قدیمی)

(۵) (رواه مسلم، فی الجمعة، فصل فی خطبة الجمعة: ۲۸۳، ۲۸۵، قدیمی)

(۶) (واس ماحه فی المقدمة، باب احتساب البدع والجدل، ص ۶، قدیمی)

(۷) حضرت مولانا غلام احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے "براہین قاطعہ" میں بدعت حسنة کی تحقیق ممکن تفصیل سے لی ہے (ص ۳۵، ۳۶، دارالانشاعت راجی)

(۸) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "و مما یورده فی هذا الموضع أن العلماء قسموا البدع بأقسامہ أحكام الشريعة الخمسة، ولم يعدوها قسماً واحداً مذموماً، فجعلوا أصنافاً واجباً ومندوباً و -

## بدعت کی اقسام

سوال [۷۷۸]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں تحریر فرمائیں؟

فجر کی نماز میں جو: "الصلوة خیر من النوم" پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں، یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، مزید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بدعت کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: "کن بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

"الصلوة خیر" من النوم " اذان فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں ہے (۲) تراویح

= مباح و مکروہ و محرم قسم واجب، و هو ما تناولته قواعد الوجود و أدلته من الشرع

القسم الثاني: المحرم، و هو كل بدعة تناولها قواعد التحريم و أدلته من الشريعة القسم

الثالث أن من البدع ما هو مسدوب إليه، وهو ما تناولته قواعد النبد و أدلته كصلوة التروابع

القسم الرابع بدعة مكروهة، و هي ما تناولته أدلة الكراهة القسم الخامس البدع المباحة، و هي

ما تناولته أدلة الإباحة و قواعدها من الشريعة " (الإعتصام للإمام الشاطبي، باب في أن ذم البدع

والمحدثات عامة لا تخص محدثة دون غيرها، ص ۱۵۱، ۱۵۲، دار المعرفة بيروت)

(۷) (المدخل لأمير الحاج المكي، فصل الكلام على البدع التي نسبوها إلى الشرع و ليست

منه: ۲۸۳، مصطفى الباسي الحلبي بمصر)

(۱) (رواه السائي مرفوعاً في العبدین، کیف الخطبة ۱۰، ۲۳۴، قدیمی)

(والمساوی فی فیض التقدير شرح الجامع الصغير: ۳، ۱۴۷، رقم ۱۰۶۰۳، مکتبہ نوار ریاض)

و قال علی القاری "قال فی الأوهار أى كل بدعة سينة ضلالة، لقوله عليه الصلوة والسلام

"من سن فی الإسلام سنة سيئة الخ" (المرواة، باب الاعتصام الخ: ۱، ۳۶۹، وشيخه)

(۲) 'عن أبي حنيفة عن أبيه عن جده قال: قلت: يا رسول الله! علمني سنة الأذان (إلى أن قال): "قال

كان صلوة الصبح، قلت: الصلوة خیر من النوم، الصلوة خیر من النوم" الحديث " (سنن أبي داود =

بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں (۱)۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع و اقتداء کا حکم فرمایا ہے (۲) پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، یکم/شعبان/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔

= کتاب الصلوۃ، باب کتب الأذان : ۷۹/۱، امدادیہ

ورواه الإمام مالک فی مؤطاہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ . (کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی النداء للصلوۃ، ص: ۵۱، میر محمد کتب خانہ)

(۱) رواہ البخاری فی الصوم، باب فضل من قام رمضان، فقال: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال، "من قام رمضان إيماناً وإحتساباً الحديث وفيه: "عن عبد الرحمن بن عبد الشارقي قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ليلة في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل فيصلي بصلوته الرجل، فقال عمر: إني أرى لو حدثت هؤلاء على فاري واحد، لكان أمثل، فجمعهم على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه، ثم خرجت معه ليلة أخرى، والناس يصلون بصلوة قارئهم، قال عمر: نعمت البدعة هذه". (۲۶۹/۱، قدیمی)

و فی مرقاۃ المفلاح: "و روی اسد بن عمرو عن اسی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قال: سألت أبا حنیفۃ عن التراويح و ما فعلہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقال: "التراويح سنة مؤكدة، و لم یختصرہ عمر من تلقاء نفسه و لم یکن فیہ متدعاً، و لم یأمر بہ إلا عن أصل لديه" (کتاب الصلوۃ، فصل فی صلوۃ التراويح، ص: ۳۱۱، قدیمی)

(۲) "عن حذیفة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "افتدوا بالذي بعدي أبي بكر وعمر". (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب اسی بکر الصدیق: ۲۰۷/۱۲، قارو فی کتب خانہ)

(۳) "قال فی الأثرار: أي كل مدعة ضلالة، لقوله عليه الصلوۃ والسلام: "من من في الإسلام سنة حسنة، فله أجرها، و آخر من عمل بها، و جمع أبو بكر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما القرآن، و كتبه ريد رضي الله تعالى عنه في المصحف، و جدد في عهد عثمان رضي الله تعالى عنه. قال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، و في الشروع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله



ایضاً

سوال [۷۷۹]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس بدعت کی حدیث میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: "کمل بدعة ضلالة، و کمل ضلالة فی النار" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عقی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۷ھ۔

کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں؟

سوال [۸۰]: کوئی ایسا امر جو بظاہر بہت اچھا ہے مگر وہ سنت نبوی یا صحابہ تابعین سے ثابت نہیں، مگر عوام میں برسہا برس سے چل رہا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں میں ایک طرح کی اجتماعیت پائی جاتی ہے یعنی وہ چیز ان میں جوڑ پیدا کرتی ہے، کیا اس کو بدعت ہونے کے باوجود مٹانا چاہئے یا نہیں، جیسے میلاد، دعا، ثانیہ، فاتحہ بعد صلوٰۃ وغیرہ۔

فوت: عوام عام طور پر جاہل ہیں، وہ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے، وہ سنت و بدعت کا فرق بھی نہیں جانتے بلکہ ان بدعات کو حصول خیر کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کو بدعت اور خلاف شرع یا گناہ کہنے پر تعجب کرتے ہیں، بلکہ برا فروختہ ہوتے ہیں اور عام طور پر ان کے خلاف جدوجہد سے اور پھوٹ اور دو پارٹیاں بنتی ہیں، نمازیں ترک کر دیتے ہیں، علماء کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں، اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض اجتماع عند اللہ مطلوب و مقصود نہیں بلکہ خیر و سنت پر اجتماع مطلوب و مقصود ہے، اس لئے حسن تدبیر، شفقت و دلسوزی سے ان کو راہ راست پر لانے کی ضرورت ہے، ان کو سمجھایا جائے کہ جس کام سے اللہ پاک اور اس

= تعالیٰ علیہ وسلم "۔ (مرقاۃ المفاتیح۔ شرح مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۸۸)

، مکلفہ رشیدیہ کوئٹہ

(۱) (رواہ السنائی فی العبدین، باب کیف الخطبة: ۲۳۴/۱، قدیمی)

کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں وہ کام مسلمان کو کرنا چاہئے، وہی دین ہے، ذریعہ نجات ہے (۱)، وہی وفاداری کا ثبوت ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو دین نہ فرمایا ہو اور اس پر ثواب نہ بتایا ہو اور اپنی خوشنودی کا اقتضا اس پر نہ دیا ہو، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو اختیار کیا ہو، نہ ائمہ مجتہدین نے اس کو استنباط کیا ہو تو ایسا کام دین نہیں، اور وفاداری کا ثبوت نہیں، ذریعہ نجات نہیں، اس سے اللہ تعالیٰ خوش اور نہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش، ایسا کام ترک کر دینے کے قابل ہے۔ اور دعا بھی کی جائے کہ حق تعالیٰ انسانی جذبات سے محفوظ رکھے اور قلوب میں قبول حق کی صلاحیت پیدا فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ”تم میں وہی شخص مومن نہیں جب تک اس کی خواہش میرے بتائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائے“ (۲)۔

پھر بھی اگر پھوٹ پڑ جائے اور علماء کی مخالفت پیدا ہو جائے تو اس کو صبر و تحمل سے برداشت کیا جائے، ورنہ عوام کی خواہش کے مطابق علماء بھی چلنے لگیں تو دین اور غیر دین میں فرق نہ رہے گا، دین آہستہ آہستہ ختم ہو کر اس کی جگہ غیر دین آ جائے گا جو کہ دنیا میں بھی تباہی و بلا کٹ کا موجب ہے اور آخرت میں بھی۔ اعداؤ اللہ منہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبید محمود وغفرلہ، ۹/۱۰/۹۰ھ۔

### جمع قرآن، تراویح وغیرہ کیا بدعت ہیں؟

سوال [۷۸۱]: فجر کی اذان میں جو ”الصلوة خیر من النوم“ پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی وجہ اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، مزید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) قال اللہ عزوجل: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ، فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ، وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾، واللہ عفو رحیم۔ (آل عمران: ۳۱)

(۲) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواد تعالماً لما جنت به“ رواه فی شرح السنة“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الايمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص ۳۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً :

”الصلوة خير من النوم“ اذان فجر میں کہا حدیث سے ثابت ہے، یہ بدعت نہیں ہے (۱)۔ تراویح بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع و اقتداء کا حکم فرمایا ہے (۲)۔ پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن

(۱) ”عن محمد بن عبد الملك أبي مخذوم عن أبيه عن جده قال : قلت : يا رسول الله ! علمي سنة الأذان (إلى أن قال) : ”إن كان صلوة الصبح ، قلت : الصلوة خير من النوم ، الصلوة خير من النوم ، الله أكبر الله أكبر ، لا إله إلا الله“ . الحديث (سنن أبي داود ، كتاب الصلوة ، باب كيف الأذان : ۱ / ۷ ، مكيه امدانيه ملتان)

(۲) ”عن حذيفة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم . ”اقتدوا بالذين من بعدي : أبي بكر و عمر“ . (جامع الترمذی ، أبواب المناف ، مناقب أبي بكر الصديق : ۲ / ۷۰ ، سعيد) قال الشافعي رحمه الله تعالى : ”قال ابن حجر : واستمروا كذلك زمنه عليه الصلوة والسلام ثم جمع عمر رضي الله تعالى عنه الرجال على أبي رضي الله تعالى عنه — و كان عمر يقول في حسمه الناس على جماعة واحدة . ”نعم البدعة هي“ ، وإنما سماها بدعة باعتبار صورتها ، فإن الاجتماع محدث بعده عليه الصلوة والسلام ، و أما باعتبار الحقيقة فليست بدعة ؛ لأنه عليه الصلوة والسلام إنما أمرهم بصلاتها في بيوتهم لعله : هي خشية الافتراض ، و قد زالت سموتة عليه الصلوة والسلام ، و لم يأمر بها أبو بكر رضي الله تعالى عنه ؛ لأنه كان مشغولاً بما هو أهم منها ، و كذلك عمر أوائل خلافته“ . (مراجعة المعانيج ، كتاب الصلوة ، باب قيام شهر رمضان ، الفصل الأول : ۳ / ۲۹ ، رقم الحديث : ۱۲۹۵ ، رشيدية)

و قال ابن حجر رحمه الله تعالى : ”و قال ابن بطال . قيام رمضان سنة ، لأن عمر رضي الله تعالى عنه إنما أخذه من فعل النبي صلى الله عليه وسلم ، و إنما تركه النبي صلى الله عليه وسلم حثية الافتراض“ (فتح الباری ، كتاب صلاة التراويح . باب فصل من قام رمضان : ۳ / ۳۱ ، رقم الحديث : ۲۰۱۰ ، قديمی)

پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔  
الجواب صحیح: ہندو محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۷ھ۔  
سنی، خنئی، وہابی کی تعریف

سوال [۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنی، خنئی کے کہتے ہیں؟ مستند کتب سے وضاحت فرمائیں۔

۲۔ وہابی مذہب کیا ہے، لفظ وہابی کے معنی کیا ہیں؟ بریلوی علماء اور ان پڑھ لوگ اپنی اصطلاح میں وہابی کے معنی کافر و مشرک سے زیادہ بدترین سمجھتے ہیں، جس کی بنا پر وہ جسے بھی اپنے اصول کے خلاف سمجھتے ہیں، وہابی کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کا بائیکاٹ کر کے اس سے سلام و کلام بند کر دیتے ہیں، بقول ان کے کسی وہابی سے جو مسلمان سلام و کلام کرے وہ وہابیوں کی طرح خارج از اسلام ہے، ان حالات کے پیش نظر شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئین و قوانین سے مطلع فرماتے ہوئے احکام صادر فرمائیں۔ فقط۔  
والسلام نور محمد، ۲۱/ جون/ ۱۹۷۰ء۔

(۱) ”عن عیید بن الساق أن رمد بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: أرسل إلى أبو بكر الصديق قال أبو بكر رضی اللہ عنہ: إن عمر رضی اللہ عنہ أثناني، فقال: إن الفضل قد استحضر يوم اليمامة بفقرآء القرآن - - - و إنني أرى أن تأمر بجمع القرآن، قلت لعمر رضی اللہ عنہ: كيف نعمل شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال عمر: هذا والله خير، فلم يزل عمر رضي الله عنه يراجمني حتى شرح الله صدري لذلك“ (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ۴/۷۵، قديمي)  
قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: ”قال الخطابي وغيره: يحتمل أن يكون النسي صلى الله تعالى عليه وسلم إنما لم يجمع القرآن في المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض أحكامه أو تلاوته، فلما انقضى نزوله بوفاته صلى الله تعالى عليه وسلم، ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاءً لوعده الصادق بصمان حفظه على هذه الأمة المحمدية - رادها الله شرفاً - فكان ابتداء ذلك على يد الصديق رضي الله عنه بمشورة عمر رضي الله عنه“ (فتح الباري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ۱۲/۹، رقم الحديث ۴۹۸۶، دار الفكر بيروت)

## الحجوب حامداً و مصلیاً :

۱ حقیقت کے اعتبار سے سنی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق کا تتبع ہو، عقائد میں بھی، اخلاق میں بھی، اعمال میں بھی: ”ہے مناسب عہدہ و مصحاحی“ الحدیث (۱)۔

حنفی وہ ہے جو مسائل فقہیہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقتد ہو (۲)۔

۲ گزشتہ صدی میں عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی نے ایک جماعت بنائی تھی اور دعویٰ یہ کیا تھا کہ ہم سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے ساتھ بہت لوگ ہو گئے تھے مگر اس کے مسائل بہت سے خلاف سنت تھے، آہستہ آہستہ لوگوں کو ان مسائل کا ہم ہوا، مثلاً وہ توسل کے قائل نہیں تھے، زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے تھے حتیٰ کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز کہتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جب لوگوں کو معلوم ہوتا گیا، لوگ اس جماعت سے جتنے گئے، پھر معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مقصود حکومت پر قبضہ کرنا ہے اور یہ سیاسی جماعت ہے اور احیائے سنت کا نام محض لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنے کے لئے ہے تو حکومت نے مقابلہ کر کے اس جماعت کو شکست دی، چنانچہ ”رد المحتار“ کی تیسری جلد میں اس کا تذکرہ موجود ہے (۳)۔ اور یہ جماعت وہابی کہلاتی ہے جو کہ سب عرب میں بدنام ہوئی اور ذلت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، جب اس کو شکست ہوئی تو اسی وقت کی بات ہے کہ ہندوستان میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ

(۱) (رواہ الترمذی فی الإیمان ، باب افتراق هذه الأمة . ۸۹۰۴-۸۹ ، حاروقی کتب خانہ)

(۲) ”لفظ ”الحنفی“ نسبة إلى أسی حنیفة کتیبہ امام المذہب العمان بن ثابت رحمہما اللہ تعالیٰ“ (المذہب الحنفی : ۱/۳۷۷ مکتبہ الرشد ریاض )

(۳) ”کما وقع فی زمانہ فی اتباع عبد الوہاب الدین خرجوا من نجد ، و تعلبوا علی الحرمین ، و کانوا یستحلون مذہب الحنابلہ . لکنہم اعتقدوا انہم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادہم مشرکون . و استباحوا سدلک قتل اهل السنة و قتل علمائہم حتی کسر اللہ شوکتہم ، و خرب بلادہم ، و ظفر بہم عساکر المسلمین عام ثلاث و ثلاثین و مائتین و ألف“ (رد المحتار . کتاب الجہاد . باب الغافۃ ۲۶۲ ص ۲)

اللہ تعالیٰ محدث وہوی کی تجویز کے ماتحت جہاد شروع کیا گیا، حضرت سید احمد صاحب، حضرت مولانا شاد محمد اسماعیل صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ اسی جہاد میں شہید ہوئے اور ان کی جماعت نے بہت بلند کام کیا، انگریزوں کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے، بہت سخت سزائیں دیں مگر اس جماعت کو جو کچھ مقبولیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں کمی نہیں ہوئی، تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریزوں نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ دینی لوگ ہیں جو عرب میں بہت پکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں اور ان حضرات کی کتابوں میں سے چھانت چھانت کر ایسے نکتہ نمونہ سے مسلمانوں میں باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہو جائے، اس لئے لفظ ”وہابی“ کا لقب ابتداءً اس جماعت کے لئے انگریزوں نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ ذہنیہ و باہیہ بشر نے اس کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ بدعتی علماء کے فتوؤں نے جو کام دیا ہے وہ سخت سزائوں نے نہیں دیا، اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے، اس کا نام ہے ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ (۱)۔ اب جو شخص بھی پابند شریعت اور متبع سنت دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں، خوف یہ ہے کہ اگر لوگ ان کے وعظ و کوئٹے گئے، ان کی کتابوں کو پڑھیں گے، ان کی مجلس میں بیٹھیں گے تو بدعت سے متاثر ہو جائیں گے اور ان بدعتی علماء سے کٹ جائیں گے، تاہم اب لوگ اتنے بے خبر نہیں رہے کہ ان کو اندھیرے میں رکھا جائے بلکہ اب ان پر حقیقت روشن ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بدعتی علماء پر ایشان ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۰ھ۔

(۱) اس کتاب کے چند اہم مسائل مختصر طور پر ذکر کئے جاتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی بنیاد وہ چیزوں پر ہے، پہلی شئی یہ ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو عبود نہ ٹھہرائے جو کسی دستور یا طریقہ الہیہ اختیار نہ کیا جائے، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء کے وقت میں نہ تھا۔ ۱۸۴۲ء میں امام صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے مکہ تشریف لے جانے پر اس عام فہم اصلاحی حقیقہ و دعوت دینی گئی اور باقاعدہ طور پر تہذیب و دیوبند گیا، انہوں نے اس مقدس شہر میں ایک اصلاحی تحریک کا آغاز کیا جس کا بانی حضرت ایک بدو تھا اور جو ان کے مطابق تھا، اس کے بانی نے مغربی ایشیا میں ایک مبنی سلطنت قائم کر لی تھی، بعد ازیں جیسے کہ سید احمد صاحب ہندوستان میں قائم کرنے کی امید رکھتے تھے اس لئے وہ اس لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس مذہب کی آئندہ ترقی کے واقعات کو یہاں تجویز سے عرصہ کے لئے ختم کر دیں، اور عرب میں وہابیوں کی ترقی، اولیٰ کی مختصر داستان بیان کریں“، ص ۵۱۔

"ایک سو پچیس برس ہوئے ایک نوجوان عرب حاجی جس کا نام عبدالوہاب تھا اپنے ہمراہی حاجیوں کی جماعتی اور ریا کاری سے جس سے لاکھن مقدس کی بے حرمتی کی چارہ تھی سخت و گھبر ہوا۔ اور آخر کار ان دعوات کے انفرادی لئے میدان عمل میں نکل پڑا، لیکن قسطنطنیہ کے کارپردازوں نے اس کو غرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ لہذا عبدالوہاب کو شہر شہر خارج ہونا پڑا، آخر الامراس نے درایہ کے سردار محمد بن مسعود کے ہاں پناہ لی۔ اپنے نئے مرید سے مل کر۔ اس نے ایک مختصر عرب لٹک کی بنیاد رکھی اور قسطنطنیہ کی حکومت کی غلام کاریوں کے خلاف احتجاج اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا، اب انیس فتح پر فتح ہو رہی تھی شہد کا بہت صاحب فتح ہو گیا۔ عبدالوہاب اس کا روح فی پیشوا تھا۔ انہوں نے مطیع شدہ صوبہ چت میں اپنے نائب مقرر کر کے، اور ان کو سختی کے ساتھ اپنا اطاعت گزار بنائے رکھا۔" ص ۵۲۔

"چنانچہ مصلحین کی یہ جماعت قدرتنا ایک جنگجو فرقہ تھا اور نہایت دلیری کے ساتھ اپنے عقیدہ کو بکوار کے ساتھ منہ نہا تھا۔ ترکوں نے اپنی ذلیل شہوت پرستی کو مقدس شہروں میں پھیلا دیا تھا۔ ایسی عادتیں جن کو قرآن نے قطعاً جائز قرار دیا ہے، وہ مقدس شہر میں شراب کا نہایت ہی غلظت انگیز منظر پیش کرتے تھے، یہی وہ عملی اور ظاہری بے حرمتی تھیں جن کے خلاف عبدالوہاب نے سب سے پہلے آواز اٹھائی، گمراہ ہتہ آہستہ آہستہ یہ ایک دینی فرقہ بن گیا، جو نہایت کمزور سے مشہور ہے، ہندوستانی فرقہ کا بھی بڑی حد تک یہی عقیدہ ہے۔" اس کے سات بڑے بڑے اصول ہیں "الح" ص ۵۳۔

"عبدالوہاب کا انتقال ۱۱۷۷ھ میں ہوا، اور وہ اپنی تمام فتوحات کو ایک قابل جانشین کے سپرد کر گیا، ۱۱۹۱ھ میں وہابیوں نے شریعت کے ایک کامیاب جنگ کی، ۱۱۹۷ھ میں انہوں نے بغداد کے شاہ کو بہت خونریزی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ ۱۸۰۱ھ میں انہوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کے ساتھ مکہ معظمہ پر چڑھائی کی، اور ۱۸۰۳ھ میں اس مقدس شہر کو فتح کر لیا، اسلام کے ان دو محکمہ مراکز میں مصلحین نے ہر اس باشندے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے ان کے طریقے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مسلمان بزرگوں کے خلفائے ہوں کو لوٹا اور بے حرمت کیا، حتیٰ کہ مسجد نبوی تک کو بھی نہ چھوڑا۔" ص ۵۴۔

"آخر کار محمد علی پاشا والی مصر مصلحین کو تہہ و برہا کرنے میں کامیاب ہو گیا، ۱۸۱۲ھ میں قہووس کیلئے جو (۸۰۰۰۰) لاکھ نینز کا باشندہ تھا) پاشا کے لڑکے کے ہاقت مدینہ شریف پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ ۱۸۱۳ھ میں مکہ معظمہ پر بھی قبضہ ہو گیا، اس کے پانچ سال بعد یہ عظیم الشان سلطنت جس معجزانہ طور پر منہ سے شہود پر آئی تھی، اسی معجزانہ طور پر ریت کے صحرائی ٹیلوں کی طرح نابھ ہو گئی۔" ص ۵۵۔

"میر خاں ہندوستان کے وہابی مسلمانوں میں ایسے اصول کی اشاعت کرتے ہیں جس کی جتنی ان تمام تکالیف کو نرم کر دیتا ہے، سید احمد صاحب رحمد اللہ تعالیٰ جب کہ حق میں تھے تو حکومت کے علم میں یہ بات نہ لگتی تھی کہ سید احمد صاحب رحمد اللہ تعالیٰ کے حق نہ تھے ان صحرائی بددوں کی جماعت کے مطاب ہیں جن کی وجہ سے مقدس مقامات کو ایسے ایسے قصبات بنائے گئے۔"

## وبائی کی تعریف

أيها العلماء الكرام والنقلا العظام والمفتيون لشرع المسلمين والمحققون في أمور الدين! أشبه لنا ساداتنا ومركز علوم ديننا، أفقونا في هذه المسائل الشدحة الذليل، توجروا لأجر الحليل، واستخلصونا من أفقوا المخالفين والمعاندين، مستخلصكم الله تعالى في الدارين. آمين يا رب العالمين۔

۱۔ من انوہاسی و ما اعتقادہم و أعماہم؟ و یقولون أصحاب الہود، الذین عبد الدنیا و لا یحتنون عن البدعات و الشیبات و یظنون الحواز، و لا یتیزون بین الحلال و الحرام و الصدق و الکدر، و لا یسالون عنی افتراء المشایخ الذین یعملون بالنسۃ و الکتاب و المذہب و اختصموا أعمارہم لصفوة الذین و المذہب: أن الوہابی من اعتقد اعتقاد عبد الوہاب المحدثی و عسی أن اعتقاد مصی و بأی صفۃ یدئم، بل نری أن من یعمل بالقرآن و الحدیث و المذہب و یحسب عن البدعات و الشیبات و یأمر بالمعروف و ینہی عن المنکرات و الإحتراعات، و یخالف المبتدعین بالثرد و القذح، أو سکت من الکثر و لا یوافقہم بالعمل و القول۔ یقولون: إن هذا هو الوہابی، و هو خارج من أهل السنة و الجماعة، و لا تحوز حنفۃ الصلوۃ، و هكذا یصلون النوام بالوساوس و الخداع، و یفتنون علی الثغور بالوہابیات، و ما الحکم لمثل هذا المفتی هل هو من أهل السنة و الجماعة أم کیف؟ بیوا بالنسۃ عین، هذا مرض لا علاج له یزداد یوماً فیوماً۔

= پہلے جو چیز ان کی نظر میں محض خواب و خیال تھی، اب وہ ان کو حقیقی روشنی میں نظر آنے لگی جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کے ہر ضلع میں اسلامی جنت و گارتے اور صلیب کو انگریز کافروں کی لاشوں کے پیچھے دفن کرتے ہوئے دیکھا، پہلے جو کچھ ان کی تعلیم میں اہم تھا، اب اس سے خوفزدہ اور باقاعدہ مذہب کی شکل اختیار کر لی، جس سے مبداء وہاب نے عرب میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، اور جس سے سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و امید تھی کہ وہ ہندوستان میں اس سے بھی لایا ہو حقیقہ الشن اور پائیدار سلطنت قائم کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(ہمارے ہندوستان میں مسلمان برتر بہ Our Indian Muslims مصنف W-W Hunter)



۲ - ما الحكم للمفسد الذي ذكرت أحواله في الواقعة؟ وهل تحوز القسمة المذكورة وسوء الأدب الذي ذكر حتى هدى الأمرين، وحركته وعداوته من توهين العبد، أم كيف؟ وهل هو من أهل السنة والجماعة، ويقع على زوجته الطلاق ويؤزم عليه التوبة أم كيف؟ ينبغي بسطر وغور الجواب.

۳ - يقولون في حق ندى يحتسب عن الإحترامات والمنهيات ونشبهات ولا يصح تقدم خلاف المذهب، ولا ينص أهل النهاء بالقول والفعل، وبحالهم بالرد والقدح، ويحتسب عن المسائل الجديدة المروجة بالرد والقدح أو السكوت عنها وعدم تعبد على المسائل التي لم تذكر في الكتب المشهورة، وهل يكون الرجل وهائياً ولا تحوز صلوة خلفه أم كيف؟ وما تقولون في حق الإمام الذي ذكرت أحواله في الواقعة هل أقواله وأفعاله موافقة بالسنة والكتاب والمذهب أم لا؟ وأفعاله خلاف التقوى أم عين التقوى، وما الفرق بين التقوى والتقوى، وأي لعنهما، انكرام أقوى؟

المستفتي: قدومي محمد بدر الدين مفتي عند، ضلع چانگام۔

الجواب حامداً ومصلحاً :

۱ - محمد بن عبد الوهاب الشنخذي كان متبعاً للسنة، ولكنه كان منشداً في الاعتقاد والفعل والعمل، وكان قبيح البصاعة من العلم والفهم والعقل، فصار منه بعض الأفعال والأقوال وصار سباً لبيحان الفس (۱)، وأما اليوم في ديارنا فلا يصح إطلاق ما قمت من بسس بسس النبي صلى الله تعالى عليه وسنه، ويمتنع عن البدع، فهو يسمى في أقواله أهل النهاء، وهذا لا ينبغي الله الممشكي :

(۱) تستخدم تخريبه من رد المحتار . كتاب الجهاد ، باب البعاة : ۲۶۴/۳ . م . د (و راجع للتفصيل كتاب "بدر، بنوستانی مسلمان" ترجمه Our Indian Muslims (مصلف) W.W Hunten و قد تقدمت نداء منه)

۲-۳۔۔۔ قد علم مما ذکرنا حکمہا، صاحب الفتویٰ اور صاحب الفتویٰ اوسع، و هو داخل تحت حدود الشرع، وإذا جاوزها فقد تعدی: ﴿وَمَنْ يَتَعَدِ حُدُودَ اللَّهِ فَعَذَابُ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ نفسه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ أعلم وعلمہ اتم وأحکم۔  
حررہ العبد المذنب عبد اللہ بن عبد اللہ مفتی بدرستہ مظاہر علوم سہارنپور الہند۔

الحواصی صحیح: سعید احمد غفر لہ المبتلیٰ بأمانة الإفتاء بالمدرسة العلمية المشتهرة بمظاہر علوم النواحة بلدة سہارنپور۔ یومی، ۷/ جمادی الأولى / ۶۷ھ۔

(۱) (سورة الطلاق: ۱)

ترجمہ:

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

۱۔ وہابی کون ہیں ان کے عقائد و اعمال کیا ہیں؟ اہل بدعات و شبہات سے اجتناب نہ کرنے والے ہر چیز میں جواز کو تلاش کرنے والے، حلال و حرام، صدق و کذب میں قیصر نہ کرنے والے اور ان مشائخ پر جو کتاب و سنت پر عامل ہیں جن کی عمریں خالص دین و مذہب کی اشاعت میں صرف ہو گئیں افتراء کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ وہابی وہ شخص ہے جو عبد الوہاب نجدی جیسے عقائد رکھتا ہے۔

اس کے اعتقادات کیا تھے اور کس بنا پر اس کی مذمت کی جاتی ہے؟ بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث اور مذہب پر عامل ہو، بدعات و شبہات سے اجتناب کرتا ہو، امر بالمعروف کرتا ہو، منکرات و مخترعات سے روکتا ہو، مبتدعین کی رد و قبح کے ساتھ مخالفت کرتا ہو، یا پھر تمام امور کے متعلق خاموش رہتا ہو، قول و عمل میں ان کی موافقت نہ کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ مبتدعین کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اسی طرح عوام کو وسوسوں اور دھوکے سے گمراہ کرتے ہیں اور فوراً وہابی ہوئے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔

ایسے مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے؟ تحقیق کے ساتھ بیان فرمائیں، یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جو دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

۲۔ جس مسئلہ کے احوال ذکر کئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ کیا فقہ مذکورہ اور سو واپ جو ذکر کیا گیا ان دو امر کے ساتھ، اس کی حرکت و عداوت اور علماء کی توجہ نہ جانے؟ اور کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہے۔۔۔



## الجواب حامداً ومصلحاً:

فرض کا درجہ سب سے زیادہ ہے، اس کا منکر کا فرہوتا ہے، اس کے بعد واجب کا درجہ ہے (۱)، ہتھیں اور مستحبات یہ دونوں (فرض و واجب) کی تکمیل کے لئے ہیں (۲)، فرائض کو ترک کر کے مستحبات پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رمضان المبارک میں فرض روزے کو ترک کرے اور حریٰ اجتماع سے کھائے حالانکہ حریٰ تو روزہ پر قوت حاصل کرنے کے لئے ہے (۳)، فرض و واجب کے ترک پر عتاب ہے اور سنت کے ترک پر عتاب اور مستحب کے ترک پر کوئی وعید نہیں (۴)۔

(۱) "وأما الفرض فحكمه اللزوم علماً بالعقل وتصديقاً بالقلب، وهو الإسلام، و عملاً بالبدن وهو من أركان الشرائع، و يكفر جاحده، و يفسق تاركه بلا عذر، و أما حكم الوجوب فلزومه عملاً بمنزلة الفرض لا علماً على اليقين؛ لما في دليله من الشبهة حتى لا يكفر جاحده، و يفسق تاركه". (منحة الحائقي على البحر الرائق، كتاب الطهارة، ۲۵/۱، رشديه)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی احکام الوضوء، ص ۵۶، قدیمی)  
(والمغنی لأبی محمد عمر الحجازی، باب النہی، فصل فی العزیمۃ والرحصۃ، ص: ۸۳، جامعۃ أم القری مکۃ المکرمۃ)

(و نور الأنوار، بحث الفریضۃ والواجب والسنة، ص: ۱۶۶، سعید)

(۲) "ولأنها لإكمال الفرض: أي السنة، و ذكر باعتبار أنها مأمور به، و عيارته في الشرح أولى حيث قال: و تكون السنة لإكمال العرض في محله". (حاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء: ۷۱، قدیمی)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطہارۃ: ۱۹/۱، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الذکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الہدایۃ: ۱۹/۱، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

(۳) "قلت في زماننا لا يظلقون السحور إلا على ما يؤكل ليلاً لأجل الصوم". (رد المحتار، کتاب الأیمان، باب اليمين في الأكل والشرب: ۷۸۱/۳، سعید)

(۴) "قال القهستاني - حكمها (أي حكم السنة) كالواجب في المطالبة في الدنيا إلا أن تاركه (أي الواجب) يعاقب و تاركها (أي السنة) يعاتب اهـ. و في الجوهرۃ عن الثقبۃ: تاركها فاسق و حاحد هامبتدع الخ" (حاشیۃ الطحطاوی علی المواقی، کتاب الطہارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۴، قدیمی) =

ڈیڑھ سو پونے دو سو سال پہلے عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے، اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا حکومت نے مقابلہ کر کے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دے کر جماعت کو ختم کر دیا تھا وہ جماعت بہت بدنام ہو چکی۔ اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے کے حضرات نے جہاد کا تقہم قائم کیا اور جگہ جگہ دشمن اسلام سے مقابلہ کیا، انگریز نے ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ لفظ ”وہابی“ ان کے واسطے ایجاد کیا اور کہا ان کا تعلق محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہے اور بدعتی علماء سے ان کے خلاف فتوے حاصل کئے، اب کیفیت یہ ہے کہ جو شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوئے دین پر اس کے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے اور سنت کا اتباع کرتا ہے اور بدعات سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ آقائے نامدار سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ اللہ علیہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا بلکہ شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتمموا کمال۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا تارکِ فرائض سنی کہلانے کا حقدار ہے؟

سوال (۷۸۵): زید اپنے آپ کو پکائی مسلمان کہتا ہے، زید نہ تو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے، نہ استسجا، پاک کرتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتا، اس کے باوجود زید اپنے آپ کو قوم کا سردار بھی کہتا ہے اور قوم کے آدمی بھی اس کے حکم کو مانتے ہیں، اس حالت میں زید اور ایسی قوم کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

= ”و فیہا“، ”وفیل ما (ای المستحب) یمدح بہ المکلف ولا یذم علی ترکہ“ فصل من آداب الوضوء الحج، ص ۷۵، قدیمی

(۱) (تقدم تخریجہ من رد المحتار، کتاب الجہاد، باب الغاۃ، ۲/۲۲۲، سعید، و ”تہارے ہندوستانی

مسلمان، باب دوم، ص ۵۴-۵۵)

الجواب حامداً ومصلياً :

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو زیہ تارکِ فرائض ہے اور سخت گناہگار ہے (۱) جس کی ساری زندگی خلافِ سنت ہو وہ سنی کیسے کہلائے گا، وہ سردار بننے کا بھی حقدار نہیں (۲)، ایسے آدمی کو سردار بنانا بڑی بد قسمتی اور محرومی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کسی کام کو کسی کی سنت کہنا

سوال [۷۸۶]: کیا یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب کی سنت ہے غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب، مثلاً ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے غلط نہیں جب کہ وہ کام واقعہً ان کی سنت ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) "أوصانی بخيلی صلى الله تعالى عليه وسلم: "أن لا تشرك بالله شيئاً وإن قطعت و حرقت ، و لا تترك صلوة مكتوبة متعمداً، فمس تركها متعمداً ، فقد برئت منه الذمة، و لا تشرب الخمر ؛ فإنها مفتاح كل شر". (ابن ماجه ، كتاب الفتن ، باب النصير على البلاء ، ص ۴۹۲ ، قديمي)

(۲) کیونکہ تارکِ سنت قاسق ہے، اور قاسق کو امیر یا سردار بنانا مکروہ ہے۔ "و يكره تقليد الفاسق ، و يعزل به إلا لفظة، و يحب أن يدعى له بالصلاح". (الدر المختار ، كتاب الصلوة ، باب الإمامة: ۵۳۸/۱ ، ۵۳۹ ، سعيد)

(۳) "عن العرياض بن سارية قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم ، ثم أقل علينا بوجهه فوعظنا .. الحديث، و فيه : "فإنه من عيش منكم ، فسيروا اختلافاً كثيراً ، فليكنم بسنتي و سنة الحلفاء الراشدين المهديين عضواً عليها بالواجد .. اهـ" (رواه أبو داود في الديانات ، باب لزوم السنة ۳۸۷/۲ ، مكتبة امدادية ملتان)

(و أحمد في مسنده ۱۰۹/۵ ، رقم الحديث: ۱۶۶۹۵ ، دار احيا التراث العربي)

(و ابن ماجه في باب اتباع سنة الحلفاء الراشدين المهديين ، ص: ۵ قديمي)

و قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : "قال التوریتسی : و أما ذکر سنتهم فی مقابلة سنته ، لأنه علم =

## مستحب پر اصرار

سوال [۷۸۷]: اگر کوئی شخص پھول، مال اور دعا وغنائیہ وغیرہ کرنے والا نہ کرنے والے کو ملامت نہ کرے تو کیا ایسی صورتوں میں ان امور مستحبہ کو کر سکتا ہے اور بدعت میں داخل نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا انتخاب شرعی دلائل سے ثابت ہو اس پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے سے اس کا انتخاب ختم ہو کر اس میں کراہت آ جاتی ہے۔ "لا اصرار علی مندوب یلعبہ الی حد انکراہیۃ" (مساحۃ العکبر) (۱)، اگر یہ شان نہ ہو تو انتخاب باقی رہتا ہے اور جس چیز کے انتخاب کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اس کے متعلق یہ بحث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نکتوی۔

## ایضاً

سوال [۷۸۸]: التزام کی کراہت کے متعلق جو علامہ طیبی کی عبارت: "مس اصر علی مندوب، وجعل عراً و نہ بعمل ہائر حصۃ" (۲) کا حوالہ دیا گیا ہے تو اس عبارت میں جو "عراً" کا لفظ ہے اس کی تشریح "متنبی الارب" میں یہ مرقوم ہے: "عزمۃ بالفتح واحب و ناس، و عزمۃ من عزمات اللہ تعالیٰ: ای حق من حقوقہ أو واجب مما أوجبه"، یعنی مستحب کو واجب جان کر جب اصرار ہوگا تو مذموم

= انہم لا یخطئون فیما یستخرجون من سنہ"۔ (المرفاۃ شرح المشکوۃ، کتاب الإیمان، باب الإعصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی ۳۰۹، مکملہ حقائقہ پشاور)

(۱) (مجموعہ رسائل اللکھنوی، مساحۃ العکبر، الباب الاول ۳۰۹، إدارة القرآن)  
(و کذا السعایۃ علی شرح الوفاۃ اللکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب صفۃ الصلوۃ، قبل فصل فی القرآن، ۲۶۵، سہیل اکیدمی لاہور)

(و کذا فی المرفاۃ شرح المشکوۃ، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی التہجد، الفصل الاول ۳۱۳، وشبیدیہ)  
(۲) (مرفاۃ المفتاح، باب الدعاء فی التہجد، کتاب الصلوۃ، الفصل الاول ۳۱۳، رقم الحدیث۔ ۹۳۶، وشبیدیہ)

ہوگا اور مستحب کو مستحب جان کر جب اصرار ہوگا تو یہ محمود ہوگا، چنانچہ اس کا فیصلہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "إنما الأعمال بالنیات"۔ مداومت کا ہونا یہ التزام میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: "أحب الأمور إلى الله أدومها"۔ لہذا التزام کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمائیے ورنہ یہ تحریر فرمائیے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحب پر (یعنی مباح الکفرک اعتقاد کرتے ہوئے) مداومت موجب کراہت نہیں بلکہ اصرار موجب کراہت ہے (والفروق بین المداومة والإصرار لا یحیی علی من له أدنی معارسة للفقه)۔ جن سورتوں کا مخصوص نمازوں میں پڑھنا ثور و منقول ہے ان پر بھی مداومت اس طرح کہ ان کے علاوہ اور سورتیں نہ پڑھیں اگرچہ اعتقاداً جائز سمجھتا ہو مکروہ ہے:

"ويكره أن يوقت بشئ من القرآن لشيء من الصلوة (۱) كالسجدة والإنسان لفجر الجمعة، والجمعة والمنافقين للجمعة، قال الطحاوی والإسبيجانی: هذا إذا رآه حتماً يكرهه، أما لو فرأى للتيسير عليه أو تبركاً بقرآنه صلى الله تعالى عليه وسلم فلا كراهة، لكن بشرط أن يقرأ غيرهما أحياناً لئلا يظن الحاهل أن غيرهما لا يحوز، ولا تحرير في هذه العبارة بعد العلم بأن الكلام في المداومة، والحق أن المداومة مطلقاً مكروهة سواء رآه حتماً يكرهه غيره أولاً" فتح القدیر: ۱/۲۳۸ (۲)۔ والمسننة مذکورة فی شرح النفاية: ۱/۸۳ (۳)، وتبيين

(۱) (الهداية، قيل باب الإمامة، كتاب الصلوة ۱/۱۲۰، مكتبة مشرکت علمية ملتان)

(۲) (فتح القدیر، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة: ۱/۳۳۷، مصطفى النابی الحلبي مصر)

(و سمعنا في العاية شرح الهداية على هامش فتح القدیر، فصل في القراءة: ۱/۳۳۷، مصطفى النابی الحلبي)

(۳) "وكره عندنا وعدمالك تعيين سورة. أي غير الفاتحة لصلوة من الصلاة، واستحب الشافعي قراءة سورة السجدة وهل أتى في الفجر كل جمعة وفيد الطحاوی والاسبيجانی الكراهة فيما إذا اعتقد أن الصلوة لا تحوز غيرها، وأما إذا لم يعتقد ذلك ولازمها وقراءة السجدة وهل أتى في بعض =



الحقائق: ۱۳۱/۱، (۱) وغیرہ۔

اس کراہت کا ماننا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے جس کو مسند احمد میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے: "من لم یقبل رخصة الله (أى لم يعمل بها) كان عليه من الإثم مثل جبال عرفة" (فی عطیحاتہ)۔ المصباح المیز: ۳/۴۹ (۲) جب کسی شی کی ایک جانب مستحب ہے تو دوسری جانب کے ترک کی یقیناً رخصت ہوگی، اب اگر جانب مستحب پر اس طرح عمل کیا جائے کہ جانب رخصت بالکل متروک ہو جائے تو اس مستحب کو درجہ وجوب حاصل ہو جائے گا اعتقاد ہو یا عملاً، خود عامل کے حق میں ہو یا دوسرے دیکھنے والوں کے حق میں، یہ ایک مفید ہے جس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جانب رخصت پر بھی کبھی کبھی عمل کیا جائے: "لأن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه"۔ الحدیث (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ شعبان/ ۶۶ھ۔

تمبیہ طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں اس کے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا۔ فی الجواب کفایۃ لمس أرواد الهدایۃ وأما المجادل فلا یقع إلا بالمحاذلة۔ سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ شعبان/ ۶۶ھ۔

= الأحیان فی قعر الجمعة فلا یکرہ بل یكون حسناً. (شرح النفاية، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سنة الفرافة فی الصلاة: ۸۳/۱، اعزیزہ)

(۱) تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰۃ، أواخر باب صفة الصلوٰۃ، ۱/ ۳۴، دار الکتب العلمیۃ

(و کذا فی حاشیۃ الشلی علی التبیین، المصدر السابق لتبیین الحقائق)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۰: ۱۸۳، رقم الحدیث ۵۳۶۹، دار إحياء التراث العربی)

و کذا ذکر الإمام أحمد رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً: "عن عقبۃ بن عامرۃ الجهنی رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من لم یقبل رخصة الله عز وجل، كان عليه من الذنوب مثل جبال عرفة". (مسند أحمد بن حنبل، ۵: ۱۶۰، رقم الحدیث ۱۶۹۹، دار إحياء التراث العربی)

(۳) ذکرہ السیلا علی الفاری فی المرفاۃ باللفظ المدکور، (کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول ۳: ۳۱، رقم الحدیث ۹۳۶۰، وشبیدیہ)

## اصلاح کی نیت سے بدعات میں شرکت

[۷۸۹] الاستفتاء: بعض مقامات پر دیوبندی، برہنوی سے قطع نظر ہو کر صرف آبائی تقلید کی وجہ سے بعض بدعات اس طرح گھٹی میں پڑی ہیں کہ اگر منع کریں تو مائع کو خارج از محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں تو ان کی اصلاح کی خاطر بہ نیت اصلاح داخل ہو جائیں اور بدعات کو اختیار کریں اور شدہ شدہ سنت کے طریق پر لانے کی کوشش کریں تو یہ مستحسن ہو گا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدعات میں کسی کی خاطر شرکت کرنے کے بعد شدہ شدہ اصلاح کرنا دشوار ہو جاتا ہے بلکہ بدعات کا بدعات ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے، پھر اصلاح کا خیال بھی نہیں رہتا، اگر رہا بھی تو جس چیز کو اپنے عمل سے پنختہ کر دیا گیا ہے اس سے عوام کو منع کرنے کی ہمت باقی نہیں رہتی، اگر منع کیا جائے تو لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ایسے مقتدا کو غیظ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اس کی نظائر بھی موجود ہیں۔ غور سے سنئے دو چیزیں ہیں: پہلی حفاظت دین، دوسری اشاعت دین، اول مقدم ہے ثانی مؤخر، ثانی کی خاطر اول کو ضائع کرنا تو دین و دانشمندی نہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عند دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

= وقد ذكره الإمام أحمد من حبل رحمه الله تعالى في مسنده مرفوعاً في موضعين بلفظ: "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله يحب أن تؤتى رخصه، كما يكره أن تؤتى معصيته" (۲/۲۳۹، ۲۵۰، رقم الحديث: ۵۸۳۴، ۵۸۳۹، دار إحياء التراث العربی).

(۱) "وعن أبي قلابة: لا تحالسا أهل الأهواء ولا تجادلوهم، فإني لا آمن أن بعمسكم في ضلالتهم ويلبسوا عليكم ما كنتم تعرفون، قال أيوب: وكان-- والله-- من الفقهاء ذوى الأبواب."

"وعن العوام من حوشب أنه كان يقول لابنه: "يا عيسى! أصلح قلبك وأقلل مالك، وكان =

اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت

سوال (۷۹۰): ایک شخص جو کہ عالم بھی ہے اور جائز ناجائز سے بھی اچھی طرح واقف ہے وہ ایک جگہ پر امامت کرتے ہیں، مقتدی ان کے اکثر بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور مردہ تیجہ، چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، یہ عالم صاحب بجائے ان کو منع کرنے اور سمجھانے کے خود بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ان کی جملہ مبتدعہ رسومات میں شریک ہوتے ہیں اور دعوت وغیرہ کا کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ جب ان سے دوسرے لوگوں نے سمجھانے کے طور سے کہا تو جواب فرمایا کہ آپ بھی تو بے نمازی، واڑھی، منڈوں کے ساتھ کھاتے ہیں، جس طریقہ سے وہ ناجائز یا حرام ہے اسی طریقہ سے تیجہ، چالیسواں بھی سمجھ لیجئے اور پھر فرمایا کہ اگر ہم آپ کی بات کو تسلیم کر لیں اور ان کی رسومات میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی ان کے رکی کھانے کو کھایا جائے تو ہمیں اپنی امامت کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ ایک موقع پر جب ایک دوسرے عالم صاحب سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا موقع ملا تو عالم صاحب نے فرمایا کہ ”اگر تم ان کی اصلاح کی غرض سے جاتے ہو تو اس میں گنجائش ہے ورنہ نہیں“، اس کے بعد انھوں نے عالم صاحب کے سامنے عذر رکھا کہ میں تو صرف ان کی اصلاح کی غرض سے شرکت کرتا ہوں، اور پھر اپنے ہمنوا لوگوں سے یہی فرمایا کہ میں تو فلاں عالم سے بھی کہہ آیا ہوں کہ میں تو برابر اسی طریقہ سے شرکت کرتا رہوں گا۔

- ۱ عالم صاحب کا ان کے ساتھ شریک ہو کر دعوت کھانا، تیجہ اور چالیسواں وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟
- ۲ عالم صاحب کی یہ مثال پیش کرنا کہ بے نمازی اور واڑھی منڈوں کے ساتھ کھانا پینا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تیجہ، چالیسواں کا کھانا، آیا عالم صاحب کی یہ مثال صحیح ہے یا دونوں کھانوں میں کوئی فرق ہے؟ تفصیل سے مطلع فرمائیں۔
- ۳ محض امامت کے چلے جانے کے خطرہ سے ایسی رسومات میں شرکت کرنے کی گنجائش ہے؟ واضح طور پر مدلل بیان فرمائیں۔

۳۔ بقول ”والله لأن أرى عيسى في محالٍ أهل الواط والأشربة والباطل أحب إلى من أن أراه محالٍ أصحاب الخصومات، قال ابن وصال: يعني أهل البدع“، الاعتصام، باب في دہ البدع سوء منقلب اصحابها، ص ۶۶، ۶۵، دار المعرفة بیروت

- ۴۔ امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟  
 ۵۔ ایسے امام سے میل جول رکھنا از روئے شرع روا ہے یا ممنوع؟  
 ۶۔ عالم دینی کا قول کہ اصلاح کی غرض سے جانے کی گنجائش ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟  
 الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ ۲ جائز رسوم و بدعات میں شرکت کرنا مذہباً اور منوع ہے ﴿وَلَا تَقْعُدُوا﴾ بعد الدکری مع القوم الظالمین ﷺ (۱)۔ اس سے ان بدعات کو فروغ ہوتا ہے حالانکہ ان کی اصلاح لازم ہے۔  
 ۲۔ ... ڈازھی منڈا حرام ہے (۲)، لیکن جو شخص ڈازھی منڈے کے ساتھ کھانا کھاتا ہے وہ کھانا کسی رستم قبیح اور بدعت کا کھانا نہیں بلکہ اگر اصلاح کی نیت ہو اور نرمی سے سمجھا یا جائے تو اخلاق سے متاثر ہو کر اصلاح کی توقع ہے (۳) اس لئے یہ مثال صحیح نہیں، یہ مثال اس وقت صحیح ہوتی کہ اس کی خاطر ڈازھی منڈا اوی جاتی۔  
 معرد پائنتہ منہ۔

۳۔ امامت تو دین کو قائم کرنے کے لئے ہے، بعض روپیہ کی خاطر بدعات کو فروغ دینا اور مقتدیوں کی ہاں میں ہاں ملانا منصب امامت کے خلاف ہے اور اس منصب جلیل کو ذلیل کرنے ہے (۴)۔

(۱) (الأنعام: ۲۸)

(۲) "بحرہ علی الرحل قطع لجنہ"، الدر المختار، کتاب الکراہیۃ، فصل فی السبع ۶، ۴۰۷، ایچ ایم سعید

(۳) "عن تسمہ الداوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "الدين النصيحة" (الصحيح لمسلم، کتاب الإيمان، باب بیان أن الدين النصيحة: ۵۴۱، قدیمی)

قال النووي رحمه الله تعالى تحته: "أما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداؤة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم وديارهم وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر سرفق وإحلاص، والتشفع عليهم وتحولهم بالموعظة الحسنة وحثهم على التحلق بجميع ما ذكرناه من أنواع النصيحة وتبسيطهم إلى الطاعات قال ابن بطال رحمه الله تعالى: والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقل تصحبه ويطاع أمره الخ" (شرح النووي على مسلم، ص: ۵۴۱، قدیمی)

(۴) "فإن كان من يقدي به قلبه بقدر على منعهم، خرج ولم يقعد، لأن في ذلك شئ من الدس، وفتح =

۴ جو مقتدی ان بدعات میں مبتلا ہیں وہ تو ان ہی سے بہت خوش ہوں گے، اور جو مقتدی تبع سنت اور بدعات سے متنفر ہیں ان کو پریشانی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ بدعات سے پرہیز کریں، اگر امام صاحب نہ مانیں بلکہ بدعات پر مصر رہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے: ”ویکفرہ إمامة عبد و فاسق و مبتدع الخ“۔ کنزانی الدر المختار: ۱/۳۷۶ (۱)۔

۵۔ ان کے ساتھ بدعات میں شریک ہونا تو جائز نہیں، معاملات کی اجازت ہے۔

۶۔ اصلاح کرنا لازم ہے مگر ان کے ساتھ بدعات میں شرکت کرنے سے امام صاحب دوسروں کی تو کیا اصلاح کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں (۲)۔ ہاں اگر ان کی بات میں اثر ہے اور وہاں جا کر بدعات کو روک دیں اور لوگ تو پرکریں تو یقیناً اعلیٰ مقام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب و غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

### بدعتی سے میل جول

سوال [۷۹۱]: اگر کوئی شخص عبادت گزار یا بند صوم و صلوٰۃ ہو لیکن بدعات میں مبتلا ہو اس کے یہاں کھانا کھانا میل جول رکھنا کیسا ہے؟  
عبد اللہ صاحب۔  
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور اسکے یہاں کھانا کھانے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو میل جول رکھنا بہتر ہے، اگر اس سے خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول نہیں

= باب المعصية على المسلمين (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبل فصل في اللبس: ۳۳۶/۸، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید)

(۲) ”وعن الحسن“ ولا تحالس صاحب هوى، فيغذف في قلبك ما تبعه عليه فيهلك، أو تحالسه فيمرض قلبك“۔ (الإعتصام، باب في ذم البدع الخ، ص: ۶۵، دار المعرفة بيروت)

رکھنا چاہئے (۱)۔ فقہر واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شاکر غفرلہ۔

رضا خانیوں کے ساتھ معاملہ

سوال ۱۷۲: یہاں پر جو اپنے کو کسی کہتے ہیں وہ لوگ بیروں کے مزار پر جا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں اور علما، حق کو کالی دیتے ہیں، مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتے ہیں، اور "بشٹی زیور" کو ناپٹا لٹاتے ہیں (۲) ایسے موقع پر اگر کسی کو غیر معمولی جوش آجائے اس قسم کی بدتمیزی اور توہین کرنے والے کو قتل کر دے اور خود بھی اس کے ہاتھ سے مر جائے یا پھانسی آجائے تو شہادت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قتل کرنا اور سزا میں پھانسی چڑھ جانا اصل ملامت نہیں ہے (۳) ان کو صحیح راہ دکھانا حسن تدبیر ہے،

(۱) "وعن الحسن: لا تحالس صاحب هوى، فيفقد في فلك ما نفعه عليه فيهلك، أو يخالفه، فيمرض فليک". وعن إبراهيم: ولا تكلّموه، إنى أخاف أن ترند قلوبكم".

"وعن يحيى بن أسى كثير رحمه الله تعالى قال: إذا لقيت صاحب مدعة في طريق، فحد في طريق آخر". (الإعصام للعلامة الشاطبي رحمه الله تعالى، باب في ذم المدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: الوحه الثالث من الفل، ص: ۲۶، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲) "وعن معاذ بن معاذ قال: قلت لعمر بن عبيد: قال الراوى: قلت: ليس هكذا يقول أصحابنا، قال: ومن أصفحك لا أسالك؟ قلت: أبوب، ويونس، وابن عون، والنيامي، قال: أولئك أنجاس، أرحاس، أموات غير أحياء، فهكذا أهل الضلال يسبون السلف الصالح، لعل يضاع عنهم تنفق وأصل هذا الفساد من قبل الحوارج، فهم أول من لعن السلف الصالح" (الإعصام، باب في ذم المدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۹۵، دار المعرفة بيروت).

(۳) قال العلامة الشاطبي رحمه الله تعالى باحثاً عن الحكم في القيام على أهل المدع: "فقول: إن القباہ علیہم بالنسب أو التکلیف أو الطرد أو الإبعاد أو الإنکار هو محسب حال المدعة في نفسها من كونها عظمیة المفسدة في الدين أم لا، وكون صاحبها مشتهراً بها أو لا، وداعياً إليها أو لا؟" فخرج من =

بزرگوں سے ان کی ملاقات سرائی جائے، ان کے صحیح حالات بتائے جائیں، ان کی دینی خدمات دکھائی جائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی جائے کہ وہی مقلب القلوب ہے کوئی ایسا اقدام کہ جس سے آدمی خود بھی فتنہ میں مبتلا ہو اور اس سے دوسری جگہ بھی فتنہ پیدا ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب غنی عنہ اور العلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح، بند محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

بدعتی اور قبیح سنت عالم کے پرکھنے کا طریقہ

سوال (۱۴۳): نزدیک ہے کہ دعویٰ دیوبند علماء بریلوی دونوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سترہ میں لکھی ہیں اور دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہر حق پر ہیں، تقریر میں بھی دونوں طرف سے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سامنے آتی ہیں۔ اب غوام کیا کریں، کس کی بات پر عمل کریں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سب تفصیل کے معلوم کرنے کے بعد آپ خود ہی فوراً کریں، جواب خود بخود سامنے آجائے گا، وہ یہ ہے کہ جب آپ علمائے دیوبند کو حق پر سمجھتے ہیں تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اس طریقے کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں کہ غیر حق کو اختیار کریں۔ اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کوئی نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ فارغ کر کے ایک جماعت کے مقتدی کے پاس رہے اور بہت غور سے اس کی عادات، معاملات، معاشرت، اپنوں سے تعلق، غیروں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے ساتھ معاملات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدی کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے، اور دل میں بات آجائے گی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمت دین کا جذبہ ہے، مہربان ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے، فرض حضرت رسول مقبول

مجموع ما تكلّم فيه العلماء أنواع: أحدها: الإرشاد والتعليم وإقامة الحجة، كمسألة ابن عباس رضي الله تعالى عنهما حين ذهب إلى الخوارج، فكلّمهم حتى رجع منهم ألفان أو ثلاثة آلاف (الإعصام، ما في أن دم البدع والمحدثات عام الخ، فصل ويتعلق بهذا الفصل آخر آخر، ص-

صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ ہیں۔ اور غلام شخص میں ریا کاری ہے، نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوف خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمت دین کے جاہ و مال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قناعتی ہے، تکبر ہے، نکل ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس میں پہلی قسم کی صفات عالیہ ہوں وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے۔ اس کی ہمتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے، جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں اس سے دوری اختیار کی جائے (۱)۔ فتاویٰ والہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۹ھ۔





## مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان

### فاتحہ مروجہ

سوال [۹۴]: کھانے کو سامے رکھ کر فاتحہ پڑھنا فرض، واجب، سنت، مستحب میں سے کیا ہے؟ کیا بغیر سامنے رکھے ثواب نہ پہونچے گا؟ کھانے کا ثواب غریبوں کو کھلانے سے پہلے میت کو پہنچانے سے پہونچے گا یا نہیں؟ بغیر فاتحہ پڑھنے کھانا غریبوں کو کھلا کر میت کو ثواب بخشنے سے میت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو ثواب ہر نیکی کا پہونچایا جاسکتا ہے، کھانا، کپڑا، غلہ، نقد جو بھی غریب محتاج کو دیدی جائے اور میت کو ثواب پہونچانے کی نیت کر لی جائے اس سے ثواب پہونچ جاتا ہے، اسی طرح قرآن کریم، نوافل، تسبیح پڑھ کر بھی ثواب پہونچ جاتا ہے، زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچا دے۔ روزہ اور حج کا ثواب بھی پہونچایا جاسکتا ہے اس کے لئے دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ ہدایہ میں (۱) اور دیگر کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

”الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره الحج“ الدر المختار - ”سواء كانت صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو صوماً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك“ رد المحتار ۲/۲۳۶ (۲)۔

(۱) ”الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة“، (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ۲/۲۹۶، مكتبة شرکت علمیه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الحج عن الغير ۳/۱۰۵، وشيديه)

(والعتابة على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير ۳/۱۳۳، مصطفى النابى الحلبي، مصر)

(۲) (رد المحتار، باب الحج عن الغير ۲/۵۹۵، سعيد)

لیکن کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا یہ غلط ہے، کسی دلیل سے ثابت نہیں اس سے پرہیز لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال (۵۹۵): فاتحہ مروجہ حال یعنی کھانا، منھائی سامنے رکھ کر قرآن کی کچھ آیتیں یا سورتیں پڑھ کر اس کھانے اور قرآن کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں اور اس طریقہ سے نہ کرائیں تو ان کی سمجھ میں ثواب نہیں پہونچتا اور تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس مروجہ طریقہ کو منع کرے تو اس کو وہابی کہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور خاص کرام امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے ثابت ہے، اگر ہے تو ان کی کس کتاب میں ہے؟ مع جلد صفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

بلا التزام تاریخ و مین و غیرہ کے نفس ثواب پہونچانا قرآن کریم پڑھ کر، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غراباد و مساکین کو کھانا کھلا کر، کپڑا وغیرہ دے کر، بلاشبہ بہتر و مستحسن ہے، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہے، حدیث و فقہ سے ثابت ہے (۲) لیکن فاتحہ مروجہ (۳) تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں (۴) یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل ہیں

(۱) "قال العلامة اللکوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الفاتحة المروجة: "این طور مخصوص نہ در زمان آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، نہ در زمان خلفاء، بلکہ وجود آن در قرون ثلاثہ کہ مشہود بہا بالظہیر اند منقول نہ شدہ، و حالاً در حرمین شریفین - زادنا اللہ تعالیٰ شرفاً - عادات خواص نیست .... و این را ضروری دانستن مذموم است الخ"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، أبواب الحائز: ۱/۹۵، امجد اکیڈمی، لاہور)

(۲) تقدم تخريجه من رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۳۹۵، معبد، تحت عنوان: "فاتحہ مروجہ"

(والہدایہ، باب الحج عن الغير: ۱/۳۹۶، مکتبہ شرکت علمیہ، رقم الحاشیہ: ۱)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشیدیہ)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۳۲، مصطفى الباسي

الحلي، مصر)

اور بدعت ومنوع ہیں، نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، نہ تابعین عظماء کا، نہ متبع تابعین کا، نہ امام اعظم کا، نہ ان کی کسی کتاب میں منقول ہیں (۱)۔ جو شخص اس کا مذہبی ہے اس سے پوچھا جائے کہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ فقط واللہ ہی نہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب آزر جندی کی حقیقت اور فاقہ مروجہ

سوال [۹۶]: استفتاء ما قولكم في هذه المسئلة رحمكم الله تعالى ألبها العلماء؟

ایک شخص فاقہ مروجہ کے جواز میں دلیل میں دو روایتیں پیش کرتا ہے:

۱۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ قاضی اپنے فتویٰ "آزر جندی" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: "آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ اور چھوڑے لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس پر ایک مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اٹھا کر چاروں قل اور سورہ فاقہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا۔" اجماعی ملخصاً۔

(۳) = (تقديم تحريجه من مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب

الحنابلة: ۱۹۵/۱، امجد اكيدمي، تحت عنوان: "فاقه مروجہ")

(۴) "ولمى السراية: "ويكره استحاد الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، وفضل الطعام (الى

المقابر الحية". رد المحتار، باب صلوية الحنابلة. مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت

۴، ۲۳۰، سعد)

(و كذا في المرازية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس والعشرون في الحائض، نوع آخر: ۹۱/۳، رشيدية)

(و كذا في مراقي الفلاح، باب استحكاه العباير، قبيل فصل في زيارة القبور، ۶۱۸، ۶۱۹، قديمي)

و المراقي في هذا الموضع "وهي بدعة مستحقة" (ص: ۶۱۹)

(۱) "البدعة" وهي كسماهي المعروف باسم من ابتدع الأمر إذا ابتدأه وأحدثه لم يثبت على ما هو

ريادة في الدين، أو نقصان منه، وعرفها التسمي بأنها ما أحدثت على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال يوقع شبهة واستحسان، و جعل ديناً قوبلاً و صراطاً

مستقيماً، المحرر الرائق، باب الإمامة ۱، ۶۱۱، رشيدية)

۲۔ ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک کنواں کھدوایا تھا، تیار ہونے پر ہاتھ اٹھا کر فرمایا ”انسابہ ہندہ لام سعد“ (۱)۔ اس سے بھی فاتحہ مروجہ کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

۳۔ فنانحہ عسی الطعام اور رفع یدیں علی الطعام کے بارے میں فقہاء کے کچھ اقوال ہیں مجوزین فاتحہ کے دلیل کے جوابات کس کتاب میں ملیں گے؟

۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو قبروں پر ترشخ کوشق کر کے گاڑ دیا اور فرمایا کہ ”جب تک تر ہیں گی، عذاب میں تخفیف رہے گی“، اس سے قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانے کی دلیل پکڑتے ہیں (۲)۔ کہتے ہیں ”روای من شیء إلا سیح بحمدہ ونکر لا تفقیہون نسبحکم“۔ الآیہ (۳) قول اللہ تعالیٰ ہے اور یہ ذی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور ترکیزی ذی حیات ہے۔ تو یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، وہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی؟ اور اس کی دلیل۔

(۱) ”عن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: یا رسول اللہ! إن أم سعد ماتت، فأني الصدفة الفصلى“ قال: ”السماء“، فحفرو بئراً، وقال: هذه لام سعد“۔ رواہ ابو داود والنسائی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۹، قدیمی)

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں ایک ترفیع یٰٰدین کا ذکر نہیں، دوسرا یہ کہ ”ہندہ لام سعد“ کس کا مقولہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے، پھر بھی استدلال ناممکن بلکہ ایسا لاثواب نہ ہونے سے کرنا اس سے مراد ہے۔

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: مر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قبرین، فقال: ”اہما یعدیان“ ثم دعا عسیب وطب، فشقہ بائسین، ثم عرس علی هذا واحداً وعلی هذا واحداً، وقال: ”لعلہ یحقیق عہما ما لہم بیسا“۔ (سنن أبی داود، کتاب الطہارۃ، باب الإسراء، من البول، ۳/۱، دار الحدیث ملتان)

(و رواہ البخاری فی الجنائز، باب الحرید علی القبر، ۱/۱۸۱، ۱۸۲، قدیمی)

(۳) (الاسراء ۷۴)



دستخط اس پر منتقل ہیں (۱) اس روایت سے فاتحہ موجب استدلال کس طرح ہوا، کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے (۲)۔

۳ فتح العزیز، شرح سفر السعادت (۳) فتاویٰ رشیدیہ (۴) براہین قاطعہ (۵) فتاویٰ دار العلوم (۶) امداد الفتاویٰ (۷) مائتہ مسائل (۸) وغیرہ میں اس طریقہ موجب کی ممانعت مذکور ہے اور بغیر رفع یدین

(۱) جن حضرات کے دستخط اور میریں موجود ہیں ان کے لئے فتاویٰ رشیدیہ باب ابدعات میں ۴۳۶، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قاعدہ مسلمہ ہے کہ کسی دلیل میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) "و عادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند، نہ بر سر گوردن غیر آن، و این مجموعہ بدعت است و مکروه، نعم تقویت اہل میت و تسلیہ و مہر فرمودن سنت و مستحب است، و این اجتناب مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلیفات دیگر صرف اموال بویست از حق بتای بدعت است و حرام"۔ (شرح سفر السعادت للعلامة الذکوی، ص: ۳۷۳، طبع مئسی نول کشور)

(۴) "مسائے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر فاتحہ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اس"۔

"جواب: فاتحہ موجب شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعت سید ہے، کذا فی اربعین و فتاویٰ سرحدی، فقہ"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، باب البدعات میں ۴۳۹، معید)

(۵) (براہین قاطعہ میں ۹۰-۹۳، دارالاشاعت کراچی)

(۶) "مگر فاتحہ کی جو رسم ہندوستانی مسلمانوں میں رائج ہے وہ نہ سنت ہے، نہ مستحب، نہ مہاج، بلکہ سراسر سنت سنیہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ پس اس بارے میں سنت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے "بسم اللہ" اور ختم طعام پر "الحمد للہ" پڑھی جائے اور یہی طریقہ نہ صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء مجتہدین رحمہم اللہ قائل ہیں اور میں شریعت کے بنیہ اہل میں رائج ہوا، بلکہ تمام مکتبہ جاز میں آج تک اسی طرح جاری ہے۔ اس صورت میں فاتحہ موجب مسلمانان ہند بلاشبہ تاروا اور نہ جائز ہے"۔ (فتاویٰ دار العلوم المئسی، عزیز الفتاویٰ کتاب، السدۃ والبدعات، ص ۱۱۰، ۱۱۱)

(۷) "سوم دوم و چہم و چہم و غیرہ و آنکہ طعام رو برو بنیادہ چیزے خوانند، این ہم طریقہ جنود است، ترک جنس رسوم و ادب است کہ "من نشہ سفوفہو مہم" و دیگر گاہ طعام نگین بدعات متعلیٰ شد، بہتر آنکہ اس جنس عدم نور و شودائے"

(امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات ۲۶۰-۲۶۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۸) "مفروضہ کردن روز نوائے فاتحہ چہلم از شرع ثابت نہ شدہ، و معین نمودن روز برائے فاتحہ =

وغیرہ کے نفس سوئے وغیرہ کی ممانعت ”فتح القدیر“ (۱) ”قوی بزازیہ“ (۲) ”شامی“ (۳) وغیرہ سب فقہ میں موجود ہے۔

۴۔ اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت کے ذریعہ سے ہم ہو گیا تھا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے (۴) کیا آج بھی کسی پر وحی آتی ہے کہ فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے؟ نیز جن مزارات پر یہ لوگ پھول چڑھاتے ہیں کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر عذاب ہو رہا ہے، مثلاً: امیر شریف، کبیر شریف، دہلی شریف میں عامۃ حاضر ہو کر متاثر اہل اللہ کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، کیا یہی عقیدہ ہوتا ہے (۵) کسی فاسق فاجر کی قبر پر نوبت کم آتی ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں علماء نے تخصیص کا احتمال بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

= چہلم ساعتہ آنکہ قبل از چہل روز و بعد از چہل روز ثواب طعام بسرودہ نخواهد رسید، یا در روز چہلم رباعہ تر ثواب خواهد رسید غیر حائز است. و غیر حائز نمودن گناہ است و اصرار بر آن کبیرہ است. و طریق فاتحہ کہ در مردمان رواج دارد کہ ایصال ثواب طعام بدون قرأت سورۃ فاتحہ وغیرہ بسرودہ نمی رسید، این ہمہ از کتابی نیست. بلکہ در چہلم وغیرہ طعام ساختن اعتبار سے ندارد الخ“.

(مانہ مسائل، سوال شانزدہم، ص ۳۴، کتب خانہ گلزار استاد مردان)

(۱) ”و بکرو اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل الميت. لانه شرع فی السرور لافى الشرور، وهى بدعة مستفحہ“، (فتح القدیر، قبل باب الشہید ۱۳۴:۲، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(۲) وفى السراية: ”و بکرو اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسوع والأعادي“ (کتاب الصلوة، الحامس والعشرون فى الحائز الخ، نوع آخر ۶۱:۳، وشیدہ)

(۳) رد المحتار، باب صلوة الحائز، مطلب فى کراهۃ الضیافۃ من اهل الميت: ۴۰۰:۲، سعید)

(۴) ”قال المازى بحتمل أن يكون أوحى إليه أن العذاب يحفف عنها هذه المدة“، (فتح السارى، کتاب الوصوء، باب من الکائن أن لا يستتر من بوله ۳۵:۱، قدیمی)

(۵) ”قلت ابن کائنوا يدعون اتباع الحديث، فعليهم أن يضغوا الحوائد دون الرياحين، وعلى المعدنين دون المسقرين. لأن الحديث إنما ورد فى المعدنين الخ“، (المدر السارى على حاشية فہم السارى، باب من الکائن أن الخ ۳۱۱:۱، حصر راہ بکذب و دیوبند)

خصوصیت تھی (۱) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یقین کا حیدر استعمال نہیں فرمایا، بلکہ "العل" فرمایا ہے (۲)۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "إن إلقاء الترابين ليس بشئ، اه" (۳)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری: ۱/۲۷۷ میں لکھا ہے (۴)۔

"وأما حديث الباب فظاهر من مجموع صرقه أنهما كانا مسلمين، وفي رواية ابن مساجه: "مر بقبرين جنديين" (۵)، فانتفى كونهما في الجاهلية، وفي حديث أبي أمامة عند أحمد: (۶) "أه حسني الله تعالي عليه وسلم مر بالقبين فقال: "من دفنتم اليوم ههنا" فهذا يدل على أنهما كانا مسلمين۔ وفي رواية أبي بكره عند أحمد (۷) والغبيري (۸) بإسناد صحيح. "يعبدان، وما يعبدان في كبير، وما يعبدان إلا في العيبة والبول"، فهذا انحصار بنفي كونهما

(۱) "بعض العلماء قال: إنها واقعة عين محتمل أن تكون محصورة بمن أطلع الله تعالي على حال الميت" (فتح الباری، کتاب الجنائز، باب الحریدة علی القبر، ۳/۲۲۴، دار المعرفة)  
 "و قد استبكر الخطابي و من تبعه وضع الناس الجريدة و نحوه في القبر عملاً بهذا الحديث، قال الطبرطوسي: لأن ذلك خاص ببركة يده" (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، ۱۰/۴۲۵، قدیمی)

(و کذا فی فیض الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن الخ ۱۰/۳۱۱، مختصر راہ مکدہ دیوبند)  
 (۲) "و" "العل" للترجی.

(۳) (عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا یستر من بوله، ۳/۱۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)  
 (۴) (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا یستر من بوله، ۱۰/۴۲۶، قدیمی)

(۵) (سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب التستید فی البول، ص. ۲۹، قدیمی)  
 (۶) (مسند الإمام أحمد، حدیث أبی أمامة، رقم الحدیث: ۵۰۴۱۷، ۵۰۳۵۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۷) (مسند الإمام أحمد، حدیث أبی بکره نفع بن حازم، رقم الحدیث: ۱۹۰۶۰، ۵۰۱۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۸) "عن عائشة رضي الله عنها قالت مر النبي ﷺ بقبرين يعبدان فقال "انهما يعبدان، و ما =



کسان کفارین؛ لأن الکافر وإن عذب على ترك أحكام الإسلام، فإنه يعذب مع ذلك على الکفر بلا خلاف" (۱)۔

۵۔ تخصیص کی دلیل کیا ہے جب کہ الفاظ عام ہیں (۲) اور جوازی کی دلیل کوئی حدیث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ الشکوی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم بہار پنور، ۳/ ذی القعدہ/ ۱۴۰۷ھ۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں

سوال (۷۵۷): کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، امام حسن، حسین، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت غوث پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بخشا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اکابر تو متبع شریعت اور پابند سنت تھے یہ بے دلیل اور غلط طریقہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= یعذبہا فی کبیر، کان أحدهما لا یسزہ من البول". الحدیث. رواہ الطبرانی فی الأوسط" (مجمع الروائد: ۱/ ۲۰۷، دار الفکر)

(۱) (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یستر من موله ۳۲۶/۱، قدیمی)

(۲) ایضاً لاثواب عبادت میں جو دلیل عام ہو، انکی تخصیص راستے سے کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"قلت ثم رأيت أنهم كلهم لا يكثر تون من تخصيص الأحاديث الواردة في الأخلاق والمعاملات، ويحصرونها بالرأى ابتداءً بلا كبير، بخلاف العبادات الح" (مقدمة فيض الباری، تخصیص العباد بالرأى ۱۰: ۶۳، خضر راہ مکتبہ دیوبند)

(۳) (تقدم تحریحہ من مجموعہ الفتاویٰ للکبوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، ابواب الحائز: ۱/ ۱۹۵، امجد اکیڈمی، تحت عنوان: "فاتحہ مزید")

## شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ

سوال [۷۹۸]: مولوی رحمت اللہ صاحب نقشبندی ہمارے گاؤں میں ایک صاحب ہر سال تعویذ نکالتے تھے اب انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا ہے، اب وہ شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ کرتے ہیں اور مساکین کو کھانا اور کپڑا تقسیم کرتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعویذ کا بند کر دینا تو بہت ضروری تھا (۱)، سو بند کر دیا، فالحمد لله عسی ذلک، شہدائے کربلا پر دیگر اکابر و اقرباء کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بغیر کسی ثابت شدہ پابندی و تنقید کے درست اور باعٹا اجر ہے (۲)۔ مگر اس قسم کے امور جہاں تک ہو سکے مخفی طور پر کئے جائیں جن میں شہرت اور نمود نہ ہو، اگر ناموری کے لئے کئے جائیں گے تو اجر ضائع ہو جائے گا، ریاکاری کا وہاں مستقل ہوگا جو کہ سخت ترین معصیت ہے (۳)۔

(۱) "فقال أبو سعيد، أما هذا فقد قضی ما علیہ، سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "من رأى منکم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فليسهه، وإن لم يستطع فقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ۵۰/۱، قدیمی)

اس حدیث شریف کا تفسیر یہ ہے کہ اس جیسے منکرات کو ترک کیا جائے۔

(۲) (تقدم تخريجہ من الهداية باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير ۱۰۵/۳)

(والعنابة على الهداية على هامش فتح القدیر، باب الحج عن الغير ۱۳۴/۳، مصطفى البابی مصر، و رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، و نحن نذاكر المسيح الدجال، فقال: "ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندى من مسح الدجال؟" قال قلنا: بلى، فقال: "الشرك الخفى أن يقوم الرجل يصلى، فيزين صلوته لمبارى من نظر رجل".

"وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من سفع، سمع الله به، و من يرآء الله به". (رواهما ابن ماجة في الزهد، باب الوباء والسمعة، ص ۳۱۰، قدیمی)

جو فاتحہ کا طریقہ آج کل رائج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر مخصوص آیات اور سورتیں پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا (خواہ عملاً ہی سہی) بالکل غلط ہے (۱) تاریخ یادوں کی تعیین و تنقید بھی اس کام کے لئے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ

سوال [۹۹]: میت کے دفن کے بعد اعز و وفیر و کامیت کے گھر پہونچ کر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور دوسروں کو بھی ہاتھ باندھنے پر مجبور کرنا اور جو نہ شریک ہو اس کو برا بھلا کہنا کیسے ہے؟  
الجواب حامداً و مصلياً :

بالکل بے اصل (۳) اور خلاف سنت ہے (۴)، اس کو ترک کرنا لازم ہے (۵)، اس میں شریک نہ

= قال العلامة المسأوی رحمه الله تعالى: "وقد مثل الشافعي رحمه الله تعالى عن الرباء، فقال على البدنية: هو فتنه عقدتها الهوى حبال أبصار قلوب العلماء، فظروا بسوء اختيار النفوس، فأحطت أعمالهم" (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱/۵۸۹، مکتبہ نوار ریاض)

(۱) (تقدمه تخریجه من مجموعه الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب الجائز: ۱۹۵، امجد اکبذمی، تحت عنوان: "فاتحہ مرید")

(۲) (تقدمه تخریجه من رد المحتار: ۳/۳۴۰، والبیازیة: ۸۱/۴، و مراقی الفلاح، ص ۶۱۷، ۶۱۸، تحت عنوان: "أیننا"، بعد عنوان: "فاتحہ مرید")

(۳) "این طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء، بلکہ جو زمان در قرون ثلاثہ مشہود ہوا بالتحق اند منقول شد، و حالاً در زمین شریفین زاویات اللہ تعالیٰ شرف ماہات خواص نیست و این را ضروری دانستن مذموم است"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوة، أبواب الجائز: ۱۹۵، امجد اکبذمی)

(۴) تقریر میں متنب یہ ہے کہ دفن کے متصل بعد اہل میت کے پاس آ کر ان کو تسبیح دی جائے اور ان کے لئے اور میت کے لئے دعاے مغفرت کی جائے، اس کے بعد تمام اپنے اپنے کام میں معروف ہوں۔ (کما فی رد المحتار: کتاب الصلوة، باب صلوة الجائز: ۳/۳۴۱، سعید)

(۵) قال المسأوی رحمه الله تعالى تحت حديث: "من أحدث في أمرنا هذا" أي أنشا و اخترع و أنشأ ما مر =

ہونے والے کو برا کہنا معصیت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### قل پنچائیت اور فاتحہ

سوال (۸۰۰): فاتحہ دینی درست ہے تو کس طرح؟ اور اس طریقہ پر فاتحہ دینی کیسی ہے کہ ایک شخص کے سامنے کھانا ایک رکابی میں اور پانی گلاس وغیرہ میں رکھنا اور ہاتھ اٹھا کر درود شریف، سورہ فاتحہ و سورہ اخلاص پڑھ کر اس کھانے کو بچوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب معتبرہ بیان کیجئے اور قل پنچائیت اور شتم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

شریف احمد امجدی، معلم مدرسہ، ۱۶/۱۰/۶۰ھ۔

### الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ شرعاً بے اصل، بدعت، ناجائز اور قیل ترک ہے۔ ثواب پہنچانے کا شریعت کے موافق طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر کسی غریب کو کھانا، کپڑا وغیرہ کوئی چیز دے کر دعا کرے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے، اگر تمام مسلمانوں کی نیت کرے تو اور زیادہ اچھا ہے۔

”وہذا اختاروا“: أى الشافعية فى الدعاء: اللهم أوصل مثل ثواب ما قرأه إني فلاں، أما عبدنا (أى الحنفية) فالواصل إليه نفس الثواب۔ وفى البحر: من صاء أو وصى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة۔ كذا فى البدائع۔ شامی: ۱/۹۴۳ (۲)۔

”و عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن يوصى لجميع المؤمنين والمؤمنات“

= حدیث من قبل نفسه۔ (مالیس منہ) اے راہب! لیس لہ فی الكتاب أو السنة عاصد ظاہر أو حقی، ملفوظ أو مستسط (فیہود) اے مردود علی فاعله لبطلاتہ“۔ (فیض القدير ۵۵۹۳: ۱۱، مکتبہ نزار ریاض)

(۱) ”عن المرحلة، فقال حدثني عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “سب المسلم فسوق، وقناله كفر“۔ (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله ۱۲/۱، قدیمی)

(۲) (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فى القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲۳۳، سعید)

لأنها تصل إليهم، لا ينقص من أجره شيء، اهـ۔ رد المحتار: ۱۰۸/۲ (۱)۔ فقط والتداعلم۔

حرره العبد محمود بنو شوي عفا الله عنه معين مفتي مدرسه مظاہر علوم بہار پنور، ۱۰/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۱/۱۱/۶۰ھ۔

ختم کے بعد کھانا

سوال [۸۰۱]: اکثر لوگ عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے ایک ایک پارہ قرآن مجید کا ہر شخص کو دیکر پڑھواتے ہیں یہ بتیم خانہ کے بچوں کو بنا کر قرآن شریف پڑھوا کر اپنے مرحوم رشتہ داروں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ ایسا کرنا گناہ تو نہیں ہے؟ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ واضح رہے پڑھوانے کے بعد بچوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

یسین شریف کا ختم

سوال [۸۰۲]: ۲۔ بہت سی عورتیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے یسین شریف ۳/۱ یا ۷/۱ بار پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور سب کو پہنچا کر اپنے واسطے دعا کر لیتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی جائز ہے یا نہیں؟  
الحجوب حامداً ومصلياً:

۱۔ قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہنچانا مفید ہے ہرگز گناہ نہیں (۲) لیکن اس کے لئے یہ صورت اختیار کرنا کہ مجمع اکٹھا کیا جائے (۳) اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلایا جائے یہ ثابت نہیں، یہ کھانا پڑھنے اور ختم کرنے کی

(۱) (رد المحتار، باب الحائز، مطلب فی القراءة للمیت و إهداء ثوابها له: ۲۳۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر: ۱۰۵/۳، وشیدہ)

(۲) (تقدیم تخریجہ من الہدایہ، باب الحج عن الغیر: ۲۹۶، ۱، شرکت علمیہ) (ورد المحتار، باب الحج عن الغیر: ۵۹۵/۲، سعید)

(و البحر الرائق، باب الحج عن الغیر: ۱۰۵/۳، وشیدہ)

(و العایۃ علی الہدایۃ علی هامش فتح القدیر، باب الحج عن الغیر: ۱۳۴/۳، مصطفیٰ البانی الحلبي، مصر)

(۳) "مقرر کردن روز سوم و غیرہ بالتخصیص، و او را ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت =

أجرت کے درجہ میں آتا ہے جو کہ شرعاً منع ہے۔ فتاویٰ بزازیہ، رد المحتار وغیرہ میں اس کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے اس کو اجرت کے تحت پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے (۱)۔

۲۔ سورہ یٰسین شریف کو ۴۱/۱ یا ۷۱ دفعہ پڑھ کر دعا کرنے کا عمل اگر تجربہ سے منید ثابت ہو اور اس سے مصائب دور ہو جاتے ہوں تو درست ہے (۲)۔ مصائب دور کرنے کے لئے اصل عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا اور گناہوں سے پرہیز، نیز سنت کی اشاعت کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

وظیفہ سورہ یٰسین کے ختم پر شیرینی

سوال: یٰسین شریف تین دن وظیفہ کے طور پر ۴۱، ۴۱/۱ بار پڑھنے پر تین دن کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= نیست، صاحب مصابح الاحساب آن و امکروہ نوشتہ رسم الخ "از لکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ"۔

(فتاویٰ رشیدیہ، باب البدعات، ص: ۴۴۸، سعید)

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى بعد بحث طويل في تنقيح المسئلة "قال تاح الشريعة في شرح الهداية: ان القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاتل، وقال العيني رحمه الله تعالى في شرح الهداية "و يمنع القاتل للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان، . . فإذا لم يكن للقاتل ثواب لعدم النية الصحيحة، فأن يصل الثواب إلى المستأجر، ولو لا الأجرة لما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان الخ" (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶۶، سعید)

(و كذا في السراية، كتاب الإجارة، نوع في تعليم القرآن والحرف: ۳۹/۵، رشیدیہ)

(۲) یعنی بطور قریب جائزہ الیا کرنا جائز ہے کما قالہ ابن عابدين، "اختلف في الاستشفاء بالقرآن ما ن يقرأ على المريض أو الملذوذ الفاتحة قال رضي الله تعالى عنه: وعلى الحوائز عمل الناس اليوم" (رد المحتار كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳۶۴، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً :

فی نفسہ اس میں کوئی خرابی نہیں، نہ شریعت میں اس کا کوئی حکم ہے، ممکن ہے کہ یہ تحریر کی چیز ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاؤ العبد محمد وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۱۴۰۶ھ۔

ختم قرآن پر دعوت

سوال [۸۰۴]: میرے بچے نے قرآن شریف حفظ کر لیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترقیبی جلسہ کر کے شیرینی تقسیم کروں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً :

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کر لینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب و متعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء و احباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدر دانی ہے ممنوع نہیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترقیب و تبلیغ میں معین ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورہ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کر کے احباب و غرباء کو کھلا دیا تھا (۱) اس لئے سلف صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے (۲) ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول

(۱) "مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال تعلم عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ القرة فی النبی عشرة سنة، فلما ختمها بحر حزوناً". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۳۰۱، رقم: ۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء". (البقرة: ۵)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم". (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الوقایف، باب الریاء والسمعة، الفصل الأول، ص ۳۵۳، رقم الحديث: ۵۳۱۴، قدیمی)

نہیں (۱) اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے (۲) مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسمی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی ہوگی، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں (۳) اور بچے نے جہاں ختم کیا ہے، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

### ایمان کے شکر میں ختم

سوال (۱۰۵): اپنے ایمان کو تازہ اور مسلمان ہونے کے شکر پر اگر کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر یمنین شریف یا قرآن شریف پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایمان کے شکر یہ میں جمع ہو کر یمنین شریف یا قرآن شریف کا ختم کرنا ثابت نہیں، ایمان کا شکر تو یہ ہے کہ ایمان کے تقاضوں پر پختگی سے عمل کیا جائے اور جو چیزیں ناجائز ہیں ان سے پورا پرہیز کیا جائے (۴) فی

(۱) "عن ابي سعيد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من يسمع يسمع الله به، ومن يراى، يراى الله به" (ابن ماجه فى الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قدیمی)  
(۲) وايضا راجع ماتقدم من فيض القدير قول الإمام الشافعي رحمه الله تعالى فى الرياء، تحت عنوان: "شداى كراى كى فاجم"

(۳) قال الله تعالى: ﴿يَعْلَمُ مَا تَسْرُونَ وَمَا تَعْلُونَ، وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾. (التعاس ۴)

وقال تعالى: ﴿قُلْ إِن تَخَفُوا مَا فِى صُدُورِكُمْ أَوْ تَدَّوْهُ، يَعْلَمُ اللَّهُ بِهِ﴾. (آل عمران ۲۹)

(۴) قال الله تعالى: ﴿إِن تَدَّوْا الصَّدَقَاتِ فَعَمَّا هِىَ. وَإِن تَخَفُوا وَ تَزَوَّهَا الْفُقَرَاءُ، فَهَؤُا حَبِرٌ لَكُمْ﴾  
(القرة ۲۷۱)

(۵) أخرج الإمام البخارى فى الإيمان: "عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضى الله تعالى عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استراأ لدينه وعرضه. ومن وقع فى الشبهات كراع برعى حول الحمى يوشك أن يوافقه. ألا وإن لكل ملك حبى. ألا وإن حمى الله فى الأرض =



نفسہ قرآن پاک کی تلاوت یا سورہ تسنیم کی تلاوت میں دینی و دنیاوی منافع بہت ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

### ختم خواجگان پر دوام برائے حصول مقصد

سوال (۸۰۶): ایک جامع مسجد کے متعلق چند کوٹھڑیاں ہیں اور اس کے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے، اس مدرسہ اور کوٹھڑیوں میں عرصہ سے ایک غیر مسلم سے مقدمہ چل رہا تھا، مسلمان مناسب بیروی نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے بارگئے اور مدرسہ اور کوٹھڑیاں منہدم کر دی گئیں، اب پھر اپیل کی گئی ہے۔ اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے ایک مسجد میں روزانہ دعائے ختم خواجگان بلا ناغہ پڑھی جا رہی ہے، کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس اہتمام کے ساتھ بلا ناغہ کوئی دعا پڑھنا درست نہیں، کبھی کبھی ناغہ بھی کر دینا چاہئے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی اس میں کوئی قباحت ہے تو آگاہ فرمائیے اور کوئی مناسب طریقہ بتلایئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ ختم خواجگان اور اس کے بعد دعائے امینا ہے جیسے کہ پیر کے لئے دعا، جب تک بیماری ہے اس کے دفعیہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، لیکن بیماری طویل ہونے کی وجہ سے دعا بھی بہت دیر تک چلتی ہے، پس جس مقصد کے لئے یہ ختم کیا جاتا ہے اس مقصد کے حاصل ہونے پر یا اس مقصد کو ترک کر دینے یا اس سے مایوس ہو جانے پر اس کو ترک کر دیا جائے، نیز اس پر جبر نہ کیا جائے کہ لوگ اس کو قہری اور دائمی امر سمجھنے لگیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

### ختم قرآن پر مٹھائی

سوال (۸۰۷): عام طور سے قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے اور بعد میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اس

= محارمہ، الا و ان فی الخسد مضغۃ ادا صلحت صلح الجسد کله، و ادا فسدت فسدت الجسد کله،

الا و ہی القلب۔ (باب فصل من استبرأ لدينه ۱۳۰۱، قدیمی)

(۱) (کسا من الہدایۃ و رد المحتار و العناۃ علی الہدایۃ و البحر الرائق تحت عنوان "فاتحہ ربیعہ"،

وراجع لمزیۃ التفصیل کتاب "فضائل القرآن" لشیخ الحدیث محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ)

میں بعض حفاظ ایسے بھی شریک ہوتے ہیں جنہیں اگر مصحفی نہ ملے تو افسوس کرتے ہیں اور آئندہ آنے میں عذر کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی قرآن خوانی کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حفاظ شیرینی و اپنا حق اللہ مت یعنی اجرت قرأت تصور کرتے ہیں اگرچہ اس کا نام اجرت نہ رکھیں، اس لئے یہ صورت ناجز ہے (۱)۔

اگر چندہ کر کے تشہیر کی جائے تو اس میں عموماً رعایت حدود نہیں کی جاتی بلکہ کہیں جبرن صورت ہوتی ہے (۲) کہیں یہ اور تفاخر کی (۳)، بعض دفعہ بچوں (۴) اور بڑوں کا مجمع ہوتا ہے اور وہ شور و غل چھیٹا چھیٹی

(۱) (نقدہ نحر بحہ من رد المحتار، باب الإحارة القاسدة ۵۶۶، سعید، تحت عنوان "تسین شریف کا قسم")

(۲) (المزایة علی هامش الهندية، غ فی تعلیم القرآن والحرف ۳۹:۴، رشیدیہ)

(۳) (و کذا فی شفاء العلیل و مل الغلیل الخ من مجموعة الرسائل لابن عابدین: ۱، ۱۶۹، مکتبہ سہیل اکادمی لاہور)

(۴) (چرا کسی کا مال وصول کر کے کھانا پارتھیں، ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے "عس أسی حوۃ الوفاشی، عس عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لا محل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع باب الغصب والغازیۃ ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) کسی بھی عمل میں ریاء اور مذکورہ موم قراد یا گیا ہے "عس أسی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال "من سبغ یراعی، ومن یراعی، یراعی اللہ بہ". (امین، جامعہ، کتاب الریاء، باب الریاء والسبعة، ص: ۳۱۰، قدیمی)

(۳) "و یحرم إدخال صیان و محانبی حیث غلب تحسبہم و الا فیکره" (الرد المحتار) و قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ "و یحرم الخ" لما أخرجه المدوی مرفوعاً "حسوا مساجدکم صیانکم و محابیسکم و رفع أصواتکم" الحدیث والمراد بالحرمة کراهة التحريم و علیہ فقوله و الا فیکره، اى تسریهاً قائل " (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، مطلب فی احکام المسحود ۶۵۱، ۶۵۲، سعید)

کرتا ہے (۱)۔ بعض لوگ منٹائی کے ایلچ میں بیروں کی پاکی کا اہتمام کئے بغیر مسجد میں آ جاتے ہیں جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا (۲) ان صورتوں میں جائز ہونہ شدید تر ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا

سوال [۸۰۸]: کسی مسجد میں حافظ قرآن تراویح پڑھاتا ہے اور اس مسجد میں ختم قرآن کے دن خلاف شرع باتیں دیکھے، درمیان میں معلوم ہو جائے کہ اس مسجد میں چندہ وغیرہ چندہ کی رقم سے ختم قرآن کے دن کاندک جھنڈیاں چراغاں کرنا اور تقسیم شیرینی کرنا باوجودیکہ حافظ قرآن نے متعدد بار اس رسم کو منع کرنے کا بھی کہا کہ بدعت ہے مگر پھر بھی یہ مقتدی اپنی ضد پر قائم ہیں، تو ایسی مسجد میں حافظ کو ختم قرآن تک تراویح پڑھانا کیسا ہے، یا براہد کی مسجد میں پڑھتا رہے، بعد منع کرنے کے اس مسجد میں تراویح پڑھانے کو ترک کر دے اور بقیہ قرآن کہیں اور سنا کر ختم کر دے؟

### ختم قرآن میں چراغاں

سوال [۸۰۹]: بعض لوگ ختم قرآن کے سلسلہ میں تراویح میں مثال دیتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں تو جہاز، فانوس، شمع کا فوری اور کثرت سے چراغاں ہوتا ہے، اگرنا جائز ہے تو کیوں نہیں منع کیا جاتا ہے حالانکہ مکہ شریفہ مدینہ منورہ میں بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں، یہ بجلی کی روشنی مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں ختم قرآن کے دن ہوتی ہے یا ہمیشہ اور کثرت سے چراغاں ہونے کی کیا وجہ ہے؟

### الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔ ایسی حالت میں امام کسی ایسی مسجد میں پڑھے جہاں یہ خرافات نہ ہوں۔

(۱) "والکلامہ المباح (ای بکھرہ فی المسجد) و فیدہ فی الطہیریۃ بأن یجلس لآحلہ، لکن فی الہجر الإطلاقی". (الدر المختار) و فی رد المحتار: قوله: بأن یجلس لآحلہ، فإنه حیث لا یباح بالإلتحاق. لأن المسجد ماسی لامور الدنیا" (الدر المختار مع رد المحتار. کتاب الصلوٰۃ. قبیل مطلب فیمن سبقت بدہ [لی مباح ۶۶۲، سعید]

(۲) "و کثرہ تحریماً" (إدخال محاسنہ فیہ" (الدر المختار) "فی المناوی العالم مکبریۃ لابداحل المسجد من علی بدہ نجاسة" (رد المحتار. مطلب فی احکام المساجد ۶۵۶، سعید)

۲ یہ کہنا منع نہیں کیا گیا خط ہے۔ سب المدخل ۳۰۲۲ (۱) میں دیکھئے کس شدت سے منع کیا

گیا عمر اہل ثروت و بدعت، اہل علم و اہل حق کی کم۔ سنتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نگوی، عفا اللہ عنہ، مضمین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۶۱ھ۔

اجواب صحیح سعید احمد نفلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳ ذیقعدہ ۱۱/۶۱ھ۔

صحیح، عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳ ذیقعدہ ۱۱/۶۱ھ۔

مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں احسانا کھانا اور چھیننا چھٹی

سوال (۸۱۰): یہاں پر آستان بزار کے نام سے رسماً صدقہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بصورت آنا،

چاول یا نقد جمع کر کے کھانا پکایا جاتا ہے، پھر ختم شیخ جیلانی، ختم خواجگاہ، ختم سلطان العارفین وغیرہ ہوتا ہے،

صرف خانہ بدی کے لئے آیت قرآنی کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پھر حضرت فلاں فلاں المدد وغیرہ کے انحراف

لگاتے ہیں۔ علاوہ اس کے پٹن و صوت درویشوں و مناقب اولیاء کی یاد دہانی کی جاتی ہے، صاحب و حاجت

لوگ کھانا تقسیم کرتے ہیں، پہلے مجلس پڑھنے والوں کو کھلاتے ہیں، پھر عوام الناس کو مسجد ہی میں تقسیم کرتے ہیں،

دوران تقسیم خاصی گالی گلوچی، چھیننا چھٹی ہوتی ہے۔

عرض یہ ہے کہ یہ بزار کرنا کیسا ہے؟ از روئے شرع اس قسم کے صدقات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ اگر

مساجد کا اس میں شرکت کرنا اور پھر اہمیت کے فرائض ادا کرنے صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) "ولا یراد فی لیلۃ الختم شیء، زائد علی ما فعل فی أول الشهر، لأنه لم یکن من فعل من مصی،

بخلاف ما أحدثه بعض الناس اليوم من زیادة و قود القادیل الکثیرة الخارجة عن الحد المشروع، لما

فیہا من إصاعة المال و السرف و الحیلاء، سيما إذا انضاف إلى ذلك ما یفعله بعضهم من قود الشمع و

ما یرکوه و انضاف إلى ذلك بسبب كثرة الوقود احتیاج المصروف و تشویبہم علی بعض

الحاصرین۔ و کثیر من الناس ینحدثون و یخوضون فی الأشياء التي یرہ المسجد عن بعضها فی

غیر رمضان، فكيف بها فی شهر رمضان العظیم؟ فكيف بها فی لیلۃ الختم منه، فلیتخفظ من هذا كله و

ما سأكله جهده الخ" (المدخل لاین امیر الحاج: ۲، ۳، ۱۱، ۳، فصل فی قود القادیل لیلۃ الختم،

مصطفی النابی الحلبي)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ صورت اور تقریب قرآن کریم و حدیث شریف، آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فقہ ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں (۱)، حسن تدبیر، نرمی و شفقت سے اس کو روکا جائے (۲)، احترام قبرستان کے بھی یہ خلاف ہے (۳) احترام مسجد کے بھی خلاف ہے (۴)، احترام ائمہ کے بھی خلاف ہے۔ جبراً چند لینا بھی ظلم سے اس کا کھانا بھی حلال نہیں: "لا یحل من امرئ مسہ ہذا غیظ عس مہ"۔ (الحدیث) (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب و غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۵ھ۔

روضۂ اقدس اور مزارات صحابہ پر قرآن خوانی

سوال [۸۱۱]: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاروں پر بھی قرآن خوانی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ہندوستان میں اجرت پر مکانوں اور قبروں پر قرآن خوانی کراتے ہیں، ایسی صورت میں پڑھنے والے کو اور میت کی روح کو کچھ ٹوٹا بٹا ہے یا نہیں؟

(۱) جو کام ان اصول سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔ کما صرح بہ اہل العلم کابن عابدین وابن نجیم والطحاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ فی فتاویٰہم و قد مضی تخریجہ من کتبہم تحت عنوان: "ایضاً" بعد عنوان: "فاتحہ مرثیہ"

(۲) نیز اس میں گالی گلوچی کا تبادلہ ایک قبیح، مذموم اور ممنوع فعل ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سختی سے منع فرمایا ہے، فرماو: "ساب المسلم فسوق، وقتالہ کفر"، (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف

المؤمن أن یحبط عمله ۱۳۰۱، قدیمی)

(۳) والظرائی فی الکبیر ۱۰۳۱۶۰۱۰)

(۴) "قال فی الفتح: و بکرہ الحلوں علی القبر و وطنہ، فحینئذ یمانیفعلہ من دفعت حول اقرارہ خلق من وطنہ، نذک القبر الی أن یصل الی قبر قریبہ مکروہ"، (رد المحتار، آخر باب صلوة الحائض ۲۴۵، سعید)

(۵) تنقیذ تخریجہ من رد المحتار، آخر باب ما یفسد الصلوۃ و ما بکرہ فیہا ۱۰۶۶۴، سعید، تحت عنوان: "تتم قرآن پر مضائق"

(۶) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والغارۃ، ص ۲۵۵، قدیمی)

## الجواب حامداً ومصلیاً :

یہ طریقہ ممنوع اور ناجائز ہے، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اجرت لینا بھی گناہ ہے اور دینا بھی اور اس سے ثواب بھی نہیں ملتا، رد المحتار، ج ۵ (۱)۔ قرونِ اولیٰ میں یہ معمول نہیں تھا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد کسوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۱۴۲۱ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/شعبان/۱۴۲۱ھ۔

## میت کے لئے ایک لاکھ کلمہ طیبہ کا ثواب

سوال [۸۱۲]: ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو میت کے رشتہ دار ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ کا شتر کراتے ہیں مسجد کے مصنیوں سے، اخیر میں تمام مصنیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے چاہے غریب ہو یا غنی تو یہ کھانا کیسا ہے؟ اور غریب و مالدار میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

## الجواب حامداً ومصلیاً :

کلمہ طیبہ کا ثواب پہونچانا اور غریبوں کو صدقہ دیکر ثواب پہونچانا بہت مفید اور باعثِ خیر ہے (۳) لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے، اگر پڑھنے والوں کے ذہن میں ہو کہ کھانا ملے گا اور اس نیت سے پڑھیں تو اس پڑھنے سے ثواب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو، نیز جب کہ

(۱) (تغذہ تحریحہ من رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة ۵۶۶-۵۷، تحت عنوان "یسین ثانی" بختم)

(۲) اور جو چیز قرآن الی سے، ثور، ہ، و، دعت ہے کما سرت فیہ تصریحات الفقہاء و رحمہم اللہ تعالیٰ تحت عنوان: "ایمن" بعد عنوان: "فاتحہ مرتبہ"۔

(۳) "فلان انسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة، صلاة كان أو صوماً أو حجاجاً أو صدقة أو فداءً للقرآن أو الأذکار أو غير ذلك من أنواع السرو، ويصل ذلك إلى الميت و ينفعه"۔

(مراقی الفلاح، کتاب الحائز، فصل فی زیارة القور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی)

اس کا دستور ہے اور یہ طریقہ مشہور ہے ”المعروف کان مشروط“ کے تحت اس پر جسے کی اجرت گویا کہ لازم ہوئی (۱)۔

علاوہ ازیں میت کے وراثہ میں بعض دفعہ چھوٹے، بالغ بھی ہوتے ہیں ان کے مال میں تصرف کرنا اور ان کے حصہ سے صدقہ دینا جائز نہیں (۲)۔ پھر یہ کہ کھانا کھانا شرعاً واجب نہیں اس کا التزام کرنا ایک غیر واجب کو واجب قرار دینا ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں (۳)۔

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کے لئے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدار نہیں (۴) یہاں غریب وغنی سب کو دیا جاتا ہے یہ طریقہ غلط ہے اور اس میں عامۃً شہرت ناموری کا جذبہ ہوتا ہے (۵)، جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے اس لئے اس طریقہ کو بند کرنا چاہئے کہ عوارض کی وجہ سے اصل کیفیت باقی نہیں

(۱) ”و لا معنی ایضاً لصلۃ القاری ، لأن ذلک شبہ استیحارہ علی قرآءۃ القرآن ، وذلک ماطل ، و لم یفعل ذلک أحد من الخلفاء“ (رد المختار ، باب الإحارۃ الفاسدۃ : ۲/ ۵۷۷ ، سعید)

(۲) قال الله تعالى : ﴿و اتوا الیتامی أموالهم ، و لا تصدلو الخیث بالطیب﴾ . (النساء : ۲)  
وقال تعالى : ﴿الذین یأکلون أموال الیتامی ظلماً ، إما یأکلون فی بطونهم ناراً﴾ . (النساء : ۱۰)  
(۳) کیونکہ غیر لازم کو لازم کہنا بدعت ہے ”ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال نوع شبہة واستحسان ، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً“ (رد المختار ، باب الإمامۃ ، مطلب : الدعة خمسة أقسام : ۱/ ۵۶۰ ، سعید)

(۴) ”الوصیۃ المطلقة - لا تحل لغنی لأنها صدقة و هی علی الغنی حرام“ . (الدر المختار ، قبل باب الوصی الخ . ۲/ ۲۹۸ ، سعید)

(۵) ”عن أبی ہریرۃ - روى الله تعالیٰ عنه - قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ”المتأربان لا یحانان ، و لا یؤکل طعامهما“ . قال الإمام أحمد : یعنی المتعارضین بالصیافۃ فحرأ و رباء“ رواه البیهقی فی شعب الإیمان .“ (مشکوۃ المصابیح ، کتاب النکاح ، باب الولیۃ ، ص ۲۷۹ ، فدیہی)

رہتی۔ فتاویٰ بزازیہ (۱) کبیری (۲) شامی (۳) وغیرہ کتب فقہ میں ایصالِ ثواب کے لئے اس قسم کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ممانعت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد مغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غنی عند دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

ختم میں سوالا کھ کی تعداد

سوال [۸۱۳]: دارالعلوم دیوبند میں جو ختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفع مصائب کے لئے ہو اور خواہ مکمل طیبہ پڑھا جائے یا آیہ انگریسی، مگر پڑھنے کی تعداد سوالا کھ کی متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریک دورہ دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں نفس ایصالِ ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے، اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کوشہادت میں پیش کیا گیا مگر وہ قرآن وحدیث سے ثبوت لاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دفع مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے منافی ومعارض یعنی شرعاً ممنوع ومنہ مومن نہ ہو جیسا کہ

(۱) "لو بکبرہ اتحاد الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع والاعیاد والنحاذ الدعوة بقرآءة القرآن و جمع الصلحاء، والقراءۃ للختی، أو لقرآءة سورة الأعمام أو الأحلاص، والحاصل، أن اتحاد الطعام عند قرآءة القرآن لأجل الأکل بکبرہ"۔ (اللزازیة علی هامش الہدیة، باب صلوة الحائز، ذہب إلی المصلی الخ: ۸۱، رشیدیہ)

(۲) "و سکبرہ اتحاد الضیافۃ من أهل المیت، لانه شرع فی السرور لا فی الحزن، قالوا: و ہی ندعة مستطحة، لما روی الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال: "کنا بعد الاجتماع إلی أهل المیت و صنعهم الطعام من النیاحة" (الحلی الکبیر (کبیری)، فصل فی الحائز، الثامن فی مسائل متفرقة من الحائز، ص: ۲۰۹، مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (رد المحتار، باب صلوة الحائز، مطلب فی کراهۃ الضیافۃ من أهل المیت ۲۰۰، سعید)



غیر بشری رقیہ سے (۱)، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعات نماز کی تعداد یا اشواط طواف کی تعداد کے اس کے لئے صراحۃً ثبوت ضروری ہے، بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکم نسخہ میں لکھتے ہیں عن ابیہ ۵۰، ۱۰، ۱۰، ۱۰، ۱۰ وغیرہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہے، اس کے لئے قرآن و حدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے۔ جب اس ختم کی شان معجزہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے (۲) تعداد کا تجربہ سے متعین کر دینا خلاف شرع نہیں، حاجی کہہ سکتے ہیں کہ سات کنوئیں کا پانی سات مشکوں میں منگانا حدیث شریف سے ثابت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی عبدالاعلیٰ بن عبدالحق، ۱۹، ۶، ۸۷ھ۔

اجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین مفتی عبدالاعلیٰ بن عبدالحق، ۱۹، ۶، ۸۷ھ۔

(۱) "بِقَالَ: وَفَاهِ الْوَقْفِي" واما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في الطهر والنمس: ۳۶۳، ۶، ۸۷ھ)

وقال العلامة الزيلعي رحمه الله تعالى: "ولا بأس بالرقى، لأنه عليه الصلاة والسلام كان يفعل ذلك ألا ترى إلى ما يروى عن عروة بن مالك أنه قال: كنا في الجاهلية نرقى، فقلنا: يا رسول الله! كيف نرى في ذلك؟ فقال: "إعصوا عليّ وفاقم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك" (تيسير الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ۸، ۷، ۸۷ھ، دار الكتب العلمية بيروت)

والحديث الذي ذكره الزيلعي رحمه الله تعالى أخرج مسلم في الصلاة، باب استحباب الرقية من العن والعن والنملة الح: ۲۴۰۲، قديمي)

(وأيضا دأب في الطب، باب في الرقى: ۵۳۴، دار الحديث ملتان)

(۲) کہ جب بدعت ۱۱۰۰ ہوتی ہے جو اصول شرع سے متحول نہ ہونے کے باوجود دین صحیح چائے اور یہ ختم بطورہ، بن و رقیہ ہونے کی بنا پر خالص دین نہیں سمجھا جاتا لہذا بدعت نہیں ہے، جب بدعت کی تعریف علامہ شامی نے اس طرح نقل کی ہے: "ما أحدث على خلاف الحق المقتضى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال شائع شبيه واستحسان، وجعل دأبا قویماً و صراطاً مستقیماً" (رد المحتار، باب الامامة، ۵۲۰، ۱، ۸۷ھ)

(۳) "فالت عائشة فقال النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما دخل بيتها، واشتد وجعه "أهريقا عليّ من سبع قرب لم نحلل أو كينهن" ثم طفقاً يصب عليه من ذلك القرب حتى جعل ينسرب اليه ان قد فعلن" الحديث (صحيح البخاري، باب قبل، باب العذرة: ۴، ۸۵۱، قديمي)

## ایصال ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی

**الاستغناء:** [۸۱۴]: یہاں کا رواج ہے لوگ علماء حفاظ اور کچھ غلام و بچے دین جاننے والے لوگوں سے ختم قرآن، ختم خواجگان یا اس کے علاوہ اُدسی قسم کا ختم کراتے ہیں اور ایصال ثواب یا اپنے مقصد کی دعائیں کراتے ہیں، پڑھنے والوں کو کھانا بھی کھلاتے ہیں اور کچھ روپے پیسے بھی دیتے ہیں، یہ رواج شرعاً کیسا ہے؟ روپے پیسے لینا دینا کیسا ہے؟ اہل استطاعت اس قسم کے پیسے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک ختم کرا کے بطور معوضہ کھانا کھانا درست نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے، علامہ شامی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اہل استطاعت اور فراء کسی کو بھی ایسا کھانا کھانا اور پیسے لینا درست نہیں (۱) مگر مقاصد مثلاً منّت کی کامیابی کے لئے اگر ختم کرایا جائے اور کھانا کھایا جائے یا پیسے دیئے جائیں تو یہ درست ہے، یہاں ختم سے مقصود تحصیل ثواب نہیں بلکہ دوسرا کام مقصود ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۸۵ھ۔

(۱) "قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأحرة لا يستحق الثواب لا للتميت ولا للفقار. وقال العيني في شرح الهداية: ومنع الفقار للدنيا، والآخذ والمعطى أمان. قال الحاصل: فإذا لم يكن للفقار ثواب لعدم البية الصحيحة، فليس يصل الثواب إلى المستاجر؟ ولو لا الأحرة، لما فرأ أحد لأحد في هذا الزمان اهـ" (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة ۵۶۶، سعيد)

(۲) "وما استدلل به بعض المحققين بحديث البخاري في اللديع لأن السقاديم المانع الاستحار مطلقاً حوراً والرقية ولو بالقرآن. كما ذكره الطحاوي رحمه الله تعالى: لأنها ليست عدة محصية من التداوي." (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة ۵۶۶، سعيد)

(والمراد بالحديث هو الذي رواه البخاري رحمه الله تعالى في الطب، باب الرقي بفتح الكاف)

## ایصال ثواب کے لئے مجلس

سوال [۱۵]: ہمارے علاقہ گجرات میں ختم قرآن کر کے ایصال ثواب کا یہ طریقہ کہ مسجدوں میں بورڈ پر یہ اعلان لکھ دیا جاتا ہے کہ مثلاً: آج نماز جمعہ نماز عشاء کے بعد فلاں صاحب کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کی مجلس رکھی گئی ہے۔ بعد ختم قرآن کے نہ کوئی شیرینی ہوتی ہے اور نہ کوئی رسم و رواج ہے تو مجموعی طریقہ سے ختم قرآن کر کے ایصال ثواب کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اہل علم اس پر کفر کرتے ہیں لیکن جب کوئی اہم شخصیت انتقال کر جاتی ہے تو خود ہی اہتمام کر کے قرآن کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔

الحواب حامداً و مصلیاً:

جو حضرات اس پر کفر کرتے ہیں اور کسی اہم شخصیت کے لئے اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو غلام ہے کہ گمیر کس درجہ حقیر ہے۔ صورت مسئلہ میں قرآن خوانی کے لئے بلائے نہیں جاتا بلکہ جو لوگ نماز عشاء یا نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہماری میت کیلئے ایصال ثواب بھی کرتے جائیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، میت کو نفع ہوتا ہے پڑھنے والوں کو ثواب بھی ملتا ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ جو شخص قبرستان میں نذر دے اور گیارہ بار مرتبہ ”قل ھو اللہ“ پڑھ کر اموات کو ثواب بخش دے تو بعد الاموات اس کو بھی ثواب ملے گا (۱)، چنانچہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ انسان کو حق ہے کہ اپنی حسنت کا ثواب دوسروں کو دے دے چاہے نماز ہو، ذکر ہو، تلاوت ہو، حج ہو، عمرہ ہو، صدقہ ہو، یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ مخترعہ مطلقاً

(۱) ”اسئل عن الحکمۃ فی قراءۃ سورۃ الاخلاص احد عشر مرۃ لمن دخل المقابر، فقلت: اما الحدیث الوارد بذلك فهو عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ”من مر علی المقابر، وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ، ثم وحب آخرھا لألموات، اعطی من الاجر بعد الاموات“ اخرجه الذہبی - ایضا موضوعۃ باطلۃ، ماتنفک عن وضع عبداللہ او وضع اسہ احمد۔ وقال ابن الجوزی فی الموضوعات فی احمد: ھو محل التہمة وقد رواه أبو بکر الحدادی منہ والقاسمی أبو یعلی والدارقطنی فیما عروا ھم الشمس محمد بن ابراہیم بن عبدالواحد المقدسی الحلی فی ”وصول القراءۃ الی المیت“ لہ، وأظہمہ آخر حوہ من ھذا الوحہ“، فاللہ اعلمہ“ (الأحویۃ المرصۃ للحافظ السخاوی - ۳۰۹، ۵۵۰، رقم المسئلۃ: ۱۳۶، دار الرایۃ، ریاض)

ایصالِ ثواب کے مکر ہیں (۱)۔ عادتہ ایصالِ ثواب کے ساتھ کچھ غیر ثابت رسوم اور بدعات کا شمول ہوتا ہے ان سے پوری احتیاط لازم ہے۔ شامی وغیرہ میں بھی اس کو قوت سے رد کیا ہے (۲)، مستقل ایک رسالہ بھی، شامی کا اس مسئلہ پر موجود ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد المذنب و فخرہ دارالعلوم دیوبند۔

### ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ و دن کی تعیین

سوال [۸۱۶]: ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ و دن و وقت و مہینہ کی تعیین و تحقیق کو کمر وہ و منسوخ بتایا گیا ہے مگر ثبوت میں کوئی حدیث صریح کی نقل نہیں فرمائی گئی، تفسیر کبیر و تفسیر درمنثور وغیرہ میں یہ حدیث نقل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبور شہداء پر ہر سال پہلے دن کو تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے (۴)۔

(۱) "و لما كان الأصل كون عمل الإنسان لنفسه لا لغيره قدم ما تقدم (قوله: أن يجعل ثواب عمله لغيره) صلوة أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة ... و خالف في كل العبادات المعترلة". (فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۱۳۲/۳، مصطفیٰ البانی مصر)

و فی السحر الرائق: "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قرآن أو ذكر أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا، للكتاب والسنة". (باب الحج عن الغير ۱۰۵، ۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

(۲) (راجع للتفصيل الحاوی علی ثلثة صفحات من رد المحتار، باب الإحارة الفاسدة ۵۵/۶-۵۷، سعید)

(۳) (رسالة ابن عسدين من مجموعة رسائله المسماة "شفاء العليل و بل العليل في حكم الوصية بالختمات و التهايل"، مطبوعه سهيل اكيمني)

(۴) "روى ابن أبي شيبة: "أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأتی قبور الشهداء بأحد علی رأس کل حول، فيقول: "السلام علیکم بما صیرتم، فنعم عقبی الدار". (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور ۲/۲۳۴، سعید)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ والدین کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرنی چاہئے (۱)۔ چنانچہ زیارت کے سلسلہ میں فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے اور ایصالِ ثواب بھی کیا جاتا ہے، اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی ہے کہ بلا تعین و تحقیق کے ثواب پہنچتا ہے جب ثواب دونوں طرح سے پہنچتا ہے تو پھر ایک صورت کو سنت اور دوسری کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟

لہذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمائیے ورنہ یہ تحریر فرمائیے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

جس شیء کی تعیین تخصیص شارع سے جس درجہ میں منقول ہے اس کا انکار نہیں (۲) اور جس شیء کی منقول نہیں جیسے تہجد، چالیسواں (۳) وغیرہ اس کی تعیین و تخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعت منوعہ اور مداخلت

(١) "وعن محمد بن النعمان يرفع الحديث إلى أبيه صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من زار قبر أبيه أو أحدهما في كل جمعة، عوف له، وكتب برأيه، رواه البيهقي في شعب الإيمان مراسلاً" (مشكوة المصاحيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، ص: ١٥٣، قديمي).

(۲) یعنی اس حد تک تو یقین منقول ہے کہ اہل اسلام میں ضرور قیوم کی جائے یا ہر جہ کو والدین کی قبروں کی زیارت کی جائے، لیکن بات ان کے اس حد تک محدود نہ رہے بلکہ ان دونوں میں قبروں اور مزاروں پر بیٹھے اور عرض منقطع کئے جائیں تو اس کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ ایسے اہل کفر و بدعت میں نصاریٰ اور یہود کا عمل تھا کہ متفقہاً لعنت قرار دیا گیا ہے، افرامہ "اللعن اللہ الیہود والنصارى، الجنود الخواریطیہ مساحدہ" الحدیث (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبر ۱۷۷۱، فدیہ)

(٣) قال ابن الهيثم: "وبكره اتحاد الصبغة من أهل الميت، لأنه شرع في السور ولا في السور، وهي بدعة مستفحة اهـ". وفتح القدير، قيل باب التهيد ١٢٠٤، مصطفى البابي الحلبي، مصر، (وكذا في التزوية). كتاب الصلوة، الخامس والعشرون في الجائز، بوع آخر ٨١/٣، وشيخه

”سیدہ ام کلثومؓ کی بیوہ رعایات و مائتورات کے رہنما تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ”میں نے شہیدہ فاطمہؓ کو صلیب پر لٹا کر مار دیا۔“ حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا: ”اے اللہ! میری بیوی کو صلیب پر لٹا کر مار دیا۔“

فی الدین اور تنقید مطلق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ علوم سہارنپور، ۳/ شعبان/ ۱۳۶۶ھ۔

غیر مسلم کو ثواب پہنچانا

سوال [۸۱۷]: ۱۔ غیر مسلم کو قرآن پاک وغیرہ کا ثواب بخشا جائز ہے یا نہیں؟

ایصال ثواب پر چائے پیش کرنا

سوال [۸۱۸]: ۲۔ کچھ مسلمان ماہانہ یا ہفتہ وار ایک مقام پر یا مختلف مکانات پر قرآن شریف پڑھ کر اپنے احباب اور اعزاء اور تمام اہل اسلام کی روح کو ثواب بخشتے ہیں اور صاحب خانہ اخلافاً چائے وغیرہ پیش کرتے ہیں تو اس صورت سے سب کو مل کر قرآن پڑھن اور چائے وغیرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے جب کہ یہ پروگرام گاؤں یا ترک کر دیا جاتا ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱۔ ناجائز ہے (۱)۔

۲۔ اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا ناجائز نہیں، اس سے بچنا چاہئے، انفرادی طور پر مضائقہ نہیں اور اختتام پر چائے وغیرہ پیش کرنا صورتہ معاوضہ ہے اس سے بچنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۱۰/۹۰ھ۔

ایصال ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا

سوال [۸۱۹]: فاتحہ کا شرعی ثبوت، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ صرف تیجہ کے دن چنوں پر کلمہ پڑھوانا، عوام و خواص کو اس کا کھانا اور کھلانا کیسا ہے؟ نیز شبِ برات میں حلوا پکا کر نیران کی فاتحہ کرنا، حرم میں کچھڑا پکوانا، شربت اور پانی کی سیٹیں لگوانا، مجلس کرنا، رگیا رہو میں کرنا کیسا ہے؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ (سورة التوبة: ۱۱۳)

(۲) تقدم تحريجه من رد المحتار وغيره تحت عنوان "ختم کے بعد کھانا"

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایصالِ ثواب غریبوں کو کھانا، کپڑا وغیرہ ضرورت کی چیزیں دے کر، نماز، قرآن شریف، تسبیح پڑھ کر، روزہ رکھ کر، حج کر کے، غرض ہر نیک کام کر کے جب بھی توفیق ہو درست اور نقد بخش ہے (۱)۔ اس میں تاریخ کی قید سے کہ شبِ برات کی ۱۳ محرم کی ۱۰ ربیع الثانی کی ۱۱ تاریخ ہو، نہ دنوں کا حساب ہے کہ تیسرا، دسواں، چالیسواں دن ہو، نہ اس میں کسی چیز کی قید ہو کہ جنوہ، کھجور، اشربت، پانی ہو، نہ ہیئت کی قید ہے کہ چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا کھانا سامنے رکھ کر فتح دی چائے، نہ سورتوں اور آیتوں کی تخصیص ہے کہ قل پنج آیت ہو، نہ اور کسی قسم کی قید ہے، ان سب قیدوں کو ختم کر دیا جائے کہ یہ شرعاً بے اصل ہیں (۲)، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بغیر ان قیدوں کے ثواب پہنچایا ہے۔

اگر یہ عقیدہ ہو کہ بغیر ان قیدوں کے ثواب نہیں پہنچتا تو یہ عقیدہ تھپ ہے اس سے توبہ لازم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روزی تقسیم کرنا بڑے پیر صاحب کے سپرد ہے، اگر ہم گیارہویں شریف نہ کریں گے تو بڑے پیر صاحب ناراض ہو کر ہماری روزی بند کر دیں گے، یہ عقیدہ مشرک نہ عقیدہ ہے (۳)۔ (اللہ محفوظ رکھے)۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ مخصوص تاریخوں میں رحمتیں آتی ہیں، اگر ایصالِ ثواب نہ کیا تو وہ لعنت کرتی ہیں

(۱) (نفسہ تخریجہ من الہدایۃ و فتح القدیر والعیان علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر والبحر الرائق کلہم فی باب الحج عن الغیر . تحت عنوان: "ایصالِ ثواب کے لئے مجلس")

وابصار فی مرقی الفلاح: "فلانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة . صلاة كان او صوماً او حجا صدقة او قراءۃ للقرآن او الادکار او غیر ذلک من انواع البر ، وبصل ذلک الی السمیت و بیعہ" . (کتاب الجنائز . فصل فی زیارة القبور . ص: ۲۴۱ ، ۲۴۲ . قدیمی)

(۲) قال العلامة عبدالحی اللکوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ابن طور مخصوص بوزمان غطرت علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . و بوزمان شامہ ، بکرب و بوزمان و قرون مشہود بہا کثیر اند مقنن نہ شدہ ، و حالاً در حین تشریف - زوہما اللہ تعالیٰ شرفاً - عادات خواص نیست . و ابن راہورزی دانشمند مہم است" . (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ

الفتاویٰ . کتاب الصلوۃ باب الحدائق ۱۹۵۱ ، امجد اکیڈمی)

(۳) لان اللہ تعالیٰ قال: "وان الله هو الرزاق ذو القوة المتين" . (الدرجات ۵۹)

وقال تعالى: "هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والأرض" . (الفاطر ۳)

یہ بھی غلط ہے۔ ایصالِ ثواب کر کے غریبوں کو کھلایا جائے، مالداروں کو نہیں: ”و یسکرہ اتحاد الطعام فی السوم الاول۔ انشئت و بعد الاسوع الخ۔“ شامی ۶/۳۰۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین و طلبہ کا ایصالِ ثواب کرنا

سوال [۸۲۰]: خاص وہاں میں سے جب کسی کا انتقال ہو جائے اکثر مساجد اور مدارس میں بالغ و نابالغ سب کو جمع کر کے قرآن شریف ختم کراتے ہیں، احادیث شریفہ میں ایصالِ ثواب مطلق آیا ہے، اس میں چند شبہات پیش آتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:  
۱- اس ہیئت کے ساتھ قرآن شریف ختم کرنا اور اس کا ثواب بہنوچی نے کثرتِ زمانہ خیر القرون سے ثابت ہے یا نہیں؟

۲- اگر زمانہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو تو بدعت ہے یا نہیں؟  
۳- جب سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں گے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کے خلاف ہو گا یا نہیں؟

ایصالِ ثواب کو اخبار میں شائع کرنا  
سوال [۸۲۱]: ۴- یہ سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا اور اس کو اخبار میں شائع کرنا یا ہو گا یا نہیں؟

۵ قرآن شریف ختم کر کے اس کے ثواب پہنچانے کا شرع کیا قاعدہ ہے؟  
۶ ختم قرآن شریف کے لئے فیجر مدرسہ اور مہتمم مدرسہ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً و مصلياً:

۲۰۱- ایصالِ ثواب کا جو طریقہ مروج ہے یعنی میت کے انتقال سے تیسرے روز جمع ہو کر تلاوت قرآن

(۱) (رد المحتار، باب الحناجر، مطلب فی کراهیة الضیافۃ من اهل الميت: ۲۳۰، معبد)



کی جاتی ہے اور جنوں پر تسبیح پڑھی جاتی ہے، خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں (۱) لہذا اس نیت کے ساتھ ایصالِ ثواب کرنا بدعت ہوگا۔ اسکی محدثہ بدعت و کئی بدعت ضلالتہ (۲)۔

۳۔ ایک جگہ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں بلکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ غنیاً بخش اور اجازت بھی تحریر فرماتے ہیں

”وفی البدع التمسیعة عن النقیة: یکبرہ نلقوم ان یقرؤوا القرآن جملةً ثم یصلون“ (۳)

۴۔ اگر نیت یہ ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہو اور وہ بھی ایصالِ ثواب میں شریک ہوں یا کوئی اور اچھی موافق شرع نیت ہے تب تو ریاض میں داخل نہیں (۴) اور اگر اپنی شہرت اور بڑائی مقصود ہے تو البتہ ریاض میں داخل ہے اور ریاض جائز ہے (۵)۔

۵۔ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت کر لینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے، رہن سے کہنا بھی مستحسن ہے (۶)۔

(۱) قال العلامة السامی رحمه الله تعالى: تحت حدیث: ”من أحدث فی أمرنا هذا“ الخ ”ای اشیاء و اختراع و انشی یا امر حدیث میں قیل نفسہ (ما لیس منه): ”ای رأیاً لیس له فی الکتاب والسنة عاصداً طاهر أو غشی، مملوفاً أو مسبطاً (فہو د): ”ای مردود علی فاعلہ لبطالانہ“ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ ۱۱/۵۵۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) (أحمره ابن ماجہ فی مقدمتہ، باب اجتناب البدع والحدیث، ص ۶، قدیمی)

(۳) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوٰۃ، قیل باب ما یفسد الصلوٰۃ، ص ۳۱۸، قدیمی)

(۴) ”علی قسبہ یس وقاص الیبتی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنی السیر یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”إنما الأعمال نائیبات الحدیث (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الخ۔ ۲/۴، قدیمی)

(۵) ”قل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ”من سمع سمع اللہ یہ، ومن یرآء یرآء اللہ یہ۔“ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ۹۶۴/۲، قدیمی)

(۶) (وإن ما حلف فی التہجد، باب الریاء والسمعة، ص ۳۱۰، قدیمی)

(۶) ”و یقرأ من القرآن ما تیسر له ثم یقول اللہم أوصل ثواب ما قرأناہ الی قلائ أو الیہم“ =

۶۔ اگر مدرسہ کے وقت میں ملازمین مدرسہ کا کام نہ کریں بلکہ ختم قرآن میں مشغول رہیں تو بہتر مدرسہ سے اجازت کی ضرورت ہے اور خارج وقت میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ مدرسین اجیر خاص ہیں (۱)۔ اگر طلبہ ختم قرآن شریف میں شریک ہونا چاہیں مدرسہ کے وقت میں تو جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لئے مدرسہ سے رخصت لیتے ہیں اسی طرح ایسے مواقع پر بھی رخصت لے کر شریک ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العہد محمود نگوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، ۱۷/۳/۱۳۵۲ھ۔

جوابات درست ہیں عبداللطیف، سعید احمد غفرلہ۔ صحیح بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

ایصال ثواب کرنے والوں کو کچھ ہدیہ دینا

سوال [۸۲۲]: کسی شخص نے ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھا پھر اس پڑھنے والے کو کدہ کچھ پیسہ دیدیا ملائے تو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ بیوقوفو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالصاً لوجہ اللہ قرآن شریف پڑھا اور اس کا ثواب پہنچایا، پڑھنے والے کے ذہن میں اس کا خیال نہیں تھا کہ یہاں سے کچھ ملے گا، نہ پڑھانے والے کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ اس پڑھنے والے کو کچھ دینا ہوگا، نہ اس کا رواج ہے کہ پڑھنے والے کو کچھ دیا جاتا ہو بلکہ بعد میں کچھ احسان پڑھنے والے کے ساتھ کر دیا، اگر یہ پیسہ نہ دیا جاتا تو پڑھنے والے کو کسی قسم کی گرائی نہ ہوتی تو یہ پیسہ لینا جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

کیونکہ بقاعدہ المعروف کا مشروط یہ استیجار کے حکم میں ہے اور استیجار مع تلاوة القرآن ناجائز ہے ایسی صورت میں پیسہ لینے والے اور دینے والے کو گناہ ہوگا پیسہ کی واپسی ضروری ہے۔

"والمدح عندنا أن كل طاعة بحسنها، نعمه ولا سيحدر غيبه، ص۔"۔

(رد المحتار، باب صلوة الحائض، مطلب فی زیارة القبور: ۴، ۲۳، سعید)

(۱) "والناسی و هو الأجير الحاصی و هو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتحصيص ويستحق

الأجر تسليم نفسه في المدة المحددة". (الدر المختار، كتاب الإجارة، باب ضمان الآخر ۱۶۹،

سعید)

الأجر، شرح ملسی الآخر، ص: ۲/۳، ۱) قرآن و اہدائہا نہ تصوعاً غیر آخرہ صل  
بہ، واما لو یوصی بأن یعضی شیء من مالہ لیس یقرأ القرآن علی قبرہ، فالوصیۃ باضدہ لأن فی معنی  
الآخرہ - کذا فی "الاختیار" - شرح فقہ اکبر، ص: ۱۶۰ (۲) ویسقط فی رد المحتار (۳) - فقط والتداعی لم  
حررہ العبد محمود کتوای عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸، ۵۷۷ھ۔  
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۳ شعبان، ۵۷۷ھ۔

### مردہ طریقتہ پر ایصال ثواب

سوال [۸۲۳]: مہربانہ تجہ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا یا مٹھائی رکھ کر کچھ سورتیں اور آیتیں پڑھ کر موقوف  
کو ثواب پہنچاتے ہیں اور بعض طریق میں خاص تر ریتیں اور مہینے اور جگہ، طعام وغیرہ بھی مخصوص ہے، مثلاً: امام  
جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوٹھار جب کی ۷۴ تاریخ کو کیا جاتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک گورا کوئلے کے کر  
اس میں کچھ حلوا، پکوری اور دیگر مشائیں بھر کر اور اتنی ہی جگہ لپ کر جس میں کوئلہ آ سکے کوئلے کو اس میں رکھ کر  
چندا اہاب و بلا کر اس کوئلے میں اسی جگہ بٹھا کر کھلانے کو ضروری سمجھتے ہیں، یا جب ہی میں بیوی کو صحت کرتے  
ہیں جس کو مردہ نہیں کھا سکتے بلکہ سہانگن عورتوں کے سوا بیوہ یا نکاح ثانی شدہ عورت کو بھی کھانا منع بتایا جاتا ہے۔

دسواں، مہسواں، چالیسواں یا شیشاں یا بری وغیرہ رسومات کو دین کی باتیں سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر  
جائز ہے تو ان افعال مذکورہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں؟ تو آپ نے ایصال ثواب کا کیا طریقہ  
اختیار فرمایا اور شریعت میں اس طریقہ مذکورہ بہ حیثیت خاصہ کے ساتھ صاف لفظوں میں مکمل طریقے کے مذکور ہے تو  
دلائل سے ثابت کر کے مقطور فرمائیے کہ صحیح پر کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایصال کا کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ دلائل

(۱) (کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳۸۳/۲، دار إحياء التراث بیروت)

(۲) (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۳۱، أو اخر مطلب: الدعاء للمیت ینفع حلالاً للمعتزل، فدیہی)

(۳) "تسبیہ" قال فی التحریر "و لم أر حکم من أخذ شیئاً من الدنیا لیجعل شیئاً من عبادتہ للمعطى، و  
سعی أن لا یصح ذلك اھـ" ائی لہذا ان کان احدہ علی عبادۃ سابقۃ یكون ذلك مباحاً، و ذلك باطل  
قطعی وان کان احدہ لیسعمل، یكون احارة علی الطاعة، و ہی باطلۃ ایضاً کما نص علیہ فی المتن  
و التبرجیح الخ - (رد المحتار، باب الحج عن الغیر ۵۹۵/۲، سعید)

مع حوالہ جات ارشاد فرمائیں اور افعال مذکورہ الحمد اربعہ یا خاندان اربعہ کے کسی بزرگ سے منقول ہیں؟ حضرت عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت فرما کر مشکوٰۃ فرمادیں۔ فقط۔

نواب الدین، ہندو راہ، کچی گلی دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ایصالِ ثواب بلا التزام تاریخ، دن، ہیئت وغیرہ کے قرآن کریم، تسبیح، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء کو کھانا، کپڑا، نقد وغیرہ کچھ دے کر جب توفیق ہو شرعاً درست اور نافع ہے (۱) اور جو صورتیں سوال میں درج ہیں وہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی ایسا نہیں کیا، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں، باغ وقف کر کے ثواب پہنچایا ہے۔ بعض نے نماز پڑھ کر، بعض نے صدقہ دے کر، بعض نے حج کر کے۔ ایک دو حدیث نقل کرتا ہوں:

فی صحیح البخاری (۲): "عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن سعد بن عبادۃ رضى الله تعالى عنه توفيت أمه وهو غالب عنها فأتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها فهل ينفعها إن تصدقت عنها؟ قال: "نعم" قال: فإني أشهدك أن حاططي المحراف صدقة عنها" - وفي السنن: أسند أحمد عن سعد بن عبادۃ أنه قال: يا رسول الله! إن أم سعد ماتت فأني أنصدقة أفضل؟ قال: "الماء" فحفر ثراءً، وقال: هذا أمه". كتاب الروح (۳)۔

(۱) تقدم تحريرها من الهداية للمرعبانى وفتح القدير لآلئ الهمام والعبادة للشيخ أكمل الدين محمد والسحر البرائق لآلئ نسجه وغيرهم رحمهم الله تعالى كلهم في باب الحج عن الغير، فراجع، تحت عنوان: "إيصال ثواب کے لئے محسن"

(۲) صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الإشهاد فی الوقف والصدقة والوصية (۳۸۷) (والتزمی فی الزکوة، باب ما جاء فی الصدقة عن الميت: ۱۳۵۱، سعید)

(۳) (رواه أبو داؤد فی الزکوة، باب فی فضل سقی الماء ۲۳۳۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(والتسانی فی الوصایا، باب فصل الصدقة عن الميت: ۱۳۴۲، قدیمی)

”عس نسی هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من دخل المسجد، ثم قرأ فاتحة الكتاب، وقل هو الله أحد، والهاكم التكاثر، ثم قال: اللهم إني قد جعلت ثوباً مفرقة من كل أمة لأهل حقنار من المؤمنين والمؤمنات، كانوا تصعد له إلى الله تعالى“.

عس نسي قال: كانت الأصنام إذا ماتت نهت الميت لحملوا إلى قبره يقرؤ له القرآن“، شرح المنصور (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی محمد مظاہر علوم بہارن پور، ۳ شعبان ۱۴۱۶ھ۔  
الجواب صحیح سعید احمد نقرہ، ۵ شعبان ۱۴۱۶ھ۔

### ایصالِ ثواب پر کھانا

سوال (۸۲۴): مردہ کے لئے ثواب رسانی کرنا اور پھر اس جگہ کھانا یا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ جائز نہیں، شامی نے اس پر مفصل استدلال کیا ہے (۲) اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی محمد مظاہر علوم بہارن پور، ۵ شعبان ۱۴۱۶ھ۔

کسی دوسرے مقام پر چاکر ایصالِ ثواب کرنا اور کھانا

سوال (۸۲۵): ایک جگہ بہت دور ختم قرآن میں ایک شخص گیا اور وہاں دکھائے تو بھوکا آنا

= (و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرکوة، باب فصل الصدقة، ص: ۱۶۹، قدیمی)

(۱) (شرح المنصور لحلال الدین السیوطی، ص: ۱۳۵، مطابع الرشید بالمدينة المنورة)

(۲) من جملة مسند الحاوی علی ثلاث صفحات ما قال ”قال تاج الشريعة فی شرح الهداية إن القرآن بالاحرة لا يستحق الثواب، لا للمبت ولا للقاری۔ وقال العینی فی شرح الهداية وبمنع القاری للدنيا، والاحد والمعطى ائمان“، (رد المحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الإستیحار علی الملاوة الخ: ۶، ۵۶، ۵۷، سعید)

(۳) (شفاء العلیل و بل العلیل فی الوصية باختصاص التهالیل، من مجموعة رسائل ابن عابدین، مطبوعه سہیل اکادمی لاہور)

پڑے گا کیونکہ دور ہے تو اس جگہ بعد ختم قرآن کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

وہاں نہ کھائے (۱) اور وہاں جانے کی ضرورت نہیں، ایصالِ ثواب اپنے مکان سے بھی کر سکتے ہیں۔

فظق واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین

مسوال [۸۲۰] : مردہ کے لئے دن متعین کرنا کہ فلاں دن ثواب رسانی کی جائے گی یہ جائز ہے یا

نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس قسم کی تعیین کو علامہ شامی نے روالحجۃ، کتاب الجنائز میں مکروہ لکھا ہے (۲)۔ فظق واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟

مسوال [۸۲۱] : زید کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ و حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رشیدیہ، الشرفیہ میں اس قسم کا فتویٰ دیا ہے

کہ اگر چہارم، بیچہ، چالیسواں نہ کرے بلکہ چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا وغیرہ پکا کر کھلانا جائز ہے اور اس

(۱) (لفظہ تخریجہ تحت عنوان "ایصالِ ثواب پر کھانا")

(۲) "و فی الزاویۃ : و یکرہ اتخاذ الدعویۃ لقراءۃ القرآن، و جمع الصلحاء و القراءۃ للحمہ، أو لقراءۃ

سورۃ الانعام أو الإخلاص و أطال فی ذلک فی المعراج، و قال : و ہذہ الأفعال کلہا للسمعة

و الریاء، و یحترز عہا : لأنہم لا یریدون بہا وجہ اللہ تعالیٰ"۔ (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی

کراہیۃ الضیافۃ من أهل المست ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعید)

(۳) کذا فی الزاویۃ علی هامش الہدیۃ، کتاب الصلوۃ، قبل الفصل السادس و العتروں فی حکم

المسجد ۸۱/۳، رشیدیہ)

کھانے کو مرغیب و امیر بر کوئی کھا سکتا ہے اور ایسا کرنا اور کھانا دونوں جائز ہے۔ ہاں اگر امیر اس کھانے کو کھانے تو ثواب نہیں ملے گا، البتہ جو مرغیب کھانے میں شامل ہیں اس کا ثواب مل جائے گا، یہاں ایک عالم دین جو کہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ شدہ ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تین سال گزارے ہیں اور وہ ہم خیل بھی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کوئی شخص چالیس دن کے اندر رہی کسی دن کھانا پکا کر کھلا دے تو جائز ہے اور اس کھانے کو امیر و مرغیب سب کھا سکتے ہیں، ہاں امیر کے کھانے کا ثواب نہیں ملے گا لیکن امیر کھا سکتا ہے، اس کو ہمارے علماء نے جائز کہنا ہے اور یہی ٹھیک ہے۔ ہمارے علماء میں مولانا گنگوہی، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ فتویٰ امدادیہ وغیرہ میں موجود ہے، یہی حق ہے بلکہ میلاد وغیرہ بھی اوجہ اللہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ شیرینی کی تقسیم وغیرہ سب جائز ہے۔ اب جب ایک عالم یہ کہے گا تو لوگوں کو بھینکنے میں دیر نہ لگے گی جنہوں نے ان بدعات کو ترک کر دیا تھا وہ بھی اس طرف مائل ہو گئے۔

### الجواب حامداً و مصلیاً :

زید کا جو استدلال آپ نے نقل کیا ہے اس میں کسی ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں، وہ حدیث کہاں ہے جس سے زید نے ثبوت دیا ہے اس سے لکھو ایسے، پہنچے گی ہم نے یہی پوچھا اور حوالہ طلب کیا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی و حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہما کی کتابیں بدعات کی تردید میں چھپی ہوئی ہیں وہ کسی بھی بدعت کو جائز نہیں فرماتے۔ امداد الفتاویٰ آٹھ جلدوں میں ہے، فتاویٰ رشیدیہ تین حصوں میں۔ راہبین قاطعہ اسی قسم کے مسائل پر لکھی گئی ہے جس پر حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید و تقریر ہے، ایک ایک بدعت کی جزا کا ذکر بھیجک دی گئی ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک میت کو ثواب پہنچانا شرعاً درست اور مفید ہے (۱) اگر اس میں کسی غیر ثابت چیز کا اختلاط نہیں ہونا چاہئے، انتقال میت کے وقت اور اس کے بعد جب بھی دل چاہے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، کسی دن یا کسی تاریخ کی اپنی طرف سے ایسی تعیین کرے کہ اس کا التزام ہونا

(۱) تقدم تحریر بحمد من باب الحج عن الغیر من الهدایة، فتح القدیر و رد المحتار و غیرہا من کتب النقلہ، فراجعہ، تحت عنوان "ایصال ثواب کے لئے مجلس"

ہے اور میت کو کھانے کا ثواب پہنچانا ہو اس کے مستحق غریبہ مساکین ہیں، مالدار نہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس میں اختفاء چاہئے (۱) نام نمونہ ہو (۲) اس کو تقریب بنا دیا جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار شرح درمختار (۳) اور تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ (۴) میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ اور تہذیب الفقہ (۵) المدخل (۶) میں بھی بحث مذکور ہے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ

(۱) فی صحیح البخاری "باب صدقة السر" و قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "أو رجل تصدق بمصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه" و قوله تعالى ﴿إِنْ تَسَاءَلُوا الصَّدَقَاتِ فَعَسَىٰٓ أَنْ تَعْلَمَوْهَا وَتُؤْتَوْهَا الْفُقَرَاءَ﴾ فهو خير لكم و يكفر عنكم سيئاتكم و الله بما تعملون خبير (البقرة: ۲۷۱) (كتاب الزكوة: ۱۹۱، قديمي)

و فی الصحیح لمسلّم: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "سبعة يظنهم الله في طلعه يوم لا ظل إلا ظله" الحديث وفيه "أو رجل تصدق بمصدقة، فأخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله". (كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة: ۲۳۱/۱، قديمي)

(۲) فی صحیح البخاری "باب الرباء في الصدقة" لقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ، وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ الآية (البقرة: ۲۶۴) (كتاب الزكوة: ۱۸۹/۱، قديمي)

"قال النسي صلى الله عليه وسلم: من سمع سمع الله به، ومن يراء يراء الله به" (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الرباء والسمعة: ۹۲۴) (ابن ماجة، باب الرباء والسمعة، کتاب الزهد، ص: ۳۱۰، قديمي)

(۳) (تفہدہ تحریحہ من رد المحتار، باب صلوة الحائض: ۲۴۰، و ۲۶۵ معید، تحت عنوان: "ایضاً ثواب کے لئے دن کا تعین")

(۴) (تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ، کتاب الإجارة: ۱۳۹، مطبعة مبسطة، مصر)

(۵) (لم اطلع علی هذا الكتاب)

(۶) "و أما إصلاح أهل الميت طعاماً، و جمع الناس عليه، فلم ينقل فيه شيء، و هو بدعة غير مستحب، و ينبغي أن يكون السليبة من أهم ذلك، لئلا ورد أنها نذهب الحزن" (المدخل لاس امير حاج:

۲۸۸/۳ - مصطفى الباسي مصر)



تعلیٰ کا فتویٰ میاں دشریف کے متعلق مستطیل چھپا ہوا ہے جس پر بہت سے اکابر کے دستخط ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعلیٰ کے رسالہ ”طریقہ موند شریف“ (۱) میں پوری تفصیل ہے۔ غرض اکابر کا مسلک مدت سے شائع شدہ ہے، نہ کسی جائزہ کو منع کرنے کا حق ہے نہ کسی بدعت کو چار کتبے کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والہد محمد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”دوسری صورت“ دیکھیں جس میں تقویٰ غیر مشرودہ موجود ہوں، جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں، مثلاً دروایات، مشرودہ خلاف والدین کی جاہیں، یا فروہ و شرودہ و خوش اغانی لڑکے اس میں غزل خوانی کریں، یا رشتہ و سہ کارام ماں اس میں شریع کیا جاوے، یا مدد ضرورت سے لڑاؤ، اس میں راشنی و فرش و آرایش، کمان و نیلہ و کاکٹلف کیا جاوے، یا نضرین کا لباس و وضع غیر مشرودہ و بدوہ و ان و امر بالمعروف، نہی منکر، نہ لڑنا چاہوے، یا لوگوں کو جمع کرنے کا اجتنام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اس قدر اجتنام نہ نہ، جماعت ۱۰۰۰ تک لے لے نہ، نہ بیٹا و لہر میں حضرت حق تعالیٰ میں نہ، یا حضرات ائمہ یا مجاہدین، سلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توجین و ست ثنی نہ، احتیاج یا استاذہ کی جاوے، یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جاوے یا وقت تنگ ہو جاوے یا اس کا قوی احتیاج ہو، یا بائی گھس کی نیت شہرت، تہذیبی، یا بے مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانا جاوے، یا کوئی امر اسی ضمن کا خلاف شریع اس میں پڑ جاوے، یا یہ دو صورت ہے جو آخر حوام و جہد میں شائع ہے اور شرعاً یا کھل جائز اور گھٹا ہے۔ (طریقہ موند شریف، ج ۱، ص ۲۰۲)

## مروجہ صلاۃ و سلام کا بیان

”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ کا ثبوت

سوال (۱۲۸): بعض علماء صلوٰۃ یعنی (صلی اللہ علیہ وسلم) عینہما رسول اللہ، و صلّی اللہ علیہ وسلم عینہما حبيب اللہ، ہالہ کو پڑھنا جائز و بدعت کہتے ہیں، بجائے اس کے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو ثواب اور زیادہ فضیلت سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ بتائیں کہ صلوٰۃ مذکورہ اور درود پڑھنا کیا ہے؟ اگر صلوٰۃ کا کسی حدیث کی کتاب میں ذکر ہے تو مہربانی کر کے اس کتاب کا حوالہ دینا چاہئے تاکہ ہم بھی اس گمراہی سے دور رہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ورد: ابراہیمی کا پڑھنا ہر جگہ سے درست اور موجب ثواب ہے (۱) اور ”الصلوٰۃ و السلام علیہما

(۱) ”عن کعب بن عجرۃ قال رضى الله تعالى عنه : قلنا : يا رسول الله ! السلام عليك قد عرفناه، فكيف الصلوة عليك“ قال ”قولوا: ”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد“۔ (سنن النسائی، کتاب السہو، باب کیف الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۱/ ۱۹۰، قدیمی)

و صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۴/ ۹۳۰، قدیمی کتب خانہ)

(و النصحیح لمسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التہنید۔ ۱/ ۱۷۵، قدیمی کتب خانہ)

(و سنن أبی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التہنید۔ ۱/ ۱۷۵، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(و سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ص ۶۳، قدیمی)

(و سنن الترمذی، أبواب الوتر، باب ما جاء فی صفة الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۱/ ۱۰۱، سعید)

رسول "لقد" کو دینے پر کہ حاضر ہو کر روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر یزحنا چاہیے (۱) دور سے اس طرح پڑھنے سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اس طرح پڑھا رہا ہے، دل کا حال کسی کو معلوم نہیں (۲) اس لئے اس سے احتیاط چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ  
اعلم، علہ آتمہ واختمہ۔

حررہ العبد محمد شفیع، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح ہند محمد تقی ام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت

سوال [۸۲۹]: ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صوۃ پکاری جاتی ہے، پھر سب لوگ سنت نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، بعد میں موذن عصا لے کر "ان اللہ" یا "اللہ حیا، کم" یا اردو میں کچھ نصیحت کر کے دو عصا امام صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتاب حدیث سے معلوم کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ خلفاء و راشدین کے حالات میں، نہ دیگر صحابہ

(۱) "روى أبو حنيفة رحمه الله تعالى في مسنده عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: "من السنة أن تاتى قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قبل القلعة، و نعمل طهرک إلى القلعة، و تسفل القبر بوحبك، ثم تقول السلام عليك أيها النبي ورحمة الله و بركاته و على ما ذكرنا يكون الواقف مستقبلاً وجهه عليه الصلوة والسلام و مصراً، فيكون أولی، ثم يقول في موقفه السلام عليك یا رسول الله، السلام عليك یا خیر خلق الله السلام عليك یا حبيب الله، السلام عليك یا سيد ولد آدم الح" (فتح القدیر علی الہدایہ، کتاب الحج، مسائل متنوعة، المفعول الثالث، ۱۸۰/۳، ۱۸۱، مصطفی البانی الحلبي، مصر)

(۲) قال الله تعالى: "إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، إِنَّهُ عَلِيمُ ندات الصدور" (آل

عمران ۳۹)

گرامی واقعات میں، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں، لہذا ایسی چیز اگرچہ صورتاً اچھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلہ فقہ ہے، بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے جس کو دین سمجھا جا رہا ہے (۱) اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے (۲)۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال [۸۳۰]: ہمارے یہاں براذان سے پہلے ”یا رسول اللہ“ کا درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ

حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، خلاف سنت ہے، البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا حدیث شریف سے ثابت ہے (۳)۔ ہر کام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے

(۱) ”وہی (البدعة) اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا معالدة، بل بنوع شبهة“۔ (الدر المختار)

وفی رد المحتار: ”(قوله: وہی اعتقاد)۔ وحينئذ فیسوای تعریف الشمسی لها بانها ما احدث علی خلاف الحق الملتفی عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال نوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً اھ، فافہم“۔ (۱/۵۶۰، کتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، کراچی)

”البدعة: هی الامر بالمحدث الذي لم یکن علیہ الصحابة والتابعون ولم یکن مما اقتضاه

الدلیل الشرعی“۔ (قواعد الفقه، ص ۲۰۳، الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهية، الصدف سائرور)

(۲) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من احدث فی أمرنا ہذا“ مالیس منہ فهو رد“۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۷۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، قدیمی کتب خانہ)

(وفیض القدیر: ۱/۵۵۹، رقم الحديث ۸۳۳۳، نزار مصطفى المازرباض)

(۳) ”ابن سنی طریقہ ہے“ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه انه سمع النبي صلى الله =

مطابق کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ

ایضاً

سوال [۸۳۱]: اذان دینے کے وقت اذان سے پہلے درود شریف یا کوئی تسبیحات آواز سے کہہ کر اذان شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو درود شریف پڑھ کر اذان دینا بہتر ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف اور تسبیح بہت فضیلت اور ثواب کی چیز ہے، مگر اذان سے پہلے ثابت نہیں، لہذا اذان سے قبل اس کا اضافہ نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ختم تراویح کے بعد ”الصلوۃ والسلام یا آدم صغی اللہ“ پڑھنا

سوال [۸۳۲]: بعد ختم تراویح ”الصلوۃ والسلام یا آدم صغی اللہ“ سب مصلی بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، غلط طریقہ ہے اس کو ترک کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۳ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین غنی رحمہ اللہ

= تعالیٰ علیہ وسلم بقول: "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول، ثم صلوا على، فإنه من صلى على صلوۃ، صلى الله عليه بها عشراً، ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة هي الحجة، لا تسعي إلا لعد من عباد الله وأرجو أن أكون أما هو، فمن سأل لي الوسيلة، حلت عليه الشفاعه". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن اهـ: ۱۶۶، قدیمی)

(۱) درود شریف اذان کے بعد شروع و منسوں ہے، مذکور اذان سے قبل ”رحمہ اللہ“ اذان سے پہلے درود شریف  
(۲) یعنی جو امور ان اصول سے ثابت نہ ہوں اور جن کو کفر یا کفر کے وہدعت میں لانا، مرنے والی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث میں =

تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا

سوال [۸۳۴]: ہمارے یہاں یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ بعد نماز تراویح چند لوگ جس میں بچے بڑے شامل ہیں صنوف کا یعنی اذان دینے کے بعد پیر یا مسجد کے صحن میں قبلہ رو ہو کر چند مخصوص انبیاء کرام پر آواز بلند اپنی شہادت کی انگلیوں کو دونوں کانوں میں رکھ کر صلوٰۃ و سلام اس ترتیب سے کیے بعد دیگرے پڑھتے ہیں

(۱) الصلوٰۃ والسلام تک یا حضرت آدم صلی اللہ

(۲) // یا حضرت نوح علی اللہ

(۳) // یا حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۴) // یا حضرت اسماعیل علیہ السلام

(۵) // یا حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۶) // یا حضرت داؤد علیہ السلام

(۷) // یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(۸) // یا حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا اس کی سند کسی معتبر کتب حنفیہ یا احمدیہ میں آتی ہے؟ یا کوئی فقہی جزئیہ مباح یا ناجز یا موجب خیر ہونے پر دلالت کرتا ہے تو بحوالہ کتب مع عبارت درج فرمائیں۔

۲۔ .... اس امر پر اصرار کرنے والوں نے اس کی سند میں کثر العمل ۱۱۹/۶ کا حوالہ دیکر یہ تنخّیہ لکھ کر مساجد میں آویزاں کیا ہے۔ ازراہ مہربانی اس مضمون کو ملاحظہ فرما کر لفظ بہ لفظ اس کی تحقیق سے آگاہ فرمائیں کہ کیا واقعی کثر العمل میں ایسی عبارت مندرج ہے؟ مضمون یہ ہے کہ ”ختم تراویح و وتر کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا موجب خیر ہے“ اور کثر العمل کی ۱۱۹/۶ میں ہے کہ ”انبیاء کرام کا ذکر عبارت ہے

= احدث فی امرنا هذا الخ“ کے تحت فرماتے ہیں

”أی أُنشأ واحترع واتى ما مر حديث من قبل نعمة (ما ليس منه): أی رأينا ليس له فی

الكتاب أو السنة عاصدا ظاهرا أو خفيا، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أی مردود علی فاعله لبطالة“

(فیض القدیر ۱۱: ۵۵۹۳، رقم الحديث: ۸۳۴۳، مکتبہ نزار ریاض)

بلکہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام پر ان ناموں کی صراحت کے ساتھ سلام کیا گیا ہے۔ اگر اس طرح تراویح اور وتر کے بعد ان پر سلام پڑھا جائے تو منع کرنا درست نہیں ہے۔ انبیاء کرام کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں، لہذا از روئے شرع شریف اس کے مہات ہونے پر دلیل یا غلط ہونے پر دلیل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ نیز کثر العمال کی ۶، ۱۱۹ کی عبارت کی تحقیق فرمائیں کہ کیا ایسی عبارت کثر العمال میں موجود ہے؟ خدا تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انبیاء علیہم السلام پر خاص کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سنوۃ وسام پڑھنا موجب قربت اور ان کا حق ہے (۱)، اس کے فضائل احادیث میں بکثرت موجود ہیں (۲)۔ لیکن سوال میں جو طریقہ لکھا ہے یہ طریقہ نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ فقہ سے، نہ سلف صالحین سے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

کثر العمال کی ۶، ۱۱۹ کی طرف اس کو مہسوب کرنے غلط ہے اور بہتان ہے، وہاں بالکل یہ موجود نہیں، نہ

(۱) قال أحمد بن حنبل الطیثی بعد بحث طویل: "و لہذا كانت الصلوۃ مما یقصد بہا فضاء حقہ، و یتقرب بأدائها إلی اللہ تعالیٰ". (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص ۴۷، قدیمی)

(۲) "عن أبی ہریرۃ - روى اللہ تعالیٰ عنہ - أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من صلی علی واحدہ، صلی اللہ علیہ عشرۃ". (الصحيح لسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۱، ۵۱، قدیمی)

"عن أنس بن مالک روى اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من صلی علی صلوۃ واحدہ، صلی اللہ علیہ عشر صلوات، و حطت عنہ عشر خطیئات، و رفعت لہ عشر درجات". (سنن النسائي، کتاب السجود، باب الفضل فی الصلوۃ علی النبی، ۱، ۹۱، قدیمی)

(و أنظر للنقص للسنن أبی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التشہد، ۱، ۴۷، امدادیہ)

روایں ماحہ، إقامة الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص ۲۵، قدیمی)  
(وسنن الترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۱، ۱۰، سعید)

تراویح کا ذکر ہے، نہ صلوٰۃ گاؤ یا تحن مسجد کا ذکر ہے، نہ کانوں میں انگلیاں دینے کا ذکر ہے، نہ جماعت بنا کر آواز بلند کر کے کا ذکر ہے، یہ سب جھوٹ ہے، غلط اور جھوٹ بات کسی کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے (۱) اور حدیث شریف کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے (۲) اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے اور ایسی بے سند باتوں کا ہرگز اکتبا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ محمد ام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بعد نماز جمعہ مروجہ صلوٰۃ و سلام

سوال [۸۳۴]: جامع مسجد خان پور میں دو چار ہفتے سے بعد نماز جمعہ سلام شروع کر دیتے ہیں جس کی کوئی سند نہ قرآن و سنت سے ملتی ہے، نہ صحابہ اور تابعین سے، سلام وہی مروجہ طریقہ پر باادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر با آواز بلند یہ لوگ ”یسا شفیع الوری سلام عنیک، یا نسی انھدی سلام عنیک“ اسی طرح پڑھتے ہیں، یا مساجد میں اسی طرح سلام پڑھنا جبکہ لوگ سنتیں و ثواب ادا کر رہے ہوں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَكْسِبْ حَبِیْثَةً أَوْ إِثْمًا تَمَّ بِرَمِّهِ بِرَبًّا، فَقَدْ احْتَمَلَ مَهْنًا وَ إِنْثَامًا مِیْنًا﴾ (النساء: ۱۱۴)

و قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالَّذِينَ یُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوا، فَقَدْ احْتَمَلُوا مَهْنًا وَ إِنْثَامًا مِیْنًا﴾. (الأحراب: ۵۸)

(۲) ”عن اسی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”تسموا باسمی ولا تکتسوا بکنبسی و من کذب علی متعمداً، فلیتوا مقعده من النار“، (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱۱۰، قدیمی)

(و مقدمة الصحیح لمسلم، باب تغلیط الکذب الخ ۷۱، قدیمی)

(و سنن أبی داؤد أبواب العلم، باب التشدید فی الکذب الخ: ۱۵۸۴، امدادیہ ملتان)

(و اس ماحہ فی مقدمتہ، باب التغلیط فی تعمد الکذب الخ، ص: ۴، قدیمی)



## الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور بڑی سعادت و خوش نصیبی ہے (۱) اور صلوٰۃ وسلام نہ پڑھنا بڑی محرومی اور بد نصیبی ہے (۲)۔ سلف صالحین نے ہمیشہ صلوٰۃ وسلام کو اپنے معمولات میں رکھا ہے اور رکھتے ہیں مگر اس کے لئے کوئی ایسی صورت از خود تجویز کرنا جس کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اور اس سے دوسروں کی نماز میں خلل بھی ہوتا ہو (۳) اور پھر اس کو ضروری سمجھ کر اس پر اصرار کرنا تو بدعت اور ممنوع ہے (۴)۔

سوال میں جو صورت درج ہے اس کا دلائل شرعیہ سے ثبوت نہیں، اس کو ترک کیا جائے اور روزانہ صبح و شام اُردو وشریف تنہائی میں پینچ کر ہر شخص اخلاص کے ساتھ پڑھا کرے بڑی ہی خیر و برکت کی چیز ہے، ہم از ہم سو سو مرتبہ صبح و شام کا اہتمام کریں۔ رزاد السعدی (المختار نوئی) (۵)، بشر الطیب (المختار نوئی) (۶)، فضائل

(۱) (تقدم تحریجہ من کتب الحدیث تحت عنوان: "صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت")

(۲) "و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من لم یسئ الصلوٰۃ علی، خطی طریق الجنة". (ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۵۰ قدیمی)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَوْمَ مَنْ أَطْعَمَ مِمَّنْ مَعَ مَسَاحِدِ اللَّهِ أَنْ يَذْكَرَ فِيهَا اسْمَهُ﴾. الآية. (القرآۃ ۱۱۴)  
قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذه الآية: "و ظاهر الآية العموم فی کل مانع، ولی کل مسجد، و خصوص السب (أی مسہ نزولہ) لا یسعه (وسعی فی خرابیہا) أی هدمہا و تعطیلہا و من أحسن حقاً و أنقص حقاً. (ممن مع) مواضع السجود لله تعالیٰ. و هی القلوب الی بعرف فیہا. فیسجد لہ باللقاء الدائمی (وسعی فی خرابیہا) بتکدیرہا بالنقصات و غلبۃ الهوی و ذواعی الشیطان والوہم الخ" (روح المعانی ۱/ ۳۶۳، ۳۶۵، دار احیاء التراث العربی)

(۴) "الإصرار علی المندوب یلحق بالکراهة" (السباعیہ شرح شرح الوفاۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، قبل فصل فی الفراءۃ ۲/ ۳۶۵، سہیل اکیڈمی)

(۵) (لحکیم الامۃ مولانا اشرف علی التھانوی)

(۶) (لحکیم الامۃ رحمہ اللہ ایضاً)

درویشیہ (۱)، القون البدیع (۲) وغیرہ میں درود شریف کے فضائل اور آداب تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴۲۰ھ۔ ۹۰ھ

فجر کی سنت سے قبل صلوٰۃ وسلام

سوال (۱۳۵): فجر میں سنت سے پہلے یا فرض و سنت کے بعد وقت میں "یس" کی سنت علیہ، یا رسول سلام علیہ "پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ان اوقات میں فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے فضائل، اسلام کے فضائل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل دیکھنا اور دوطائف، حمد و نعت وغیرہ۔

کسی نماز کے بعد حمد و صلوٰۃ حلقہ بنا کر پڑھنا

سوال (۱۳۶): فجر میں دعا سے بعد کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر "یس" کی سنت سلام علیہ، یا رسول سلام علیہ "پڑھنا کیسا ہے؟ یہ دعا کے بعد فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فجر کا وقت ختم ہو گیا ہو۔  
الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔ دین کی باتیں، فضائل و مسائل بیان کرنا بھی درست ہے، اس کا خیال رہے کہ لوگوں کی سنتوں میں غلطی نہ آئے، لیکن یہ وقت نہایت سکون کا ہے، درود شریف، تسبیح، استغفار، تلاوت میں آہستہ مشغول رہنا بہتر ہے (۳) درود شریف اس طرح پڑھنا چاہیے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِهِ

(۱) (لشیخ الحدیث مولانا محمد رکو با رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) (للعلامہ السحاروی رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۳) قال اللہ تعالیٰ ﴿وَ اذْکُرْ دَہْکَ فِیْ سَفْکٍ تَضَرَّعاً وَ حِیۃً وَ دُونَ الْجَہْرِ مِنَ الْقُرْآنِ ۙ اَلَا یَہْدٰی الْاَعْرَافَ﴾ (۲۰۵)

و قال علیہ السلام: "حبر الذکر الخفی" الحدیث زمسند الامامہ احمد: ۱/۷۰۱ و فہ

الحدیث: ۱۲۸۰: دار احیاء التراث العربی بیروت

(والبیہقی فی شعب الایمان، رقم: ۵۵۲)

أصحابه و بارئ و سلم۔

۲۔ ورود شریف کا یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام، محدثین عظام اور دیگر مسند صاحبین سے ثابت نہیں (۱)۔ ہر شخص یا جس کو توفیق ہوا اپنی اپنی جگہ پر نمبر: ۱ میں لکھے ہوئے طریقے پر پڑھتے تو بہت سعادت اور خیر و برکت کی چیز ہے (۲) یہ کھڑے ہو کر صحت بنا کر اس طرح پڑھنا اس میں فرائض زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کو اخلاص پسند و قبول ہے (۳) نیکش پسند و قبول نہیں (۴) نماز فجر کے بعد جب سب لوگ قرع

= و قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت الآیۃ المذكورۃ: "فیہ تحرید الخطاب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و هو عام لكل ذکر، فان الإحفاء أدخل فی الإحلاص و أقرب من القبول۔" و المرداوی الجہر رفع الصوت المفطر و بعدا و نہ نوع آخر من الجہر، قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: هو أن یسمع نفسه اهـ" (روح المعانی: ۱۵۴، ۱۵۵، إرجاء التراث العربی بیروت)

و فی الدر المختار: "هل بکرة رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: "نعم" وفي رد المحتار: "و عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه کره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنائز" فالإسراء افضل حيث عیف الریاء أو تأذی المسلمین أو الیام الخ" (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ۳۹۸، ۶، سعید)

(و کذا فی فیض القدیر للمنای: ۳۱۴۵، ۶، رقم الحدیث ۳۰۰۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض)  
(۱) اور یہ کہ ان اصول سے ثابت نہ ہواں کو دین کچھ کر کر پڑعت ہے کما مر تحت عنوان "قسم تراویح کے بعد الصلوٰۃ اسلام آباد میں فی اللہ رحمۃ اللہ الخ (۲)

(۳) (تقدم تخريجه من كتب الحديث. تحت عنوان: "صل الله عليه وسلم ان الله كما ثبت")  
(۴) قال الله تعالى: ﴿و ما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء﴾ (النساء: ۵)  
(۵) "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من سنع سمع الله به، و من برآء برآء الله به" (صحیح البخاری - کتاب الرفاق، باب الریاء والسبعة: ۹۶۴، قديمی)  
(و ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الریاء والسبعة ص: ۳۱۰، قديمی)  
(و الصحيح لمسلم، کتاب الزهد، باب تحريم الریاء ۳۱۴۴، قديمی)

ہو چکیں تو وہی ضروریات، فضائل و مسائل بیان کرنا اور تعلیم دینا بہت بہتر اور مفید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ

سوال [۸۳۷]: جو طریقہ درود و سلام کا ”درو اکبر، دعائے گنج العرش“ وغیرہ میں مذکور ہے جیسے

”الصلوٰۃ والسلام عنینک یا رسول اللہ“ اس طریقہ خاص کا قبول قرآن مجید احادیث نبویہ علی صاحبہا ائف تحیۃ والسلام، تعامل صحابہ سے ہے یا نہ؟ اور طریقہ درود و سلام جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیا ہے؟ اور دیار ہند یا دیگر ممالک میں اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود میرا سلام سن رہے ہیں اور طریقہ مذکورہ استعمال کرے تو آیا وہ اس عقیدہ و خیال میں حق بجانب ہے یا ممنوع شرعی لازم آتا ہے اور مطابق عقیدہ اہل سنت والجماعت ”یا رسول اللہ، یا نبی اللہ السلام عنینک“ کا استعمال کہاں تک درست ہے؟ جواب اگر مع حوالہ مرحمت فرمائیں مزید باعث اطمینان ہو۔ بینو اتوجردا۔

سائل: الفخر محمد شلیل الرحمن عفا اللہ عنہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

”عن عبد الرحمن بن أسى لیلی قال: فقیسی کعب بن عجرة رضى الله تعالى عنه، فقال: ألا أهدى لك هدية سمعته من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ فقلت: بلى! فأهدهالى، فقال: سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلنا: یا رسول اللہ! کیف الصلوٰۃ علیکم اهل النبى؟ فبان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک، قال: ”قولوا: أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ“، متفق علیہ (۱)، إلا أن مسلماً لم يذكر: ”على“

(۱) (صحيح البخارى، كتاب الدعوات، داب الصلوٰۃ على النبى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲/۹۳۰،

قديمى كتب حانہ)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوٰۃ، داب الصلوٰۃ على النبى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد التشهد

۱۷۵، قديمى)

أما قوله "في أحد صعيين مشكوة شريف" ص: ٨٦ (١) -

عنه (ي) عن من مسعود رضي الله تعالى عنه (ع) قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبعثون من أمته السلافة". روة النسائي (٢) الأذاري (٣) مشكوه شريف، ص: ٨٦ (٤) -

“عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “من صلى عنده فمضى سمعته، ومن صلى على نائياً أبعثته”. رواه البيهقي في شعب الإيمان“ (٥). مشكوة شريف، ص: ٨٧ (٦).

روایات ہالہ سے چند امور ثابت ہوئے: اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود شریف کی تعلیم دی ہے اور یہ تعلیم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کے جواب میں ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس درود شریف

(١) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص ۸۶، قدیمی)

٢٣) (أخبر به السماوي في المذهب ، باب التسليم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ١٨٩/١ ، قديمي)

(وأحمد في مسنده ١/١٢٨، وابن حبان في صحيحه: رفع الحديث ٩١٢)

و الحاكم في المستدرک ۴/ ۳۳۱، وقال: صحيح، ولم يخرجاه، والله الذی

(٣) (سنن الدارمي ٢، ٩٠، ٨، كتاب الرفاق، باب في فصل الصلاة على النبي ﷺ، قديمي)

(٣) (المشكوة المصاحح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها، ص. ٨٦. قديمي)

(2) (شعب الإيمان للبيهقي، ١٢٨٣هـ)

وقال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "قال البيهقي: رواه في شعب الإيمان وفي كتاب حياة الأنبياء" من حديث محمد بن مروان عن الأعمش عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه. وصعفه في كتاب حياة الأنبياء باب مروان هذا، وأشار إلى أن له شواهد وقال العقيلي حديث لا أصل له، وقال ابن دحية موضوع لعمدة محمد بن مروان السدي، قال وكان كذاباً، أورده ابن الحوري في الموضوع. وفي الميراث ابن مروان السدي تركوه، واتهم بالكذب. ثم أورده هذا الخبير" (فيض القدير ١١: ٥٨٨٨، رقم الحديث ٩٨١٣، مكثه مراد مصطفى الباز رياض)

٦ (المذكورة)، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفصلها، ص ٨٤، (قديمي).

کے متعلق سوال کیا تھا جس کا ذکر تشہد میں ہے (کذا ہی ہامعش مشکوٰۃ المصابیح) (۱) اور جس کو صحابی کہتے ہیں **فہن اللہ قد علما** اور اس کے جواب میں اس درود شریف کی تعلیم دی گئی ہے جس کو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس وجہ سے یہ افضل ہے۔ کما صرح بہ مولانا علی القاری (۲)۔

دوم یہ کہ جو شخص حضور پرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے قریب سے درود شریف پڑھتا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں (۳) چوں کہ آپ کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے (۴)۔

سوم یہ کہ جو شخص دور سے پڑھتا ہے تو وہ آپ کو بذریعہ ملائکہ سنا سن رہا ہو چکا جاتا ہے (خود نہیں سنتے کما ہذا الطاهر من الثغالی) (۵) پس دور سے "النصوة والسلام علیک یا رسول اللہ" اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ ملائکہ اس صلوة و سلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں تو درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو بخیر لکھتا ہے اور اس میں صیغہ خطاب استعمال کرتے ہیں اور چاہتا ہے کہ مکتوب ایہ کے

(۱) "عن عبد الرحمن بن ابي ليلى قلنا: يا رسول الله! كيف الصلوة عليكم اهل البيت؟ فان الله قد علمنا كيف سلم عليك، قال: "قولوا: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد الخ." (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب الصلوة على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸۶، قدیمی کراچی)

(۲) قال علی القاری "فأردوا تعلیم الصلوة أيضاً علی لسانہ بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل" (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۶/۳، مکتبہ رشیدیہ کونہ)

(۳) (تقدم نخریجہ من البیہقی و مشکوٰۃ المصابیح، تحت رقم الحاشیہ ۵، ۶، ص: ۱۱۲)

(۴) "فیہ إشارة إلى حیالہ الدائمة، و فرجہ ملوع سلام آمنہ الكاملة." (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوة، باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فضلہا، ۱۲/۳، رشیدیہ)

(۵) "یبلغونی من التبلیغ، و قیل: من الإیلاخ یوصلون (من أمی السلام) إذا سئما علی قلیلاً أو کثیراً، أو هدا مخصوص من بعد عن حضرة مرقدہ المنور و مصجعه المظہر، و فیہ إیماء الی قبول السلام حیث قلنہ الملائکة و حملنہ الیہ علیہ السلام" (مرقاۃ المفاتیح، ۱۲/۳، رشیدیہ)

پس میرا خط بذریعہ ڈاک پہنچے گا تو درست ہے۔ اور اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ آل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بالاتوسط اس کو سنتے ہیں اور ہر جگہ ضرور ناظر ہیں تو یہ اعتقاد ادویث اور شریعت کے خلاف ہے، ہر جہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ضرور ناظر نہیں، اس اعتقاد سے تو یہ فرض ہے کہ یہ عقیدہ شرک سے (۱)۔

عوام چونکہ اس فرق کو نہیں سمجھتے اس لئے ان کو ایسے مواقع پر صیغہ خطاب استعمال کرنے سے روکنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب لکنوئی عبد اللہ بن معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد نگر، کیم، رجب ۵۶ھ۔

صحیح: عبد العزیز مدرسہ مظاہر علوم، ۶، رجب ۵۶ھ۔

(۱) کیونکہ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عقیدے کی نفی کی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت نامہ بیان کیا ہے لہذا یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہونے کی بنا پر باطل ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ أَهْلُم مَّا كُنْتَ مِنْ الشَّاهِدِينَ﴾ (آل عمران: ۳۴)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِحِجَابِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْتَ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ، وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص: ۳۴)

قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ أي من جملة

الحاضرين للنوحى إليه أو الشاهدين على النوحى إليه عليه السلام فإنه قد نفى الحضور أولاً

ففي قوله تعالى ﴿وَمَا كُنْتَ بِحِجَابِ الْغَرْبِيِّ﴾ وكذا إرادة المعنى الثاني ملزوم لحو ذلك لما أن

نفى الحضور يستلزم نفى كونه من الشاهدين بذلك المعنى ما كنت حاضراً بجانب

الغربي إذ قضيت إلى موسى أمره - حتى يكون لك علم بما وقع لموسى عليه السلام،

فتحصر بهذا الساس، المراد ما كنت من الشاهدين ذلك الزمان، فيكون نفياً لحضوره و

مشاهدته ذلك الزمان أعم من أن يكون بجانب الغربي أو غيره، (روح المعاني: ۲۰، ۸۵، ۸۶،

دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَاهُ﴾ (الآية: القصص: ۲۶)

"إن المراد ما كنت حاضراً مع موسى عليه السلام بجانب الطور لثقف على أحواله، فتحصر

به الساس" (روح المعاني: ۲۰، ۹۰، دار إحياء التراث العربي)

بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً پڑھنا

سوال [۸۳۸]: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو درود شریف نماز میں پڑھا جائے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، ہر نماز کے بعد جگہ ہر وقت رات دن میں درست ہے (۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے (۲) ورنہ بجلی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں (۳) اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ والحمد للہ وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا

سوال [۸۳۹]: وعظ و نصیحت کی مجلس میں درود شریف با آواز بلند پڑھنا، نیز آخر میں قیام کرنا

درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف بڑھنا باعث برکت اور موجب ثواب ہے (۴) لیکن چلا کر پڑھنا اور شور مچانا منع ہے

(۱) (تقدم نحر بحہ تحت عنوان "سنوۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ")

(۲) تقدم نحر بحہ تحت عنوان "فجر کی سنت سے قبل سنوۃ و سلام"

(۳) حدیث شریف میں ہے "خیر الدعاء الخفی" (مسند الإمام أحمد: ۱/۴۲۱)

(والبیہقی فی الشعب، رقم الحدیث: ۵۵۲)

"والمراد بالجمهور رفع الصوت المفروض، و بما دونہ نوع آخر من الجمهور، قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما هو أن يسمع نفسه، وقال الإمام: المراد أن يقع الذكر متوسطاً بين الجمهور والمحافظ". (روح المعاني ۹/۱۵۴، دار احیاء التراث العربی بیروت).

(۴) (تقدم نحر بحہ من كتب الحديث تحت عنوان "صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ثبوت")



کیونکہ یہ دعاء ہے (۱) اور دعاء میں اصل اخفاء ہے (۲) اور مختار میں ہے۔

”تحدیث میں ذکر کرب عہدہ“ فیہ حصہ ۰۰ پر عالج الأعضاء، رفع انصبوت جہل اہل قال  
فی الہندیۃ: رفع انصبوت عند سماع القرآن، و تعظ مکرہ ۰۰ ما یفعلہ النہین یذعنون (تحدید،  
لہ حسنہ لا اصول نہ، و یجمع انصوبۃ من رفع انصبوت، و حریق شتاب، کذا فی التمرایۃ اہل  
(رد المحتار، ۵۷۱/۱) (۳)۔ قیام ایسے وقت بدعت ہے، لا اصل نہ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنوی غنا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم مبارک پور

صحیح عبد الحلیف، جواب صحیح ہے سعید احمد غفر لہ ۱۴ اشوال ۵۶ھ

وعظ میں بلند آواز سے سامعین کا درود و شریف پڑھنا

سوال [۱۴۰]۔ بعض واعظین کی عادت ہے کہ وعظ کے درمیان سامعین سے درود و شریف

پڑھواتے ہیں جبراً۔ آیا اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں، اگر موجود نہیں تو کیا بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو کوئی، آیا  
بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ نیز بعض واعظین کی عادت ہے کہ خطبہ اور آیت کریمہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے  
ہیں، پھر وعظ شروع کرتے ہیں، نیز وعظ ختم کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز  
اذان کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل موجود ہے؟ امیڈا تو جروا۔

عبد الغفور نظامی صوبہ آسام سہت۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وعظ میں سامعین کا بلند آواز سے درود و شریف وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے، اگر پڑھیں تو آہستہ پڑھیں

(۱) ”قال صدر السريعة يحوز أن يكون المعنى واحداً حقيقياً، وهو الدعاء“۔ (روح المعاني نحت

قوله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ﴾ الآية: (۷۹، ۲۴)، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً﴾، إنه لا يحب المعتدين ﴿﴾۔ (الأعراف ۵۵)

(۳) رد المحتار على الدر المختار، ماب صفة الصلوة، آداب الصلوة ۵۱۹/۱، ايج ايم سعيد)

(۴) ”ونظير ذلك في كثير بعد ذكر مولود صلى الله تعالى عليه وسلم ووضع أمه له من القيام، وهو أيضاً

بدعة، لم ترد فيه شيء“ (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي رحمه الله تعالى، ص: ۱۱۴، قديمی)

”رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه“۔ تلمیذی: ۱: ۵۴۱ (۱)۔

دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، باتھوانہ کر ہوا بغیر باتھوانہ کے ہو، وعظ کے شروع کرنے سے پہلے ہو یا ختم کر کے ہو، اذان کے بعد خصوصیت سے رفع یدین یا ترک رفع کی تصریح نہیں، دونوں طرح درست ہے، کسی ایک شے پر اصرار نہیں چاہیے ”لأن الإصرار بمنع مسموٰی ہنی حد نکرہۃ“ کما فی السعایۃ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ننگوئی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۱/۶/۶۳ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ۔

مجلس وعظ میں درود شریف جہراً پڑھنا

سوال (۸۳۱): مجلس وعظ میں بعد اجماع و تراویح میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا پڑھنا، نیز نہ پڑھنے پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلياً:

مکروہ ہے اور مسلمان کو اس پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ کذا فی رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ننگوئی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۸/ذی الحجہ/۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ حذا۔

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ذی الحجہ/۵۸ھ۔

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة، مطلب، نص العلماء علی استحباب الصلوة الخ ۵۱۹، سعد)

(۲) السعایۃ، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة، ذکر البدعات ۲۶۵/۲۰ سہل اکیڈمی لاہور)

(۳) ”رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه“۔ (رد المحتار، باب صفة الصلوة، مطلب نص العلماء، علی استحباب الصلوة الخ: ۵۱۹، سعید)

اجتماعی درود و جہراً پڑھنا

سوال [۱۸۴]: ایک مسئلہ یہ ہے کہ وعظ کی مجلس میں کچھ کچھ وقت کے بعد سب اہل مجلس کا شور مچا کر درود شریف پڑھنا، نیز بعد نماز عشاء اور دیگر نماز کے بعد تمام مصطفیٰ شوریہ پڑھنا درود شریف پڑھتے ہیں، آیا ہوا فقہ شریعت نردہ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف دعا ہے اور دعا میں مطلوب اخفاء واجب و افضل ہے (۱)۔ صورت مذکور: سب سے شور مچا کر درود شریف پڑھنا ثابت نہیں بلکہ بے اصل و بدعت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد گشتوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر سوم۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم بہار نیورہ، ۸/رجب/۱۳۵۶ھ۔

آواز سے صلوة و سلام

سوال [۱۸۵]: آن کل اکثر مسجدوں میں غنیمتوں کے نام پکار پکار کر سلام پڑھتے ہیں بعض حضور ارم علیہ السلام کے نام سے سلام پکار پکار کر پڑھتے ہیں۔ یہ رواج کیسا ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح صلوة و سلام پڑھنا ثابت نہیں (۳)، دور سے تو اس طرح پڑھا جائے جس طرح نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اور روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ملکی و رومیانی آواز سے انتہائی ادب و محبت کے ساتھ صیغہ مخاطب سے پڑھا جائے، بلند آواز سے چلا کر وہاں بھی نہ پڑھا جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

(۱) (تقدیم نحر بحہ تحت عنوان "خبر کی سنت سے قبل صلوة و سلام")

(۲) (تقدیم نحر بحہ من حصص القدیر تحت عنوان "خبر تراویح کے بعد الصلوة والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم")

(۳) (تقدیم نحر بحہ تحت عنوان "خبر تراویح کے بعد الصلوة والسلام یا آدم صلی اللہ علیہ وسلم")

(۴) قال ابن الہمام "و ما یفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المذینة والمنی علی أقدمه الی ان -

ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

سوال [۸۳۴]: نماز ختم کر کے درود پاک پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور آرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کا تحفہ بھیجنے بہت بڑے ثواب کی چیز ہے (۱)، ہر مسلمان کو چاہیے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کرے مگر اخلاص کے ساتھ آہستہ پڑھے (۲)، بلند آواز سے اس طرح پڑھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تشویش ہو اور نماز پوری کرنی مشکل ہو جائے یہ ٹھیک نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۸۸ھ۔

نماز کے بعد سلام پڑھنا

سوال [۸۳۵]: مسجد میں بعض لوگ نماز فجر کے بعد سلام پڑھتے ہیں اور تبلیغ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہم کو بانی کہتے ہیں۔ تو بعد نماز فجر سلام پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

« بدخلها حسن، وکل ما کان ادخل فی الأدب والإحلال کان حسناً » وروی أبو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: «من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قبل القبلة، وتجعل طهرک إلى القبلة، وتستقل القبر به جھک، ثم تقول، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته». (فتح القدیر، کتاب الحج، مسائل متنورة، المقصد الثالث: ۱۸۰، ۳، مصطفی النالی الحلبي، مصر)

(۱) (أنظر صحيح البخاری، کتاب الدعوات، والصحيح لمسلم، کتاب الصلوة، ومس أنس دارؤد کتاب الصلوة، والترمذی أبواب الوتر والسنانی کتاب السهو، وابن ماجة کتاب إقامة الصلوة کلہم فی باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وقد تقدمه تحریجہ تحت عنوان «صلی اللہ علیہ وسلم»)

(۲) قال الله تعالى: «وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء». (البقرة: ۲۰۵)

(۳) (تقدم تحریجہ من روح المعانی، ورد المحتار و فیض القدیر تحت عنوان «تجرس صوت من قبل صلوة»)

## الجواب حامداً ومصلحاً:

مدینہ منورہ میں روزہ اقدس کے پاس حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام اس طرح پڑھانے کے "انصلوٰۃ والسلام عیبت رسول اللہ" (۱) دور سے اس طرح پڑھانے کے "لنہم صلی سیدنا و مولانا محمدنا علیہ السلام" حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص روزہ اقدس کے قریب حاضر ہو کر پڑھتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ خدمت اقدس میں پہنچایا جاتا ہے (۲) اور جو شخص روزہ اقدس کے قریب حاضر ہو کر پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں" (۳)۔ اور صلوٰۃ وسلام اور سے آہستہ پڑھا جائے جیسے نماز میں پڑھا جاتا ہے، نہ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے، نہ آواز ملانے، نہ زور سے پڑھنے کی یہ تو ایک جگہ ہے۔ اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بہندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

## ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۸۶۱]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو یہ قطعاً حرام کہتا ہے، مزید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

## الجواب حامداً ومصلحاً:

بعض حضرات اکابر نے اس موقع پر نماز کی طرح ہاتھ باندھنے کو منع فرمایا ہے مگر دوسرے بعض اکابر نے اس کو آداب میں شمار کیا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: "و در وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وقوف در آن جناب با عظمت دست راست بر دس چپ بھند، چنانچہ در حالت نماز کند، کرمانی کہ از علمائے حنفیہ است تصریح باین معنی کردہ است۔" حذب القلوب، ص: ۲۱۷ (۴) لہذا اس میں تشدد نہیں چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۱ھ۔

(۱) نفاذ تخریجہ نحت عنوان: "آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا"

(۲) نفاذ تخریجہ نحت عنوان: "صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ"

(۴) حذب القلوب الی دیار المحبوب، ص: ۲۱۷، باب شانودھم در ادب زیارت الخ، فصل، فیض مافی

## بر جمعرات کو محفل درود اور شیرینی

سوال [۸۴]: بر جمعرات کو پابندی سے بعد نماز عشاء محفل درود و شریف اعلان کر کے منعقد کرنا اور بغیر کسی جبر کے دو ایک حضرات بخوشی اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ سب کیسا ہے؟ اگر مناسب ہو تو کوئی اور بہتر طریقہ عمل درود و شریف کا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دن کی پابندی بر جمعرات، وقت کی پابندی بعد نماز عشاء، تداوی (اعلان) کے ساتھ، محفل منعقد کرنا سلب صالحین، صحابہ، تابعین، محدثین و فقہاء سے منقول نہیں ہے (۱)۔ اپنی خوشی سے کوئی صاحب اگر شیرینی تقسیم کر دیں گے تو اس سے جبر یہ شیرینی کی قباحت تو ختم ہو جائے گی مگر دوسرے قباح پھر بھی موجود ہیں۔

درود و شریف کے فضائل احادیث سے خوب ثابت ہیں، جمعہ اور شب جمعہ میں کثرت سے درود و شریف پڑھنے کی ترغیب بھی ثابت ہے (۲)، مگر اس کے لئے یہ محفلیں منعقد کرنا ثابت نہیں، جو محفل تنہا مسجد میں یا مکان میں جس قدر توفیق ہو درود و شریف دل لگا کر اخلاص کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ پڑھا کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)۔ شیرینی جب دل چاہے جس قدر چاہے بازار سے خرید کر کھالیا کرے، غریب اور دوستوں کو بھی جس قدر چاہے کھلایا کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

(۱) اور اس طرح کے غیر منقول کام دین کچھ کرنا بدعت ہے، کما اتقدم تخبر بجه تحت عنوان "ان ان کے بعد بہت کلمات نصیحت"۔

(۲) تقدم تحريجه تحت عنوان "سئل الله تعالي يا رسول الله"۔

(۳) "عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم على صلوة" رواه الترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و فصلها، ص ۸۶۔ قدیمی)

## درود تاج

سوال [۸۴۸]: درود تاج کا پڑھنا کیسا ہے، کیونکہ اس میں "دافع تسلّا، والوس، ولفحص و نعرص" وغیرہ کے الفاظ ہیں، اس درود کی فضیلت بہت زیادہ لکھی ہے، اس درود کی ترتیب سب اور گس نے کی اور چیکبک وغیرہ میں عام طور سے یہ درود پڑھ کر دم کرتے ہیں، حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم میں اس درود کو پڑھنا شرک و بدعت قرار دیا ہے، کہاں تک درست ہے؟ عوام کو دفع مرض و وظیفہ کے طور پر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس کو پڑھنے سے گناہ و عتہ ہے یا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابتداءً معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا ہے، جو فضائل عوام جہاں بیان کرتے ہیں وہ محض غلط اور غلو ہیں، احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں (۱)، نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، صحیح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مخصوص من گھڑت درود

سوال [۸۴۹]: ہمارے علاقے میں ایک درود پڑھتے ہیں "صل علی نبینا، صل علی محمد، و"

(۱) قال علی القاری بعد بحث: "فأرادوا تعلیم الصلوة أيضاً علی لسانہ بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل" (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفصلها: ۶۰۳، وشیدہ)

(۲) "آنچه فصائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند، غلط است۔ و قدر آن بحر بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال، و تالیف این بعد مرور صدہا سال واقع شد، پس چگونہ در این صیغہ را موجب ثواب قرار دادہ خود، و آنچه در احادیث صحاح صیغہائی درود وارد شدہ، آنرا ترک کردن و این را موعود بثواب جزیل پسنداشتن و ورد ساختن بدعت صلاحت هست۔ و چون آن کہ در آن کلمات شرکیہ مذکور اندادبشہ خرابی عقیدہ عوام است۔ لہذا ورد آن موعوم هست، پس تعلیم درود تاج همانا سبب قاتل عوام میردن است کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ متلا شونند، و موجب ہلاکت ایشان گردد، فقط واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۷۷)

بدم پر حضور و در حضرت بھی ہیں یہاں موجود پر حوصل علی محمد الخ“ یہ دروہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا سن گھڑت ہے؟  
الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح کسی حدیث سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں صحیح نہیں، اس سے توبہ لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دروہ لکھی وغیرہ کی تعریف

سوال [۸۵۰]: ”نورنامہ، عہدنامہ، دعائے تنج العرش، درود تاج، دروہ لکھی“ کی اصلیت کیا ہے؟  
ان کی تعریف درست ہیں یا مبالغہ؟ دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا لوگوں نے خود تالیف کیا ہے؟ ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟  
الجواب حامداً ومصلياً:

ان کی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھی ہیں بے اصل ہیں، بجائے ان کے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف، استغفار پڑھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایک درود شریف

سوال [۸۵۱]: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا دَامَتْ الصَّلٰوةُ، وَ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا دَامَتْ اَرْحَمَةُ، وَ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ، وَ صَلِّ عَلٰی صُوْرَةِ مُحَمَّدٍ فِي الصُّوْرِ، وَ صَلِّ عَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَسْمَاءِ، وَ صَلِّ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَنْفُسِ، وَ صَلِّ عَلٰی جِسْمِ مُحَمَّدٍ فِي الْجَسَدِ، وَ صَلِّ عَلٰی نُرَةِ مُحَمَّدٍ فِي النُّوْرِ، وَ صَلِّ اَللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَنَّهُ وَ اَصْحَابُهُ وَ اَزْوَاجُهُ وَ دُرَرَاتُهُ وَ اَهْلُ بَيْتِهِ وَ اَحْبَابُهُ اَجْمَعِيْنَ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحْمِيْنَ“۔

یہ ایک عہدنامہ میں لکھا ہے اس کی بہت فضیلت لکھی ہے، یہ درود شریف درست ہے یا نہیں، اس کو

(۱) کیونکہ یہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرکیہ اور باطل عقیدہ ہے۔ کما نقدہ تحت عنوان ”صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ“



پڑھ کر کیا ہے؟ جواب سے واضح طور پر مطلع فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فی نفسہ اس درود شریف کا پڑھنا بھی درست ہے، اس کے اکثر کلمات ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَظِيمِ“ (۱) میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کئے ہیں، مگر جو فضائل کثیر و عہد نامہ میں درج ہیں وہ قابل وثوق نہیں، افضل درود شریف ۱۰ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے، جیسے کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

### ایک خاص درود شریف کے فضائل

سوال [۸۵۲]: میں نے ایک کتاب میں ایک درود شریف کے بارے میں دیکھا ہے کہ جس کے چالیس فائدے بتلائے گئے ہیں: پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور پانچ ہزار گناہ معاف ہوسکتے اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ منافق نہیں ہے اور قیامت کے روز وہ شہداء کے ساتھ اٹھے گا، مال میں ترقی اور اولاد میں برکت ہوگی، روز قیامت حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”فداہ اسی و امی“ اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔ ”اللہم اجعلنا منہ“ درود شریف یہ ہے: ”صلی اللہ عنی النبی الامی و آلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدقہ و سلاماً علیک یا رسول اللہ“۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ درود شریف حدیث کی کون سی کتاب سے ثابت ہے؟ اور صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) ”او صلی اللہ علی سیدنا محمد وسلم، اللہم صل علی جسدہ فی الاحساد، و علی روحہ فی الارواح، و علی موقعہ فی المواقف، و علی متہدہ فی المشاہد، و علی ذکرہ اذ ذکر صلوة ما علی فیما الخ“ (الحزب الأعظم للفقاری ص ۱۸۰۔ نور محمد کراچی)

اور بھی اسی قسم کے کئی درود موجود ہیں تفصیل کے لئے مراجعت کریں۔

(۲) (تقدیم تحریرہ تحت عنوان ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے لکھے ہوئے الفاظ درود شریف مجموعی یکجائی اس ترتیب سے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھے، جو الفاظ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں ان کو ہم نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے اور اس مقصد کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں، علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”القول البدیع“ (۱) اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ”زاد السعید“ اور حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی کی ”فضائل درود شریف“ میں تفصیل سے الفاظ درود شریف کو جمع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ الفقہ الدین مفتی عبدالغفور، دیوبند، ۲۰/۲/۹۰ھ۔

روضہ اقدس ﷺ کے فوٹو پر درود و سلام پڑھنا

سوال [۸۵۳]: میں نے عقیدت کی بنا پر حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس کے فوٹو کو فریم کر کے رکھ لیا ہے، جب کبھی اس پر نگاہ پڑتی ہے تو بے اختیار درود شریف پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے، لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا ہوں کہ معلوم نہیں یہ میرا فعل شرعاً کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روضہ اقدس کے نقشہ کو احترام کے ساتھ رکھنا اور اس کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں اور درود شریف تو بہت بڑی دولت و سعادت ہے، جس قدر بھی پڑھا جائے نورانی نور ہے، لیکن اس نقشہ کو سامنے رکھ کر ایسا نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ اس نقشہ میں اصل قبر مبارک ذہن میں نہ بیٹھ جائے، اگر آپ اس سے محفوظ بھی رہے تو جن کو یہ علم ہوگا کہ آپ اس نقشہ کو دیکھ کر درود و سلام پڑھا کرتے ہیں ان کے بتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، بہت

(۱) القول البدیع فی الصلوۃ علی الحب الشقیق للعلامة السخاوی، مشتمل علی مقدمة، و خمس

اسواب، کل باب یشتمل علی فصول و فی اولہ تعریف الصلوۃ لعدۃ و اصطلاحاً مع بحوث طویلة، و فی

احرہ خانمة، من مطبع المکتبة العلمیة بالمدينة المنورة،

پر کسی کی ابتدا اسی طرح ہوئی تھی۔ آپ اس طرح درود شریف پڑھیں کہ یہ تصور قائم ہو کہ ملائکہ ہمارے اس درود شریف کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پارگاہ عالی میں پیش کر دیتے ہیں، یہ حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)۔  
فَلْيَا وَاللَّهِ سَجَدَ تَعَالَى الْعَلَمُ۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۱۰ھ۔

نماز کے بعد نقشہ مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا

سوال [۱۵۴]: ہم نماز کے بعد عقبہ کے آویزاں نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود

شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ کرام نے اختیار کیا، نہ محدثین نے، نہ فقہائے مجتہدین نے (۲)۔ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب واحترام سے پیچھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی عاوت اور برکت کی چیز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے، حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۲۵ھ۔

(۱) (نقلہ تخریجہ تحت عنوان "صلوة" نام پڑھنے کا طریقہ)

(۲) "البدعة" ما أحدث علی خلاف الحق الملتزم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حل سریع شیئاً واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً، "رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مطلب البدعة خمسة أقسام، ۱، ۵۶۰، سعد)

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من صلی علی صلوٰۃ واحدہ صلی اللہ علیہ عشر صلوات، وحطت عنہ عشر خطیئات، و رفعت لہ عشر درجات" رواہ السننسی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فصلیہا، ص ۸۶، قدیمی)

دروود ذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا

سوال [۸۵۵]: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک بار اپنے بعض شاگردوں کو دیکھا کہ ذکر و عبادت کے لئے ایک جگہ مقرر کر کے جمع ہوئے ہیں تو غصہ فرمایا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ: ”اے لوگو! کیا تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہو؟“

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو میں نے اس طرح کا ذکر نہیں دیکھا، پھر تم لوگ یہ نیا طریقہ نکال رہے ہو۔“ اثر یہ ہوا کہ یہ سلسلہ رک گیا، کیا آپ کے اس ارشاد کو فتویٰ کی شکل دی جا سکتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریر فرمائیں کہ درود شریف کا اجتماعی شکل میں دن مقرر کر کے پڑھا جانا اس تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بھی غیر ثابت تاریخ، دن، ہفتہ، عدد وغیرہ کی تعیین اپنی طرف سے لازم کر دینا اور اس کو حکم شرعی قرار دینا اسی زد میں آ جائے گا، درود شریف کی کثرت جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں ثابت ہے (۱)۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

(۱) ”عن أوس بن أوس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه النجعة، وفيه الصعقة، فأكثرُوا عليّ من الصلوة فيه، فإن صلواتكم معروضة عليّ“. الحديث

”وعن أبي الدرداء رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أكثرُوا الصلوة عليّ يوم الجمعة، فبانه مشهود تشهد الملائكة، وإن أحداً لم يصلي عليّ إلا عرفت عليّ صلواته حتى يفرغ منها“ الحديث. (رواهما ابن ماجه في الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۱۱۹، قديمي)

## جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعین وترغیب

سوال [۹۵۶]: نماز جمعہ کے بعد جبراً درود شریف پڑھنا اور دیگر مخلوق میں بھی ایسا کیا ہے، اجتماع بیت کے ساتھ جمعہ اور درود شریف، تسبیح و تہلیل اور تکبیر کے متعلق "المصباح الموضح" یعنی راوی سنت، ص ۱۱۲ سے لے کر ص ۱۲۳ میں جو فیض مذکور ہے، اس بارے میں ایک دیوبندی شخص جو عقائد و عمل کے لحاظ سے اہل سنت کے مسلک پر ہیں، وہ فاضل و عابد بھی ہیں، مجھے شامی کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جمعہ کے بعد درود شریف جبراً اجتماع بدعت نہیں، چونکہ وہ مولوی صاحب مسافر کی حالت میں میرے یہاں آئے تھے اس لئے کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہ دکھاسکے، کیا واقعہ ایسا ہی ہے؟ پھر اعتراض کہتے ہیں کہ سہارن پور مظاہر موم میں عصر کے بعد حضرت ہاشم صاحب جو ختم پڑھتے ہیں وہ بھی تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کی تعین ہے، پھر یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ نیز، رضی قریب کے بزرگوں کا اور فی الحال ان کے خلفاء کا عمل ہے کہ اپنے مریدین کو مسجد میں جمع کر کے ذکر اللہ اور وہ بھی ذکر جلی کرنے کا موقع دیتے ہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور تعین بھی، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف سزا جبراً دونوں طرح درست و ثواب، باعث ترقی درجات اور موجب قرب ہے (۱) جمعہ کے روز خصوصیت سے اسکی تاکید ہے (۲) لیکن اجتماعی حیثیت سے جبراً پڑھنا حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے، اوقات نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع ملتا تھا مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جبراً پڑھنے کا معمول رہا ہو (۳)، انفراداً بھی جبراً پڑھنے میں اس کا لحاظ دوری سے کسی کوتاہی نہ ہو، مثلاً: وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو یا نائم نہ ہو، نیز جبراً پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو، مثلاً: کسی بڑے کی آمد پر زور سے درود شریف پڑھنے سے اس کی آمد کی اطلاع مقصود ہو یا سزا جبراً مانا خریدار کو کھا کر زور سے درود شریف پڑھنے کا خریدار خریدنے پر آمادہ

(۱) تقدم بحریجہ تحت عنوان "صلی اللہ علیہ وسلم" (۲) تقدم بحریجہ تحت عنوان "درود" (۳) انظر تحت "جمعہ"

(۲) تقدم بحریجہ تحت عنوان "درود" (۳) انظر تحت "جمعہ"

(۳) انظر تحت "جمعہ"

ہو جائے (۱)، اس قسم کی لغو چیزوں کی نیت نہ ہو اور ریا و سمعہ بھی مقصود نہ ہو، فساد نیت سے بڑی سے بڑی مہادتیں قابل قبول نہیں رہتی ہے (۲)۔ خطبہ جمعہ میں آیت درود شریف سحر سب کا جہر اور دوشریف پر حن منع ہے (۳)، اول میں ہر ایک کو پڑھنا چاہیے، واعظ و مقرر را شاہ و تقریر میں جب کہے "صو علی الس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" تو اس وقت بھی سب کا جہر اور دوشریف پڑھنا منع ہے، رد المحتار، ج ۵، میں متعدد مقامات پر اس کے جزئیات موجود ہیں۔

اوقات خاصہ میں مقدار معینہ آیات و اذکار کا اگر کہیں معمول کیا ہے، تو وہ عمل مشائخ ہے جو کہ جہت شریعہ نہیں ہے، اس کا اتباع لازم نہیں ہے، البتہ چونکہ وہ مشائخ بھی متبع شریعت ہیں اس لئے ان کے ایسے عمل کی توجیہ کی جائے گی تاکہ وہ خلاف شرع ہو کر بدعت کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔ توجیہ یہ ہے کہ کسی وقت یا مقدار کی تعیین کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے، مثلاً: اوقات نماز کی تعیین فرمائی اور رکعات نماز کی مقدار متعین فرمادی، یہ تعیین تو امر تعبدی ہے جو بذریعہ وحی ہے، ایسی تعیین کرنے کا از خود کسی کو حق نہیں بلکہ ایسی تعیین کے لئے امر شارع ہونا ضروری ہے (۴)، جو شخص ایسی (اعتقادی و عملی) تعیین اپنی

(۱) "او یسکس أن تكون الصلوة حراماً كما صرحوا به في الحظر والإباحة في مسئلة ما إذا فتح الناحر مناعه و صلی، و کذا فی الفقاعی"، (الحر الرائق، آخر باب صفة الصلوة ۱: ۵۳، و شبہہ)۔  
(۲) "من سَمِعَ سَمِعَ الله به، و من یروئى یروى الله به"، (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الرباء والسمعة ۹۲۲: ۲، قدیمی)۔

(۳) (واں ماجہ، ص: ۳۱۰، باب الرباء والسمعة، أبواب الزهد، قدیمی)۔

(۴) "وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلی المستمع سراً بنفسه، ویصتت بلسانہ عملاً" والبعید عن الخطیب والقرب سباً فی الفتراس الانصات (الذکر المختار، قبل باب الإمامة ۱: ۵۳۵، سعید)۔

(۵) "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ "اننی جبریل علیہ السلام مررت عند سب الیث، فصلی بی الظہر حیث مالت الشمس" الحدیث (الطحاوی ۱: ۱۰۱، کتاب الصلوة، باب موافقت الصلوة، سعید)۔

عن سلیمان بن بريدة عن ابيه وصی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل إلى النبی ﷺ فسأله عن =

طرف سے کرے وہ قابل قبول نہیں بلکہ قابل روئے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد“ متفق علیہ (۱)۔

تعمین کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر مریض کے لئے دوا یا غذا کی معین مقدار وقت مخصوص میں تجویز کرتا ہے، یہ امر تعبدی نہیں ہے بلکہ معالج کے تجربہ پر ہے، اگر کوئی شخص اس کا اتباع نہ کرے تو وہ عند اللہ گنہگار نہیں ہے، اس کی بدایت پر عمل کرے گا تو انشاء اللہ صحت مند ہو کر نفع پائے گا۔ اسی قبیل سے ہے ذکر کی خاص مقدار خاص ہیئت و ضرب کیساتھ، اسی وجہ سے تفاوت احوال کے تحت اس میں تفاوت بھی ہوتا رہتا ہے، بعض دفعہ اس جہر اور ضرب کو بالکل ترک کر دیا جاتا ہے، خصوصاً حنمات کا حال بھی ایسا ہی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= وقت الصلوٰۃ لقال: صل معنا ہذین الیومین، فلما زالت الشمس أمر بلالاً، فأذن ثم أمره فأقام الظہر، ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة بیضاء بقیۃ الحدیث: (سنن ابن ماجہ، ص: ۳۹، کتاب الصلوٰۃ، باب موافقت الصلوٰۃ، میر محمد کراچی)

(ومشکوۃ المصابیح، ص: ۵۹، باب موافقت الصلوٰۃ، قدیمی)

”عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال: صليت مع رسول الله ﷺ أربعاً ليس بعدها شيء، و صلى المغرب ثلاثاً و بعدها ركعتين، وقال: ”هي وتر النهار“ .. و صلى العشاء أربعاً“ الحدیث (الطحاوی: ۲۸۵/۱، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، سعید)

(ومشکوۃ المصابیح، ص: ۱۱۸، صلوٰۃ المسافر، قدیمی)

(وسنن الترمذی: ۱۲۳/۱، أبواب الصلوٰۃ فی السفر، باب ما جاء فی التطوع فی السفر، سعید)

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص: ۴۷، قدیمی)

(۲) ”قرأ كثير من المشايخ والعلماء والنفثات صحيح البخارى لحصول المراتبات، وكفاية الهمات، وقضاء الحاجات، ورفع البليات، وكشف الكربات، وصحة الأمراض، وشفاء المريض عند المضائق والشدائد، فحصل مرادهم، وفازوا لمقاصدهم، ووجدوه كالترىاق محروباً، وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة اهـ“۔ (مقدمة لامع الدواى شرح صحيح البخارى، الفصل الثانی فی الکتاب، وفيه ايضاً فوائد الفائدة الثانية، ۲۳/۱، المكتبة الحيوية، مظاهر علوم)

اسم مبارک پڑھ کر یا سن کر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا

سوال ۱۸۵۷: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان اسلام، مسائل مندرجہ ذیل میں، اللہ تبارک و

تعالیٰ آپ حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

۱ حضور اقدس جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی سن کر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ تحریر فرمادیجئے کہ درود شریف نام نامی سن کر کس عمر سے واجب ہوتا ہے یعنی ایام بلوغت سے واجب ہوتا ہے یا دس گیارہ سال کے بچے پر بھی واجب ہوتا ہے؟ براہ کرم اس مسئلہ کو اچھی طرح کھول کر بیان فرمائیں۔

۲ دوسری گزارش یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر تو درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور اگر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا کتاب میں بار بار نام نامی پڑھے یا حدیث شریف میں بار بار نام میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئے تو ایسی حالت میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

۳ تیسری گزارش یہ ہے کہ ایک ہی جگہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے سو مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوتا

ہے؟

۴... چوتھی گزارش اگر کسی آدمی نے چالیس سال کی عمر تک نام نامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر درود

نہ پڑھا ہو تو یہ گناہ اس کا تو بہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ گناہ تو بہ سے معاف نہیں ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ جس سے اس کی نجات ہو۔

۵ پانچویں گزارش یہ ہے کہ اگر ایسے آدمی نے قضا کی نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا تو وہ شخص جب کہ ایک مجلس میں نام نامی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو مرتبہ پڑھ چکا ہے یا سن چکا ہے تو اس پر کتنی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوگا یعنی سو مرتبہ نام مبارک سن کر یا پڑھ کر کتنی مرتبہ درود شریف پڑھے جو اس کے سر سے واجب اتر جائے؟ مؤدبانہ گزارش ہے کہ مسئلہ بڑا کی پانچوں گزارشوں کا جواب صاف اور مفصل تحریر فرما کر مکتور فرمائیے۔

احقر محمد حشت علی، شریف نگر۔



## الجواب حامداً ومصلياً:

۱۔ بونگ کے وقت سے واجب ہوتا ہے (۱)۔

۲۔ ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے (۲)۔

۳۔ ایک دفعہ (۳)۔

۴۔ اس میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی قضاء کرے یعنی اتنی کثرت سے درود شریف پڑھے کہ دل گواہی دینے لگے کہ اب میرے ذمہ وجوب نہیں رہا، اس سے واجب پورا ہو جائے گا، زبانی توبہ کافی نہیں ہے۔

۵۔ ایک دفعہ کافی ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والہ عبد محمود فخر، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۲، رمضان المبارک، ۱۴۸۸ھ۔  
الجواب صحیح سعید احمد۔

## اسم مبارک سن کر درود شریف

سوال [۸۵۸]: زید کہتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جب یہ آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ (۵) پڑھی جائے تو درود شریف پڑھنا زبان سے واجب ہے۔ عمر کہتا ہے کہ نہیں ایسے صفیہ ام کے قرآن

(۱) "وَأَمَّا صَفْحَةُ عَصَاةِ الصَّبِيِّ كَصَلَوْتِهِ وَصَوْمِهِ فَبِهِي عَقْلِيَّةٌ مِنْ بَابِ رِسْطِ الْأَحْكَامِ بِالْأَسَاسِ ، وَلِذَا لَمْ يَكُنْ مُحَاطًا بِهَا ، لَمْ يَلْتَمِذْهَا فَلَا يَتْرُكُهَا بَعْدَ بُلُوغِهِ" (رد المحتار، مقدمہ، ۳۸۸، سعید)

(۲) "إِنَّ الصَّلَاةَ تَكُونُ فَرَضًا وَاجِبًا وَسُوءَ مُسْتَحَبَّةٍ وَالْأَوَّلُ فِي الْعُمُرِ مَرَّةً وَالثَّانِي كَلَّمَا ذَكَرَ عَلَى الصَّحِيحِ ، وَالثَّلَاثُ فِي الصَّلَاةِ ، وَالرَّابِعُ فِي جَمِيعِ أَوْقَاتِ الْإِمْكَانِ" (البحر الرائق، باب صفة الصلوة، ۵۷۳، وشیدید)

(۳) (البحر الرائق المرجع السابق)

(۴) (البحر الرائق المرجع السابق)

(و کذا فی رد المحتار علی الدر المختار، باب صفة الصلوة، مطلب: نص العلماء علی استحباب الصلوة الخ، ۵۰۸، سعید)

۲، الاحزاب ۵۶

شریف میں بہت ہیں ﴿يُؤْتِيهِم مِّنْ رَّزْقِهِم مِّمَّا يَكْنِى﴾ (۱) ﴿أَنزَلَ مَائِدًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ (۲) وغیرہ ان سے یہ مراد نہیں کہ جب یہ آیتیں پڑھی جاویں جب ہی رُوح یا رُزق کو واجب ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وقت آوے، اسی طرح جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تم آئے جب درود واجب ہوتا ہے، صرف آیت کے پڑھنے سے درود شریف واجب نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا کیا حکم ہے اور کس کا قول معتبر ہے؟ بیوقوفو جزوا۔ بندہ منظور احمد غنی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صیغہ امر کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے بالاتفاق (۳) اور جب اس آیت کو سننے یا کسی اور طرح اسم مبارک کو سننے تو اس وقت واجب ہے (۴) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھنے پر احادیث میں وعید آئی ہے (۵)، اسی کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے (۶) اور امام کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ایک مجلس میں متعدد مرتبہ کرا آئے تو ہر مرتبہ واجب

(۲، ۱) (البقرة ۴۳، بتقدیم و تاخیر)

(۳) "و هي (أي الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم) فرض عدلاً بالامر مرة واحدة إنفاذاً في العصور". (الدر المختار) وفي رد المحتار: "أي قلما يفر صيتها لأجل العمل بالأمر القطعي الصوت والدلالة الخ". (باب صفة الصلوة، آداب الصلوة، قيل مطلب لا يجب عليه أن يصلي الخ. ۵۱۵، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق. آخر باب صفة الصلوة: ۵۳۷، وشيخه)

(۴) "لكن صح في الكافي وجوب الصلوة مرة في كل مجلس وهو كسب سمع اسمه عليه الصلوة والسلام مراراً، لم تشرمه الصلوة إلا مرة في الصحيح" (رد المحتار ۱۰، ۵۱۶، باب صفة الصلوة، مطلب في وجوب الصلوة عليه كلما ذكر عليه الصلوة والسلام، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق المراجع السابق)

(۵) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال. قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سسى الصلوة عليّ، خطي طريق الجنة". (اس ماجه. كتاب إقامة الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. ص ۶۳)

(۶) "و المختار عند الطحاوي تكرراره: أي الوجوب كلما ذكر ولو اتحد المجلس في الاصح" (رد المحتار ۱۰، ۵۱۶، باب صفة الصلوة، مطلب في وجوب الصلوة عليه كلما ذكر الخ. سعيد)

نہیں ہے۔ کذہبی در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی حفظہ اللہ عنہ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیورہ، ۶ ۹ ۱۴۰۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیورہ، ۶ ۹ ۱۴۰۶ھ۔

لفظ نبی کریم اور اس پر درود

سوال [۱۵۹]: اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہ لے، صرف ”نبی کریم“

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو سننے والے کو درود پڑھنا چاہیے یا نہیں اور اس طرح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنا بھی صحیح ہے اور سننے والے کو درود شریف بھی پڑھنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

اعلم وعلیہ التہم والکلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی غفرلہ۔

درود میں لفظ ”سیدنا“

سوال [۸۲۰]: درود پاک ”اَلسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِنَا اِبْرٰہِیْمَ ؑ پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے نماز

کے درود میں سیدنا ابراہیمؑ و سیدنا محمدؐ پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور وہ شخص جس نے یہ بتلایا ہے اس کا ایمان کیسا

ہے؟ اور جس نے اس لفظ ”سیدنا“ کو برا کہا اس شخص کا ایمان کیسا ہے؟ ان دونوں میں کون شخص مسلمان رہا اور

کون کافر ہو گیا؟

(۱) ”وہی (أی الصلوۃ) فرض مرۃ واحداً اتفاقاً فی العمر، و اختلف فی وجوبها کلاماً ذکر صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم، والمختار عند الطحاوی نکرارہ أی الوجوب کلاماً ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح، لا

لان الامر بقضی التکرار، بل لانه تعلق وجوبها بسبب متکرر، وهو الذکر، فیکزو لشکرہ، و نصیر دہا

بالترک فیقضی، لایا حق عند کالمست، بخلاف ذکرہ تعالیٰ، والمذهب استحبابہ، أی التکرار، و علیہ

الفتویٰ - اھ (الدر المختار، باب صیۃ الصلوۃ، آداب الصلوۃ ۵۱۴-۵۱۵، سعید)

(۲) تقدم تحریجہ من رد المختار، والبحر الرائق تحت عنوان ”تم مبارک تکریر چھ کر درود شریف پڑھنا اور

اس کی تہنیت“

الجواب حامداً ومصلباً:

درود پاک میں سیدنا کہنا مستحب ہے (۱)۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذکر کرنا چاہیے مگر اس طرح کہ پہلے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، اس کے باوجود ایسی بات کی وجہ سے کافر نہیں کہنا چاہیے کہ یہ بالکل آخری حد ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ والعبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین غنی عزہ دارالعلوم دیوبند۔

درود میں آل کا مصداق

سوال [۸۶۱]: آل محمد ﷺ جو کہ درود شریف میں پڑھا جاتا ہے اس سے کون مراد ہیں؟ جواب کتب معتبرہ اہل سنت سے عنایت فرمائیں۔  
احقر سید محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ

الجواب حامداً ومصلباً:

اس میں تین قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد تمام امت ہے۔

دوسرا: یہ کہ اس سے مراد بنو ہاشم و بنو المطلب ہیں۔

تیسرا: یہ کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کے اہل بیت ہیں:

”واختلف العلماء فی آل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی أقوال أظہرہا وهو اختیار الأثری وغیرہ من المحققین أنهم جمیع الأمة، وثنائی: بنو ہاشم و بنو المطلب، والثالث: اہل

(۱) ”و ندب السیادة؛ لأن زیادة الإخبار بالواقع عن سلوك الأدب، فهو أفضل من تركہ۔۔۔ و

خص إبراہیم لسلامہ علیہنا ولأنہ سمانا مسلمین اہ۔“ (رد المحتار، باب صفة الصلوٰۃ)

۵۱۳-۵۱۴، سعید)

(۲) کفر کا حکم اس وقت لگایا جاسکتا ہے، جب کہ کوئی قطعاً بتوہین اور ضروریات دین کا انکار کرے۔

”فہو کافر، لمخالفة الفواعل المعلومة من الدین بالضرورة“، (رد المحتار، کتاب الکاح

بیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دربتہ . اللہ اعلم . بوی شرح صحیح مسلم ۱۰/ ۱۷۵ (۱) و کذا  
أشعة اللمعات ۱/ ۴۳۵ (۲) و دستور العلماء: ۸/ ۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگلوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سیار پور، ۱۸/ ۱۱/ ۱۴۲۱ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سیار پور، ۲۲/ ۱۱/ ۱۴۲۱ھ۔

صلوٰۃ و سلام کسی بھی نبی پر

سوال [۸۶۲]: اگر کسی اور نبی کے نام پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگلوی۔

درویش شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں

سوال [۸۶۳]: فضائل درویش شریف میں ہے کہ سات اوقات میں درویش شریف پڑھنا مکروہ ہے، اس میں ایک یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے درمیان اگر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک آ جائے تو درمیان میں درویش شریف نہ پڑھے، جناب والا میری یہ عادت ہے کہ ایک آیت قرآن پڑھ کر درویش شریف پڑھتا

(۱) (النووی علی مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد ۱/ ۱۷۵، قدیمی)

(۲) (أشعة اللمعات (فارسی): ۱/ ۴۳۵، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ و فضائلها، الفصل الأول، مکثہ نوریہ و حویہ سکھر)

(۳) "واختلف فی آل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم . فقال بعضهم: آل ہاشم والمطلب . و عند البعض أولاد سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کما رواہ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ . و روی الطبرانی بسند ضعیف أن آل محمد کل تفرق . واحتارہ جلال العلماء فی "شرح ہیكل النور" و فی مسابح آل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہم بنو فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کتب و دفاتر دستور العلماء لأحمد بگری . باب الألف مع الألف : ۸ . مؤسسة العلمی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق . باب صفة الصلوٰۃ . ذکر سنتہا . ۳/ ۵۷، رشیدیہ)

ہوں اس کے بعد ترجمہ پڑھتا ہوں، اس کے بعد پھر درود شریف پڑھتا ہوں یہ مکروہ تو نہیں ہے؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا یہ طریقہ مکروہ نہیں ہے جو موقع درود شریف پڑھنے کا نہیں جیسے نماز میں بحالت قیام و رکوع و سجود اور جیسے قرآن کریم کی تلاوت کے درمیان نام مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنے پر وغیرہ وغیرہ۔ کتب فقہ شامی (۱)، موطاوی (۲)، فتاویٰ عالمگیری (۳)، وغیرہ میں وہ مواقع مذکور ہیں اس موقع پر احتیاط کی جائے اور جس موقع پر پڑھنا مسنون مستحب ہے اس موقع پر پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۳ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عثمانی عذر دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۳ھ۔

گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوٰۃ وسلام

سوال [۸۲۴]: ”بہار شریعت“ مصنفہ مولوی امجد علی رضوی بریلوی کے حصہ ششم ص: ۱۷۱ میں

(۱) ”تکبرہ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سعة مواضع . الحما ع ، و حاجة الإنسان ، و شهرة السبع ، والعشر ، والتعجب ، والذبح ، والعطاس الخ و لو قرأ القرآن لمصر علی اسمہ ہی ، فقرأه القرآن علی تالیفہ و نظمہ افضل“ (رد المحتار ، باب صفة الصلوٰۃ ، آداب الصلوٰۃ ، ۱ : ۵۱۸ ، ۵۱۹ ، سعید)

(۲) ”(قوله و حراماً عند فتح التاجر مناعه)؛ لأنه لم يقصد الصلوٰۃ ، وإنما أراد الترويح . والظاهر عدم وجوب الصلوٰۃ بالسباع مہ الحافلہ بسلام السائل . فإنه لا يجب رده لفقدہ به السؤال ، (وقوله و نحوه) كالتقاعی الذي يبيع التفاع و هو يبيد الشعور ، و نحوه من كل مطرب و هو أولى بالحرمۃ مما قبلہ . والظاهر أنه يلحق بالتاجر نحو داسم اللہ للدعاء ، إلى الطعاف الخ“ . (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ، باب صفة الصلوٰۃ ، فصل الشروع فی الصلوٰۃ ۱۰ : ۲۲۹ ، دار المعرفۃ بیروت)

(۳) ”من جاء الى تاجر يشتري منه ثوباً . فلما فتح التاجر الثوب مسح اللہ تعالیٰ و صلی علی النبی ﷺ ، أراد به إعلام المشتري حوده توبه ، فذلك مكروه ، هكذا فی المحيط و ان مسح التفاعی ، أو صلی علی النبی ﷺ عند فتح فقاءه علی قصد ترويحہ و تحسینہ الخ“ . (فتاویٰ العالمگیریہ ، کتاب الکراهیۃ ، الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح الخ ۵ : ۳۱۵ ، و تیدیه)

ہے۔ ”شہر مدینہ منورہ میں خواجہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد خضر پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اور منہ کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔“

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں، ہاں درود میں زیادتی مناسب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والہد محمد ونگوئی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/۳/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے۔

سعید احمد غفرلہ خادم دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۵۵ھ۔

صحیح: عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۵۵ھ

عشاء کے بعد روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال (۸۶۵): بعد نماز عشاء روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا بعد نماز عشاء حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرم فرماتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بات کہاں تک قرآن و حدیث سے تعلق رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوٰۃ و سلام روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہر وقت درست اور موجب قرب و سعادت ہے، یہ کسی وقت ممنوع نہیں، عشاء کے بعد ممنوع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر: احمد محمد ونگوئی دارالعلوم دیوبند۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ

سوال (۱۶۰): کد مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند

باتیں وضاحت طلب ہیں۔ طغریٰ یہ ہے:

(۱) ”و صبح (ای فی الصلوٰۃ، زیادة فی العالمین) (الدر المختار، باب صیغة الصلوٰۃ، آداب الصلوٰۃ





کو ذکر کرنا خواہ وہ خلفائے راشدین یا بعد کے اولیاء اللہ میں سے کوئی ہو مومن ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پایہ ہیں (۱)، اس لئے ایسے ایہام سے بچنا چاہیے، خاص کر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کے متعلق عوام کے خیالات حد سے تجاوز ہیں، اسی کا یہ اثر بھی ہے۔

۲۔ یہ صورت بھی محل اعتراض اور مومن ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۵ھ۔



= شنی من کتاب الحشی: ۷۵۳/۶، معبد

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها: ۱۰/۳،

حدیث رقم: ۹۴۰، رشیدیہ)

(۱) چونکہ قرآن کی عموماً اور ذخیرۂ احادیث سے، نیز مفسرین اور محدثین کے اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات بلکہ افضل الانبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کو کئی اشیاء حاصل ہے، اس بناء پر کسی کو مرتبہ و مقام میں آنحضرت ﷺ کا ہم پلہ سمجھنا بے راہروی اور اصول دین سے کھلی چھوٹ ہے۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ، وأول من یشق عہ القبر، وأول شافع، وأول مشفع". (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲، ۴۳۵، قدیمی)

قال السووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحته: "وهذا الحديث دليلٌ لتفضيله صلى الله عليه وسلم على الخلق كلهم، لأن مذهب أهل السنة أن الأعميين أفضل من الملائكة، وهو صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل الأعميين بهذا الحديث، وغيرهم". (شرح النووی علی الصحيح لمسلم: ۲/۴۳۵، قدیمی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ، الفصل الاول ۱۰، حدیث رقم: ۵۷۴، رشیدیہ)

## فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے؟

سوال (۸۶۸): مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے تو کس طرح، حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کی کف دست سے ملے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ہر ہاتھ والا لگ لگ ملائے، لیکن مرہطہ طریقہ کہ فریقین میں سے ہر ایک کی ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ سے پھیلی ملے اور دوسرے ہاتھ کی کف دست اوپر کی جانب رہے، یہی رائج ہے یعنی دونوں کی دائیں ہاتھ کی کف دست تو ملتی ہیں اور دونوں کے بائیں ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کے ظہر پر ہوتی ہے، اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟

سید نجم الحسن رضوی، خیر آباد، ضلع بیتا پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بخاری شریف میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مذکور ہے، ”وكان كفى يس كفيه“ الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایک صحابی کا ایک ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، اس صورت میں کف دست کا کف دست سے ملنا بالکل واضح ہے، البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں کیا، ظاہر یہ کہ انکا دوسرا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ کی پشت پر تھا جیسا کہ آج کل علماء متبعین کا عمل ہے، بخاری شریف میں: باب الأخذ باليدين (۲) موجود ہے:

”ثم التفت صفيح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما في الأدب المفرد، و زاد المقدسون أن

(۱) ”ابن مسعود رضى الله تعالى عنه يقول: علمني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وكفى بين كفيه التفتيح كما يعلمني السورة من القرآن“ الحديث (صحيح البخارى، كتاب الاستيذان، باب الأخذ باليدين، ۹۲۶: ۲، قدیمی)

(۲) اس باب میں امام بخاری نے حماد بن زید اور ابن مبارک کا عمل بھی بطور استدلال ذکر کیا ہے فرمایا: ”باب الأخذ باليدين وصافيح حماد بن زيد وابن المبارك بيديه“ (كتاب الاستيذان، ۹۲۶: ۲، قدیمی)

استدلہ بحديث من حديث ابن مسعود رضى الله تعالى عنه هذا، فقالوا: أما كون المصافح فيه سائدين من جهة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فالحديث نص فيه، وأما كونه كذلك من جهة ابن مسعود رضى الله تعالى عنه، فتراوى إن كفى بذكره الواحدة إلا أن المرحوم أنه لم يكن مصافحه بيده الواحدة وسمى صلى الله تعالى عليه وسلم قد صافحه بيده الكرسيين، فإنه يستبعد من مثله أن لا يمسك بيده وقد يمسك محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بيده غير أن الراوى لم يذكره لعدم كون غرضه متعناً بذلك، ولا ريب أن الرواة يختلفون في التعبيرات الخ". (بعض الباری: ۱/ ۴۶۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود شکوئی غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مصافحہ بعد نماز

سوال [۸۲۹]: بعد نماز جمعہ نمازِ عیدین، بعد نماز صبح، مسجد میں جو مصافحہ کیا جاتا ہے، اس کا حنفیہ مسلک میں کیا حکم ہے اور نہ کرنے والوں پر کیا گناہ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

مصافحہ کے لئے شریعت نے ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے (۲)، کسی نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرنا شرعاً بے دلیل ہے لفظ ہے، بدعت مکروہہ ہے، طریقہ روافض ہے۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، وغیرہ سب

(۱) (بعض الباری، کتاب الإستیذان، باب المصافحة: ۳/ ۱۱۱، حضور اہ بکذبہ دیوبند)

(۲) "عن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من مسلمين يلتقيان فيصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". هذا حديث حسن غريب من حديث أبي إسحاق عن الرءاء" (جامع الترمذی، أبواب الإستیذان، باب ما جاء في المصافحة: ۲/ ۱۰۲، مسجد)

"عن رجل من حمرة أنه قال لأبي ذر رضى الله تعالى عنه في حديث طويل فيه هل كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصافحكم إذا التقىتموه؟ قال: ما لقيه قط إلا صافحني". (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في المصافحة: ۴/ ۳۶۱، امدادیہ ملتان)

سے علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں ایسا ہی نقل کیا ہے:

”و نقل فی تبیین المحارم عن المنتقط أنه تکره المصافحة بعد أداء الصلوة لکل حال، لأن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صافحو بعد أداء الصلوة، ولا نہامن سس الروافض۔ تم نقل عن اس حجر من الشافعية أنها بدعة مكروهة لأصل لها في الشرع، وأنه يسه فاعلمها أولاً و بعد رتائباً۔ ثم قال: وقال بن الحاج من المالكية في المدخل: إنها من البدع، و موضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه، لا هي أدبار الصلوة، فحيث وضعها الشرع يصعبها، فيسهي عن ذلك، يزجر فاعلمه لما أني به من خلاف السنة“، (رد المحتار: ۵/۲۴۴) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

مصافحہ بعد العیدین

سوال [۸۷۰]: محمدری جناب مفتی صاحب، وامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ یہاں گذشتہ سال ایک اشتہار اور ارسال ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں بعد عیدین مصافحہ و معاونت کا مسنون ہونا ظاہر کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے ”رؤتختہ“ کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جو جناب کی خدمت میں ارسال ہے، جناب اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح فرمادیں اور اس سلسلہ میں اگر مزید اقوال علماء و کتب معتبرہ سے معلوم ہو سکیں ان کو مع نشان صفحہ و جلد تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔ فقط والسلام۔

احقر عبد العزیز حسن منزل الد آباد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

علامہ شامیؒ نے کتاب الجنائز میں بھی اس مصافحہ کو رد کیا ہے:

(۱) (رد المحتار، کتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء وغیرہ: ۲/۳۸۱، سعید)

(و کذا فی باب الخائز من رد المحتار: ۲/۳۳۵، سعید)

(و للعلامة اللکویؒ فی هذه المسئلة بحث طویل فی السعابة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآءة:

۲/۲۶۵، سہیل اکیڈمی)

تحت قول الشرح: "يقول واضعه، باسم الله وبالله"، بعنوان تنبيه (۱) - دخل ۲۸۸/۳، كى عبارت يه بے: "أما المصافحة فقد ذكرهما مالك رحمه الله تعالى، وأجازها س عبيد اعنى عبدالمعنا، من عبة كانت، وأما العيدين هو حاضر معك فلا، أما المصافحة فإنها وصعت فى الشرع عندئذ المؤمن لأخيه، وأما العيدين على ما اعتاده بعضهم عند الفراع من الصلوة يتصافحون فلا أعرفه، لكن قال الشيخ الإمام أبو عبد الله ابن العمان: إنه أدرك بمدينة تاس والعلماء العالمون بعلمهم بهاتوا يعرفون أنهم كانوا إذا فرغوا من صلوة العيد، صافح بعضهم بعضاً، فإن كان يساعده الثقل عن السلف فباحذا، وإن لم ينقل عنهم فتركه أولى اهـ" (۲).

امام نووى فرماتے ہیں:

"المصافحة سنة عند السلف، وأما تخصيص الناس لها بعد هاتين الصنعتين (أى الحجر والعصر) فمعدوم فى البدع المباحة والمختار أنه إن كان هذا شخص قد اجتمع هو و هو قبل الصلوة فهو بدعة مباحة كما قبل، وإن كانا لم يجتمعا فهو مستحب؛ لأنه ابتداء اللقاء اهـ" فتاوى النووى، ص: ۲۸ (۳) -

ملامع قارى نے مرقاة شرح مشکوٰۃ شروع باب المصافح والعاقد میں (۴)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۱) "و قد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكرهية المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع أن المصافحة سنة، وما ذلك إلا لكونها لم تؤثر فى خصوص هذا الموضع، فالمواطبة عليه فيه توهم العوام بأنها سنة فيه". (ردالمحتار، باب صلوة الجنائز: ۲۳۵/۲، سعيد)

(۲) (المدخل لاس أمير الحاج: ۲۹۵-۲۹۶، مصطفى الباني الحلبي مصر)

(۳) (فتاوى النووى المسماة بالمسائل المنتورة، ص: ۲۷-۲۸، مطبعة الاستقامة: ۱۳۵۲ھ)

(۴) "قال النووى: أعلم أن المصافحة سنة، ومستحبة عند كل لقاء، وما اعتاده الناس بعد صلوة الصبح والعصر، لأصل له فى الشرع على هذا الوجه، ولكن لا بأس به - ولا يخفى أن فى كلام الإمام (أى السورى) سوء تنافض - فحاصله أن الابتداء بالمصافحة حينئذ على الوجه المشروع مكروه لا المجازفة، وإن كان قد يقال فيه نوع معاملة على البدعة. والله تعالى أعلم". (مرقاة المفاتيح، شرح

المشكوٰۃ، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعاينة: ۸، ۳۵۸-۳۵۹، وشبهه)

نے احدث الدعوات میں (۱) مجالس الاررار میں ۳۱۷ میں (۲) فتاویٰ رشیدیہ ۲۵/۱ (۳) امداد الفتاویٰ ۵۸/۳ (۴) فتاویٰ ابن حجر مکی ۳۵/۳-۶۶ میں (۵) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ۴۴۰ میں (۶) اس شخص کو بدعت قرار دے کر اس سے منع کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے علامہ نووی کا کلام نقل کر کے لکھا ہے: "قلت او للظرفہ محاذ، میں وقت فصل صلوۃ النافلة الخ" فتح الباری: ۱۱/۴۷ (۷)۔

(۱) "مصنف سنت است نزد ملاقات، و باید کہ بہر دو دست بود، و آنکہ بعضی مرد مصافحہ بعد از نماز مسجد یا بعد از نماز چند مسجدہ چیز سے نیست و بدعت است از بہت تفصیل وقت" (اشعۃ السمعات، ۲۴۰، کتاب الآداب، باب المصافحہ والمعاقد، بول کشور)

(۲) "مصنف میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو، اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ و عیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں عادت ہے تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے جائز نہیں ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے اس میں تقلید یا توفیق نہیں، ہندو روایت جو حضرت مائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس کو رد کرتی ہے یعنی "من احدث فی امرنا هذا" (تشریحہ مجالس الامور للمصنفی کفایت اللہ، پنجاسویں مجلس، ص: ۳۶۱)

(۳) "معاقدہ و مصافحہ بوجہ تفصیل کے اس روز میں اس کو واجب سرور اور ہمت موزت اور ایام سے زیادہ دخل ضروری کے چاہتے ہیں بدعت ہے اور مردود و تحریمی۔ اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرا کا خود یوم العید کے ہے کوئی شخص اپنی طرف سے کرنا بدعت ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب الدعوات، ص: ۴۴۳، قرآن منزل و احکام)

(۴) "مصافحہ کردن مطلقاً سنت است، بوقتے خاص مخصوص نیست، پس تفصیل آن ہر روز جمعہ و عیدین، بعد نماز پنجگانہ و تراویح ہے اصل است، ہاں اگر در بعض اوقات کہے بعد سے ملاقات شود، یا مصافحہ کردن مضائقہ نہ دارد نہ ایسے کہ الزام نہ یا مسجد یا عید یا ہوا آئندہ، پس از نماز مصافحہ و معاقدہ کنند، و اللہ تعالیٰ اعلم"۔ (امداد السفاوی، باب الدعوات ۲۶۰/۵)

(۵) "لمہ أطلع علیہ"۔

(۶) "نماز عیدین میں یا دیگر نمازوں کے بعد تفصیل مصافحہ کرنا اور ای وقت خاص میں اس کو سنت یا نا اور معمول یا غیر ان فقہاء سے منع لکھا ہے اور "تہمین الیوم" میں اس کو، انفس کے طریقے سے لکھا ہے اور کہہ دو فرمایا ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مضمون عز النہای، کتاب السنۃ و البدعہ، ص: ۱۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۷) "قال النووي، و أما تحبب المصافحة بما بعد صلواتی الصبح والعصر، فقد مثل ابن عبدالسلام =

البدعة الطحاوی شرح مرقی الفلاح، ص: ۲۸۹ (۱) باب احکام العیدین میں لکھا ہے: "وکذا نصلب انمصافحة سنة عقب الصلاة كلها وعند كل لقاء (۲)۔ مگر اس کا حوالہ نہیں دیا، یہ امام نوویؒ سے ہی بعض مسائل نقل کرتے ہیں، کیا عید ہے کہ یہ بھی وہیں سے نقل کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وفخرہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔  
عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا طریقہ مروجہ بدعت ہے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

سعید احمد غفرلہ، ۷/۱/۱۴۰۰ھ۔

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال [۸۷۱]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے۔  
جواب کتب فقہ سے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں، بعض جگہ عید کے دن مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ بدعت اور مکروہ ہے۔  
"شامی" کی پانچویں جلد میں فقہ کی متعدد کتب سے اس کا بدعت اور ممنوع ہونا نقل کیا گیا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "فی القواعد" البدعة المباحة بها، قال النووي: وأصل المصافحة سنة، وكوهم حافظوا عليها في بعض الأحوال لا يخرج ذلك عن أصل السنة قلت: وللنظر فيه محال، فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغّب فيها، ومع ذلك فقد كرهه المحققون تخصيص وقت بها دون وقت. ومهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لأصل لها، ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمر بالحسن". (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۱/۵۵۵، دار المعرفة بیروت)

(۱) ذكره الطحاوی تحت قوله: "ويظهر الفرح بطاعة الله تعالى وشكر نعمته وبتحيم" (ص: ۵۳۰، فديبي)

(۲) یعنی اُراس کو مانا نووی سے نقل بھی کیا ہو لیکن اس کو امام ابن حجرؒ نے جواب دیکر رد کر دیا ہے کہ اقدم۔

(۳) "و نقل فی تبیین المحارم عن الملقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال، لأن الصحابة مصافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة =

## نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال [۸۷۲]: عیدین کی نماز میں ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا ثابت ہے یا بدعت، خصوصاً مہربانی قوم کا نوٹ پڑنا اور مسجد کی حرمت کا خیال نہ رکھنا کیسا ہے؟ بعض اوقات امام کو اس وجہ سے تکلیف بھی اٹھنی پڑتی ہے، ایسے لوگوں کو شرعاً کیا تہاں بیگا؟ مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مصافحہ بدعت ہے اور طریقہ روافض ہے، اس کو ترک کرنا ضروری ہے کذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود رضا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ۔

## عید ملنا

سوال [۸۷۳]: معافانہ بعد نماز عیدین رسماً ہو یا سنت سمجھ کر کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر تہاں نہ

= مکروہہ لا اصل لہا فی الشرع، و أنه بنہ فاعلیہا أولاً و یعد ثانیاً، لم قال: وقال ابن الحاج من المملکیۃ فی المدخل: إنها من البدع، و موضع المصافحة فی الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخیه، لا فی أديار الصلوات، فحيث وصعها الشرع یضعها، فیبى عن ذلك، و یحرر فاعلیہا المائى به من خلاف السنة الخ۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الإصرآء وغیرہ: ۳۸۱، ۳۸۲، سعید)

(۱) ولی رد المحتار، "تکرة المصافحة بعد أداء الصلاة مکل حال۔ لأن الصحابة وصی الله تعالى عبہ ماصافحو بعد أداء الصلاة، و لانہما من الروافض ثم نقل عن ابن حجر رحمہ الله تعالى عن الشافعية أنها بدعه مکروہہ لا أصل له فی الشرع" (کتاب الحظر والإباحة، باب الإصرآء ۳۸۱، ۳۸۲، سعید)

وفی السرافة: "فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، و قد یكون جماعة ینتلفون من غیر مصافحة و یتصاحبون بالکلام و مذاکرة العلم وغیرہ مدۃ مبدیة، ثم اذا صلوا، یتصافحون، فابى هدامس السنة المشروعة؟ و لهذا صرح بعض علماء نابانها مکروہة حینئذ، و انہما من البدع المدمومة۔

(کتاب الآداب، باب المصافحة والمعافاة: ۳۵۸، ۳۵۹، وشیدہ)



یا بدعت ہے تو اگر وہ کئے سے حرج عظیم کا خطرہ ہو تو روکے یا نہیں؟ اور اگر اس خیال سے رے کہ دلوں میں سینہ بسینہ مل کر محبت پیدا ہو، کینہ و حسد دور ہوگا، آپس میں میل جول ہوگا تو کیا حکم ہے؟

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم  
رم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

الجواب حامداً ومصلیاً:

عیدین کا معائنہ و انفض کا شعار ہے اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ دل میں کینہ اور حسد رکھتے ہوئے محض عید کو معائنہ کر لینے سے ہرگز سید صاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب محمد رفیع بوند، ۶/۲/۱۴۸۰ھ۔

ایضاً

سوال [۸۷]: عید گاہ سے واپسی پر مسلمان آپس میں نہایت محبت اور خلوص سے ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں۔ فیصل کیسا ہے؟ یا اس کے بدعت ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عید ماننا (مصافحہ اور معائنہ کرنا) بے اصل ہے، علامہ شامی نے اس کو روافض کا طریقہ لکھا ہے، یہ

(۱) تقدمه تحريحه من رد المحتار، كتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء وغيره ۶۰، ۳۸۱، سعيد تحت عنوان "نماذج من بعد مصافحہ"

قال ابن حجر: "قال النووي: وأما تخصيص المصافحة بما عد صلواتي الصبح والعصر، فقد مثل ابن عبد السلام في "القول بعد" الدعة المباحة بها، قال النووي أصل المصافحة سنة، وكونهم حافظوا عليها في بعض الأحوال لا يخرج ذلك عن أصل السنة، قلت و للظرفيه محال فإن أصل صلاة الساهله سنة مرغ فيها، ومع ذلك فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت، ومهم من اطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لأصل لها، ويستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمر بالحنن". (فتح الباري، كتاب الاستئذان، باب المصافحة، ۵۵: ۱، دار المعرفه)

و كذا في السعابة على شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبل فصل في القراءة ۲، ۲۲۵، سهيل اكدمي (لاهور)

بدعت قبیحہ ہے (۱) اس کا ترک کرنا لازم ہے، اس طرح مبارک باورینا کہ "تقبل اللہ منا و منکم" درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

### مصافحہ بعد الفجر والعصر

سوال [۸۷۵]: زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحاح ستہ سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل و عمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے اور نہ ان کے عمل سے ثابت ہے، ایسا ہی عصر کی نماز کے بعد کہتا ہے جائز نہیں۔ عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز و لازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر و عصر کے بعد سنتیں نفیس نہیں ہیں اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی و ضروری ہے۔ زید یہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد رسم کر لی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے یہ کہ رسماً مصافحہ جائز ہے۔ لہذا زید و عمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے (۳)، اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو

(۱) (تقدم تحریحہ من فتح الباری، کتاب الإستیذان، باب المصافحة، والسعاية للعلامة المكنوني علی

شرح الوقایہ" باب صفة الصلوة، والمرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب المصافحة. تحت عنوان "میدان")

(۲) "والتهنئة يتقبل الله ماو منكم لا تنكرو". (الدر المختار)

وفی رد المحتار: و قال المحقق اس امیر حجاج: بل الأضہب أنها جائزة مستحبة فی

الحملة ثم قال: و التعامل فی البلاد الشامیة والمصریة "عید مبارک علیک" و نحوه". (باب

العیدین ۱۶۹، ۴، سعید)

(۳) "عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"والمسلمان إذا تصافحا، لم یبق بینهما ذنب إلا سقط". رواه البیهقی فی شعب الإيمان" (المشکوٰۃ،

کتاب الأدب، باب: المصافحة والمعاينة، ص: ۱۰۴، قدیمی)

اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ شریعت نے اس کا وقت ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا (۱)۔

پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کر لینا خواہ اعتقاداً یا عموماً ہی ہو، یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا یا دلیل ہے اور ایک مطلق و متعید کرنے ہے جس کی شراب اجازت نہیں، جیسے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو وہی یاہ میں کسی جانب کا التزام نہ فرماتے۔ پس اگر کوئی شخص وہی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”یہ شیطان کا حصہ ہے“ (۲)، حالانکہ نماز کے

(۱) ”قال النووی: اعلم ان المصافحة سنة، و مستحبة عند کل لقاء، و ما عاده الناس بعد صلوة الصبح و العصر، لا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه، ولكن لا بأس به؛ لأن اصل المصافحة سنة، و كونہ محفاظین علیہا فی بعض الأحوال لا یحرج ذلك المعص عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع بأصلها، و هي من البدعة المباحة. و لا یحقی أن هی كلام الإمام (رای النووی) نوع تناقض، لأن إتيان السنة فی بعض الأوقات لا یسمى بدعة مع أن عمل الناس فی الوقف المذکورین ليس علی وجه الإستنجاب المشروع، فإن محل المصافحة المشروع أول الملاقاة، و قد یكون جماعة یلاقون من غیر مصافحة و يتصاحون بالكلام و مذاکرة العلم و غیره مدةً مدیدةً، ثم إذا صلوا، يتصافحون، فاین هذا فی السنة المشروعه؟ و لهذا صرح بعض علمائنا بانها بدعة مکروهة حیث و أنها من البدع المذمومة“ (المعرفة شرح مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب المصافحة و المعانقة ۳۵۸/۹، رشیدیہ)

و قال ابن حجر بعد قول النووی: ”و النظر فیہ مجال“. فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغّب فیها، و مع ذلك فقد كره المحققون تخصیص وقت بها دون وقت، و منهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الترعائب التي لا أصل لها، و یستفی من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأحیة و الأمر بالحس“ (فتح الباری، کتاب الإسناد، باب المصافحة ۵۵۱، دار المعرفة بیروت)

(۲) ”عن الأسود قال قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: لا یجعل أحدکم للشیطان شیئاً من صلواتہ، یری أن حقاً علیہ أن لا یصرف إلا عن یمینہ، لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كثيراً یصرف عن یماره“ (صحیح البخاری، کتاب الأدان، باب الإیمان و الإنصراف عن الیمین و الشمال ۱۶۶، قدیمی)

بعد انصراف ہوتا ہی ہے اور فی قصہ واقعی جانب کو بائیں جانب پر فضیلت بھی حاصل ہے، مگر اس جگہ مطلق انصراف کو واقعی جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئت خاصہ فی مرتبہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے۔

در مختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نوویؒ حنفی نہیں ہیں شافعی المذہب ہیں، نیز انہوں نے کسی حدیث یا آثار صحابہؓ سے یا قول مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صراحتاً رد کیا ہے۔ ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو توبہ کی جائے۔

علامہ ابن الحاجؒ ماکھی نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے اس کو منع کر دیا جائے اور ڈانٹ دیا جائے۔ حنفی کے معتبر کتاب ”ملتقط“ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا بر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور یہ تو روافض کا طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں۔ علامہ شامی حنفی نے ان نقول کو رد الحزن ۲/۲۳۳ میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

”إن الموطأ وعليها بعد الصلوة خاصة قديمي الحيلة إلى اعتقاد سننها في خصوص هذه الموضع، وأن لها خصوصية رادة على غير هامة أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف في هذه الموضع. ونقل في الشيب عن المنقطع أنه تكروا المصافحة بعد أداء الصلوة لكل حال، لأن الصحابة مصافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنهم من سنن الروافض، لم يقل عن ابن حجر ۱/۵۴ من الشافعية أنها بدعة مكروهة لأصل نهائي الشرع، وأنه يسه فاعلها أولاً ويعرر تاجياً: ثم قال: وقال ابن الحاج رحمه الله تعالى من المائكية هي الممدحل: ۲۸۸/۴: إنها من شذخ، و موضع المصافحة في الشرع إنما هو عداقة، لمسلم لأخيه لأني أدار الصلوة، فحبت وصعباً للشرع يصعبها، فيبهي عن ذلك، و من جرفاعله لمآتي به من خلاف السنة“ (۱)۔

(۱) (کتاب الحظر والإباحة، باب الامتناع وغیرہ ۲۰، ۳۸۱، سعید)

(الممدحل لان الحاج ۲/۲۲۳، فصل فی الدع التي احدثت فی المحال، مصطفى البانی، مصر)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَعَنَى قُلٌّ لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لَشَيْطَانٍ شَيْئاً مِنْ صَوْفٍ بَرَى ثِيَّ حَقّاً عَلَيْهِ أَوْ لَا يَنْصَرِفُ إِلَّا عَ بِمِئَةِ، فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِيراً يَنْصَرِفُ عَنْ بَسَارِهِ". (مشکوٰۃ تریف: ص: ۸۷) (۱)۔

امام نووی شافعی ہیں، خود شافع ان کے اس قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجر نے فتاویٰ کبریٰ جلد ۴: ۴۵، ۴۷ میں لکھا ہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے، بدعت ہے، مکروہ ہے، جو شخص ایسا کرے اس کو دالِ مبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے یعنی سزا دی جائے۔ بالکلیہ بھی تسلیم نہیں کر رہے ہیں، جیسا کہ المدخل ۲/ ۲۸۸ میں ہے۔ حنفیہ بھی اس کو ممنوع سمجھتے ہیں، جیسا کہ مجالس الابرار مجلس ۸: (۲) اشعۃ المصنوع ص ۲۰ ج ۳ (۳)۔ عزیز الفتاویٰ ۴/ ۳۰۳ (۴) میں ہے۔

بعض اہل مطالعہ کو درمختار کی عبارت سے شبہ ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کر رہے ہیں جو کہ حنفی نہیں، اسی پر دلالت ہے کہ اس کی تردید کے لئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔ شرح عقود رسم المفتی (۵) میں لکھا ہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتا ہے، بعض دفعہ غیر مختار، غیر مفتی بہ، مرجوح، ضعیف، قول نقل

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد، ص: ۸۷، قدیمی)

(۲) "مصافحہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے دو اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ وغیرہ کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں حادث ہے، تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، اسلئے جائز نہیں ہے۔ اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے، اس میں تاکید جائز نہیں ہے، بلکہ وہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ان کو رد کرتی ہے" ان ثلثی (ص: ۱۸۱) حدیثی امسوا هذا الخ (ترجمہ مجالس الابرار مفتی کتبیت اللہ، پچاسویں مجلس، ص ۳۶۱، دارالاشاعت)

(۳) ("تقدمہ تحریرہ تحت عنوان: "مصافحہ بعد العیدین")

(۴) "نماز عیدین میں یاد دیگر نمازوں کے بعد مخصوص مصافحہ کی گئی اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت چاہنا معمول یا عہد نامہ فقہ سے منع لکھا ہے اور "تبعین الخارم" میں اس کو رد و نفی کے طریقے سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے۔" (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند المومنین ج ۱، کتاب السنۃ والہدایہ ص ۱۴۸، دارالاشاعت کراچی)

(۵) "و من الکتاب الغریبۃ" علامسکین شرح الکتب "أو لنقل الأقوال الصعبة کصاحب "القیۃ" أو الاختصار "کالدالمختار للمصنفکی انه لا يجوز الإفتاء من هذه الكتب إلا إذا علم المغلول عنه و الإطلاع علی مأخذها الخ". (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۶، میر محمد)

کر دیتے ہیں اس لئے محض اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک ماخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایک چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامی اس پر تنبیہ فرمادیتے ہیں کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتی ہے، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس کے مصنفہ والے مسئلہ میں تنبیہ کر دی ہے (۱)۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شفیع

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین غنی عند دارالعلوم، پٹنہ، ۱۲/۱۲/۸۹ھ۔

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور بعد میں مصافحہ

سوال (۱۷۷): ہمارے یہاں شافعی مسلک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ، یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا"۔ یا معشر المسلمین رحمکم اللہ! قد رویا فی الخبر عن سید المشر شفیع اُمنہ فی یوم المحشر، سید الأشراف ومنعم مکارم الأخلاق والأوصاف، سیدنا عرب النعم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، اَنہ ما إذا صعد الحطیب عن المنبر، ثم حطب فلا یتکلم أحدکم، من نکلّم فقد لغا، ومن لعابلا جمعة له، اُفتنّوا رحمکم اللہ، فاستمعوا یغفر اللہ تعالیٰ لول الدینا ولول الدینکم، واستناد ناو لا ستادکم، وجميع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات" مؤذن کھڑا ہو کر پڑھتا ہے اور عصابے پاتھ

(۱) "و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط اَنہ تکرہ المصافحة بعد أداء الصلوة کل حال۔ لأن الصحابة روى الله تعالى عنهم مصافحو بعد أداء الصلوة، ولا يهايم من الروافض، ثم نقل عن اس ححر عن التسافعية أنها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع، وأنه يسه فاعلها أولاً ويعرّثاناً، ثم قال: وقال اس الحاح من المالكية في المدخل: إنها من الدع. وموضع المافحة في الشرع اصاحو عدل لقاء المسلمه لأحبه، لا في أدبار الصلوات، فحيث وضعها، الشرع يضعها، فيهي عن ذلك، ويزجر فاعلها بالسأتي به من خلاف السنة الخ." (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة - باب الاستبراء وغيره ۳۶۱، سعيد)

سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے جس کو خواہ مؤذن پڑھتا ہے: "اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَانْمِسِّمِیْنِ، وَاَذِلَّ الْاَنْشُرُكَ وَالْمُشْرَکِیْنَ، بِرَحْمَتِكَ بِسْمِ اَرْحَمِ الرَّحْمِیْنِ" اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اذان دی جاتی ہے، خطیب اولیٰ شتم ہو جانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں، دعا یہ ہے: "اَللّٰهُمَّ احْتَمِلْنَا بِاَنْحِیْرِ حَرَمَتِكَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ، وَاکْرَمِ الْاَکْرَمَ، بِرَحْمَتِكَ بِسْمِ اَرْحَمِ الرَّحْمِیْنِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنِ"۔

اس کے بعد خطبہ ثانیہ ہوتا ہے، بعد نماز پڑھی جاتی ہے، نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام و مصافحہ کرنے لگتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

ایک صاحب دو دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ان دونوں کا وجود نہیں ہے۔ لہذا حضرت والا سے استدعا ہے کہ مکمل و مدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں اور ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ جمعہ سے متعلق ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث و فقہ سے ثابت نہیں، جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں۔ فقہ حنفی کی مبسوط کتاب رد المحتار ج ۵/۲۴۴ (۱) میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو

(۱) (قولہ) کما افادہ النووی فی اذکارہ) حیث قال: اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء، واما ما اعناده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر۔ فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به، فإن اصل المصافحة سنة قال الشيخ أبو الحسن البکری وتقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادة کانت فی ومنه وإلا فعقب الصلوات کلها کذلک اھـ" (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستیواء وغیرہ ۶: ۳۸۱، معبد)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الصلوة، باب فی صلاة الجنائز، مطلب فی دفن الميت: ۲۴۵/۲، معبد)

(و کذا فی کتاب الأذکار للنووی، کتاب السلام والاستئذان الخ، فصل فی المصافحة ۳۳۳، ۳۳۴،

دار البیان، بیروت)

(و کذا فی فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب المصافحة ۵۵۱/۱، دار المعرفہ)

بدعت ممنوعہ اور طریقہ روافض لکھا ہے جس کا ترک لازم ہے، حافظ ابن حجر شافعی سے نقل کیا ہے کہ:  
 ”سہا بدعة مکروهة، لا أصل لها فی الشرع، وینبہ فاعلمها أولاً، وبعزراً ثانياً“ (۶)۔ یعنی  
 نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت و مکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جو ایسا کرے اس کو اولاً  
 تنبیہ کی جاوے۔ نہ مانے تو تعزیر کی جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
 حررہ العبد محمد مفتی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۹۰ھ۔



(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء و غیرہ۔



## اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان

اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال [۸۷۷]: اذان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے اور جو لوگ انگوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

اذان کا جواب دینا سنتِ موکدہ واجب کے قریب ہے (۱)۔ اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ کتاب الفردوس (۲) میں وہ روایت موجود ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ان میں موضوع روایت بہت ہیں (۳)۔ موضوع روایت وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اور نے جھوٹ بات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہو۔ کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ (۴) میں بھی یہ روایت موجود ہے، لیکن علامہ شامیؒ نے

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن"۔ هشام عن يحيى نحوه. قال يحيى وحدثني بعض إخواننا أنه قال: لما قال: "حي على الصلوة" قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، وقال: هكذا سمعنا نيكم صلى الله تعالى عليه وسلم يقول". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي، ۹۶۱ قديمي)

(۲) "و فی کتاب الفردوس: "من قیل طفری إیہامہ عند سماع أشہد أن محمداً رسول الله فی الأذان، أفاقده و مدخله فی صفوف الجنة" (رد المحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعید)

(۳) "دریں کتاب موضوعات و احیاء تودہ دومدرج" (ستان احمد شین، حافظ شیرین کا تذکرہ، ص ۱۶۲، سعید)

(۴) "ثم يقول: "اللهم متلى بالسمع والبصر بعد وضع طفر الإيهامين على العليل" كذا في كنز العباد، قهستاني. و نحوه في الفتاوى الصوفية - وذكر الجراحى و أطال، ثم قال: لم يصح في =

روالکھار میں لکھا ہے کہ فتاویٰ صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتویٰ دینا درست نہیں (۱)۔ علامہ ابن عابدین نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”وذكر ذلك الحرأحی و أطال، ثم قال: ونم یصح فی المرفوع من كل هذا شيء آخر“

(شامی: ۱/ ۲۶۷) (۲)۔

**ترجمہ:** جراتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود نہیں جس سے انگوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المودود وغفرلہ۔

اس مبارک سن کرا انگوٹھے چومنا

سوال [۸۷۸]: ”أشهد أن محمدًا و سون الله“ پر انگوٹھا چومنا اور برست کے بعد دعائے مانگنا، فرض

= المرفوع من كل هذا شيء... (رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳۹۸، سعید)

”مسح العینیں بساطن اُمنلتی السابین بعد تقبیلہما ذکرہ الدیلمی فی الفردوس

و کذا ساور و أبو العباس أحمد بن أبی بکر رداد البیانی المتصوف فی کتابہ ”موجبات الرحمة و عزائم

مغفرة“ بسند قویہ محاہیل۔ ولا یصح فی المرفوع من كل شیء“ (المقاصد الحسنة، حرف المیم،

ص ۳۳۰-۳۳۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۹، دار الکتب العلمیہ)

(۱) فتاویٰ صوفیہ پر روکے بارے میں علامہ شامیؒ کی مذکورہ بالا جزیئہ کے علاوہ دوسرا صریحی جزیئہ نہیں ملا، البتہ اس کے رد میں

علامہ ہالکی لکھنؤیؒ کی صریح عبارت موجود ہے فرماتے ہیں: ”ابن تفصیل رادر بعض کتب فہہ مستحب نوشتہ

است، نہ واجب و نہ سنت، مثل کثر العاد و خزائن الروایات و جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ وغیرہ،

مگر در اکثر کتب معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، و آن کتب کہ در آنہاں ایں مسئلہ مذکور است

غیر معتبر اند، چنانچہ جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و کثر العاد وغیرہ ازین وجہ کہ در ایں کتب رطب و

بایس بالانتفیح محتص است، تفصیل آن در رسالہ ”من“ النافع الکبیر لیس بطلع الجامع الصغیر“

موجود است، و احادیثیکہ درین باب فقہاء نقل میکنند آنہا تحقیق محدثین نیستند، الخ“ (مجموعہ

الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، أوائل کتاب الکراہیہ: ۳/ ۳۲۵، امجد اکبذمی)

(۲) (رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳۹۸، سعید)

(۳) و کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ للعلامة اللکھنویؒ، کتاب الکراہیہ: ۳/ ۳۲۵، امجد اکبذمی (لاہور)

نماز کے بعد دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر پھر زمین پر لگاتا، پھر کان کی لو پکڑتا (توبہ کا طریقہ کبھ کر) کیا ہے، تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”اشیذان محمد رسول اللہ“ پر انگوٹھے چومنا اور اس کو ثواب سمجھنا شرعاً ثابت نہیں، دعا و ہر نماز فرض سنت غسل کے بعد درست ہے۔ توبہ کا یہ طریقہ جو کہ عوام میں رائج ہے، قابل اتباع نہیں بلکہ قابل ترک ہے۔ تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد انگوٹھا چومنا

سوال (۸۷۹): بعض لوگ اذان کے بعد انگوٹھا چومتے ہیں، اس کے بارے میں کوئی حدیث ہے؟

محی الدین کلکتہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی نے تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس کے واسطے کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ رد المحتار جلد اول، ص: ۳۶۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انگوٹھے چومنا اور حیلہ اسقاط

سوال (۸۸۰): ... جو مسلمان اذان کے وقت انگوٹھا نہ چومے وہ کافر ہے یا مسلمان، کیا اس کو

کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ ہمارے ملک میں مردہ پر سے صوم و صلوة کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ دوسرے گندم اس پر ایک روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو طائر و تین آدمی جو کہ ان میں کوئی مسکین نہیں ہوتا ہے، آپس میں ملک و تملیک

(۱) ”ودکسر الحراسی فاطال، ثم قال: و لم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء“۔ (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان، ۱/۹۸، سعید)۔

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان، ۱/۹۸، سعید)۔

(و کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، اوائلی الکراہیۃ ۳۰/۳۲، رشیدیہ)

کرتے ہیں، یہ فقہ میں بھی مروجہ طریقہ ہے یا نہیں اور جو شخص اس مروجہ طریقہ کا قائل نہ ہو اس کو ملامت کرنا اور اس پر دھبہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اذان کے وقت انگوٹھے چومنا کسی حدیث مرفوعہ سے ثابت نہیں، لہذا اس کو سنت سمجھنا غلط ہے (۱)، البتہ بعض سلف سے آشوب چشم کا علاج ہونے کی حیثیت سے منقول ہے (۲)، پھر اس کے ترک پر کفر کا حکم تو کیا ہو تو ترک استحباب کا بھی نہیں، کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی کا فر کہنا نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان چار تار ہوتا ہے (۳)۔

۲۔ یہ طریقہ بدعت و بے اصل ہے، اس سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ میت کے ذمہ سے کچھ ساقط نہیں ہوتا اس سے اجتناب واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، مظاہر العلوم سہارنپور۔

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال [۸۸۱]: اذان میں آنحضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا مولانا عبد الشکور صاحب نے "کنز

(۱) "قدمتی تخریجہ من رد المحتار لائن عابدین و مجموعۃ الفتاویٰ لعبد الحی الکنوی۔ تحت عنوان "اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک نگر انگوٹھے چومنا"

"مسح العین بباطر ائمنی السابین بعد تقبیلہما عند سماع قول المؤذن أشهد أن محمدًا رسول الله ذکرة الدیلمی فی الفردوس و أبو العباس فی "موجبات الرحمة و غرالم المعفرة" بسند فیہ محاہیل ثم روی بسند فیہ من لم أعرفه ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شیء" (المفاصد الحسنة، ص ۳۳۰، ۳۳۱، رقم الحدیث ۱۰۱۹، دار الکتب العلمیہ)

(۲) اس کے بارے میں علامہ عبدالحی نے "تذکرہ" سے نقل کیا ہے، کما سیأتی من مجموعۃ الفتاویٰ لہ (۳۲۵/۳، امجد اکیدمی)

(۳) "عن أنس ذرر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول "لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر، إلا وقد قتل علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك" (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما یبھی عن السباب واللعن ۸۹۳۰، قدیمی)

العمال "تے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے ہر پر "صنی اللہ عملک یارسول اللہ" کہے، یہ صنیہ حدیث کے ہیں تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر تصور کریں؟ بہار شریعت میں بحوالہ رد المحتار لکھا ہے کہ جب "وزن" "شہد" محصور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹوں کو پورے دیر آنکھوں سے لگائے اور کہے "قرۃ عینی یارسول اللہ اٰنتلہم۔ معنی بالسمع والنصر"۔ یہ قول مفتی ہے یہ روایت رسنے پر تحقیق کی ہے۔

الحجاب حامداً ومصلیاً:

اس حدیث کو بحوالہ "فردوس دینی" نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۳ میں لکھا ہے "لا یصح" (۱) اور ابوالعاس مصنف کی سند کو لکھا ہے "فیہ محاہیل" (۲)، اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے (۳)۔ پس اس کو سنت ہدیٰ سمجھ کر بطور عبادت کرنا ہے اصل بلکہ امت ہے۔ اس لئے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اسی طرح کرے جس سے دوسروں کو سنت و ثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔ کثر العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں، موضوعات بھی ہیں، راہ الحق (۴) میں اس کو "کثر العباد" کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا درجہ کثر العمال سے بھی

(۱) "ذکرہ الدہلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق ان لما سمع قول المؤمن "اشہد ان محمداً رسول اللہ" قال مثله. و قبل باطن الامتلیس السباہ. و مسح عیبه، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من فعل مثل ما فعل خلیلی، فقد حلت علیہ شفاعتی،" (تذکرۃ الموضوعات لمحمد بن طاہر بن علی القفصی، باب الاذان و مسح العیسیٰ فیہ و نحوہ، ص ۳۴، مطبعة الشریع بمصر)

(۲) "او کذا" (فی لا یصح) ماوردہ ابوالعاس سند فیہ محاہیل مع انقطاعہ عن الحضرة علیہ السلام انه من قال حين سمع اشهد ان محمداً رسول اللہ: مرحبا بحیبي و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثم نقل ابنہامہ و يجعلہما علی عینیہ، لم یعم و لم یرمذأدا". (تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۴)

(۳) "وحکی البعض من علی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا سمع ذکرہ فی الاذان، و جمیع اصعبہ المسح و الاہتمام، و قلیہما مسح یمامہ، لم یرمذأدا". (تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۴)

(۴) "ورد المحتار، باب الاذان ۱، ۳۹۸، سعید)



لنعتبره، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول" (۱)۔

نیز علامہ شامیؒ نے اس کو بلا تشدید نہیں چھوڑا، ان کتب کا حوالہ نہ دینا بھی تنقید ہے، پھر اخیر میں ہے  
 "لم يصح في المرفوع من كل هذا شيء" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
 حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم، بہار پور، ۳/ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ۔

### بوقت اذان تقبیل ابھائیں

سوال (۸۸۲): ما يقول العلماء الفقهاء والاعتقادية في مسئلة: رجل سمع النداء،  
 مما بلغ المؤذن عند قول: أشهد أن محمداً رسول الله "فقبل إماميه، فوضع على عيبيه، وقال  
 من فيه: قرّة عيني بك يا رسول الله، فطعن عليه رجل آخر، فقال: هذا فعل حرام، فبعضبان  
 بينهما، ولا يتكلمان بينهما، من أصاب الحق ومن أخطأ؟

### الجواب حامداً ومصلحاً:

قال الشامي في رد المحتار: ۲۷۹/۱ "يستحب أن يقال عند سماع الأولى من  
 الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله، وعدا ثانية ممّا: قرّة عيني بك يا رسول الله، ثم يقول  
 اللهم متعني بالسمع والنصر بعد وضع يدي على الإمامين على العيين، فإنه يكون فائداً أنه إلى  
 الحق، كذا في كثير العبادات، فہستثنیٰ. وبيده في الفتاوى الصوفية، وفي كتاب الفردوس: من  
 قبل ظهر إماميه عند سماع "أشهد أن محمداً رسول الله" في الأدان، أناقائده ومدخله في  
 صغوف الحسة، وتسماء في حواشي البحر لمنی "المقاصد الحسة للسخاوی، وذكر ذلك  
 الحراحي وأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء، اهـ" (۳)۔

(۱) (مقدمة عمدة الرعاية ۱۲/۱، سعید)

(۲) وانظر النافع الكبير للكبوي على الجامع الصغير ص ۳۰، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (رد المحتار، باب الأذان ۳۹۸، سعید)

(۴) (رد المحتار، باب الأذان ۳۹۹، سعید)

قلت: ذكر الشقار (١) والشوكاني (٢) والفتني (٣) في العرصه عاب هذا من الضرورة، وامن تقبل إيمانهم عند ذلك ووضعهما على العيبين، فهم عمن لاستنقاتهما عن الرمده، مقول عن بعض السلف، لا يريد عن هذا (٤) فمن فعل هذا على وجه الثمرة والمثوبه، فهو مدعة ينبغي تركها، ومما لئله، فإن اعتقد أن لئله لئله سمعه إلى شئ صلي الله تعالى عليه وسلم بإذنه تعالى ولا بأس، وإن اعتقد أن صلي الله تعالى عليه وسلم يسمع غير توسل أحب من كل مكان، فهو غير ثابت، بل هو شعبة من علم العيب، وهو أمر تفرد به الله تعالى، وكفر الحنفية بتصريحاً من اعتقد أن رسول الله صلي الله تعالى عليه وسلم يسمع عنه العيب و شريث معه تعالى في علم العيب لمعارضة قوله تعالى: ﴿وَلَوْ لَا يَعْلَمُ مِنَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْعَيْبُ إِلَّا اللَّهُ﴾ (٥) وهو عسده مصباح العيب لا يعلمها إلا هو (٦) كذا في شرح العقده الأكبر (٧) - ومما أن كتب لئله نقل عنها الشامي أعني "كفر العباد" و"مختاوى الصوفية"

(١) "مسح العيبين بإذن انعمتي السابطين بعد تقبلهما عند سماع قول المؤذن: أشهد أن محمداً رسول الله، مع قوله: أشهد أن محمداً عبده ورسوله، وضمت بالله رأياً بالإسلام ديناً وبمحمد عليه الصلوة والسلام نبياً". ذكره الديلمي في "الفرودس" عن حديث أبي بكر الصديق أن النبي عليه الصلوة والسلام قال: "من فعل ذلك، فقد حلت شفاعتي". (الموضوعات الكبرى: ٢٠١، رقم الحديث: ٨٢٩٠، قديمي)

(٢) "من قال حين يسمع أشهد أن محمداً رسول الله مرحاً بحبيتي وقرّة عيني محمد بن عبد الله، ثم يقتل إيماناً، ويجعلها على عتبة له يعم ولم يرمد أبداً". قال في التذكرة: لا يصح. (القول في المجموعه في الأحاديث الموضوعة، ص ٢٠، رقم الحديث ١٩، كتاب الصلاة، السنة المحمدية القاهرة)

(٣) "ذكره الديلمي في الفرودس من حديث أبي بكر الصديق أنه لما سمع قول المؤذن: "أشهد أن محمداً رسول الله، قال مثله، وقبل ساطع الأسفلتين السبابة، ومسح عليه، فقال صلي الله تعالى عليه وسلم: "من فعل مثل ما فعل خليلي، فقد حلت عليه شفاعتي". "و لا يصح". (تذكرة الموضوعات لمحمد بن طاهر بن علي الفتني، باب الأذان ومسح العينين فيه ونحوه ص ٣٣٠، مطبعة الشرق بمصر)

(٤) "وحكى عن البعض من صلي على النبي صلي الله تعالى عليه وسلم إذا سمع ذكره في الأذن، وجمع أصابعه المسححة والإبهام، وقيلها وسح بهما عيه، لم يمد أبداً". (تذكرة الموضوعات للفتني ص ٣٢)

(٥) (التمل ٦٥) (٦) (الأنعام ٥٩)

(٧) "و بالحملة فالعلم بالعيب أمر تفرد به سبحانه، ثم اعلم أن الأشياء عليها الصلوة والسلام لم يعلموا المصبات من الأشياء إلا ما علمهم الله تعالى أحياناً، وذكر الحنفية تصريحاً بالكفر باعتقاده أن =



« کتاب الغرر دوس » حکمها، لا يعتمد عليها، لكونها جامعة لمرتب والنياس، كما صرح به في  
 « نافع الكبير » (١) و يستل للمحدثين (٢) - فقط والله سبحانه تعالی اعلم -  
 حرروا العدم، فخر له -



« السی علیه الصلوة والسلام يعلم الغیب لمعارضه قوله تعالى: « قل لا أعلم من فی السموات والأرض  
 الغیب إلا الله » كدافی المسامرة ». (شرح الفقه الأكبر للقاری، ص ۱۵۱، قدیمی)  
 (١) و كذا "کنز العباد" (أی من الكتب الغير المعتمدة) فإنه مملوء من المسائل الواهية والأحاديث  
 الموضوعية، لا عبرة له، لا عند الفقهاء ولا عند المحدثين. قال علي القاري في "طبقات الحنفية": علي  
 بن أحمد العنودی له كتاب جمع فيه مكروهات المذاهب سماه "مفيد المستفيد" وله كنز العباد في شرح  
 الأوراد. قال العلامة جمال الدين المرشدي فيه أحاديث سمحة موضوعية لا يحل سماعها، ص ۲۹۰  
 وكذا "الغناوى الصوفية" لفصل الله محمد بن أيوب المنتسب الي ما حو، تأليف صاحب جامع  
 المصصمات شرح الخدوري قال البركلي الفتاوى الصوفية ليست من الكتب المعتمدة، فلا يجوز  
 العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول انتهى " (نافع الكبير للكنوزی علی الجامع الصغير،  
 ص: ۲۹۰، إدارة القرآن كراجی)

(٢) "احفظ بحی من منده در حق او گفته كه جوانی زیرك وحس حلی در مذهب سبب متصلب ست،  
 و از اعتزال دور مرد كم گوی و دلیر دل، اما در انفس معرفت و علم او قصور است، در صبح و سقیم  
 احادست نمیسیر نمی كند، دوله دارین كتاب او موضوعات و واهیات توده توده مدرج" (بستان  
 المحدثین، ص ۱۶۲، معید)

## میلا، سیرت کی محافل اور عرس کا بیان

### محفل میلا

سوال [۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

میلا و شریف میں قیام بوقت ذکر و لادت بغرض تعظیم نبی علیہ السلام جسداً یا روحاً شرعاً مستحب یا مشروع کس درجہ میں ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو سیدہ ہے یا حسن؟ بعض قائلین بالقیام آیت کریمہ پاره سورۃ فتح ﴿لَسُوْا مَسْرُوْرًا﴾ و رسولہ و نعرہ وہ و تفر وہ ﴿۱﴾ اے اور حدیث "قوموا بلی سید کہ" (۲) سے استدلال کرتے ہیں۔ بصورت عدم جواز استدلال کا جواب اور بیان تو بہ زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کس طرح ثابت ہے؟ بیوہ بالذلیل مع حوالہ کتب تو جروا جبرالجریل۔ المستطی حکمت اللہ غفرلہ ہمیں سنی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو یا مہارات، معاملات، جہاد، شب و روز کے نشست و برخاست کا ذکر ہو بلاشبہ باعث ثواب، موجب خیر و برکت ہے (۳)، مگر مجلس میلا و مردچہ طریق پر ہے اصل، خلاف شرع اور بدعت ہے، بہت قہار اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہے۔ ابن امیر حاج نے مدخل، ج ۲ میں ۳۲ صفحات میں اس کے مفاسد کو شمار کرایا ہے (۴)۔ آپ کا سوال صرف قیام کے متعلق ہے لہذا اسی کے

(۱) (الفصح ۹۰)

(۲) (سبب اسی داؤد، کتاب الاذنب، باب فی القیام ۷۰۹، دار الحدیث ملتان)

(۳) "انس و کرمیلا، فقرہ لم علیہ السلام کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر یہ صورت کے مندوب ہے۔"

(۴) (برائین قلد ۴)

(۵) مدخل سے چند اقتبسات "و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أکبر العادات و

إظهار الشعارین یفعلونه فی شهر ربيع الأول من المولد، و قد استوی علی مدح و معوجات حمة،

و مصر فی ذلك علی العوائد الذميمة فی کوبهم ینتغلون فی اکثر الازمنة الی فصلها اللہ تعالیٰ -





سے زیادہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ تعظیم و توقیر کا حاصل بھی یہی ہے کہ آپ کی سنت کی اتباع کریں اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کی اشاعت کے لئے جن اعمال، اولاد و سب کچھ خدا کے راستہ میں فدا کریں وہ بالکل یہ معمول نہ تھا جو کہ آج کل رائج ہے کہ داڑھی چہرے پر نہیں، احکا مشرک کی پابندی نہیں، رات بھر مولود پر حنا جس میں مسموم اور غلط روایات سنائیں، کچھ اشعار گائے، محمد والوں کو سونے نہیں دیا، مجلس میں حد سے زیادہ روشنی، نیمہ بکر کے ایک قماش کی شکل بنائی اور آخر شب میں مٹھائی اور کچھ نقد لے کر گھر آ کر سونے تو صبح کو اٹھنے کو بچے نیند سے بیدار ہوئے، نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ اگر کسی نے شرکت مجلس سے یا قیام سے انکار کیا یا یہ کہہ دیا کہ ایسی مجلس جس سے صبح کی نماز قطعاً ہو چاہے نہ چاہے تو اس پر ہدایت اور کفر کے فتویٰ لکے شروع کر دیں (۱)۔

۱۶۵۴ھ میں سب سے پہلے مولود شریف کے لئے کتاب تصنیف کی گئی، سلطان ابوسعید مظفر کے زمانہ میں شہر اربل میں یہ بدعت جاری ہوئی (۲)۔

”قوموا الی سید کہ“ (۳) میں میلاد، نہ ذکر میلاد، اس سے قیام میلاد پر استدلال کس طرح درست ہے؟ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عطا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶۹۹ھ

(۱) ”و من لا یتبع ہواہم یرمونه بالوہابیۃ و یسحرون بہ، و ینسبونہ لالافاف، فہذا ہم اللہ تعالیٰ طریق

النصواب“۔ (الدر الساری الی فیض الباری لمدنی عالم میرٹھی، ۳/۱۱۱، حضر راہ مکذوب دیوبند)

(۲) ”کتاب کا نام“ کتاب مسطورہ“ ہے جس وائن مکان نے اپنی تاریخ میں ”تنبیہ فی موند مسراج امیر“ سے مسموم کیا ہے، اسکے مصنف کا ۱۵۶۱ھ یا خطاب عمر بن حسن بن دینچہ بھی ہے، ۵۴۳ھ میں پیدا ہوا، ۶۰۳ھ میں تاج تہذیب تصنیف

کرتے سلطان اربل نے کراہت بڑا کر دیا، اثر بنی انجام حاصل کیا، علامہ سیوطی نے ”حسن المقصد“ میں نقل کیا ہے ”فقد صنف الشیخ أبو الخطاب بن دحیہ مجلداً فی مولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سماہ التنبیہ فی مولد السیر والذہیر، فحارہ علی ذلک مالف دہار“ الخ“ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ میلاد

لحفاظ الحکیم عند الشکور السراوی، تصنیف سن ۱۹۳۱ھ، ص: ۴۵، ۴۷)

(۳) (سین انی داودہ کتاب الادب، باب فی الفہام، ۲۰/۷۰، دار الحدیث ملتان)

## مجلس میلاد مروجہ

سوال [۱۸۸]: بعض جگہ میلاد شریف کا طریقہ اس طرح مروج ہے کہ ہام میلاد شریف حضرات علماء کرام بغرض سنا عام لوگوں کو یادایا جاتا ہے کھانے پینے کا اہتمام بعض تعلق دار خصوصاً علماء کرام و طلبہ کا ہوتا ہے۔ ورنہ تو اپنے محلہ والوں کے نزدیک عیب شمار کیا جاتا ہے۔ مجلس ہذا میں شمع مع دیگر خوشبود وغیرہ کا بھی کچھ انتظام کیا جاتا ہے لیکن کہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ و معجزات مع فضائل و وعظ نصیحت بیان کی جاتی ہیں اور کہیں محض وعظ و نصیحت قرآن کریم و احادیث نبویہ بیان ہوتے ہیں۔ بہر حال کوئی خاص مضمون نہیں مگر اخیر میں جس کے اختتام پر ضرور بالضرور عام لوگ کھڑے ہو کر کوئی بات چھوڑ کر کوئی برسیں، کوئی تحت سرہ دست بستہ ہو کر با واز بلند مع القیام سلام و ردود پڑھتے ہیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس قسم کے میلاد شریف مع القیام و عدم القیام کا شریعت میں کیا فیصلہ ہے؟ عبارت مذکورہ کے مطابق جو قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کسی نصوص قطعی و فقہ حنفی سے ثابت ہے یا قرون عشرہ میں سے کسی نے اس فعل کو کیا یا ان سے ثابت ہے؟ اگر ناجائز ہے تو یہ ناجائز کس درجہ کا ہے اور ان ناجائز امور کرنے والے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا؟

نیز تارک قیام پر سب و شتم و طعن زنی کرنا کرنا کیسا ہے؟ اس قسم کے لوگوں کو کیا کہا جائے گا، کیا ان کے متعلق شریعت محمدیہ میں کوئی وعید نہیں؟ بصورت جمع ما ذکر کے عدم جواز پر اور کوئی صورت و ہیئت سے میلاد مع القیام کا اس شریعت میں ثبوت معلوم ہوتا ہو تو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا ذکر عبادات و معاملات و غیرہ بلا شبہ مستحسن اور باعث برکت و موجب ثواب ہے، لیکن میلاد مروج بہت مخصوصہ کے ساتھ قرون مشہود اب بالآخر میں کہیں موجود تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین ائمہ مجتہدین اور علماء حقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی نہیں کیا اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں لہذا بے اصل بدعت اور ناجائز ہے، اس کا ترک واجب ہے۔ یہ مجلس مفاسد و کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

۱- اس مجلس کے اعتقاد اور شرکت کو لازم سمجھا جاتا ہے۔

۲- اس کی اہمیت کا اعتقاد فرض عین سے بھی زیادہ ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص صلوٰۃ خمسہ کا تارک ہو اس پر کوئی تکمیر نہیں کرتے، اس شخص میں شریک نہ ہونے والے پر سب و شتم کیا جاتا ہے۔ ”سبب المسلم“

۳۔ مخصوص تاریخوں کی تعیین کو ہلا دینا شرعی لازم سمجھ رکھا ہے۔

۴۔ قیام کو فرض یمن اعتقاد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل قیام کے بارے میں یہ ہے:

”اَسِرْ رَاصِيَ اللّٰهِ نَعَانِيْ عَنْهُ“ نَمَ يَكُنْ شَخْصٌ اُحِبُّ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَنْبِيَائِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانُوا بِدَارِ رَوْدِهِ لَمْ يَقُومُوا لَمَّا يَنْعَمُونَ مِنْ كَرَامَتِهِ لِذَلِكَ“۔ (الترمذی ۲)۔

” (أبو أمامة) حرج عنيما لشي صني الله تعالى عليه وسلم بتركنا على عصا فقمنا إليه فقال: ” لا تقوموا كما تقوم الأعاجم يعطهم بعضهم بعضاً “ - لأبي داود (٣) -

"معاونة رضى الله تعالى عنه) رفعه: "من أحب أن يشتمل له الناس قياماً، فليستوا مقعده من النار". (أبى داود والترمذى (٤) يقول رواه الشيخ رحمه الله الفوائد: ١٤٣/٢ برنڈر کرس (٥)۔

۵۔ اس قیام کے وقت اکثروں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف رکھتے ہیں اور ہماری تمام نفل و حرکت کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بسا اوقات ایک وقت ہزاروں جگہ یہ مجلس

(١) (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب حوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لا يشعر  
١٤١١هـ، فدينى)

(٤) (جامع الترمذی، أبواب الاستبذان، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل (١٠٥٢، سعيد)

(٣) - مسس أنسى داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك ٤ \* ١٠٤١ دار الحديث ملتان )

(٣) (أبو داؤد المرحوم السابق، رقم الحاشية ٣، وجامع الترمذى أيضاً المرحوم السابق، رقم الحاشية ٢)

(٥) (جميع الفوائد، كتاب الآداب، باب العفاس والتأزب والمجالسة وآداب المسجد ٣٥٢٣، رقم

لأحاديث ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، إدارة القرآن كراچی)

منعقد ہوتی ہے اور ہر مجلس والے یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ ہماری مجلس میں تشریف رکھتے ہیں حالانکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔ پس یہ اعتقاد شرک کا نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریک مانا (۱)۔

۶۔ عموماً مجلس میلا دیس روایت موضوع بیان کی جاتی ہیں، ان کا بیان کرنا اور سننا اور ان کو سنا چنا حرام ہے "من کذب عسی متعمداً فلینزو مفعده من النار" (۲)۔

۷۔ عموماً شرکاء مجلس کی رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے نماز فجر قضاء ہوتی ہے اور اکثر میلا دخواں بے نمازی ہوتے ہیں (۳)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ الْعِيبِ نُوْحِيَ إِلَيْكَ، وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَهُمْ بِكَلَمِ رَبِّهِ، وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۚ﴾ (آل عمران: ۴۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ، وَ هُمْ بِمَكْرُومٍ ۖ﴾ (یوسف: ۱۰۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ مَا كُنْتَ بِحَاجِبِ الْعَرَبِيِّ إِذْ قَصَبْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ﴾ (القصص: ۴۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ مَا كُنْتَ بِحَاجِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَاهُ، وَ لَكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ﴾ (القصص: ۴۶)

حاضر ناظر کا عقیدہ رکھنا قرآن کریم کی مذکورہ اور ان جیسی دیگر آیات کریمہ اور قطعیت کے خلاف ہے، مزید

وضاحت کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۱۵۸: ۳، دار احیاء التراث العربی)

(وتفسیر ابن کثیر: ۱، ۳۸۳، مکتبہ دار السلام، ریاض)

(وتفسیر ابن جریر الطبری: ۱، ۱۸۴: ۳، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱۱)

فدہمی کتب خانہ

(۳) بلکہ نماز ان کو ترک کرنے میں بہت بڑی وعیدیں آئی ہیں، حدیث شریف میں ہے

"عَادَةُ مَنْ الصَّامَتِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ "حَمْسُ صَلَوَاتٍ الْفَرَصَتَيْنِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَحْسَنَ وَضَوْنَتَيْنِ، وَ صَلَاحُ لَوْفَتَيْنِ، وَ أَمْرٌ رَكُوعَتَيْنِ وَ

خُشُوعَتَيْنِ، كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَ مَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُ، إِنْ

شَاءَ عَذِبُهُ". (أبو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب المحافظة علی الصلوات: ۶۱۱، دار الحديث ملتان)



۸- تزیین کرنے والے لوگ بڑی ضیق میں مبتلا رہتے ہیں، ان کو سخت ازیت معلوم ہوتی ہے (۱)۔

۹- روشنی اور خوشبو وغیرہ میں ضرورت سے زیادہ صرف ہوتا ہے جو کہ اصراف ہے (۲)۔

غرض یہ کہ بے حد فساد اور منوعات کا ارتکاب ان مجالس میں ہوتا ہے، لہذا ان مجالس کا انعقاد اور ان کی شرکت بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب دین محمد بن عبد الوہاب

### میلاؤ کا خاص طریقہ

سوال (۸۸۵)؛ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود میلاؤ شریف لوگ سب جمع ہو کر زور و شور سے بلند آواز کے ساتھ گلے سے گلے ملا کر برائے ایصالِ ثواب و ثواب دارین و برکت مکان و محفوظ جہاں و مصائب کے لئے پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں والے میلاؤ شریف بیان کرتے کرتے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت تک جب پہنچ جاتے ہیں تب سب لوگ ایک دم کھڑے ہو جاتے ہیں اور زور و شور سے ”صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ پھر ”یا سسی سلام علیہ، یا رسول سلام علیہ“ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کے محفل میلاؤ شریف میں تشریف لانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اب ایصالِ ثواب وغیرہ کی نیت سے پڑھنا اور پڑھانا اور زور و شور سے گلے سے گلے ملا کر پڑھنا اور محفل میلاؤ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روح مبارک کے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا وقت سلام قیام کرنے کو ضروری سمجھنا اور قیام کرنا کیسا ہے؟ اگر چاہئے تو کیسا ہے؟ اگر نہ چاہئے تو کونسا اور کیسا گناہ ہے؟ اور رائج میلاؤ شریف یہ ہے کہ ”ماکان محمد سے لیکر تنسی، علیہم“ تک پھر ”یا اللہ و ملائکہ“ سے لیکر ”وسلیمان“ تک پڑھتے ہیں۔ بعد میں سب لوگ مل کر زور و شور کے ساتھ درود شریف پڑھتے

(۱) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ“ الحدیث“ (صحیح البخاری، الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ) (۲) (۱۰۱، فذہبی)

(۲) اور اصراف ممنوع ہے، ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَلَا تُسْرِفُوا، إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (الاعراف ۳۱)

ہیں، پھر ایک مولوی یا نشی عربی میں تالیف بیان کرتے ہیں مثلاً: ”ہند، باسم ذاتہ العلیٰ الخ“ پھر ”ولمّا أُرِدَ اللہ سہارنہ حقیقۃ محمد اظہر الخ“ پھر ”ولمّا تم من حملہ شہد بن علی الشہد الخ قول اُروا“ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرتے ہیں اور ”یا نبی سلام میک یا رسول سلام میک“ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اسی طرح ختم کرتے ہیں۔ پھر ایک شعر پڑھتا ہے پھر سب مل کر زور و شور سے ”یا نبی سلام میک“ پڑھتے ہیں، اسی طرح ختم کرتے ہیں اور وہاں میں پڑھتے ہیں۔ جیسے۔

آمنہ سے روایت اور یہ مجھ کو پیدا ہو گیا جب وردہ

اس شعر سے لے کر

ہاتھ سے میرا ختم ملنے لگا اور کبھی تھا وہ نورانی تھا

پھر ”انظر یا سید المرسلین الخ“ تک پڑھ کر۔۔۔

اشعوریت تعظیم محمد حبیبی، بیان ظہور محمد... کھڑے ہو جاتے ہیں اور ”صلی اللہ علی محمد“ اور ”یا نبی سلام میک“ بلند آواز سے سب مل کر پڑھتے ہیں پھر ایک شعر پڑھتا ہے۔

مثل أنت شمس أنت بدر، أنت أنت مصباح الصدور

تک پڑھتا ہے، پھر سب مل کر یہی سلام میک بلند آواز کے ساتھ ختم تک اسی طرح پڑھتے ہیں، بعد میں بیٹھتے ہیں اور درود شریف پڑھتے اور مناجات کرتے ہیں۔ اس طرز و طریقہ کے ساتھ پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ بدلیل شرعی و حوالجات کتب الفتویٰ تحریر فرمادیں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات و معاملات و عبادات وغیرہ کا ذکر ہو، بال التزام تہ ریغ و مہینہ کے بلاشبہ باعث اجر موجب ثواب ہے (۱) لیکن طریقہ مروجہ پر میلاؤ شریف کی مجلس منعقد کرنا

(۱) ”شمس“ ذکر میلاؤ ریغ و مہینہ کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ کرہ۔ موت آپ کا مثل ذکر زہر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“

(مر اہس فاطعد ص ۳۰)

روکدا فی الفتاویٰ الحدیثیہ لاس حجر الہیمنی، ص ۲۰۳، قدیمی )

بے اصل، بدعت سید اور نہ کرے۔ علامہ ابن الحاج نے کتاب المدخل (۱) میں بتیس صفحات میں اس مجلس اور

(۱) غل سے چند اقتباسات تحریر کیے ہیں تحت عنوان ”مجلس میلاد“ اور مزید چند اقتباسات ”درجہ ذیل ہیں

”قال ابن الحاج “فصل فی المولد و من جملة ما أحذوہ من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العادات، و إظهار التعائر ما يفعلونه فی شهر ربیع الأول من المولد، و قد احتوی علی بدع و محرّمات حتمّة، فمن ذلك استعمالهم المغانی، و معهم آلات الطرب من الطار المصصر و الشابة و مصو و فی ذلك إلى العوائد الذميمة فی كونهم يشتغلون فی أكثر الأزمات بدع و محرّمات و قد نقل ابن الصلاح أن الإجماع منعقد علی أن آلات الطرب اُحتمعت فی محرمة (ص ۳) فمن كان مأكياً فلیک علی نفسه و یا لیثمهم عملوا المعانی لیس إلا لیل یزعم بعضهم أنه بنادب، فبدأ المولد بقراءة الكتاب العزیز، و ينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالهيوک فهذا فیہ من المفاسد و حوہ : منها ”ما یفعله القاری فی قرآءة علی تلك الهيئة المذمومة شرعاً و الثاني أن فیہ قلة أدب و قلة احترام لكتاب الله عزوجل، الثالث : أنهم یقطعون قرآءة كتاب الله تعالى، و یقلون علی شہوات أنفسهم من سماع اللہو بضرب الطار و الشابة و الغناء و التکسیر الذی یفعله المعنی الرابع أنهم یظهرون عبر ما فی بواطینهم، و ذلك بعینه صفة التفاق الخامس أن بعضهم یقلل من القرآءة لقوة الیاعث علی لهوہ بما بعدها . . . السادس : أن بعض السامعين إذا طوّل القاری القرآءة یقلقلون منه لکونه طویل علیهم، و لم یسکت حتی یشتعلوا بما یحبون من اللہو، (ص ۶۰) فأنظر إلى هذا المعنی إذا عنی، له من الهيئة و الوقار و حسن الهيئة و السمیت فإذا دلت معه الطرب قليلاً حرّک رأسه ثم إذا تمکّن الطرب منه ذهب حیاءه و وقاره فقوم و یرقص و یعط و یدای و یسکی و ینشع و یدخل و یدخل و یخرج و یسط یدیه و یرفع رأسه نحو السماء و یخرج الرغوة أی الرید من فیہ، و ربما مرق بعض ثیابه و هذا مکرّ بئ : لأن النبی صلی الله تعالى علیہ وسلم نهی عن إصاعة المال هذا وحده - و الثاني أنه فی الظاهر خرج عن حد العقلاء اذ أنه صدر منه ما یصدر من المجانین فی غالب أحوالهم، الثالث : أنه لحن نفسه بالهوان، إذ التکلیف انما حوّل به العقلاء، و هذا یزعم أنه سلب عقله (ص ۷۰) ثم اسطر إلى محالفة السمة ما أشعها، ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد علی ما تقدّم، نشروا شعور السامع لتفعل ذلك، و قد تقدّم ما فی مولد الرجال من البدع، و المحالفة للسلف الماضین رضى الله عنهم اجمعين، فیکف إذا فعله النساء، لا حرم أنهن لسا فعله، ظهرت فیہ عورات حمة و مفاسد =

قیام کے مفاسد تحریر کئے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ (۱) میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں مذراعات کی حرمت (۲) کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے۔ ”وأفصح منه التذکر بفرقة المدعة من الحقوق مع اشتوائه على الثقب، والثقب، ونواب ذنوب إني حصرة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ“ (۳)۔

اور یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں کہیں اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں (۴)۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں اپنے لئے قیام سے صحابہ کرام

== عیدہ، فہما ما تقدم فی مولد الرجال من أنه يكون بعض النساء ينظر إلى الرجال، فيقع ما يقع من التشويش بين الرجل وأهله بسبب ذلك“، (ص: ۱۲) المدخل: ۳۰، ۶، ۷، ۱۲۰۔

(۱) ”وسئل نفع الله به، عن حكم الموالد والأذکار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة؟“ فأجاب بقوله: الموالد والأذکار التي تفعل عبدا أكثرها مشتمل على غير كصدقة و ذکر و صلوة و سلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه، و على شرب شرور لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأحانب، و بعضها ليس فيها شر لكنه قليل مآدر، و لا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم، و بقرض أنه عمل في ذلك خيرا، فربما حيره لا يساوي شره“ الح: الفتاوى الحديثة لاس حجر الهيثمي، مطلب الإحتجاج للموالد والأذکار مطلب ما له يورث عنه شر، و الإفصح منه، ص: ۲۰۴ قدیمی

(۲) ”أما لو بلغ زهدا لإيقاد قندیل فوق ضريح الشيخ أو في المنارة كما يفعل النساء من نذر الزيت لسيد عبد القادر، و يوفد في المنارة جهة المشرق، فهو باطل“ (رد المحتار، فی باب الاعتكاف، مطلب فی النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام الح: ۳۹۹، ۳۴۰، معید)

(۳) (رد المحتار المصدر السابق، ص: ۳۴۰)

(۴) ”بکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہے۔“ قال الله تعالى: ”و ما كنت محابب“ (الفرص: ۳۳)

قال القرطبي ”ما كنت من الشاهدين“ أي الحاضرين“ (تفسير القرطبي: ۱۳، ۱۹۳)

کو منع فرمایا ہے۔

”عن ابي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: ”خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
مكة إلى عبي عصفاء فقمنا به، فقال: ”لا تقوموا إلا عاحم بعظمه بعضهم بعضاً“۔ روہ او  
۵۶۵ (۱)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو معمول یہ تھا کہ قیام نہیں کرتے تھے۔

”عن انس رضي الله عنه قال: ”نه يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا راوه، نه يقوموا لما يعممون من كرامته لذلك“۔ الترمذی (۲)  
وہاں ہذا حدیث حسن صحیح اہد“۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۰۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

### مولود شریف

سوال (۸۱۶): معروض ہے کہ مولود شریف کے متعلق ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:  
”علامہ ابن امیر الحاج نے کتاب المدخل میں تیس صفحات میں اس محفل کے شرعی مسائل تحریر کئے ہیں، ان کا بغور  
مطالعہ کیا جائے۔ محفل وعظ میں بلند آواز سے اہل مجلس کے ذکر درود کو کتب فضائل درمختار، شامی، لطحاوی وغیرہ  
میں ممنوع لکھا ہے۔“ ہذا بنیہ بعد نیاز معروض خدمت ہے کہ کتاب المدخل ہمارے یہاں موجود نہیں، از روئے  
مہربانی اس کی مہارت کو نقل فرما کر ممنون کریں اور روہ و شریف زور سے پڑھنے کی کراہت کے متعلق شامی و لطحاوی  
کے اس موقع میں مذکور ہے، نشان تحریر کر کے رہن منت فرمادیں۔

محمد عبد الغنی غفرلہ دارالافتاء وسطہ نظام پور چانگاس۔

= وقال تعالى: ﴿وَمَا كُنْتَ بِحَاجِّ الْطَّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا﴾ الآية: (القصص ۳۶)

(۱) (مسند اسی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل يقوم للرحل بعظمه بذلك: ۴۰۲، دار الحديث  
مکناں)

(۲) (جامع الترمذی، ابواب الامسیدان والادب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرحل: ۱۰۳، معبد)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الفیاء، الفصل الثانی، ص ۳۰۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً :

بتیس صفحات (۱) نقل کرنے کی اس وقت فرصت نہیں، میری کتاب مدخل ایک صاحب کے پاس مستعار گئی ہوئی ہے۔ ”وصایا الوری علی طریقۃ البشیر والذری“ (۲) ”براہین قاطعہ“ (۳)؛ ”اصلاح رسوم“ (۴)۔ ”فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی“ (۵) وغیرہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہے۔ اس محفل کی ابتداء ۶۰۰ھ میں شدار میں کے دور میں ہے، کنزانی المعروف الشذی: ۲۴۰ (۶) اور جب بنی امین وجہدہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ”المورد فی نکالہ عینی عمل نعوذ“ (۷) پھر اس کے بعد سے اب تک عربی فارسی اردو میں رسائل اور فتاویٰ بکثرت اس مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ یہ کتابیں روزمرہ کی ضرورت کی ہیں، دارالافتاء اور جمعیت علماء میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔

امداد الفتاویٰ (۸) میں بھی متعدد جگہ اس کی بحث ہے، علامہ شرمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلمی باب ”لا اعتکاف

(۱) (قد مضت القیاسات من المدخل تحت عنوان ”محفل میلاد“، و عنوان ”میلاد کا خاص طریقہ“، فراجع الموضوعین نجد فیہما ما یکفی لک۔

(۲) (لم أجد هذه الرسالة)

(۳) ”براہین قاطعہ الجواب انوار ساطعہ“ میں حضرت مولانا ظلیل احمد سہارنپوری نے مختلف عنوانات قائم کر کے اس بدعت کی تردید فرمائی ہے۔

(۴) چنانچہ اصلاح الرسوم میں حضرت فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ نے باب سوم، فصل اول میں ”مولود شریف“ کے عنوان سے تقریباً اس بارہ صفحات میں اس بدعت قبیحہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (۱۰۹، ۹۸، سعید)

(۵) (قد مضی تحریرہ تحت عنوان ”میلاد کا خاص طریقہ“)

(۶) لم أجد فی العرف الشذی و ذکرہ اس خلکان فی کتابہ: ”زیات الاعیان و ابناء ابناء الزمان“

ترجمۃ مطبوعہ الدوس صاحب اوبلی، وقم الترجمۃ: ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳

نذر بقراءة المولد کو فتح لکھا ہے (۱)۔

”وازعاج الأعضاء سرفع الصوت جهل، وإنما هي دعاء له والدعاء بكون بين النهر والمحافة، كذا اعتمدته الناجي في كنز القضاة اه“۔ در مختار۔ ”قال في الهندية: ”رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه اه“ شامی: ۱/ ۵۴، فصل في قالب الصلوة إلى انهاء (۲)۔

دوسرے مقام پر اس سے صریح ہے کہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنا عند التذکیر گرمی ہنگامہ کے

= اولاً یہ کہ مولود خواں جانش ہوتا ہے اور روایتیں اکثر موضوع اور غلط بیان کرتا ہے۔ - ثانیاً: یہ کہ اہتمام اس کا شش اہتمام ضروریات دین کے بلکہ زیادہ کرتے ہیں، کہیں قلعین و فروش کہیں چوکی و مند، کہیں شامیانہ، کہیں گلاب پاشی، کہیں شیرینی، کہیں قدیل و نالوس جھار، چٹنی، گلاس، کہیں لوہان سلٹنا، اور بہت سے امور غیر ضروریہ کو ضروری سمجھتے ہیں اور بغیر ان سامانوں کے مولود کرنے کو نااہل پرہیز سمجھتے ہیں۔ ... جاثاً: یہ کہ تعین و تحقید روز ولادت کو ضروری سمجھتے ہیں۔ - غیر متعید و متعید کھنا اور غیر ضروری کو ضروری چنانہ بدعات قبیحہ سے ہے۔ - - - - - راہجاً: یہ کہ اکثر اہل محفل اہل بدعت یا فساق و فجار ہوتے ہیں خاصاً: یہ کہ اکثر اشعار لغت تحنیف چاہلوں کے ہوتے ہیں، کہیں اس میں تو غل شان نبوی ہوتا ہے کہیں اور انبیاء اور ملائکہ کی نسبت بے ادبی ہوتی ہے۔ - - - - - سادماً: وقت ذکر ولادت کے کھڑے ہوتے ہیں، پھر اس میں بعض کا متعید تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے ہیں یہ تو بالکل شرک ہے۔ - - - - - سابعاً: یہ کہ ان امور پر اصرار کرتے ہیں اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے۔ - - - - - قال ابن المبارک: -

تعصى الإله وأنت تطهر حبه

هذا العمى فى الفعل بدیع

لو كان حيك صادقاً لأطعته

إن المسحب لمن يحب مطع

(امداد الفتاوی، کتاب البدعات ۵۰، ۲۳۹، ۲۵۰، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) ”وافصح منه النذر بقراءة المولد فى المنابر، ومع استعماله على العناء واللبس الخ“۔

(رد المحتار، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف ۴، ۳۳۰، سعید)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، باب صفة الصلوة، مطلب فی المواضع التى تکرر فیها الصلوة علی

النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۵۱۹/۱، سعید)

لئے مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حرر والاعوذ باللہ من العین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنپور، ۶/۱۰/۱۳۸۱ھ  
الجواب صحیح سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنپور، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

سائل مکروہ اور میلا وشریف

سوال (۸۸۷): ہم نے اپنے بچے کی سائلگرہ جب کہ وہ ایک سال کا ہوا خوب دھوم دھام سے منائی، چند لوگوں کو مدعو کیا، پارٹی کے ایک کانے، سائلگرہ کی مبارکباد دی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی کرامت تو نہیں؟ یا پھر غیر مسلم طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع تو نہیں ہے؟ ویسے ہمارے یہاں مولود انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو مناتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

سائلگرہ (پیدائش سے سال بھر پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، یہ غیروں کا طریقہ ہے اس سے پرہیز چاہئے (۲)۔ مردہ پر طریقہ پر میلا وشریف کرنا بھی دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں۔ چھ صدی تک اس کا وجود نہیں تھا، اس کے بعد اربل کے بادشاہ نے اس کو ایجاد کیا ہے (۳)، پھر اس میں بہت سی غلط چیزیں اور بھی شامل ہو گئیں، ان سب غلط چیزوں سے بچ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک

(۱) "الفتاویٰ وعین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه مکروہ رفع الصوت عند قراءة القرآن والحجاة والرحف والدکبیر الخ"۔ (رد المحتار، کتاب الحطوط والإباحة، فصل فی البیع، ۳۹۸/۶، سعید)

(۲) اور اس میں جو نال ضائع کیا جاتا ہے اور التزم کیا جاتا ہے وہ شرعاً مذموم اور غیر ثابت ہے: "قال ابن المعبود: فیه ابن المسدویات قد تنقلب مکروہات إدا وقعت عن رءسها: لأن النیامن مستحب فی کل شیء ای من أمور العبادۃ، لکن لما حشی ابن مسعود أن یعتقدوا وجوبه، أشار إلى کراهته، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الإفتال والإنصراف علی البعیر والشمال: ۳۳۸، دار المعرفۃ بیروت)

(۳) (و فیات الأعیان و أہباء أئماء الزمان، ترجمۃ مظفر الدین صاحب إرمیل، رقم الترجمۃ ۵۲، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ترجمۃ الأمجد ابن مہمانی، رقم الترجمۃ ۹۱،

دار صادر بیروت)



مثلاً: حدیث شریف پڑھنا سنا کر ہو یا بصورت وعظ ہو، نہایت ہی موجب برکت اور سعادت کی چیز ہے (۱)۔  
 فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۰/۹۵ھ۔

بظہر زمینی میلا! وشریف پڑھنا

سوال [۸۸۸]: ہمارے ملک میں یہ رواج جاری ہے کہ محفل میلا وشریف اور وعظ میں درود شریف بوزن موسیقی اور قصیدہ نغمیہ ایک شخص پڑھنے کو حکم کرتا ہے اور گھے ملا کر خوب زور و شور سے چلا چلا کر بار بار پڑھتے جاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ ایسا ہی روایتی طور پر پڑھنا بدعت ہے، عمر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جو ایک محفل میں بیٹھے تھے، حکم کیا کہ تم لوگ درود شریف پڑھو، لہذا سب گھے ملا کر زور و شور سے درود پڑھتے رہے، اس سے ثابت ہے کہ ایسا ہی پڑھنا زیادہ مستحسن و مستحب ہے۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ ایسا درود شریف اور قصیدہ پڑھنا عند الشریعہ کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

یہ طریقہ بدعت ہے، قرون مشہود لہا بالظہر سے ثابت نہیں، عمر ثبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس سے دلیل دریافت کی جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس طرح پڑھنا کون سی حدیث میں منقول ہے اور اس حدیث کی سند کیسی ہے؟ "قال السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "النبیۃ عسی سعدی" (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پٹور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پٹور۔

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم بہار پٹور، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ھ۔

(۱) (امداد الفتاویٰ ۲۳۹۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (سلسلہ اس مباحثہ، کتاب الاحکام، ساب النبۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ،

### مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت

سوال [۸۸۹]: میلاد النبی جو کہ شرعی حیثیت سے جائز ہے اور وعظ و نصیحت کر کے پہلے سے بغیر مقرر کئے ہوئے روپیہ پیسے لینا یعنی اس کی اجرت نام رکھ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہم تمہارے وہاں اتنے بچے سے لے کر اتنے بچے تک وعظ و نصیحت یا میلاد النبی پر دیں گے، ایسے کام کی اجرت تم سے لیں گے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواب مدلل مع اولہ اربعہ یا صرف قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور اگر جائز نہیں تو اولہ اربعہ سے اس کی نفی کریں۔

المستفتی: احسان علی کلکتوی۔

### الجواب حامداً و مصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو خواہ جہاد، صلوٰۃ، صوم، حج، نکاح، معاملات وغیرہ بقیہ باعث برکت و موجب ثواب ہے (۱) لیکن اس زمانہ میں مجالس میلاد و بہت سے منکرات و ممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہیں۔ کتاب المدخل میں ۳۲ صفحات (۲) میں ان مجالس کے منکرات کو تحریر کیا ہے، عربی فارسی اور اردو میں مستقل رسائل اس کی تردید میں موجود ہیں۔ چند فرمایاں یہ ہیں:

۱۔ روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر و بیشتر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں جن کا پڑھنا اور سنانا اور ان کا اعتقاد رکھنا ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے (۳)۔

(۱) ”ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قباہ سے خالی ہو، اس سے بہتر کیا ہے“ قال الشاعر۔

وذكرک للمشتاق خیر شراب و کل شراب دونه کسراب

(امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات : ۲۴۹/۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) ”تقدم تحریحه تحت عنوان ”محفل میلاد“ و عنوان: ”میلاد کا خاص طریقہ“

(۳) قال النووي فی شرحه علی مسلم: ”وأعلم أن هذا الحديث (أى من كذب على النبي) يشتمل على فوائد وجمل من القواعد - الثانية: تعظيم تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنه فاحشة عظيمة وموبقة كبيرة - الثالثة: أنه لا فرق في تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم بين ما كان في الأحكام وما لا حكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغير ذلك، فكله حرام“

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار"۔ رواه الشيخان (۱)۔ "من حدث عني حديثاً وهو يرى أنه كذب، فهو أحد الكاذبين"۔ رواه مسلم (۲)۔ "واندى نفس أبي الفاسد بده، لا يروى عني أحد ما لم أقنه، إلا فهو مقعده من النار"۔ رواه الدار قطنی (۳) "كفى بالمرء إثماً أن يحدث بكل ما سمع"۔ رواه مسلم (۴)۔

۲۔ رات کا بڑا حصہ ان مجالس میں گزار کر صبح کو جو لوگ نیند سے مغلوب ہو کر سو جاتے ہیں جس سے فریضہ قضاء ہوتا ہے (۵)۔

= من أكبر الكبائر وأقبح القبائح بإجماع المسلمين الذين يعتمدون في الإجماع الرابعة  
تحريم الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعاً، أو غلب على ظنه وضعه، ولم يبين حال رواية وضعه، فهو داخل في هذا الوعيد، مندرج في جملة الكاذبين على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، "مقدمة الكامل على الصحيح لمسلم، باب تعليل الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (۸/۱، قديمی)

(۱) (أخرجه البخاري في العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمی)

(۲) (مسلم في مقدمته على صحيحه، باب تعليل الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۴/۱، قديمی)

(۳) (أخرجه مسلم في مقدمته على صحيحه، باب وجوب الرواية عن النقات وترك الكذابين والتحذير من الكذب الخ: ۶/۱، قديمی)

(۴) (أخرجه البخاري ولفظه: "من يقل على ما لم يقل، فليتبوأ مقعده من النار"، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمی)

(۵) (أخرجه مسلم في مقدمته على صحيحه، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۸/۱، قديمی)

(۶) (أوردته زكوة ترك كراهية بت إمامنا ہے۔ "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة"۔ (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوة، باب ما حاء فيمن ترك الصلوة، ص ۷۵، قديمی)

۳۔ قرب و جوار کے لوگ بھی نہیں سوکتے جس سے ان کو اذیت ہوتی ہے (۱)۔

۴۔ ان مجالس کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا ہو، اور بھی منہ داتا ہو اس پر ملامت نہیں کی جاتی اور جو شخص ان مجالس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، وہابی کہا جاتا ہے بلکہ اخوت، مودت کا تعلق قطع کر کے اس سے دشمنی کی جاتی ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں ﴿وَالَّذِينَ يَبُذُّونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا﴾ بَهَانًا وَ اِلْتِمَامًا ﴿۱﴾  
الآیہ (۲) بلکہ دین اسلام سے اس کو خارج مانا جاتا ہے۔

۵۔ روشنی، خوشبو، مجالس کی آرائش میں حدود و چکا اسراف کیا جاتا ہے (۳)۔

(۱) کسی مسلمان کو اذیت دینا حرام ہے اور بسا اوقات چائے و عسل بھی ایذا رسانی کے اندیشہ کی بنا پر مکروہ ہو چکا کرتا ہے جیسے جہاڑ کر اور سخاوت سے اگر مرغیش، سونے والے کی خینیا نمازیوں کی نماز میں غلط واقع ہو تو مکروہ ہے کہ نظم۔ اور کھڑے سے احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و بدہ"۔ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و بدہ - ۶۱۱۰، قدیمی)

دوسری جگہ ارشاد ہے: "و من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر، فلا يؤذ حارة، و من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر، فليقل خيراً أو ليصمت"۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی حق الجوار: ۵۰۱۲، مکتبہ دار الحديث ملتان)

وقال العلامة الآلوسی تحت آیہ: ﴿وَالَّذِينَ يَبُذُّونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا﴾  
الآیہ: "و أخرج غیر واحد عن قتادة قال: إياكم و أذى المؤمن، فإن الله تعالى يحوله و بغضب له" (روح المعانی ۸۸۲۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)  
(۲) (الأخواب: ۵۸)

قال العلامة الآلوسی تحت الآیة المذكورة: ﴿وَالَّذِينَ يَبُذُّونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ يفعلون بهم ما يتأذون به من قول أو فعل الخ: (روح المعانی ۸۸۲۲، دار إحياء التراث)  
(۳) قال الله تعالى ﴿و لا تسرفوا به لا يحب المترفین﴾ (الانعام: ۱۳۱)  
وقال العلامة الآلوسی تحتها: "ولا تسرفوا" وقال الزهري: المعنى لا لتلفوا في معصية الله تعالى. و بروی نحوه عن مجاهد، فقد أخرج ابن أبي حاتم عنه أنه قال لو كان أبو قيس ذمياً، فأنفق رجل في طاعة الله تعالى، لم يكن مسرفاً، و لو أنفق درهماً في معصية الله تعالى كان مسرفاً" (روح =

۶۔ قیام و ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء مجلس کی نظروں میں حقیر و ذلیل بلکہ مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں حتیٰ کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوٰۃ بلکہ ترک اسلام سے بھی بڑا ہوتا ہے حالانکہ اس قیام پر شرعی کوئی دلیل نہیں، قیام کے وقت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں اور اہل مجلس کی بر بات کو خداوند تعالیٰ کی طرح حاضر و غایر ہو کر بڑا وادھارہ حفظ فرما رہے ہیں (۱)۔

۷۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ جب بشریت سے خارج مان کر خدا کے وحدہ لا شریک لہ کے ساتھ صفات خاصہ میں شریک کر دیا جاتا ہے (۲)۔

۸۔ بسا اوقات ان مجالس میں عورتیں شریک ہوتی ہیں ان کامردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے (۳)۔

= المعانی ۳۸۱۸، دار احیاء التراث

(۱) (لقد ذکر بطلان هذه العقيدة تحت عنوان "مخمل میاؤں")

(۲) وقد قال الله تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (الکہف: ۱۱۰)

"والمقصود عليه في الأول (أنا) والمقصود البشرية مثل المعاطين"، (روح المعانی:

۵۳۱۶، دار احیاء التراث العربی)

"اهل كنست إلا بشرأ ورسولاً و كنوسه بشرأ نوطنة لذلك، ودأ لءاء انكروه من جواز كون الرسول بشرأ، و لا دلالة على أن الرسل عليهم السلام من قبل كانوا كءالك، و لهذا قال الزمخشري: هل كنست إلا رسولاً كسائر الرسل بشرأ مثلهم، ولم يسكو أحد بشرئته صلى الله تعالى عليه وسلم"، (روح المعانی ۱۵۰، ۱۷۱، ۱۷۲)

و قال في آية سور فصلت: "لست ملكاً ولا نبياً، و يمكنكم التلقى مه أي لست من حسن

معابر لكم حتى يكون نبي و يسكنه حجاب"، (روح المعانی ۲۴، ۹۷، دار احیاء التراث العربی)

(۳) عورتوں نے ایسی مجالس میں شرکت مہوم ہے کیونکہ عورت کو پردہ بھائیے، گھر سے نکلنے پر اس کی طرف نگاہیں اٹکتی ہیں اور

نہن میں جتا: "وے کا اندیشہ ہوتا ہے"، "و عہ (ای عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عن السی صلی اللہ تعالیٰ

عنیہ وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان" و رواہ الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح،

کتاب النکاح، باب النظر إلى المحظوة و بیان العورات، الفصل الثاني، ص ۲۹۹، قدیمی

۹۔ تواریخ کی تعیین اپنی طرف سے کی جاتی ہے کہ ان میں مجلس کا انعقاد ضروری ہے (۱) والسی ذلک

من المفاسد۔

غور کا مقام ہے کہ ولادت صرف ایک مرتبہ ہوئی، اس کا اہتمام تو اس قدر اور نماز و روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد، نکاح وغیرہ جن پر مدت و راز تک مداومت رہی، ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مجالس کیوں نہیں کی جاتی؟ دس مفاسد جن کا ذکر اوپر ہوا ان کی ممانعت پر نصوص قرآنیہ، حدیث، عبارات فقہیہ بکثرت موجود ہیں۔ جب ان مجالس کی یہ کیفیت اور شرعی حیثیت یہ ہے تو ان کے عدم جواز میں کوئی تاثر نہیں۔ پر ایسے میلاؤں پر اجرت لینا بھی ناجائز ہے، وعظ اگر منکرات شرعیہ (۲) سے خالی ہو تو اس پر متاخرین فقہاء نے اجرت کی اجازت دی ہے، کدھاسی در مختار: ۵/۳۸ (۳) اس کے لئے اگر باقاعدہ مقرر کیا جائے کہ ہر روز یا ہر ہفتہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا اور یہ تنخواہ ہوگی تو متاخرین کے نزدیک گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۰/۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/شوال/۱۴۱۱ھ۔

= "وتسمع المرأة الشامة من كشف الوجه بين رجال، لانه عورة بل لخوف الفتنة كمنه وإن

أمن الشهوة الخ". (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۳۰۶، سعید)

(۱) "قال ابن المنير: فيه إن المدوبات تقلب مكروهات إذا وقعت عن دنسها؛ لأن النيام مستحب في كل شيء: أي من أمور العبادة، لكن لما خشى ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته". والله تعالى أعلم" (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الانفثال والانصراف عن اليمين والشمال: ۳/۳۳۸، ددار المعرفة بیروت)

(۲) منکرات شرعیہ سے خالی ہونا یہ ہے کہ مثلاً وہ تذکیر اور عبرت کے لئے ہو، کسی عہدے، مال یا لوگوں کے ہاں مقام حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ قال فی الدر المختار: "التذكير على المنابر لوعظ والاعتاظ سنة الأنبياء والمرسلين، ولرباسة و مال وقول عامة من ضلالة اليهود والنصارى" (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی السب، ذکر العروہ: ۱/۳۲۱، سعید)

(۳) قال العلامة الشامي في كتاب الإجارة: "قال في الهداية: و بعض مشايخنا استحسوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم و زاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جوار الاستيجار الخ: ۶/۵۵، سعید)

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوال [۱۹۰]: یاد و رنج افواہ کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنا، مندرجہ جہان (۱)، چراغاں

کرنا، بڑے پیمانے پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی چیز کو دین، ثواب، قربت سمجھ کر کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ اولاً شرعیہ سے اس کا ثبوت ہو،  
اولاً شرعیہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس مجتہد، جس چیز کا اس طرح ثبوت نہ ہو اس کو دین، ثواب، قربت  
سمجھ کر کرنا بدعت و ضلالت و ممنوع ہوگا (۲)۔

قال علیہ السلام: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فیه رد". متفق علیہ (۳)۔

(۱) شامی (فیروز المغات، ۱۴۹۲)

(۲) "البدعة" ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من علم أو  
عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً". (رد المحتار، باب  
الإمامة: ۵۶۰۱، سعید)

وقال العلامة المصنای فی فیض القدير تحت حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا الخ" ای  
أنشأ و اخترع و أتى بأمر حدیث من قبل نفسه -- (ما لیس منه) ای رأياً لیس له فی الكتاب أو السنة  
عاضد ظاهر أو حقی، ملفوظ أو مستصبط (فہرود): ای مردود علی فاعله لبطالانہ" (۱۱/۵۵۹، رقم  
الحدیث ۸۳۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ)

"و قال صاحب جامع الأصول: الابتداء من المخلوقین إن كان فی خلاف ما أمر اللہ تعالیٰ به و  
رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فهو فی حیز الذم و الإنکار الخ". (روح المعانی تحت قوله و  
رہابیہ اندعوها، ۱۹۲۷، دار احیاء التراث العربی)

"معناه: من اخترع فی الدین ما لا یشهد له أصل من أصولہ، فلا یلتفت إلیہ". (فتح الباری،

کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی صلح حور فالصلح مردود: ۳۰۴، ۵)

(۳) (رواہ البخاری فی الصلح، باب إذا اصطلحو علی صلح حور فہو مردود: ۳۷۱۰، قدیمی)

(و مسلمہ فی الافضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۷۷۰، قدیمی)

مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۷ (۱) ”و یا کم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة، و کل بدعة ضلالة“، رواہ أحمد (۲) وأبو داود (۳) والترمذی (۴) وابن ماجہ (۵) مشکوٰۃ ص: ۳۰ (۶)۔

اس بنیادی چیز کو سمجھنے کے بعد اپنے سوالات کا جواب نمبر وار لیجئے:

یہ چیز اولہ کر بعد میں سے کسی دلیل سے ثابت نہیں، قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود نہیں تھا۔ چہ صدی تک یہ طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا اس کے بعد ایجاد ہوا، سب سے پہلے ایک بادشاہ نے یہ مجلس منعقد کی پھر اس کی حرم میں دوسرے لوگوں نے مجلس منعقد کیں، تاریخ ابن خلدان (۷) میں اس کی تفصیل مذکور ہے، اسی وقت

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۲) (مسند أحمد: ۱۲۶/۳، رقم الحدیث: ۱۶۶۹۳، عن العرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) (أبو داود، کتاب السنۃ، آخر باب فی لزوم السنۃ ۶۳۵/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۴) (جامع الترمذی، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنۃ واحتساب البدعة ۹۶۲، سعید)

(۵) (ابن ماجہ فی مقدمتہ، باب احتساب البدع والحدول، ص: ۶، قدیمی)

(۶) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثاني، ص: ۲۹،

۳۰، قدیمی)

(۷) ”وأما احتفاله بمولد النبی ﷺ فإن الوصف يقتصر عن الإحاطة به، لكن نذكر طرفاً منه وهو أن أهل

البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه، فكان في كل سنة يصل إليه من البلاد الغربية خلق كثير

من الفقهاء والصوفية والرواظ والقراء والشعراء، ولا يزالون يتواصلون من المحرم إلى أوائل شهر ربيع

الأول - فكان مظفر الدين (ملك إربل) ينزل كل يوم بعد صلاة العصر ويقف على فدة قبة إلى

آخرها، و يسمع غناء هم، و يتفرج على خيالاتهم، و ما يقلعون في القات - هكذا يعمل كل يوم إلى

ليلة المولد - فإذا كان صيحة يوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلى الحانقاه على أيدي الصوفية

فإذا فرغوا من الموسم تجهز كل إنسان للعود إلى بلده، فيدفع لكل شخص شيئاً من الفقه، وقد

ذكرت في ترحمة الحافظ أبي الخطاب ابن دحية في حرف و صوله إلى إربل و عمله لكتاب ”التقوير في

مولد السراج المير“ لما رأى من اهتمام مظفر الدين به“. (وفيات الأعيان و أبناء أبناء الزمان لاس خلدان،

ترجمة مظفر الدين صاحب إربل ۱۱۷۳، ۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۳۷، دار صادر بيروت)

(وذكر شيئاً منه في ترجمة الأسعد ابن مماتي ۲۱۱/۱، ۲۱۲، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بيروت)



سے علمائے حق نے اس پر تنقید کیا ہے۔ علامہ ابن الحاج نے المدخل (۱) کی دوسری جلد میں بیس صفحات میں اس کی تردید کی ہے اور اس کے دو سوں دلائل قائم کئے ہیں، مستقل رسالے لکھی اس مسئلہ پر موجود ہیں۔ ”النبذة الذهبية“ (۲) میں بھی اس پر تفصیلی رد ہے۔ فی نفسہ ذکر مبارک جو کہ بدعات سے خالی ہوتا ہے سعادت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۱ھ۔

کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے؟

سوال [۱۵۱]: بکرم صوم و صلوة و دیگر امور شرعیہ کا پاس دلچاظ نہیں رکھتا، اس کا عقیدہ ہے کہ سال میں میلاد شریف منع قیام و سلام کا انعقاد سال کے جملہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جانے کا سبب ہے اور سال میں گھر میں خیر و برکت کا سبب ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اس کا حکم (ما قبل سوال کے جواب میں) گزر چکا ہے، پھر اس کو یہ سمجھنا کہ اس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فرائض ساقط ہو جاتے ہیں، یہ تو سخت فتنہ کی ضلالت ہے اور کھلی گمراہی ہے۔ اسلام کی بنیادیں جن چیزوں پر ہیں ان کو پورا اور مستحکم کرنا سب کے ذمہ ضروری ہے، ایک رکن کا بدل دوسرا رکن نہیں ہو سکتا مثلاً: ایک شخص نماز کی پابندی کرتا ہے تو روزہ اس سے ساقط نہیں ہوگا، نماز کی طرف سے بھی روزہ بدل نہیں ہو سکتا۔ تو

(۱) (قد مضت القصاصاتہ نخرجاً تحت عنوان ”مختل میلاد“)

(۲) یہ رسالہ حضرت مولانا محمد عبدالغنی خان رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر مدرس مدرسین العوم شاہ جہان پور یوپی) کا ہے جس کے باب ثالث میں ص ۶۸، ۶۹، حضرت نے دلائل کی روشنی میں مختل میلاد و مروجہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (الکتبۃ النورانیہ کراچی نے رسالہ مذکورہ کی طباعت کی ہے)

(۳) ”و سننل سبع اللہ بعلومہ : عن الموالد والأذکار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أو فضيلة أم بدعة ؟“ فأجاب بقوله : الموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها منسجل على خير ، كصدقة ، و ذكر و صلاة و سلام على رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مدحه ”الح (الفتاویٰ الحدیثیة لاس ححر انہیسمی“ : ۲۰۳، قدیمی)

پھر ایک بدعت واجب ترک چیز کیسے تمام ارکان اسلام کا بدل ہو جائے گی؟ غرض میاں شریف کی محفل "عقد کریچین" صومہ، صلوة کا بدل قرار دینا اعتقادی مضبوطی اور شیطانی زبردستی محمدؐ سے جس سے ایمان کا اعتدال تریز ہوتا ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ہی الاسلام علی خمس، شهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله، و قراءه الصلوة، و ایتاء الزکوۃ، و الحج، و صوم رمضان"۔ متفق علیہ (۱) مشکوٰۃ شریف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
ترجمہ العبد محمود بن عمر (دارالعلوم دیوبند ۲۰۲۲ء ۹۱ھ)۔

گیارہویں اور میاں کی ابتداء

سوال [۱۹۴]: آج کل مسلمانوں میں ایک طبقہ رقیع الاول کی مخصوص تاریخوں میں میاں دانی، گیارہویں شریف کی محفلیں بڑی رسوم و عام سے کرتا ہے، کھانا کھانا، قصاب خانہ، مٹھائی تقسیم کرنا اور بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت حسہ ہے، اسکا کرنا اجر و ثواب اور باعث برکت ہے۔

۱ کیا اس کا حکم بھی اللہ کے رسول نے دیا ہے؟

۲ کیا خلف راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین نے کیا ہے؟

۳ کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین نے کیا ہے؟

(۱) (آخر حہ البحاری فی الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "سی الإسلام علی خمس، ۲۱، قدیمی)

(ومسلم فی الإیمان، باب بیان أركان الإسلام ودعائمه العطاء : ۳۲، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول ص ۱۲، قدیمی)

"الاول: یفہم من طاهر الحدیث ان الشخص لا یكون مسلماً عند ترک شیء منها، لكن الإجماع منعقد علی أن العبد لا یکفر بترك شیء منها، وقتل تارك الصلوة عبد الشافعی وأحمد، إنما هو حداً لا کفرأ، وإن كان روی عن أحمد و بعض المالکیة کفراً الثاني أن هذه الأشیاء الخمسة من الفروض الاعیان لا تسقط بإقامة البعض علی الباقي"۔ (عمدة القاری، کتاب الإیمان، باب دعاء کہ ایمانک ۱۰۴۰، إدارة الطیاعة المنشیئة بیروت)

- ۴۔ کیا تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟
- ۵۔ کیا تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟
- ۶۔ کیا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے کیا ہے؟
- ۷۔ کیا محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فدائہ اُسی و اُمی) کا ذکر مبارک خواہ ولادت شریفہ کا ذکر ہو یا عبادات، معاملات، معاشرات وغیرہ کا ذکر ہو بلاشبہ موجب قرب اور ذریعہ سعادت ہے (۱)۔ نیز بزرگان دین کا ذکر بھی موجب نزول رحمت ہے لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اور جو کچھ اس کو مت م دیا گیا ہے وہ ثابت نہیں اور بہت سے شرعی مفاسد و قبائح پر مشتمل ہے بعض مفاسد اعتقادی ہیں، بعض عملی ہیں، بعض اخلاقی ہیں۔ علامہ ابن الحاج نے ائمہ اہل (۲) میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ بالکل نہیں۔
- ۲۔ کبھی نہیں کیا۔
- ۳۔ کبھی نہیں کیا۔
- ۴۔ کبھی نہیں کیا۔
- ۵۔ کبھی نہیں کیا۔
- ۶۔ کبھی نہیں کیا۔
- ۷۔ کبھی نہیں کیا۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اس وقت تک دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے تھے، آپ کی پیدائش مبارک بعد میں ہوئی، پھر یہ ان سے معتقدین حضرات ان کی گیارہویں سال کرتے۔

(۱) (نقدہم تحریرہ من امداد الفتاویٰ کتاب البدعات : ۵ ۲۴۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (نقدہم تحریرہ تحت عنوان ”میلاد کا خاص طریقہ“)

میلا و شریف کی محفل سب سے پہلے اربل کے بادشاہ نے ۶۰۰ھ کے بعد کی ہے، اس کی دس میں اور لوگوں نے کی حتیٰ کہ چھٹی چلی گئی، اسی وقت سے علماء نے اس پر رد کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

### قیام میلا و کور و کنا

سوال [۸۹۳]: میلا و شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز یا بدعت، اگر بدعت ہے تو اگر روکنے میں حرج عظیم کا اندیشہ ہو مثلاً: اگر قیام سے بیک وقت روکا جائے تو لوگ فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور مسجد میں جانا چھوڑ دیں گے، پارٹی بندی کا خطرہ ہے تو اس صورت میں قیام سے رک جانا یا روکنا اولیٰ ہے یا نہیں؟ روکا جائے یا خود بھی کرتا رہے اور آہستہ آہستہ ان کا دل اپنی طرف کر کے روکنے کا خیال رکھے، ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً و مصلياً:

یہ شرعی دلیل سے ثابت نہیں، بے اصل اور بدعت ہے (۱) اگر روکنے سے فرض نماز بھی ترک کر دیں گے تو خاموشی اختیار کر کے مگر خود شریک نہ ہو، یہ کہنا کہ خود شرکت کر کے آہستہ آہستہ روک دے گا یہ غلط ہے، شرکت کرنے والا روک ہی نہیں سکتا بلکہ خود جملہ ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۸۸ھ۔

### قیام میلا و کا تفصیلی حکم

سوال [۸۹۴]: میلا و شریف میں قیام کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اور میلا و مروجہ کا پڑھنا پڑھوانا اور اس کے اندر ایسی احتیاط برتی جائے کہ کوئی کام غیر شرعی نہ ہو، روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور قیام کیا جائے،

(۱) "و نطیسر ذلک فعل کثیر عدد ذکر مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و وضع امہ لہ من القيام، و ہر ایضاً بدعة لم یرد فیہ شیء الخ" (الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی المکی ۱۱۲، قدیمی)  
(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے فتوے سے دور رہنے کو فرمایا ہے "عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمعہ یقول: سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "یأتی علی الناس زمان، خیر مال المسلم العلم، ینتفع بہا تشفع الجبال و مواقع القطر، یر مدینہ من العن"۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العزلة و اراحة من خلاط السوء: ۹۶۰۲، قدیمی)

حرام ہے یا ناجائز ہے یا بدعت ضلالت ہے؟ میلا و شریف کا کرنے والا خصوصاً بارہ ربیع الاول کو خاص اہتمام سے کرنے والا کس قسم کا گناہگار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی عبادات، نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے معاملات: خرید و فروخت، قرض و رهن وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کی معاشرت: سونے جاگنے، چلنے، پھرتے، بیٹھنے، وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے لباس، کرتہ، لنگی، چادر، عمامہ، جبہ وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے جانوروں: اونٹ، گھوڑا، بکری، بچر وغیرہ کا ذکر ہو۔ فرض جو چیز بھی آپ سے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اور اس سے نصیحت لینا بغیر کسی غیر ثابت پابندی کے اور قید کے بلاشبہ موجب برکت ہے، باعث اجر ہے، ذریعہ قربت ہے، تقاضائے ایمان ہے (۱)۔

مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلا و منعقد کی جاتی ہے اس کا ثبوت قرآن پاک، حدیث شریف و فقہ میں کہیں نہیں، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد کی، نہ صحابہ کرام نے، نہ ائمہ مجتہدین نے اور نہ فقہاء

(۱) "مجلس مولود خیر و برکت ہے در صورتیکہ ان قیودات مذکورہ سے خالی ہو، فقہ حلیل احمدؒ، باریقہ وقت معین و بلا قیام و بغیر روایت مؤمنوں مجلس خیر و برکت ہے" "ہکذا سمعت من ابی مولانا الحاج المحدث السہارنپوری المولوی احمد علی برد اللہ مضجعہ محمد حلیل الرحمن"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات ص: ۳۰۹)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر المکی، مطلب: الاجتماع للموالد والأذکار و صلاة التراويح الحج، ص: ۳۰۲، قدیمی)

(وامداد الفتاوی، کتاب البدعات، ۲۳۹: ۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(و براہیں قاطعہ، ص: ۳۰)

وقی مجموعۃ الفتاوی علی هامش خلاصۃ الفتاوی " ذکر مولود شریف یعنی وقایع، اوقات و منجزات بیان کردہ ان خواہ ملک بند یا شہید یا سید جائز است۔ کسے اہل اسلام راہریں کا ہم نسبت اس "۔ (کتاب الکراہیہ۔

۳۳۵/۳، امجد اکیمی)

محدثین نے (۱)۔ چھ صدی تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی، اس کے بعد سے شروع ہوئی۔ سلطان ارسل نے سب سے پہلے یہ مجلس کی اور بہت پیسہ روپیہ خرچ کیا ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے (۲) اسی وقت سے، جن نے اس کی ترویج کی اور کرتے چلے آ رہے ہیں۔

جو کہ ان مجالس میں کئے جاتے ہیں ان میں سے صرف دو کو سامنے رکھ کر آپ نے سوال کیا ہے، مثنیٰ ہے آپ کے ہاں مجالس میں یہی دو کام ہوتے ہوں جن کی وجہ سے آپ نے سوال کیا ہے اور کوئی کام ایسا نہ ہوتا ہو جس کے درپشت کرنے کی ضرورت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری چیزیں کچھ اور ہوتی ہوں مگر آپ ان کو درست سمجھتے ہوں اور وہ شریعت کی نظر میں غلط ہوں، جو کچھ بھی ہوں میں بھی وہ چیزیں سامنے رکھ کر جواب تحریر کرتا ہوں۔ دوسری چیزیں جن کا عام مجالس میں رواج ہے اس جگہ ذکر نہیں کروں گا۔

پہلی چیز قیام ہے: اس کے متعلق تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ قیام کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے یعنی اس قیام سے کسی تعظیم مقصود ہے؟ اس میں چار احتمال ہیں: ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں، اس لئے آپ کو کچھ کرایمان و ادب کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی فوراً کھڑا ہو جائے (جیسا کہ کثرت سے ان مجالس والوں کا عقیدہ ہے)۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی تعظیم مقصود ہو یعنی یہ عقیدہ ہو کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے ہیں اور اس مجلس میں آپ کی ولادت شریفہ ہو رہی ہے (جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور مین ذکر و نادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کے چنگی لیتی ہے، جس سے وہ بچہ

(۱) چونکہ ذکر و منہ مشل چند مضامین است و دعوت و ندوۃ افعال در زمان صبیحہ و تا عین و قیام عین و اندہ مجتہدین جاری ماند و در کدہ زمانہ الترام آن نہ بود، اما کنون چونکہ آنرا الترام کردہ اند و سوختن کوبن و تیرہ و دور پیش مولوہ خوان نہ دن دارمن ذکر قرار و ادم اندہ اہل حایاں الترام، ایہ ترم نالی از کرامت نیست۔ (مجموعۃ الفتاوی، کتاب الکراہیۃ ۳۳۵، امجد الکندمی لاہور)

(۲) و قیامات الاعیان و انشاء ابناء الزمان لان حلکان، ترجمۃ مظہر الدین صاحب اربع ۱۷۷، ۱۱۹، رقم الترجمۃ ۵۳۷، دار صادر بیروت

(و کذا فی ترجمۃ الاسعد ابن مسامی و قیامات الاعیان ۲۱۱، ۲۱۲، رقم الترجمۃ ۹۱۷،

دار صادر بیروت)

رو پڑتا ہے، اس کی آواز کو سن کر سب مجمع درود و سلام پڑھتے ہو اکھڑا ہوا جاتا ہے اور اس سال یہاں کا پتھر میں ایک مجلس میاں میں جہاں بھی موجود تھا، جس میں ایک بچہ کو ان کر چھڑایا جا رہا تھا اور اس پر درود و سلام پڑھا جا رہا تھا۔ (استغفر اللہ العظیم)

تیسرا احتمال یہ ہے کہ ذکر و اذیت کی تعظیم مقصود ہو۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ صرف ذکر رسول کی تعظیم مقصود ہو۔

### احتمالات اربعہ کا شرعی حکم

**احتمال اول** حضور اقدس ﷺ کا تشریف آنا مجلس میاں و شریف یہ عقیدہ ہوا دلیل ہے۔

قرآن پاک (۱) حدیث شریف (کلام ۲)، اصول فقہ کی چیز سے بھی ثابت نہیں ہے لہذا یہ عقیدہ بالکل خط

(۱) یہ عقیدہ ان اصول مذکورہ سے خلاف ہے، قرآن کریم سورہ یثیمہ میں اس عقیدہ کی نفی کی گئی ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُ أَفْلَاحُ﴾ (۲) اور سورہ شوریٰ میں دو مرتبہ اس عقیدہ کی نفی ہے۔ وقال تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَصْحَرُوا أَمْوَالَهُمْ﴾ (۳) (یوسف ۱۰۴)

وقال تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ بِحَافِظٍ لِّلْغَنِيِّ إِذْ قَضَىٰ إِلَىٰ مُوسَىٰ الْأَمْرَ﴾ (الفصص ۳۰)

وقال تعالیٰ: ﴿وَمَا كُنْتَ بِحَافِظٍ لِّلطَّوْرِ إِذْ نَادَىٰ وَلَوْ كُنْتَ رَحِيمَةً﴾ (الفصص ۳۶)

و راجع التفسیر کلیہ تحت هذه الآیات، تجد فیہا ما یبطل هذه العقیدة المخترعة بطلاناً بئناً.

(۲) وحی شرح العفاند: "والمحدث للعالم هو الله تعالیٰ، (ص ۲۵) "الحی القادر العلیہ السميع الصبر السانی السربید، (ص ۳۰) وله صفات اربعہ قائمة بذاته ضرورة انه لا معنى لصفة

الشیء إلا ما سقروہ (ص ۳۶، ۳۷) قال: واحب الوجود لذاته هو الله تعالیٰ و صفاته یعنی انہا

واحدة لذات الواجب تعالیٰ و تقدس، (ص ۳۶) وقد أرسل الله تعالیٰ و سلاماً من السر الی البشر

(ص ۹۱ المطبع البوسفی) مذکورہ عبارت میں "الحی، السميع، نور البصر" کے ضمن میں یہ بت ہوئی کہ

خارجہ نہ ہونے صفت خدائے تعالیٰ کی ہے اور یہ تخصیص "وله صفات الخ" سے واضح ہے اور "قد أرسل الخ" سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور اشارے کے بعد موت، جگہ حاضر و غایہ کا حال ہے لہذا

مذکورہ سے عام ثبوت کی گئی ہے۔

اور باطل ہے اس سے توبہ لازم ہے، ایسی چیز کا ثبوت آنکھوں سے دیکھ کر ہو سکتا ہے، یا دلیل شرعی سے ہو سکتا ہے۔ حاضرین مجلس آنکھوں سے یہ دیکھ نہیں رہے ہیں، دلیل شرعی قائم نہیں، پھر ثبوت کی ضرورت ہے۔

یہ بحث جداگانہ ہے کہ تشریف لاسکتے ہیں یا نہیں اس کا یہ موقع نہیں، جب کہ ان مجالس میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام کرنا غلط ہوا، اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو کیا قیام کرنا درست ہوتا، اس کے لئے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

”عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: حَرَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشْكُوكًا عَلَى عَصَا، فَقَسَمَ لَهُ فَقَالَ: "لَا تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعْرَابُ يَعْظُمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (۱) (مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۰۳، ۲)۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لالچی دیکھتے ہوئے تشریف لائے تو ہم لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ”میرے لئے قیام مت کرو جیسا کہ غجی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں“ یہ حدیث امام ابوداؤد سے روایت کی ہے، اس حدیث پاک میں صاف قیام منع کیا گیا ہے۔

**تنبیہ:** اس حدیث شریف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قیام کی ممانعت اس طرح پر ہو کہ آپ تشریف فرما رہیں یعنی بیٹھے رہیں اور لوگ تعظیماً کھڑے رہیں، کیونکہ وہاں یہ طریقہ تو بھی تھا ہی نہیں، آپ کی مجلس کا یہ حال ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح مذہب بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ڈرا حرکت کریں تو وہ اڑ جائیں (۳)۔

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ مدللک ۱۰۲، مشکئہ دار الحدیث ملتان)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، ص ۳۰۳، قدیمی)

(۳) ”عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَارِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "حَرَّحْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِوَارَةٍ قَاتِنَتِهَا إِلَى الْفَرَسِ، فَحُلِسَ وَحُلِسَتْ، كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِنَا الطَّيْرَ". (ابن ماجة، کتاب الحائز، باب ما جاء فی الحلو فی المقابر ص: ۱۱۱، قدیمی)

وفی إتحاح الحاحۃ علی حاشیۃ ابن ماجة "كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرَ" قَالَ الطَّبْرِيَّ: "هُوَ كَابِدٌ"



بلکہ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس مجلس میں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوں اس مجلس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو آپ کی تشریف آوری کی خاطر صحابہ یقیناً قیام نہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ قیام نہیں کیا کرتے تھے:

"عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: لَمَّا بَكَى شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا، لَمَّا يَعْنُمُونَ مِنْ كَرَاهِيَةِ لَدُلَّتْ لَهُ رِوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (۱)۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۰۳ (۲)۔

**ترجمہ۔** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قیام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نا پسند و ناگوار ہے۔ یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو نا پسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے، خواہ اس کا دلی تقاضا کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو، مگر اپنے دلی تقاضے کے مقابلے میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کا لحاظ رکھنا ہمیشہ محبت کے ذمہ لازم ہے اور یہی دراصل تقاضائے محبت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس قسم کے سبب شمار و اوقات لمہین گئے کہ انہوں نے اپنی دلی خواہش اور جذبہ محبت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش اور منشا پر قربان کر دیا۔ اس کی ایک مثال اس جگہ پیش کرتا ہوں:

"عَنْ مَعَاذِ بْنِ حَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَمَّا بَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

= عَنْ إِطْرِاقِهِمْ دُرُوسُهُمْ وَسَكُونُهُمْ وَهَذِهِ كَانَتْ صِفَةً مَحَلِّسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَامَ إِذَا نَكَلَمَ، أَطْرَقَ حِلْسَاءُ هَ كَانَتْهَا عَلَى دُرُوسِهِمُ الطَّيْرِ الخ"۔ (ص: ۱۱۱)

(ورواہ النسائی فی الحائز۔ باب الوقوف للجناز: ۲۸۲/۱، قدیمی)

(۱) (حسام الترمذی، أسرار الاستيدان والأداب، باب ما حياء فی كراهية قيام الرجل للرجل -

۲ (۱۰۳، سعید)

(۳) (کتاب الأدب، باب القيام الفصل الثانی، ص: ۳۰۳، قدیمی)

وسمہ إلى طيمس، حرج معه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوصيه ومعادراكب ورسول  
الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمشي تحت راحلته"۔ (تحدیث رواہ احمد (۱) مشکوٰۃ شریف  
ص: ۴۴۵ (۲)۔

**ترجمہ**۔ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو آپ خود ان کو  
نہایت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چلے گئے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے۔ یہ حدیث  
شریف امام احمد نے روایت کی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر کتنا بوجھ ہوا ہوگا کہ وہ تو سوار ہوں اور حضور  
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخصت کرنے کے لئے پیدل ساتھ ساتھ تشریف لے جا رہے ہوں لیکن اپنی خواہش کو  
قربان کر کے ہر بوجھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کیا۔

"عن معاوية رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من  
سيره أن يمشي له الزحافل قياماً، فيتيوا مقعده من النار"۔ رواه الترمذی (۳) ابو داؤد (۴) مشکوٰۃ  
شریف، ص: ۴۰۳ (۵)۔

**ترجمہ**۔ جس شخص کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے لئے قیام کیا کریں، اس کا ٹھکانہ  
جہنم ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی و ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

(۱) والحدیث بشما بعد قوله: "يمشي تحت راحلته": "فلما فرغ قال: "يا معاذ! إنك عسى أن تلقاني  
بعد عامي هذا أو لعلك أن تمر بمسجدى هذا أو قبرى"، فبكى معاذ حثيثاً لفرار رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم، ثم التفت فأقل بوجهه نحو المدينة، فقال: "إن أولي الناس بي المتقون من كانوا وحيث  
كانوا"، (مسند الإمام أحمد، ۵/۲۳۵، رقم الحديث: ۵۴۷، ۴، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قدیمی)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل ۱۰۳/۲،  
سعيد)

(۴) (سنن أبی داؤد، کتاب الآداب، باب الرجل يقوم لرجل يعظمه بذلك ۱۰۳/۲، مكتبة دار  
الحديث ملتان)

(۵) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص: ۳۰۳، قدیمی)

یہ حدیث اس لئے ذکر کی ہے کہ لوگ اپنے لئے بھی قیام کو پسند نہ کریں۔

احتمال دوم:

ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اسی مجلس میں آپ کی ولادت ہو رہی ہے، یہ تصور اس قدر بے ہودہ اور باطل ہے جس کی حد نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مجلس سے پہلے پیدائش نہیں ہوئی تھی تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا؟ حدیثوں کا مجموعہ کس کی حدیثیں ہیں؟ ۲۳ سالہ مبارک زمانہ وحی کی زندگی، غزوات، اصول و ارکان اسلام، چودہ سو سالہ کارنامے یہ کیسے ہیں؟ اور کیا ہر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے وہیں ولادت ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ) یہ تصور تو کوئی مسلمان بلکہ تھوڑی سمجھ والا غیر مسلم بھی نہیں کر سکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ اہل مجلس حضرات جوش محبت و عقیدت میں ولادت شریفہ کی نقل کرتے ہوں کہ کسی عورت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے مشابہ قرار دے کر جو بچہ اس کی گود میں ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبیہ قرار دیتے ہوئے اور اس بچہ کے رونے کی آواز کو سن کر اس وقت کا تصور کرتے ہوں جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی تھی اور اسی تصور کے ماتحت قیام کرتے ہوں یہ تصور اور تشبیہ بھی اس قدر خطرناک ہے کہ الالمان والحق فیہ اور بالکل ایسا ہی طریقہ ہے جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ کرنے والا ایک طبقہ حرم کے مہینہ میں اختیار کرتا ہے۔ علم نکالتا ہے، میسر آ جائے تو اونٹوں کی قطار بھی لیجاتا ہے جیسا کہ کانپور میں دستور ہے، اور ڈلڈل بھی نکالتا ہے چونکہ اور مہندی بھی ہوتی ہے اور قبر کی بھی شبیہ بنائی جاتی ہے اور ماتم بھی مرثیوں کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی شرب بھی ہوتا ہے، کسی کو حسین بھی بنایا جاتا ہے اور سب ماجرا تفصیل و اراسی تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس طرح پیش آیا تھا۔

یہ بھی سب عقیدت اور محبت ہی کا مظاہرہ ہے کہ پورے واقعہ کی نقل کی جاتی ہیں، دوسری غیر مسلم قومیں بھی اپنے بزرگوں کے کارنامے اسی طرح نقل کرتی ہیں بلکہ بزرگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیتی ہیں اور ان کے سامنے ذنوت (۱) کر لینے کو اور ان کی پیدائش اور جنگ وغیرہ کی نقل کرنے اور جلوس نکالنے کو اپنے ساری دین کا خلاصہ اور عطر سمجھتی ہیں۔

(۱) ذنوت سجدہ و جہ سائی، محمد عین، آدابِ تسلیم، ہندی۔ (فی ذلک اللغات ۶۹۱)

آپ تنہائی میں دماغ و افکار و تعصب سے خالی کر کے سوچیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں نے کن لوگوں سے لیا ہے اور ایسا عقیدہ اور ان کے لئے یہ عمل کہاں تک عقل اور شریعت کے مطابق ہو سکتا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دے سکتی ہے اور عقل اس کو برداشت کر سکتی ہے؟ اگر آج کسی کے والد بزرگوار کی نقل اس طرح اتاری جائے تو کوئی غیر متند آدمی اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

### تیسرا احتمال:

ذکر ولادت شریف کی تعظیم کی خاطر قیام کرنا تو اس کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی ولادت شریف کا ذکر جب کیا جائے تو بحالت قیام کیا جائے، یا سٹنے والے قیام کریں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ”میں دو شنبہ کو پیدا ہوا ہوں“ (۱)، لیکن پیدائش کا تذکرہ فرماتے ہوئے نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے۔

محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھا ہے، ان کتابوں کو برابر اہل علم حضرات پڑھتے ہیں، کہیں ہمت نہیں کہ کسی راوی نے اس کو یا اس جیسی کسی حدیث کو روایت کرتے وقت قیام کیا ہو یا کسی محدث مثلاً: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، و امام نسائی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھتے یا پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت قیام کیا ہو۔ پس اس مقصد کے ماتحت قیام بھی بلا دلیل ہے۔

### چوتھا احتمال:

یہ ہے کہ محض ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام ہو سو یہ بھی بلا دلیل ہے۔

حضرت عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہمیشہ ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے اور حدیثیں سنایا کرتے تھے (۲)، مگر کہیں قیام منقول نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) ”و عنہ (أبي أنس) قتادة (رضي الله تعالى عنه) قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن صوم الاثنين، فقال: ”فيه ولدت، وفيه أنزل علي“۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، الفصل الأول، ص ۹۰، قدیمی)

(۲) (الصحيح لمسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من كل شهر الخ ۱۰، ۳۲۷، قدیمی)

(۳) ”عن أبي وائل قال: كان عبد الله رضي الله تعالى عنه يذكر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا =

ہر جمعہ کو منبر نبوی سے پاس کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے اور وضو مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس قبر والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا (۱) مگر بھی حاضرین کو قیام کے لئے نہیں کہہ۔ خلفاء راشدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کبھی حاضرین کو قیام کا حکم نہیں دیا اور ایسے حکم دیے اور حاضرین ایسے قیام کرتے جب کہ ان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اس بات کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ منبر پر تشریف لاکر فرمایا "جلسو" (بیٹھو) اس حکم کو نہ کر جو صحابہ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، حتیٰ کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے، مسجد کے باہر دروازہ کے قریب تھے وہ یہ حکم سن کر وہیں بیٹھ گئے، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

= أما عبد الرحمن لو دوت أنك ذكرتنا كل يوم، قال: أما الله سعي من ذلك أمي أكره أن أعلمكم، وإني أنحولكم بالموعظة كما كان السلي صلي الله تعالى عليه وسلم يتحولنا بها محافة السامة علينا" (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة: ۱۶۱، قدسي)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لا نہیں ملی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بھی ان الفاظ میں ہے

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه كان معتكفاً في مسجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأناه رجل فسلم عليه ثم جلس، فقال له ابن عباس: يا فلان! أراك معتكفاً حزياً، قال: نعم يا ابن عم رسول الله! لفلان علي حق، ولا وحرمة صاحب هذا القبر ما أقدر عليه، قال ابن عباس: أفلا أكلمه فيك؟ قال: إن أحببت، قال: فانتعل ابن عباس، ثم خرج من المسجد، قال له الرجل: أنسيت ما كنت فيه؟ قال لا، ولكنني سمعت صاحب هذا القبر صلى الله تعالى عليه وسلم والعهد به قريب فذهبت عيساه، وهو يقول: "من مشى في حاجة أخيه وبلغ فيها، كان خيراً له من اعتكاف عشرين سنة". و من اعتكف يوماً ابتعاً، وجه الله، جعل الله بينه وبين النار ثلث حادق بعد مما بين الحافقين". رواه الطبراني في الأوسط، والبيهقي واللفظ له، والحاكم مختصراً وقال: صحيح الإسناد، وكذا في الترمذي، وقال السيوطي في الدرر: صحيحه الحاكم وضعفه البيهقي". (بحواله فضائل اعمال للنسيف مولانا محمد زکریا، فضائل رمضان، فصل ثالث، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، کتب خانہ فیضی لاہور)

ملیہ و سلم کی ان پر نظر پڑی فرمایا آگے آ جاؤ (۱)۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے، اس کے متعدد ارکان میں مختلف چیزیں پڑھی جاتی ہیں، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز اور دو و شریف قیام کی حالت میں نہیں پڑھا جاتا، نہ رکوع سجدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے بلکہ بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر حدیث لکھتے وقت اول غسل کیا، مسواک کی، دو رکعت نماز نفل پڑھی تب ایک حدیث لکھی (۲) اس ادب و احترام کے ساتھ یہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی (۳) مگر یہ ثابت نہیں کہ کسی حدیث کو خواہ دو ذکر و لاوت شریف سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو کھڑے ہو کر لکھا ہو۔ جس وقت اپنی کتاب کا املا کراتے تھے تو بعض اوقات ایک لکھ یا اس سے زیادہ جمع موجود ہوتا مگر سب بیٹھے رہتے تھے، کوئی بحالت قیام نہیں لکھتا تھا اور بھی کسی محدث سے قیام ثابت نہیں۔ حالانکہ یہ سب حضرات ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتے تھے (۴)۔

(۱) "عن حابر رضى الله تعالى عنه قال: لما استوى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الجمعة قال "احلِسُوا، فسمع ذلك ابن مسعود رضى الله تعالى عنه، فجلس على باب المسجد، فقرأ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "تعال يا عبد الله بن مسعود". (أبو داؤد، أبواب الجمعة، باب الإمام بكنهه الرجل في خطبته ۱۵۶، مكنه دار الحديث)

(۲) "قال أبو القاسم الكشمبضي: سمعت القومى يقول: سمعت إسماعيل البخارى رحمه الله تعالى يقول: "ما وصعت فى كتاب الصحيح حديثاً إلا اغتسلت قبل ذلك وعليت ركعتين الخ" (مقدمه فتح الباری، ذکر فضائل الجامع الصحيح، ۶۷، قدیمی)

(۳) "عن شيخنا شيخنا صاحب رجة الله عليه بعض واقعات سے اخذ کر کے فرمایا ہے کہ ۲۱۷ میں اس کی ابتدا ہوئی اور ۲۳۳ میں اختتام ہوا اور یہ متعین ہے کہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی ہے۔" (میر اعلاہ السلاہ)

۱۲/۵۰، بحوالہ کشف الباری لشیخ الحدیث مولانا و مرشدنا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم  
۱۵۶۱، مکنہ فاروقیہ کراچی)

(۴) اس تعظیم و توقیر کا انداز وہاں بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حدیث لکھتے وقت جہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے، ان حضرات نے احترام کے ساتھ وہاں دو رکعت ہے، حتیٰ کہ بے شمار ایسے مواضع ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، جہاں یہ حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی صراحتاً نہ لکھی ہو بلکہ ضمیر ہو وہاں بھی درود و صحابہ لیکن قیام ذکر کرتے نہیں۔

نیز اس مقصد کے لئے شروع ی سے قیام کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ مجلس ہی ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(یہاں تک تو قیام سے متعلق گزارش تھی)

آپ کے خط میں دوسری چیز ۱۲/ربیع الاول کی تخصیص واہتم کا سوال ہے، اس کے متعلق عرض ہے کہ مروجہ نفس میلا وشریف کی حیثیت جب سامنے آگئی کہ اس کا کہیں شرعی ثبوت نہیں تو ۱۲/ربیع الاول کی تخصیص واہتمام کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا، اگر مروجہ مجلس میلا وشریف کا ثبوت ہوتا پھر اس کی تخصیص ۱۲/ربیع الاول کے ساتھ کی جاتی تو اس تخصیص کو منع کیا جاتا (۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیز فی نفسہ مستحب ہو اور لوگ اس پر اصرار کر لے لگیں تو وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے۔

"الإصرار على المندوب ينفه إلى حد الكراهة له". (سعاية ۲/۲۶۵)۔

اسی طرح طبعی شرح مشکوٰۃ میں ہے:

"من أصر على المندوب، وجعله عروماً ولم يعمل بالحرص، فقد أصاب منه الشيطان من الإصرار، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه اهـ". (سعاية ۲/۲۶۳) (۳)۔

جب کہ اصرار سے مستحب چیزیں بھی مکروہ ہو جاتی ہیں تو بدعت پر اصرار کا کیا حال ہوگا؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محفل میلا وشریف پر جنے کے متعلق جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، فرمایا ہے:

"میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ اس دروازے کو بائکل نہ کھولیں کیونکہ بواہوں نہیں

(۱) "قال ابن المنير فيه أن المندوبات قد تب تنقلب مكرهات إذا رعت عن رتبها، لأن النيام مستحب في كل شيء، أي من أمور العادة، لكن لما خشي ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أن يعتقدوا وجوه، أشار إلى كراهته والله تعالى أعلم". (فتح الباری، كتاب الأذان، باب الاعتقال والانصراف من الميسر و الشمال ۳۰/۳۳۸، دار المعرفة بیروت)

(۲) (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، مهيل اكيذمي لاهور)

(۳) (السعاية، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۳، مهيل اكيذمي)

رکتے، اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں تو بہت تک پہنچ جائے گا۔“ (مکتوب: ۷۲، دفتر سوم) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ جامع العلوم کانپور۔

### قیام میلاد کی شرعی حیثیت

سوال [۸۵۵]: مجلس میلاد کیا نوعیت رکھتی ہے؟ اور اس کی کس حد تک تعظیم کرنا چاہیے، کیا وقت ذکر پیدائش بطور تعظیم قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض علماء فرماتے ہیں وقت ذکر پیدائش قیام کرنے کے لئے شرعاً کچھ اصلیت نہیں بلکہ ناجائز و بدعت ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں مستحب ہے اور وحدیث پیش کرتے ہیں۔

”عن ابی سکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ عنہ وسلم إذا جاءہ امر سرور یسر بہ، غفر ساجداً لشکر اللہ تعالیٰ۔“ رواہ أبو داؤد (۲) والترمذی (۳) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۳۱ (۴)۔

”عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم یصنع لحسان منبراً فی المسجد، یقوم عنہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) فارسی عبارت یہ ہے ”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود و نفس قرآن خواندن بھوت حسن، و در قصائد مذمت و شہادت خواندن چہ مضائقہ است، ممنوع تحریف و تغیر و حذف قرآن است، مہذوباً! بخاطر فقیر میرسد تاسدائین باب مطلق تکفیر، بواہوہا من ممنوع غے گردند، اگر اندک تجویز کردند، بخرابہ بسیار خواہ شد، تقلید بعضی اہل کثیرہ، قول مشہور است، والسلام“ مکتوبات امیر بانی، ص ۱۵۷ (حمید)

(۲) (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی سجود الشکر، ۳۸۳: ۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب السیر، باب ما جاء فی السجود ۱۰/ ۳۸۷، سعید)

(۴) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب فی سجود الشکر، ص: ۱۳۱، قدیمی)

سوال میں مذکور الفاظ اور مشکوٰۃ شریف کے الفاظ میں تھوڑا سا تغیر ہے، سوال کے الفاظ تو تھوڑے ہیں اور مشکوٰۃ المصابیح میں یہ ہیں ”إذا جاءہ امر سرور أو یسر بہ“ شک کے ساتھ ادراہود کو دشمن ”سوروا“ منصوب نہیں بلکہ مضاف الیہ ہے ”امر“ کے لئے۔ دوسری عبارت ”آخر ساجداً شاکیراً للہ تعالیٰ“ واللہ تعالیٰ اعلم۔



وسمہ أو شافع، و يقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "بني الله يؤخذ حسن روح القدس  
مدافع أو فاجر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" ص: ۱۵۶ (۱)۔

پہلی حدیث سے مراد یہ ہے کہ خوشی کے کام میں سجدہ کرنا اور بعد اس کے کھڑا ہونا ثابت ہوتا ہے۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فخر و غیور کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ ہم ذکر میلاؤں میں حضور اکرم صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش بیان کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے حدیث کی تابعداری ہوتی ہے۔  
حدیث شریف سے جس چیز کا ثبوت ہو وہ بدعت سیئہ نہیں ہو سکتا بلکہ بدعت حسن ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر  
سمجھا جاتا ہے خبر خوش سے شکر کا سجدہ کرنا اور اس کے بعد کھڑے ہونا۔ اب مسلمانوں کے نزدیک جناب رسول  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر سے زیادہ خوش خبری اور کیا ہو سکتی ہے، اب اگر کوئی اس موقع پر سجدہ کرے  
اور اس کے بعد کھڑا ہو جائے تو یہ کوئی خرابی کی بات نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں فریق میں سے کس کی دلیل مانی جائے؟ اور دونوں حدیثوں  
سے کس نظم سے مستحب ثابت ہوتا ہے اور مستحب ثابت ہونے کے لئے کیا قواعد اور اصول ہونا ضروری ہیں؟  
مطابق مذہب حنفی کے اور دونوں حدیثوں کے اندر کیا نظم ہے؟ مستحب کے پیش نظر رقم فرما کر ممنون فرمائیں۔

**الجواب وهو الموفق للصواب:**

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ آپ کی نماز وغیرہ عبادات کا ذکر ہو، خواہ بیع شراء  
وغیرہ معاملات کا ذکر ہو، خواہ ولادت وغیرہ دیگر احوال کا ذکر ہو بلاشبہ باعث برکت، موجب ثواب ہے (۲)۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۱۰۰، قدیمی)

موجودہ نسخہ میں "یضع" غیر نام کے ہے، اسی طرح مرثیۃ الشافعی میں بھی ہے۔ (مروفاۃ المعانیح: ۵۵۵/۸)  
(سیدہ بدھ کوٹہ)

(۲) اس بات کی تائید صحیحہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شامل بیان کرنے سے ہوتی ہے کہ بعض  
اوقات کوئی راوی کسی صحابی سے عرض کرتا ہے کہ ہمارے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علیہ مبارک بیان کیجئے تو وہ صحابی  
حقاً متعجب و حیران ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا عجیبہ نشست و برخاست، اخلاق اور معاد بیان کرتا ہے لیکن قیہ کسی سے  
بھی ثابت نہیں۔

عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سألت خالتي هند عن أبي هانئ: وكان وصافاً عن=

لیکن میلادِ مروجہ شرعاً ہے اصل، بدعت و ناجائز ہے، اس کے مفاسد و قبائح کتاب المدخل، ج ۲، ص ۳۳ صفحات میں لکھے ہیں (۱)۔ عربی فارسی اردو میں مستقل رسائل اس کے عدم جواز کے متعلق ملائے حق نے تصنیف فرمائے ہیں۔ چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

- ۱۔ روایت جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا اور سننا اور ان پر اعتقاد رکھنا ناجائز اور سخت گناہ ہے (۲)۔
- ۲۔ رات کا بڑا حصہ اس محفل میں گزار کر اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے (۳)۔

۳۔ حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وأنا أشتهي أن يصف إلي شيئاً أتعلق به، فقال: كان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فحماً مفتحاً، بتاللاً وجهه لتألول القمر ليلة المدر، أطول من المربوع وأقصر من المشدب، عظمی الهامة، رحل الشعر: إن الفرفت عقيقته فرق وإلا فلا يحاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفرة، أزهر اللون، واسع الحين، أزج الحواحب، سواخ من غير قرن بينهما". إلى آخر ما قال. (شمائل الترمذی، باب ما جاء في خلق رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۲، سعید)

(۱) (تقدم بعض عبارات المدخل تحت عنوان: "محفل میلاد")

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من كذب على متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، مقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۸/۱، قديمي)

"واعلم أن هذا الحديث يشتمل على فوائد وحمل من القواعد الثمانية تعظيم تحريم الكذب عليه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وأنه فاحشة عظيمة و موقفة كبيرة اهـ". (شرح التلوي على صحيح مسلم، مقدمته، ۸/۱، قديمي)

(۳) اور یہ بہت بڑا گنہ ہے، کیونکہ یہ کتاب جماعت پر بہت سخت وعید سنائی گئی ہے۔ "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إن أثقل صلوة على المنافقين صلوة العشاء و صلوة الفجر، و لو يعلمون ما فيها، لأتوها و لو حو، و لقد هممت أن أمر بالصلوة فتقام، ثم أمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم أنطلق معي برحال، معهم حرم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلوة، فأحرق عليهم بيوتهم بالنار". (الصحيح لمسلم، ۳۳۲، باب فصل صلوة الجماعة و بيان التشديد في التحلف عنها و أنها فرض كفاية، قديمي)

۳- قرب و جوار کے ٹوٹ بھی نہیں سو سکتے ہیں (۱)۔

۴- اس محفل کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے چنانچہ شریک نہ ہونے والے پر لعن طعن کیا جاتا ہے، اگر کوئی نماز میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاتی تو معلوم ہوا کہ اس محفل کی اہمیت نماز سے بھی زیادہ ہے (۲)۔

۵- روشنی اور خوشبو وغیرہ ضرورت سے زیادہ کی جاتی ہے جو اصراف ہے (۳)۔

۶- قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء کی نظروں میں مبذول ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب و شتم کرتے ہیں حتیٰ کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوٰۃ کا اسماء سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں (۴)۔

۷- قیام کے وقت اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور ہماری برکت کو خدا تعالیٰ کی طرح پناہ واسطہ حاضر و ناظر ہو کر ملاحظہ فرما رہے ہیں (۵)۔

۸- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں مبالغہ کرتے کرتے آپ کے درجہ کو انسانیت سے نکال کر خدا کے وحدہ لا شریک کے درجہ میں کر دیا جاتا ہے (۶)۔

(۱) حضور ارمیسیؑ اندھوئی علیہ السلام کا ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ" (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ، ۶، قدیمی)  
(۲) "قال ابن المنیر فیہ أن المندوبات قد تغلب مکروہات إذا وقعت عن رتبہا، لأن النیامن مستحب فی کل شیء، أم من أمور العبادۃ، لكن لما عتسی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن یعطدوا و حوہ أشار إلی کبرائتہ، واللہ نعالی اعلم" (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الاعتقال والاصراف عن البیمن والشمال، ۳۳۶، دار المعرفۃ بیروت)  
(۳) قال اللہ تعالیٰ: "ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (الانعام: ۱۴۱)

(۴) (انظر الحاشیۃ رقمہا ۴)

(۵) (تقدم تحریجہ تحت عنوان: "قیام ہیلاً: منسل")

(۶) "مطرف قال: قال ابی، انطلقت فی وفد بنی عامر إلی النبی ﷺ فقلنا: أنت سبدا، فقال: "السبد اللہ"، قلنا: أفصلنا" (الحديث)، ولربین عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "إنی لا أورد أن ترفعونی =

۹- بسا اوقات میلاد میں عورتیں شرکت کرتی ہیں اور ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا

ہے (۱) الی غیر ذلک من المعاصد۔ بعض امور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض شرک ہیں۔

دونوں حدیثوں سے استحباب قیام پر استدلال کرنا نہایت تعجب خیز ہے، پہلی حدیث میں قیام کا ذکر تک نہیں بلکہ سجدہ کا ذکر ہے، اگر کہا جائے کہ بعد سجدہ آپ قیام بھی فرماتے تھے تو گو حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں، تاہم علی سبیل التسلیم کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود سجدہ ہے اور قیام سجدہ کے تابع ہے، قیام اصل مقصود ہی نہیں، اگر قیام اصل مقصود ہوتا تو کم از کم حدیث شریف میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، جو جمعائی کہیں۔ نیز کیا اہل محفل اس خوشخبری کے وقت سجدہ کرتے ہیں اور پھر قیام کرتے ہیں؟ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا اصل مقصود (سجدہ) کو چھوڑ کر صرف تابع (قیام) پر استفا کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو کس قدر قلب موضوع ہے۔

بڑی غلطی استدلال سے یہ ہوئی کہ وہ خوشخبری کے معنی نہیں سمجھا، خوشخبری عرف میں کہتے ہیں اس اچھی چیز کو جس سے بشر میں خوشی کی وجہ سے تغیر پیدا ہو (۲) اور یہ پہلی مرتبہ خبر دینے میں ہوتا ہے، اہل محفل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا علم پہلے سے ہے، اس محفل میں ان کو اول مرتبہ علم نہیں کرایا گیا بلکہ ولادت کا علم پہلے سے ان کو حاصل تھا، اسی کا دوبارہ تذکرہ کیا گیا، لہذا ان کے حق میں یہ بشارت نہیں ہوئی بلکہ خبر ہوئی۔

"من قال: كل عسل بشرى يولد دة حلانة، فهو حر، فمشره ثلاثة متفرقین، عتق الأول؛ لأن بشاره اسم لسخر یغیر بشره الوجه، ویشترط کونه سارا بالعرف، وهذا إنما

= فوق منزلی التي أنزلها الله تعالى، أنا محمد بن عبد الله، عبده ورسوله". (جمع الفوائد، باب النشاء والشکر والمدح والرفق، ۳۰/۶۸، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (قد مضی تخریجه تحت عنوان "مجلس میلاد کے مکرات تنبیہ اور منکر پر اجرت)

(۲) "و بشر بشر إذا فرح قال: و معسی یشرک و یشرک من البشارة، قال: و اصل هذا كله أن بشره الإنسان تبسط عند السرور، و من هذا قولهم: فلان يلقاني ببشر. أي بوجه منسط." (لسان

العرب ۲۲/۳، دار صادر بيروت)

وفيه أيضاً "قال ابن سيدة: "طلو منها البشرى على إخبارهم إياها بمحى، إنها" (۲/۶۱)

سحقاً بالاول اھ۔“ ہدایہ (۱)۔

”وَأَمَّا مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ  
عَمَّ يَرْفُأُ نَعْرَيْنَ، فَقَالَ: سَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، “مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْفُأَ الْفَرَّانَ لِحَصَا  
صِرْبٍ كَمَا أُرِنَ، مِثْقَلُهُ يَرْفُأُ ابْنُ أُمِّ عَبْدِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.” فَاتَّبَعُوا بِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِلِسَارَةٍ، فَسَقَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عُمَرَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَنَى ذَكَرَ: “نُشْرِبِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأُحْبِرُنِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ” وَنُوكَانَ مَكَانَ الْبِشَارَةِ إِحْسَارًا أَنْ قَالَ: إِنْ  
أُحْبِرِي وَ سَأَلِي بِحَالِهِ عَنِّي الْكُلُّ اھ۔“ فتح القدیر: ۴/۷۹۷ (۲)۔

لہذا قیام میلاد پر استدلال اس حدیث شریف سے کسی طرح درست نہیں، اگر اس حدیث شریف کی  
شرح لغات (۳) میں دیکھیے تو وہاں تفصیل سے ائمہ کے نزدیک اس کے مختلف مطالب لکھے ہیں، امام ابو حنیفہؒ  
کے نزدیک ہجده سے مراد نماز ہے کہ آپ شریعہ میں نماز پڑھا کرتے تھے (۴)، نماز پر ہجده کا اطلاق کثرت سے

(۱) (الہدایۃ، کتاب الإیمان، باب الیمین فی العنق والطلاق: ۴/۳۹۸، مکتبہ شوکت علمبہ)

فتح القدیر، کتاب الأیمان، باب الیمین فی العنق والطلاق: ۵/۱۶۵، مکتبہ مصطفیٰ (ناس)

داختلف العلماء فی السجدة المفردة خارج الصلوة، هل هی جائزة و مسنونة و عبادة موجبة  
للتقرب إلی اللہ تعالیٰ عملاً؟ فقال بعضهم: بدعة و حرام، ولا أصل لها فی الشرع — وتفصیل  
الکلام أن سجدة خارج الصلوة علی عدة أقسام: أحدها سجدة السهو، و هو فی حکم سجدة  
الصلوة و، ما: سجدة التلاوة و لا خلاف فیها. و ثانیها سجدة المأجات بعد الصلوة و ظاهر کلام  
الاکثرین أنها مکروهة. و رابعها سجدة الشکر علی حصول نعمة و اندفاع بلیة، و فیها اختلاف، فبعد  
النساء سجدهما اللہ سنة، و هو قول محمد رحمہ اللہ، بالأحداث والآثار فی ذلك كثيرة. و  
عند أسی حنیفة و مالک رحمہما اللہ لیس بسنة بل هی مکروهة. (اللمعات الصفح شرح مشکوٰۃ  
المصابیح، کتاب الصلوة، باب فی سجود الشکر: ۵/۴۴۳، مکتبۃ المعارف العلمیۃ)

(۲) ”قال النوربشتی: ذهب جمع من العلماء إلى ظاهر الحديث، هو أن السجود مشروع على باب  
شكر النعمة، وحالفهم آخرون فقالوا: السجود بالصلوة. و حجتهم فی هذا التأويل ما ورد فی =

ثابت ہے (۱)۔ اگر بالفرض قیام کا احتیاب ثابت بھی ہوتا تو چونکہ اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ یا پتا نہ پہنچا، ترک ضروری ہے۔

”من أصر على مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه اشتغال من الإحتلال، فكيف من أصر على بدعة ومكر؟“ وحاشا في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه“۔ انتهى عن النبيؐ، حاشية المشكوة (۲)، سعایہ: ۲/۲۶۳ (۳) ”الأصر: أصر على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة اهـ“۔ سعایہ: ۲/۲۶۵ (۴)۔

= الحديث أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لما أتى برأس أبي جهل غرّ ساحداً، وقد روى عبد الله بن أبي أوفى: رأيته صلى الله تعالى عليه وسلم صلى بالصحى ركعتين حين بشر بالفتح، وأبرأ من أبي جهل، وصر الله وحده أبي حنيفة، وقد بلغنا عنه، أنه قال: وقد ألقى عليه هذه المسألة: ”لو ألزم العبد السجود عند كل نعمة متحددة عظيمة الموضع عند صاحبها، لكان عليه أن لا يغفل عن السجود طرفة عين؛ لأنه لا يخلو عنها أدنى ساعة، فإن من أعظم نعمة عند العباد نعمة الحياة، وذلك يتحدد عليه بتعدد الأنفاس، أو كلاماً بهذا معناه“۔ (المرفأة شرح المشكوة، كتاب الصلوة، باب في سجود الشكر: ۳/۲۰۲، مكنه وشيديه)

(۱) قال العلامة الأتوسي رضي الله تعالى عنه تحت قوله تعالى ”ووعدهنا إلى إبراهيم وإسماعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود“ ”وهم المصلون جمع راعع وساجد، وحسن الركوع والسجود بالذكر من جميع أحوال المصلي، لأنهما أقرب أحواله إليه تعالى، وهما الركنان الأعظمان، وكثير ما يكتفى عن الصلوة بهما الخ“ (روح المعاني ۱/۳۸۱، دأراحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (مرفأة السفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، ۳/۳۱۰، مكنه وشيديه كونه)

(۳) (السعابة على شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكدسي لاهور)

(۴) (السعابة على شرح الوقاية للكدسي، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكدسي لاهور)

”إذ تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة واجباً على فعل البدعة“۔

شمسی ۶۶۱: ۱۔ (۱)۔

حدیث ستہ (برغم خود) ثابت کر کے یہ کہہ کر یہ دعوت حسنہ ہے مستدل کے مآلی عقل قیوم پر دال ہے، دوسری حدیث میں میلاؤ کا ذکر کہاں ہے اور ”سفسوم“ کا فاعل کون ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا جمیع حاضرین؟ اور پھر اس سے صرف میلاؤ خواں کے قیوم پر استدلال ہے یا جمیع حاضرین کے قیوم پر؟ نیز یہ قیام مستحب ہے یا واجب ہے؟ اور جس کا بھی قیام حدیث میں مذکور ہے وہ شروع مجلس سے یا کسی خاص وقت میں اور آپ کے یہاں بھی شروع سے قیام ہوتا ہے یا کسی خاص وقت میں؟ غور کر کے دیکھ لیں کہ حدیث شریف کے اظہاق کی کیا صورت ہے۔ اگر لفظ ”یسعود“ یا ”فائدہ“ کے لفظ سے استدلال مقصود ہے تو قرآن شریف میں ”قوموا“ اور ”فانمیں“ اور ”فائدہ“ (۲) کے صیغے مختلف مواقع پر وارد ہوئے ہیں، ان سے استدلال کر لیا جاتا۔

اب میں بتاتا ہوں کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے قیام کی صراحتاً ممانعت فرمائی ہے تو جب ذات اقدس کے لئے ممانعت ہے تو ذکر ولادت کا درجہ یقیناً ذات اقدس سے کم ہے۔ ”(أبو أمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خرج علينا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسجد یسجداً عسی عسیاً، فقمنا إلیه فقال: ”لا تقوموا! كما یقوم الأعاجم عظیمه بعضاً“۔ لاسی داؤد (۳)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطلب إذا تردد الحكم بین سنة وبدعة، كان ترك السنة أولى: ۶۳۴، سعید

(۲) أسطر الآیات الانبیاء، وہاں کہاں ہی سعة أحدان یستدل علی قیام المولود من لفظ ”قیام“ أو ”یقوم“

لا یستدل ساجد من هذه الآیات، وھی آیة أن عسوان، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، و آیة النورۃ ۱۰۸، و آیة یونس ۱۲، و آیة الحج ۳۹،

(۳) (سیر سی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل یضوہ للرجل یعظمہ بذلک ۱۰۴۰، مکشہ دار الحدیث ملتان)

ترجمہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے لئے سجدہ کرنا نہیں چاہا، اگر کسی نے مجھے سجدہ کرے تو میں اس کو سجدہ کرنے سے منع کروں گا۔

جمع الفوائد: ۱۴۳۰/۲ (۱)۔

صحابہ کرام کا یہ عمل تھا: ”اُس رضى اللہ تعالیٰ عنہ: نہ ہم یکس شخص اُحب إليہم من اسی حسنى اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لعلنا نمن من كراهيته ندمت“  
 الترمدی (۲) جمع الفوائد: ۱۴۳۰/۲ (۳)۔

اگر کوئی شخص اپنی تعظیم کے لئے قیام کو پسند کرے اس کا حکم یہ ہے: ”(معاویہ رضى اللہ تعالیٰ عنہ) رفعه: ”من أحب أن يتم له الناس قياماً فليتيؤ مقعده من النار“۔ لابی داؤد (۴) والترمذی (۵)  
 جمع الفوائد: ۱۴۳۰/۲ (۶)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے، اس مضمون کی

(۱) (جمع الفوائد، باب العطاس والتناوب والمجالسة وآداب المجلس: ۳/۳۵۲، رقم الحديث ۷۷۸۰، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (جامع الترمذی أبواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۱۰۳/۲، سعید)

ترجمہ: کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سے مانگواری و نا پسندیدگی کو جانتے تھے۔

(۳) (جمع الفوائد، باب العطاس والتناوب والمجالسة آداب: ۳/۳۵۲، رقم الحديث: ۷۷۸۰، إدارة القرآن)

(۴) (کتاب الآداب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك، ۷۱۰/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)  
 ترجمہ: جو اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۵) (جامع الترمذی، أبواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۱۰۳/۲، سعید)

(۶) (المصدر المتقدم لجمع الفوائد)



روایات جمع الفوائد ۳/۱۵۰ (۱) میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۲۱/رجب/۵۸ھ۔

### قیام میلاد کا حکم

سوال [۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے بارے میں:

**مسئلہ:** قیام میلاد بدعت حسنة ہے یا سنیہ؟ اگر بدعت سنیہ کہتے ہیں تو اس صورت میں قائل، توارث اور اجماع کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ قیام میلاد کے اوپر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ تفسیر روح البیان ۳/۳۸ (۲) میں ہے: "وقد اجتمع عند الإمام نقی الدین السبکی جمع كثير من علماء عصره، فأشدد منشد قول النصر صری: قائل المدح الح، فعند ذلك قام الإمام السبکی وجميع من سالمجلس (إلى) و یکمی ذلك فی الاقتداء. وقال ابن حجر الهيتمي: إن البدعة الحسنة متفق علی مذهبها". مولود مرزنجی، ص: ۲۹ (۳)۔

قد استحسن القيام عند ذکر مولده الشريف أئمة نورانية و روية. إشاع الکلام، ص: ۶۰ (۴)۔

"قد اجتمعت الأمة المحمدية من أهل السنة و الجماعة علی استحسان القيام المذکور". مجموعہ فتاویٰ: ۳/۱۳۰ (۵)۔ سیرت طحان: ۱/۵۱ (۶) میں بھی ایسا ہی ہے۔

(۱) "مطرف قال: قال أمي: "إنطلقت في وفد بني عامر إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلنا: أنت سيدنا فقال "السيد الله". قلنا: أفصلنا". الحديث لوزين عن انس وحسب الله تعالى عنه "إني لأرید أن ترفع موسى فوق منزلي التي أنزلنيها الله تعالى، أما محمد بن عبد الله، عبده ورسوله". (جمع الفتاوى، باب الفناء والشكر والمدح والرفق: ۳/۳۶۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (لم أجد هذه الكتب)

(۵) بحمدہ الفتاویٰ سے ارشاد علامہ عبدالحی کہنوٹی کے فتویٰ مراد ہیں تو ان میں قیام میلاد کو بے اصل قرار دیا گیا ہے، (مجموعہ

الفتاویٰ، کتاب الصلوات ۳/۴۵۸، سعید)

(و أيضاً مجموعہ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۳۵، امجد اکبدمی لاہور)

(۶) (لم أظفر علی هذا الكتاب)

اس کے علاوہ امام غزالیؒ ”احیاء العلوم“ میں لکھتے ہیں: ”لأدب الحامس: موافقة القوم فی التقیاء  
إدغام أحد منهم فی وحدصدق من غیر ریا، و تکلف، وقام باختیار من غیر إظهار و حاد، وقام  
لله الجماعة، ولا بد من الموافقة، فذلک من أدب الصحبة“ (۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر قیام بدعت سنیہ ہے تو مذکورہ بالا دلائل کے دندان شکن جوابات کیا ہیں؟ بہر  
حال اگر بدعت سنیہ ہو تو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی، یا حرام ہے؟ ان میں سے جس کو بھی اختیار کریں مدلل و مفصل  
حوالہ کے ساتھ جواب دے کر شکر یہ کاموقع عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ والسلام۔

تثیق الرحمن ۲۳، پرجنوی ۲۲، رجب ۱۳۹۱ھ۔

### الجواب حامداً و مصلياً:

یہ مروجہ مجلس میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ خلفائے راشدین  
و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے، نہ تابعین و ائمہ مجتہدین: (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام  
شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہم) وغیرہ سے ثابت ہے، نہ محدثین: (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام  
نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، وغیرہم رحمہم اللہ) سے ثابت ہے، نہ اولیاء کا طین: (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین  
الدین چشتیؒ، امیر خیریؒ، خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ، شیخ عارف شہاب الدین سہروردیؒ وغیرہم) سے ثابت ہے۔

چھ صدی اس امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل  
نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت روپیہ خرچ کیا، پھر اس کی حرص و اتباع میں وزراء، امراء نے  
اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں، تفصیل تاریخ ابن خلدون میں ہے (۲)۔

اسی وقت سے ملائے حق نے اس کی ترویج بھی لکھی ہے، چنانچہ کتاب المدخل (۳) میں علامہ ابن

(۱) (احیاء علوم الدین للعلی، کتاب آداب السماع والوجد، المقام الثالث من السماع، الادب

الحامس ۳۰۵، دار المعرفة بیروت)

(۲) (وفیات الاعیان و أسیاء الزمان لأبن خلدون، ترجمة مطهر الدین صاحب اربل، رقم الترجمہ:

۵۳۷، ۱۱۷، ۱۱۹، دار صادر بیروت)

(۳) (قد مضی بعض القصاصات تحت عنوان ”مختل میلاد“ و عنوان ”میلاد کا خاص طریقہ“)

الحاج نے تیس صفحات میں اس کے قبائح و مفاسد و اہل شریعہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ ۳۷۷ھ میں اسکی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی، پھر جہاں یہ مجلس پہنچی گئی، وہاں کے علماء تردید فرماتے گئے، چنانچہ عربی، فارسی، اردو، ہر زبان میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک تردید کی جا رہی ہے، کیا اسی کا نام اجماع ہے، غالباً مدعی کو اجماع کی تعریف ہی معلوم نہیں ہے "جمع کثیر من علماء عصرہ" ایک مجلس میں اکٹھے ہو گئے اور اس اجماع ہو گیا؟ غور طلب یہ ہے کہ اس دور میں جتنے علماء موجود تھے کیا ان میں سے کثیر تعداد ایک جگہ (مکئی کے مکان) پر جمع ہوئی تھی؟ اس کثیر کی مقدار تعداد کیا تھی، تین چار کو بھی کثیر کہا جائے گا یا جمع کثرت کی حد تک پہنچ کر دس گیارہ تک مبالغہ کیا جائے گا؟ کیا ان کی تعداد کی شرکت مفید اجماع ہے؟

ہاں یہ ممکن ہے کہ ان حاضرین میں سے کسی نے مخالفت نہ کی ہو لیکن ان کے علاوہ جتنے علماء اس وقت کے تھے، کیا انہوں نے بھی مخالفت نہیں کی؟ یا اس گھریلو اجماع کے ساتھ موافقت کی ہے؟ نیز ان شریک نہ ہونے والوں کی تعداد شریک ہونے والوں کے مقابلے میں کثیر تھی یا قلیل؟ اگر شریک نہ ہونے والے قلیل تھے اور شریک ہونے والے کثیر تو اس مکان کی وسعت کس قدر ہوگی؟ جہاں اتنی بڑی تعداد سما گئی؟ اور صرف اس ہستی کے علماء جمع ہوئے تھے یا تمام اطراف و اکناف کے جمع ہوئے تھے (یا کئے گئے تھے؟) اگر نہ شریک نہ ہونے کی تعداد کثیر تھی جیسا کہ متبادر ہے کہ ایک مکان میں ایک وقت میں اتنی بڑی تعداد نہیں آ سکتی ہے تو جمع کثیر کا اطلاق نہ شریک ہونے والوں پر زیادہ مناسب و اقرب الی القصد ہے، لہذا استدلال برعکس ہو جائے گا۔

"الإجماع فی النفع الاتفاق، و فی الشریعة: اتفاق مجتہدین صالحین من أمة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی عصر واحد عنی أمر فوئی أو فعنی اہ۔"

"والمراد بالمجتہدین جمیع المجتہدین الکائنین فی عصر من الأعصار، واحتراز بہ عن اتفاق المقلدین، واحتراز بقول "الصالحین" عن اتفاق مجتہدین خوی ہوئی بدعة و فاسقین، و بقوله "أمة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" عن اتفاق مجتہدین الشرائع السابقہ اہ۔"

"الإجماع یو عان: عزیمۃ و هو التکلم مہم بما یوجب الاتفاق: أی اتفاق النکل علی الحکم بأن یفعلوا: أجمعنا علی ہذا، یاں کان ذلک الشروع من باب القول أو شروعہم فی الفعل إن کان من بابہ: أی کان ذلک النسخ من باب الفعل کما إذا شرع اہل الاجتہاد جمیعاً فی المسارعة أو التزاع أو شرکتہ کان ذلک إجماعاً علی شرعیتها و رخصۃ: و هو أن یتکلموا

بعض اشخاص دوں اشخاص: اسی بتقدیر بعضہم علی قول اوفعل و سکت الباقون مہم، ولا یردون علیہم بعد مضي مدة التأمیل، و ہی ثلثة آیام من مجلس العلم اہ۔ قولہ: "وہی ثلثة آیام"۔ لکن ہذا التقدير هو المتعارف فی إظهار العذر عند أكثر الحنفیة، ثم لا تقدر مدة التأمیل شیء، بل لا بد من مرور أوقات بعینہ عداۃ أنہ نوکان ہنا مخالف لأظهر الخلاف اہ۔ نور الأنوار و قمر الأقمار، ص: ۲۱۹ (۱)۔

کیا بتایا جاسکتا ہے کہ سکتی کے مکان پر محفل میلاد شریف میں قیام کرنے والے حضرات کون کون تھے اور اجتماع میں وہ کس درجہ پر فائز تھے؟ یعنی مجتہدین کے جو طبقے "شرح عقود رسم المظنی" میں مذکور ہیں (۲) یہ حضرات کس طبقہ کے تھے، جن کے قیام کو اجتماع قرار دے دیا گیا؟ یہ سب گفتگو اس وقت ہے کہ سوال کی نقل کردہ عبارات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ نقل میں خیانت نہیں کی گئی، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مدعی کی نقل میں خیانت سے کام نہیں لیا جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی کی عبارت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، ان کی عبارت یہ ہے کہ:

"و تظہر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وضع امہ لہ من

(۱) (نور الأنوار، باب الإجماع، ص: ۲۱۹، سعید)

(۲) "لا بد للشافعی المقلد أن يعلم حال من بقى بقوله . . . فقول: إن الفقهاء على سبع طبقات: الأولى: طبقة المجتہدین فی الشرع كالأئمة الأربعة ومن سلك مسلکهم الثانية: طبقة المجتہدین فی المذهب كأبي يوسف ومحمد وسائر أصحاب أبي حنيفة القادرین علی استعرا ح الأحکام عن الأدلة المذكورة علی حسب القواعد . الثالثة: طبقة المجتہدین فی المسائل كالخصاف وأبي جعفر الطحاوی وأبي الحسن الكرخي وشمس الأئمة الحلواني، وشمس الأئمة السرخسي وفخر الإسلام البزدوی وفخر الدين قاضي خان وغيرهم الرابعة: طبقة أصحاب الترحيح من المقلدين كالرازي الخامسة: طبقة أصحاب الترحيح من المقلدين كأبي الحسن القدوري وصاحب التهذابة والسادسة: طبقة المقلدين القادرين علی التمييز الأقوي والقوي والضعيف الخ . . . كصاحب الكثر وصاحب الوقاية وصاحب المجموع السابعة: طبقة المقلدين الذين لا يقدرון علی ما ذکر ولا یفرقون بین العث والتیس . . . فتأويل لمن قلدهم کل الویل، انتهى". (شرح عقود رسم المعنی، ص: ۲۸۰، ۳۳، میر محمد کتب خانہ)

القبام، و هو أيضاً بدعة، لم يرد فيه شيء“۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص: ۵۷ (۱)۔

ایک دوسرے قیام پر رو کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیام میاں پر بھی رد فرمایا ہے۔ (۳)۔ اس کی اجازت نہیں دی، اس کی اجازت کو ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے، علاوہ ازیں حنفیہ پر غیر کا قول بلا دلیل کیسے جت ہوگا؟

”احیاء العلوم“ میں کیا مجلس میاں کے قیام سے متعلق یہ عبارت ہے، جس کو مدعی نے پیش کیا ہے، جب نفس مجلس میاں و شریف کا ہی مرہطہ طریق پر ثبوت نہیں تو پھر قیام کیسے ثابت ہوگا؟

حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محفل میاں میں تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے (۳) بلا دلیل شرعی کے حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا نہایت خطرناک ہے، اس کی سزا جہنم ہے (۴) اپنی ظاہری حیات طیبہ کے قیام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مشكاً على عصا، ففمننا له، فقتان: ”لا تقوموا كما يقوم الأعاجم بعظم بعضها بعضاً“ رواه أبو داود

(۱) (الفتاویٰ الحدیثیہ، مطلب فی أن القیام فی أنشاء مولودہ الشریف مدعہ لا ینفی فعلہا، ص: ۱۱۲، قدیمی)

(۲) ”الموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على حبر، و علی شربل ضرور، لو لم یکن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شر، لكنها قليل نادر، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص آثم“۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ، مطلب الاحتماع للموالد والأذکار، مطلوب ما لم يترتب عليه شر و إلا فممنوع منه، ص: ۲۰۴، قدیمی)

(۳) (قد مضى تحريجه تحت عنوان ”محفل میاں“)

(۴) ”عن أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من كذب على متعمداً، فليشوأ مقعداً من النار“۔ (الصحيح لمسلم، مقدمة، باب تعليل الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ۱: ۷۱، قدیمی)

می سنہ (۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص. ۴۰۳ (۲)۔

جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جس قدر عظمت و محبت تھی، وہ کسی کو نصیب نہیں، ان کا طرز عمل تھا کہ وہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے، قیام نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ قیام ناوار خاطر تھا اسی وجہ سے قیام کی ممانعت فرمادی تھی۔

”عس انس رضى الله تعالى عنه لم يكن شخص أحب اليه من رسول صلى الله تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا رأوه لم يقولوا لمّا يمشون من كراهيته لئلا يذلت“۔ رواه الترمذی، وقال: هذا حديث حسن صحيح اه“ (۳)۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۳ (۴)۔

برائین قاطعہ، الجملہ لابل السنۃ، فتاویٰ میلا و قیام وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ ایک بہت مختصر کتابچہ ”غلط فہمیوں کا ازالہ“ دارالعلوم دیوبند صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہو کر شائع ہو چکا ہے اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، بلاشبہ کسی چیز کو دین اور تقرب سمجھنا ہی بدعت ہے اور یہاں تو قیام کے خلاف پر دلیل موجود ہے، جس چیز کو صاف صاف منع فرمایا گیا۔ ”لا تقوموا“ اس کو دین تصور کرنا تو تحریف ہے جس میں بدعت حسنہ ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں۔

نبی کا تحریم کے لئے ہونا اصل ہے، بغیر قرینہ سارنہ کے اصل سے عدول کا حق نہیں: ”انہی کالامر فی کونہ من الخاص؛ لآلہ لفظ وضع سعی معنوم و هو التحريم اه“۔ (نور الأنوار ص: ۶۱ (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب محمد غفرلہ۔

(۱) (سلسلہ ابی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلک ۴۱۰، مکتبہ

دار الحدیث ملتان)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، ص ۴۰۳، قدیمی)

(۳) (جامع الترمذی، أبواب الاستیذان والآداب، باب ما جاء فی قیام الرجل للرجل ۱۰۳، سعید)

(۴) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۵) (نور الأنوار، بحث النهی کالامر فی کونہ من الخاص، ص: ۶۱، سعید)

## محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام

سوال ۱۷۱: یہاں پر اکثر مساجد میں محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور ربیع الاول کی پہلی سے بارہویں تاریخ تک اور ربیع الثانی کی پہلی تاریخ سے گیارہویں تک اور ستائیسویں رجب کی اور پندرہویں شعبان کی اور ستائیسویں رمضان کی اور نویں ذی الحجہ کی سال بھر میں ان ایام میں رات کو بعد عشاء وعظ ہوتا ہے، ان کے علاوہ نہ کسی کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ وعظ کہلائے اور نہ کسی وعظ کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ خود کہے اور ایام مذکورہ بالا میں کمی بیشی نہیں ہوتی، مثلاً: یہ کہ محرم میں بجائے دس روز کے بارہ روز یا آٹھ روز کر لیں، یہ نہیں ہوتا، ابنا در یافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تعین بدعت ہے یا کہ نہیں، اگر ہے تو حسنہ ہے یا سیئہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایام مذکورہ کی تعین و لاکل شریعہ سے ثابت نہیں اور نہ اس کا وجود خیر القرون میں تھا، لہذا اگر ان ایام میں وعظ کو ضروری سمجھا جاتا ہے یعنی اگر کوئی وعظ میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور وعظ کہنے اور سننے کے ثواب کو انہیں ایام کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے "وشر الأمور محدثاتہا" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم، ۷/۳/۵۴ھ۔

صحیح بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

## سیرت کانفرنس کے جلے

سوال ۱۸۹: ہندوستان، پاکستان، انگلینڈ میں سیرت کانفرنس اور سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنوان سے اجلاس ہوتے ہیں، دیوبندی حضرات بھی ایسے ہی اجلاس بلاتے ہیں، لیکن دیوبندی سے اتنا مختلف کہ ان کے یہاں قیام و میلاد بھی ہوتا ہے لیکن دیوبندی حضرات محض اپنے علماء کو بلا کر تقریریں سناتے ہیں اور سیرت طیبہ سے نیز ارشادات نبوی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مستفید ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارے علماء و مشائخ اساتذہ دیوبند، سہارن پور وغیرہ کے شرکت فرماتے ہیں اور یہ اجلاس سال کے دوسرے ایام اور شہر میں

بھی منعقد ہوتے ہیں، لیکن ربیع الاول میں اس کا زور زیادہ ہو جاتا ہے اس میں بارہ ربیع الاول کی قید تو نہیں، اول و آخر میں بھی اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ ذہن میں غلطان ہے کہ آیا اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ ازراہ کرم واضح فرمائیں منایت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سیرت پاک کا بیان کرنا اور لوگوں تک پہنچانا جس کے ذریعہ زندگی مطابق سنت بنے اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو درست اور موجب اجر اور منفید ہے، جبکہ اس میں التزام مالاً یا یلزم نہ ہو اور کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو (۱) مثلاً: زمان: مبینے، تاریخ: دن اور مکان اور خاص ہیئت اور مستحب و واجب کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والوں پر ملامت ہو وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
امام العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۰۶ھ/۳/۳۰

ربیع الاول کا جلوس

سوال [۸۹۹]: یوپی کے کئی شہروں میں بجاہ ربیع الاول جلوس محمدی نکلتا ہے، اس سے نکالنے میں کوئی شرعی قہر تو نہیں؟ کانپور وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ علماء کرام بھی اس میں شرکت فرماتے ہیں، اگر اس کے جواز کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرمادیں۔

صورت مسئلہ میں زید کا قول مندرجہ ذیل ہے ”اگر وہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو تو شرعی قہر تو نہیں

(۱) ”المواالد والأذکار التي تفعل عدنا أكثرها مشتمل على غير، كصدقة و ذکر و صلاة و سلام علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و مدحہ، و علی شریک ضرور، لولہ یکس منها الارزیه النساء للرجال الأحاب، و بعضها لیس فیہا شر، لکھ قلیل نادر و القسم الثانی (أی الدی لیس فیہ شر) سہ تشمله الأحادیث الواردة فی الأذکار المخصوصة والعامة، کقولہ صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم، ”لا یقعذ فوہ یدکرون الله إلا حننهم الملائکة، و غشيتهم الرحمة، و برلت علیہم السکينة، و ذکرهم الله تعالیٰ فیمن عہدہ۔“ رواہ مسلم و فی الحدیثین أوضح دلیل علی فضل الاجتماع علی الحبر والجلوس له الخ“ (الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی، مطلب: الاجتماع للمواالد والأذکار مطلب: مالم یترتب علیہ ضرر و إلا فیمنع منه، ص. ۲۰۲، ۲۰۳، قدیمی)



اور ایسے امور جو قبح شرعیہ سے خالی نہ ہوں اگر دینی رجحان کے پیدا کرنے میں تعاون معلوم ہو تو ان کا اختیار کرنا اولیٰ اور باعث اجر ہے۔“ مگر کقول ہے کہ ”یہ ناجائز اور بدعت ہے اور دلیل میں کہتا ہے کہ“ کس بدعت صلاحاً، و کس ضلالتاً فی الشار“ ان دونوں میں کس کا قول درست ہے؟

المستفتی: محمد حنیف معرفت مسعود الحسن مسجد عالم شہید چوک، بازار بہرائچ۔

الحواب حامداً و مصلیاً:

ایہ جلوس نکاحی فی غرض ثابت نہیں، قرآن مشہود لہا بالخیر میں اس کا کہیں وجود نہیں، کتب فقہ اور کلام ائمہ میں کہیں پتہ نہیں (۱) اور اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ اس میں جھنڈے ہوتے ہیں، نعرے ہوتے ہیں اور نعرے بھی وہ جو مہم شرک ہیں، بعض جگہ ٹنگے سرا اور ٹنگے پیر چلتے ہیں، اخیر شب میں پھولوں کا ہار لے کر جاتے ہیں، کچھ دیر کے لئے بالکل خاموش، ادب یہ تصور لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ابھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہو رہی ہے اور یہ پاران کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہیں، پھر ایک دم صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

بعض بدعات کی ابتداء اچھی نیت سے ہوتی ہے اور فی ظنہ ان میں کوئی خرابی بھی نہیں ہوتی تھی، مگر پھر ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں، مثلاً: تاریخ کا التزام، دن کا التزام، ہیئت کا التزام۔ بعض بدعات کی ظاہری صورت دیکھنے میں اچھی اور نیک معلوم ہوتی تھی لیکن چھپتا ان میں اعتقادی یا عملی غلطیاں تھیں، غرض ان بدعات کی

(۱) آئمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مستندات بھی قرآن، حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار ہیں، انہی اصول سے وہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان کے اندر اگر ان کو کسی مسئلہ کی طرف اشارہ بھی ملے تو یہ حضرات اس مسئلہ کی صراحت کر کے ذکر کرتے ہیں لیکن مذکورہ جیسے اور اس قسم کی دوسری بدعات جو مروج ہیں کے بارے میں ان حضرات کو نہ صراحتاً نہ لکھنا اور نہ اشارتاً لکھنا ملتا ہے کہ اس کے جواز کا حکم دیں، بلکہ اس قسم کی بدعات کے قوان اصول میں عدم موجودگی کی بنا پر یہ حضرات تردید کرتے چکے آ رہے ہیں۔

حدیث ”من أحدث فی أمرنا هذا لیس“ کے تحت ماہر منادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ای انشأ واختراع والی سائر حدیث من قیل نفسه (ما لیس منه): ای دایا لیس لہ فی الکتاب أو السنة عاصدہ ظاہر أو حقی، معلقہ أو مستبط (فہو رد): ای مردود علی فاعلہ لطلانہ“ (فیض القدیر ۱/ ۵۵۹۳۔ مکتبہ نواز مصطفیٰ الباز ویاض)

وجہ سے بہت بڑی جماعت کے ذہنوں میں دینی اور بے دینی میں ایسا غلط ہو گیا کہ اللہ کی پناہ "مس" احداث میں امر ہذا مالیس منہ فہو، د" (۱) ان سب مفسد کا قلع قمع ہے۔

ایسے جلوس میں دینی رجحانات کو کیا پیدا ہوتے، فرائض و سن ترک ہوتے ہیں، فحری جماعت ہوتے ہوئے بھی اہل جلوس کو شرکت جماعت کی توفیق کم ہی ہوتی ہے، جس طرح دوسری پارٹیاں اپنی اپنی سواہد کے مطابق اپنی تشہیر و اقتدار کے لئے بغیر مذہب کی ہدایت کے اپنا عمل تجویز کرتی ہیں، یہی حال اس جلوس کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸۹ھ۔

### بارہ ربيع الاول کو مدح صحابہ کا جلوس

سوال (۱۹۰۰): مثلاً محمود آباد، پینتے پور، فتح پور، کانپور وغیرہ میں ۸/ یا ۱۲/ ربيع الاول میں چاریاری جھنڈا خوب اہتمام سے شاندار جلوس کی صورت میں نکالتے ہیں، اس جلوس میں سب مل جل کر مدح صحابہ یا اسی قسم کے اشعار خوب راگنی لہجے سے پڑھتے ہیں، سب گلی کوچوں سے گزرتے ہیں، عورتوں کو سناتے ہیں، جگہ جگہ شربت کا ارتقا م ہوتا ہے، جو اس میں شریک نہیں ہوتے اس کو خوب لعن طعن کرتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں، اس جھنڈے کے بانی مہانی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس جھنڈے میں شرکت کرنا کسی طرح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو شریک ہونے والے نہ شریک ہونے والے کو برا بھلا کہتے ہیں، اس پر کیا حکم نائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر ہے کہ اس کا جواب پاتا نال دارالبلغین لکھنؤ سے حاصل کریں، وہاں سے بتا دیا جائے گا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سے اس کی بنیاد قائم کی تھی یا اس میں کچھ تغیر ہو گیا ہے اور اس کی پشت پر کیا دلائل ہیں یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، کس دلیل سے یہ ثابت ہے؟ پھر جو کچھ وہاں سے جواب ملے، مہربانی فرما کر میرے پاس بھیج دیں، وہاں استفتاء کا جواب دیا جاتا

(۱) (رواہ البخاری فی الصلح، باب إذا اصطالحوا علی صلح حور فالصلح مردود: ۱۱۱، ۳، قدیمی)

(ومسلم فی الأفضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲، ۷، قدیمی)

ہے اور اس کی اصل حقیقت سے وہاں کے حضرات پوری طرح واقف ہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا

سوال [۹۰۱]: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کر دینا چاہیے، کچھ لوگ

اس بات کی مخالفت کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت کی طرف سے ان دونوں دنوں میں کاروبار بند کرنے کا حکم نہیں، اس کو شرعی حکم سمجھنا غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال

سوال [۹۰۲]: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر مدینہ شریف یا دیگر بلاد اسلامیہ میں

ہڑتال ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اظہار افسوس کے لئے ہڑتال کا یہ طریقہ اس زمانہ میں نہیں تھا، نہ مدینہ طیبہ میں نہ دیگر بلاد اسلامی

میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۸۹ھ۔

(۱) قال الشاطی "ومنها التزام کیفیات والہیئات المعینۃ والزام العبادات المعینۃ فی أوقات

معینۃ لم یوجد لها ذلك التعین فی الشریعة الخ" (الاعتصام للشاطی، الباب الاول فی تعریف الدع

الح، ص ۲۶، ۲۵، دارالمعرفة بیروت)

"الدعة اسم من الابتداء، سواء كانت محمودة، أم مذمومة، ثم غلب استعمالها فيما هو نقص

فی الدین أو زیادة" (القاموس الفقہی، ص: ۳۲، إدارة القرآن)

حضرت غوث اعظم کی مجلس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری

سوال [۱۹۰۳]: ”الفتح الربانی“ کتاب میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کے موعظ حسنہ ہیں لیکن دینا چاہے میں حضرت مولانا عاشق الہی مرحوم لکھتے ہیں: ”ان کی مجلس وعظ میں صلحاء و ملائکہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کی روحانی شرکت ہوتی ہے اور کبھی کبھی روح پر فتوح سید ولد آدم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نزول اجلال بھی تربیت و تائید کی غرض سے ہوا کرتا تھا“۔ ایسا ہی مضمون بریلوی علماء کی کتاب ”حدائق بخشش ص: ۷۷“ پر یہ شعر تحریر ہے۔

وہی کیا رسل آئیں خود حضور آئیں  
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

ان دونوں عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

دونوں میں فرق بالکل صاف و ظاہر ہے، حضرت مولانا عاشق الہی کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ یہ تشریف آوری تائید و تربیت کے لئے ہے (۱)، حدائق بخشش کا حاصل یہ ہے کہ تشریف آوری استفادہ کے لئے ہے۔ حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم عالیہ وحی الہی سے حاصل ہیں اور اولین و آخرین سب کے مجموعہ کے علوم بھی ذات مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں، تو پھر استفادہ کے لئے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں آنے کا مطلب تو یہ ہوگا جو علوم اس مجلس میں حاصل ہوتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھے، یہ تنقیص ہے ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، اور فوقیت ہے حضرت قطب

= ”کل محدث بدعة، و کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار“۔ (مشکوٰۃ کتاب الإیمان، باب

الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

”عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا

ما ليس منه فهو رد“ متفق عليه“ (مشکوٰۃ کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۲۷، قدیمی)

(۱) راجع: (الفتاویٰ الحدیثیہ، مطلب۔ یسکن الاجتماع بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم الا ان يقطعه۔

ص: ۳۹۱، قدیمی)

جیلانی قدس سرہ کی، اس کو کب حضرت جیلانی نور اللہ مرقدہ برداشت کر سکتے ہیں، نہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (غداہ روحی و روح انبی و انبی) کا کوئی ادنیٰ خادم برداشت کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۲ھ۔

### وس محرم کو مسجد میں مجلس

سوال [۹۰۴]: یہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے، ۱۰/محرم کو مجلس یادگار امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کر سکتے ہیں؟ جس میں شیعہ یعنی دونوں صاحبان پر چھیں گے۔  
الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مسجد میں اور خارج مسجد درست ہے اور باعث ثواب ہے (۱) لیکن خاص کر محرم کے موقع پر بطور یادگار مجلس کرنا درست نہیں، نہ مسجد میں نہ باہر، اس لئے ایسی مجلس مسجد میں نہ کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۴ھ۔  
الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۴ھ۔

### عرس

سوال [۹۰۵]: آج کل جس طرح بزرگوں کا عرس ہوتا ہے اس کی شرماً کیا حیثیت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعت اور ممنوع ہے:

"فحسب أن يحضر مما يفسعلون على رأس الشئ من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكراس والأصاعير، ويعتقون ذلك فرياً، و هي بدعة صالحة؛ لأن التصديق لم يختص بيوم دون (۱) 'فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عد أهل السنة والجماعة، صلوة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أسواع البر، ويصل ذلك إلى الميت و بسعته' (مرافق الفلاح، كتاب الصلوة، باب أحكام الحناز، فصل في زيارة القصور، ص: ۲۴۱، ۲۴۲، قدیمی کتب خانہ)

یوم، ولا نصبح إلا عسى الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم في جهده وهم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت في كتاب و يسمونه مضاف ثم إذا حضر الناس المذبحون، جىء برجل حسن الثبوت فهو يأخذ تلك السخنة في دبه و يقرؤها قرأة مثل قرأة المولود، وقد ورد انتهى عن مثل هذه صراحة ثم يحمون القرآن و يمد لهم سماء، و ليس هذا إلا بدعة ضلالة ثم يفعلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه من بعده ولا أتباعه من بعدهم بل ثم يوجد لذلك أثر إلى القرن الثامن كما يظهر من تنوع القوم، وهذه خصوصيات المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله و يذكره تنزل الرحمة، و لو سلم أنه من أولياء الله، فهل ذكر الولي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ حاشا؛ فإن الرحمة لا تنزل إلا باتباع السنة السننية، فإن البدع فهي تنزل الغضب والنقمة عاصيا الله و إياكم من غضبه و سخطه و لو كان هذه الحرافات نزل بها الرحمت لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، و لكن ليس غرض هؤلاء المتصوفة إلا صب الشهرة والافتخار بآبائهم وأحاديدهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة و كذا و كذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل في سلوكهم، و متى دخل في طريقهم أقفروهم فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. و هذا الحق يسمونه أهل الهند عرس، و ما عرف به أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج، و مع ذلك بهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تحلو من إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى في ذلك قاتليه الله - فإني يطوفون بقبر الولي الذي يعتقدون به و يظنون أنه هو المنصرف في الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذه، فلا حاجة له بالصلاة والصيام و أكثر ما غنوا في ذلك اتباع سيدنا عبد القادر الجيلاني رحمه الله تعالى و نفعنا بركاته، فإنه معاد الله - أنى برصى تلك المكرمات التي يعتقدونها". (تذليل الحق) ص: ۸۹۷ (۱)۔

(۱) عربی عبارات کا ترجمہ: "ان طریقوں سے چلنا لازم ہے جو کہ لوگ کن کے سرے کی مالانہ رنجش کیا کرتے ہیں جس میں چھوٹے سے سب کو دعوت دیتے ہیں اور اس کو آپ کا مکتبے میں جانا کہ یہ دعوت اور گمراہی ہے۔"

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب نے مسائل میں سوال نمبر: ۱۵ کے جواب میں سائے پانچ صفحات میں اس پر اصولی بحث فرما کر اس کو منع قرار دیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= یہ ہے کہ ایساں ثواب کسی خاص ان کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ صدقہ کے مستحق صرف محتاج اور غریب لوگ ہیں (اور یہ لوگ ایساں ثواب کے عام پر مالداروں کو بھی کھاتے ہیں) اور بعض چاہیں مشائخ جن کا مقصد دنیا طلبی کے سوا کچھ بھی نہیں، ایسا کرتے ہیں کہ فوت شدہ کے حالات کھد لیتے ہیں جس کو وہ مناقب کہتے ہیں اور جب لوگ منع ہو جاتے ہیں تو ایک خوش گود (خوش آواز) آدمی ان کو میلا دیکر طرح پڑھتا ہے حالانکہ یہ صراحت منع ہے، پھر یہ لوگ قرآن پاک شتم کرتے ہیں اور ان کے لئے دسترخوان پھیلا دیا جاتا ہے یہ سب بدعت اور منکرات ہے، اس کو نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا نہ نبی کریم رضی اللہ عنہما جمیع نے کیا، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بلکہ انھوں صدی جبری تک بھی اس کا کوئی نشان نہیں ملتا جیسا کہ علما کی کتابوں سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

یہ ان مشائخ کی خصوصیات ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ فوت شدہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے اور اس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے حالانکہ اگر وہ بزرگ بھی ہو تو کیا اس محدود طریقہ کی آمیزش سے رحمت کا نزول ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ نزول رحمت صرف اتباع سنت سے ہوا کرتا ہے اور بدعت سے خدا کا غضب اور عذاب آیا کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے) اگر ان تمام مفراقات اور روای حجازی باتوں سے رحمت نازل ہوتی تو انہما کرام اور اکابر بزرگان اس کو بھی نہ چھوڑتے، ان بدعت پرست بچوں کی غرض صرف شہرت طلبی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرتا ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ہمارے باپ دادا اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور ان سے بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئیں تاکہ سننے والا ان کا معتقد ہو کر ان کے سلسلہ میں داخل ہو جائے اور یہ لوگ کھسٹ کر اس مرید کو فاقہ مست بنادیں اور وہ مرید و نیاز آخرت دونوں اعتبار سے خسارہ میں پڑ جائے۔

اس (سالانہ جشن) کو اہل ہند عرس کہتے ہیں جو بالکل بے بنیاد چیز ہے، عرس تو شادی بیاہ میں ہوا کرتا ہے (نذکر موت کے موقع پر) ایسے عرس کے ساتھ کردہ چھوڑ کر یہ ننگوں حرام چیزیں شامل ہو گئی ہیں اور اہل ہند کو اس ابتداء اور حرام کی آمیزش میں کمال حاصل ہے ایسوں کا خدا اس کرے، اہل ہند جو میت دے ہیں وہ بزرگوں کی قبروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کا مقصد اور گمان یہ ہے۔ یہ بزرگ عالم میں تعریف کرتے ہیں اور جب کسی کا یہ خیال ہو جائے تو وہ نماز اور روزہ کی کیا ضرورت سمجھے گا، چاہے معتقد مانے سیدنا عبد اللہ اور جیلانی کے بارے میں بہت زیادہ ٹکڑ کر رکھا ہے اور گفرت میں مبتلا ہو گئے ہیں، سید عبدالقادر جیلانی (آئندہ زندہ ہوتے) تو کیا ان کبریات کی اجازت دے سکتے تھے؟ (تخلیف النبی ص: ۸۹)۔

## عرس وغیرہ

سوال [۹۰۶]: بزرگان دین کے عرسوں میں شامل ہو کر وہاں کچھ کھانا پکا کر اور اس کو فی سبیل اللہ بغیر کسی خرافات کے تقسیم کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب بزرگان دین کی ارواح کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مزارات پر جا کر کھانا پکوانا یا کھانے کروہاں جانا اور تقسیم کرنا بدعت اور ناجائز ہے، ایصالِ ثواب کے لئے خارج مقرر کر کے اس کو شرعی حیثیت دینا درست نہیں (۱)، عرس کرنا بدعت ہے۔ بلا کسی غیر ثابت پابندی کے جب دل چاہے ایصالِ ثواب کرنا، خواہ غریبوں کو کھانا، غلہ، پیڑا، نقد کو کسی بھی ضرورت کی چیز دے کر یا قرآن پاک، تسبیح، نماز پڑھ کر ہو یا حج کر کے ہو غرض ہر نیک کام کر کے شریماً درست اور باعث اجر و ثواب ہے (۲) قبروں پر کبھی کبھی جا کر دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنا اور اسلاف کو یاد کرنا بھی ثواب ہے (۳) لیکن مزارات پر

(۱) "أصل صلوة النافلة سنة مرغب فيها ومع ذلك فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت ومنهم من أطلق تحريمه مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لا أصل لها الخ". (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب المصافحة: ۵۵/۱۱، دار المعرفة بیروت)

(۲) "والأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها الخ" (الهداية، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مکتبہ شرکت علمیہ)

وفی البحر الرائق: "والأصل فيه أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طواهاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳۰، رشیدیہ)

(۳) "والسنة زيارتها قائماً، والدعاء عندها قائماً كما كان يفعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الخروج إلى القيع — فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوة أو حجاً أو عمرة أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ثلک إلى الميت وبنفسه، فإنه الربوعي في باب الحج عن الغير". (مرآة الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی زیارة القصور، ص ۲۲۰-۲۲۲، قدیمی)



پھول، چادر چڑھانا (۱) سجدہ کرنا (۲) طواف کرنا (۳) قبروں کو چومنا (۴) چراغ جلاتا (۵) ان کی ارواح سے رزق یا اولاد وغیرہ مانگنا (۶) ان کی نذر مانگنا (۷) قوالی کرنا (۸) یہ سب شرعاً ناجائز ہے ان سے بچنا لازم ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں (۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، یکم شعبان، ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین مفتی عن دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

(۱) "ما یفعله اکثر الناس من وضع ما فیہ وطوبہ من الریاحین والبقول وحوہما علی القبور لیس بشیء". (عمدة القاری، کتاب الموضوع، باب من الکبائر ان لا یستتر من البول، الأسننہ والأحویۃ ۱۴۱/۳، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، بیروت)

(۲) "عن آسی ہریرۃ رسی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لو کنت امر أحدا أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، وما لکل واحدة من الحقوق، الفصل الثانی، ص: ۲۹۱، قدیمی)

و قال الملا علی الفاری تحتہ: "فإن السجدة لا تحل لغیر اللہ". (مرقاۃ المفاتیح: ۳۰۴/۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) "بوسیدن قبر اولیاء کرام و دیگر صحنہ و مقام کو، اور طواف کرنا قبر کے، سجدہ کرنا، تعظیماً، یہ سب عادات انصاری و طریقہ پرستش کفار کا ہے، ہرگز ہرگز جائز نہیں، حرام ہے کسا قال حجة الإسلام الغرالی رحمه الله تعالى في إحياء العلوم: "والمنسحب في زيارة القور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلاً لوجه الميت، وأن يسلم، ولا يمسح القبر ولا يمسسه ولا يلقه، فإن ذلك من عادات النصارى" اور اعلیٰ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مناسک میں باب زیارت مزار پر انوار کے آداب میں تحریر فرماتے ہیں: "لا یطوف: ای و لا یدور حول القعة الشریعة، لأن الطواف من محتصات الکعبة السیفة، فبحرم حول القور الأنبیاء والأولیاء واما السجدة فلا شک أنها حرام الخ". (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند المعروفہ بعزیز الفتاویٰ، کتاب السجۃ والبدعة، ص: ۸۹)

و لمعات التفتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ۳/۹/۳۔ مکتبہ المعارف العلمیۃ لاہور)

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۶) تمام اشیاء رزق، اولاد دینا، مدد کرنا وغیرہ امور پر قادر اور تمام کائنات میں تصرف کرنے والی ذات حقیقہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کسی دوسرے کے لئے یہ صفات اسالہ ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِياک نعبد و إیاک نستعین﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ادعونی استجب لکم﴾. (العاقر: ۶)

اور حدیث شریف میں سراج کے ساتھ ہے "عس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوماً فقال: "یا غلام! احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تحذہ تحاهک، و إذا سألت فاسئل اللہ، و إذا استعنت فاستعن باللہ، واعلم أن الأمة لو اجتمعت علی أن ینفعوک بشیء، لم ینفعوک إلا بشیء قد کتبہ اللہ لک، ولو اجتمعوا علی أن یضروک بشیء، لم یضروک إلا بشیء قد کتبہ اللہ علیک، رفعت الأقلام و حفت الصحف" رواہ أحمد و الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، الفصل الثانی، ص ۳۵۳، قدیمی)

(۷) "واعلم أن النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرّباً إليهم، فهو بالإجماع باطل و حرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الأنام، وقد ابتلى الناس بذلك". (الذر المختار)

و فی رد المختار: "(باطل و حرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عادة، والعادة لا تكون لمخلوق و منها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى و اعتقاده ذلك كثر". (رد المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب فی النذر الذي يقع للأموال الخ: ۳/۳۴۹، معبد)

(۸) "فالنظر -رحمنا الله- وإياک إلى هذا المعنى إذا عني، تجدلہ من الهيئة والوقار و حسن الهيئة والسمت، و یقتدی به أهل الإشارات والعبارات والعلوم والخبرات، یسکت له و ینصت، فإذا دت معه الطرب قليلاً حرّک رأسه كما یفعله أهل الخمرة سواء بسواء كما تقدم، ثم إذا تمكن الطرب منه، ذهب حیاءه و وقاره کما سبق فی الخمرة سواء بسواء، فیقوم و یرقص و یعبط و ینادی و یبسط یدیه و یرفع رأسه نحو السماء و یمخرج الرعدة: أى الزبد من فيه - و ربما مرق عتث لثابه و عبت بلحیته، =

## بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ

سوال [۴۰۷]: زید کہتا ہے کہ قبر کو سجدہ جائز ہے، نذر غیر اللہ جائز ہے، قبر کا چڑھاوا جائز ہے، سناغ موجودہ زمانہ کے مطابق جائز ہے، پیر و مرشد کو سجدہ جائز ہے، قرآن، حدیث اور فقہ حنفی کی رو سے ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔ اگر یہ چیزیں برقیوں کی رو سے ناجائز ہیں تو زید مسلمان ہے یا نہیں اور احناف جماعت میں شامل ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگوں میں اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عوام میں اعلان کر دینا ضروری ہے یا نہیں؟

۲۔ ختم موجودہ رسم کے مطابق بدعت ہے یا سنت، اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر سیئہ ہے تو جو شخص سنت کہے اور ان میں جھگڑا کرے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ رو بروہ اشیا رکھ کر آیات پڑھنا سنت ہے، تارک سنت گنہگار ہے، مکرر سنت کافر ہے، بحوالہ علامہ علی قاری فتویٰ آذر جندی مطبع مصر، فتاویٰ بزازیہ، بحوالہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

۳۔ عرسوں پر جانا میزمارات پر جانا زمانہ جدید کے مطابق جیسا کہ لوگ پیران کبیر اور مجدد علیہ الرحمہ کے عرسوں پر جاتے ہیں یہ بدعت ہے یا نہیں، اگر بدعت ہے تو کون سی بدعت ہے، جو شخص اس طریق کو سنت کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ بکران سب چیزوں کو ناجائز اور خلاف شریعت کہتا ہے، مگر اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعویٰ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ جو شخص اسے کافر اور بد دین کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بہتان مندرجہ ذیل باتوں کا ہے۔

۱۔ شتم پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والا کافر ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ملانا کفر ہے۔ ۳۔ بزرگان دین کے میزمارات پر جانا کفر ہے جیسا کہ الف ثانی کے یا اجمیر۔ ۴۔ بیعت تہلیل و جوب

”و هذا مکرر بین، لأن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن إصاعة المال، ولا شک أن تعزین

النیاب من ذلک“ (المدخل، فصل فی المولد: ۷۲)

(۵) مثلاً سجد کرنا، طواف کرنا، اولیاء سے رزق وغیرہ گناہ، ان کی نذر ماننا۔

شخصی پر پکڑنا کفر ہے۔ یہ الفاظ میں اس فتویٰ سے نقل کئے گئے ہیں۔

۵۔ جیسا پکڑنا چاہیے، اور جو برخلاف شرع کام کرتے ہوں ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟ بکر خفی  
المذموب اور حامد، دیوبندی عقیدہ کا معتقد ہے اور یدرضا خانی۔ بیٹا و تو جروا۔  
احقر عبد اللہ محمد طاہر ضلع لدھیانہ۔

الحواب حامداً ومصلياً:

تیر کو جہد و اگر بغرض تہیہ محض ہو تو حرام ہے، اگر پہنیت عبادت ہو تو شرک و کفر ہے، غیر اللہ کے لئے نذر  
ماننا شرک ہے، قبر کا چڑھا، احرام ہے، سماع مروج حرام ہے، جیروم شد کو جہد و قصد تہیہ حرام ہے پہنیت عبادت  
شرک و کفر ہے، جو شخص ان چیزوں کو جائز کہتا ہے اس سے جواز کی دلیل دریافت کی جائے، عدم جواز ان عبارات  
سے مستفاد ہے:

"قال صلى الله عليه وسلم: "لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبورهم  
مساجداً"۔ ضحطواى، ص: ۱۹۶ (۱)۔

"وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأراض بين يدي العظماء والعظماء، فحرام، والفاعل والراضى  
به اثنان؛ لأنه يشبه عبادة النون، وهل يكفر؟ إن على وجه العادة والتعظيم كفر، وإن على وجه  
التحية لا، وصار المساء مرتكباً لكبيره، وفي المسلق: التواضع لغير الله حرام اه"، در  
مختار: ۳۷۸/۵ (۲)۔

(۱) حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروهات، ص ۳۵۶، قدیمی

(۲) والحدیث أخرجه مسلم في كتاب المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور الح  
۲۰۱، قدیمی

(۳) الدر المحتار، کتاب الکراهیة، باب الإستیراء وغیرہ: ۳۸۳، سعید

(۴) وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیة، الباب الثامن والعشرون فی ملافاة الملوك والتواضع  
لهم الح ۳۶۸، ۳۶۹، رشیدیہ

و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی البیع: ۳۶۸، رشیدیہ

”إعلم أن الشنذر الذي يقع للأموات من أكثر العلواء وما يؤخذ من الدرهم والشمع والزيوت ويحويها إلى صريح الأولياء الكرام تقريباً إليهم، فهو باطل وحرام، قال في البحر: لوجودها معها أنه بدر سمخوق ولا يجوز، لأنه عبادة وتعادة لا تكون لمخوق، ومنها: أن الصلوة له مهت والسميت لا يمتثل، ومنها: أنه إن ضل في الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، كعبه هـ“ صحطوى: ۳۷۸ (۱)۔

”وأما الرقص والتصفيق والصرخ وصرير الأوتار والضحك والنبوق الذي يفعله بعض من يدعى الصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زى الكفار“ صحطوى، ص ۱۷۴ (۲)۔  
جو شخص امور مذکورہ کو جائز کہتا ہے وہ ضال و مضل ہے، اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک صدق دل سے قویہ نہ کرے۔ (۳)۔

۲۔ موجود رسم کے مطابق ختم بدعت اور کرود ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ علام علی قاری نے کوئی کتاب فتاویٰ پر جندی تصنیف نہیں کی۔ فتاویٰ بزاز یہ میں ختم کو کرود لکھا ہے:

”وبكره إتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصنح، والقراءة للختم أو ثلثاء سورة الألعام أو الإحلاص، فالحاصل أن إتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل بكره“۔

(۱) حاشیہ الطحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص ۲۹۳، قدیمی

(و کذا فی الدر المحتار مع رد المحتار، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف ۳۹۹/۲، سعید)

(والبحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النظر ۵۳۰:۲، ۵۳۱)

(۲) حاشیہ الطحطاوی علی المرقی، کتاب الصلوة، قبیل باب ما یبعد الصلوة، ص: ۳۱۹، قدیمی

(و کذا فی الدر المسقی فی شرح الملتقی المعروف بسکک الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل فی المنقرات ۳۱۹، عقاریہ کونہ)

(والدر المحتار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس ۳۳۸/۶، سعید)

(۳) ”یونکہ مبتدع اور فاسق ہے اور ایسے شخص کی امت کرود ہے۔ لہذا فی الدر المحتار، باب الإمامة من کتاب

الصلوة“ ”ویکبرہ إمامة عند وفاسق وأعمی و مستدع“ (۱) ۵۵۹، ۵۶۰، سعید

فتاویٰ برازیلہ مصریہ، ۱/ ۹۱ (۱)۔

۳ زیارت قبور مطابق سنت درست ہے (۲) لیکن عرس کرنا اور عرس میں جانا درست نہیں

"وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وما عرفت به فضلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج ومع ذلك، فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو عن ارتكاب المنكرات فضلاً عن المنكر وهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى - فإنا لله - فإنهم يصفون غير التوسل الذي يعتقدون ويؤمنون أنه هو المتصرف في الكون" - نيلغ الحق، ص ۸۱۔

۴ بکرا کا تولی صحیح اور موافق شرع ہے، جو شخص اس کو کافر کہتا ہے اس کا ایمان خود غلطی تک حالت پر ہے، کیونکہ مسلم کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا کفر ہے (۳)۔ کذا فی النحر (۴)۔

اس نزاع کو دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ براہ راست بکرتے امور مذکورہ کی تحقیق کر لی جائے، اگر وہ انکار کرے اور اپنی براءت کرے تو اس کی طرف سے دل صاف کر لیا جائے، کسی پر بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور بہتان باندھنے والے کا باوجود ظلم کے ساتھ دینا بھی حرام ہے۔

۵: خلاف شرع کام میں کسی کی اطاعت چاہز نہیں، قال عليه الصلاة والسلام: "لا طاعة

(۱) (الفتاویٰ البرازیل علی هامش الہندیہ، قیل الفصل السادس من کتاب الصلوة ۳، ۸۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کراهة الصیافة من أهل الميت: ۲/ ۲۳۰، سعید)

(۲) "والمستحب فی زیارة القبور أن یقف مستدیر القبلة مستقلاً وحده الميت، وأن یسلم، ولا یمسح القبر ولا یقبله، ولا یسجد. فإن ذلك من عادة النصارى." (حاشیة الطحطاوی علی مرآی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی زیارة القبور، ص: ۲۲۱، قدیمی)

(۳) "عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أبسا امرئ قال لأخيه كافر! فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه." (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخيه المسلم یا كافر، ۵۷۱، قدیمی)

(۴) "وبكفر بقوله لمسلم یا كافر عند البعض والمحار للفتوى أن يكفر إن اعتقده كافراً، لا إن أراد شتمه" (البحر الرائق، کتاب السير، باب أحكام المرتدین: ۵، ۲۰۷، رشیدیہ)

مسحوق می معصبة الخائف۔" (نجدت ۱) پیرا خلاف شرع منسلک رکھتا ہو تو اس سے بیعت ناجائز ہے، اگر بیعت کرنی ہو تو فتح کر کے کسی قبیح شرع چیز سے بیعت کی جاوے جس پر اہل علم و پندار اعتبار رکھتے ہوں اور بیعت کے لائق سمجھتے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۸/۶۴ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ۔

عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر

سوال [۹۰۱]: عرس کرنا یا لوگوں کو یوم متعین کر کے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے بلانا جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بزرگوں کے مزارات پر زیارت کے مقصد سے سفر کرنا آیا جائز ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اس روایت کا کیا جواب دیں گے کہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو اپنی زیارت، بیت الحرام کی زیارت، بیت المقدس کی زیارت کیلئے مخصوص کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

عرس کرنا یا دن متعین کر کے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے مدعو کرنا قرون مشہودہ بالظہر سے ثابت نہیں (۲)، حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مائتہ مسائل" میں بدعت منومہ

(۱) والحدیث بشماہ: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق، وإنما الطاعة فی المعروف". متفق علیہ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإمامۃ، الفصل الأول، ص ۳۱۹، قدیمی)

(۲) بعض کام فی نشر عبادت اور سنت ہوا کرتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی نیت، حد یا طریقہ متعین کرنے سے وہ رسد بدعات میں داخل ہوتے ہیں۔

"و قد صرح بعض علمائنا وغیرہم بکراهة المصافحة المعنادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة، وما ذاک إلا لكونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع، فالمواطة علیہا فیہ لوہم العوام بأنہا سنة فیہ، ولذا معروا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التي أحدها بعض المتدعیين، لأنها لم تؤثر علی هذه الکيفية فی تلك اللبانی المحصورة وإن كانت الصلوة حبر موضوع". (رد المحتار)۔

فرمایا ہے (۱)۔ ”تبلغ الحق“ میں بھی شدت سے منع فرمایا گیا ہے ”فتاویٰ عزیزی“ (۲) میں بھی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس پر کلام کیا ہے۔ علامہ شامی نے بھی اس پر نکیر کی ہے (۳)۔

زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے (۴)، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر ہی کی قبر کی زیارت کی جائے اسکے لئے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی ہے اور ان کی قبر پر ینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے (۵)۔ حدیث پاک

= کتاب الصلوة، باب صلوة الحائز، ۲۳۵، معید

(۱) (مائتہ مسائل، سوال پانز دھم، ص: ۲۸-۳۴)

(۲) ”زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے اور تعین وقت کی سنت میں نہ تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے، جیسے مصافحہ بعد عصر کے ہے، کہ ملک توران میں مروج ہے۔ عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہے اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے، تو کوئی مضرت نہ نہیں، لیکن دعا کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا“۔ (فتاویٰ عزیزی (اردو)، باب التصوف، ص: ۱۵۱)

(۳) (راجع، ص: ۲۳۳، الحاشیہ رقم: ۲)

(۴) ”و عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال ”كنت نهيككم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تروى في الدنيا وتذكر الآخرة“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۴، قدیمی)

(۵) ”عن عبد الله بن أسى مليكة قال: توفي عبد الرحمن بن أبي بكر بالحشى، قال: فحمل إلى مكة فدفن فيها، فلما قدمت عائشة رضى الله تعالى عنها، أتت قبر عبد الرحمن ابن أبي بكر رضى الله تعالى عنه، فقالت:

و كننا كنسما نى حريمة حقبة من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقا كآنى و مالكا بطول اجتماع لم يبت ليلة معا

ثم قالت: والله لو حصرتك مادفنت إلا حيث مت، و لو شهدتك ما زرتك“۔ (جامع

الترمذی، أبواب الحائز، باب ما جاء فى زیارة للقبور للنساء، ۲۰۳/۱، معید)

و أمّا قولہ: ”اور ان کی قبر پر ینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے“، ”لظاہر من الروایة المذکورة“۔



میں مساجد کی نیت سے سز کرنے کو منع کیا گیا ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سز مت کر دے، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے سفر کی اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المکرم و خیرہ، دارالعلوم دیوبند۔

**ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس اور قوالی وغیرہ**

سوال [۹۰۹]: بارہویں ربیع الاول یا سال کے کسی اور دن کے اندر متعین کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات یا اور کسی اہم واقعہ کے تحت اگر عرس کیا جائے یا افراد اگر اس خاص دن کے اندر خوشی یا رنج کیا جائے اور مسلمانوں سے چندہ کر کے عرس کے اخراجات کئے جائیں اور لوگوں کی دعوتیں کی جائیں، قرآن شریف یا غزل و قوالی پڑھنے والوں کو ہدیے پیش کئے جائیں۔ تو چند امور

(۱) "عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد الرسول، و مسجد الأقصی". (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکة والمدینۃ: ۱۵۸، قدیمی)

قال العلامة الکشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ: "و قال الشیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ: إن زیارة قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستحبہ و قریب من الواجب، و لعلہ قال: قریباً من الواجب نظراً إلى النزاع) ای الہدی وقع بین ابن نمیرہ و سراج الدین الہندی (و هو الحق عندی، فإن آلاف الألوف من السلف کانوا یشدون رحالہم لزیارة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یزعمونها من أعظم القرات، و نحریذنیاتہم أنها كانت للمسجد دون الروضة المبارکة باطل، بل کانوا یوون زیارة قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً و أحسن الأجوبة عندی أن الحدیث لم یرد فی مسئلة القبور لما فی المسند لأحمد رحمہ اللہ تعالیٰ: "لا تشد الرحال إلى مسجد لیصلی فیہ إلا إلى ثلاثة مساجد". فدل علی أن نہی شد الرحال بقصر علی المساجد فقط، و لا تعلق له مسألة زیارة القبور، فجاءہ إلى المقارن مع کونه فی المساجد لیس بسدید". (قبض الناری، کتاب التہجد، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکة: ۳۳۳:۲، مکتبہ حصر راہ بکلیو دیوبند)

و کذا فی فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ فی مکة والمدینۃ. باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکة والمدینۃ ۳: ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۵، دار المعرفۃ بیروت)

دریافت طلب ہیں

۱۔ سرکارِ دوعالم علیہ السلام یا کسی اور پیغمبرِ مرشد کی ولادت یا وفات پر کتنے دن تک اظہارِ رنج و غمی جائز ہے؟ اگر مطلق جائز ہے تو عرس کی شکل میں جائز ہے یا انفرادی اور اس کی قید کیا ہے؟

۲۔ تقریبِ عرس کے لئے چندہ مانگنا یا دینا کیسا ہے؟

۳۔ اس چندہ سے دعوت کھانا یا قرآن شریف یا فاضل و قوالی پر کچھ کر دینا یہ قول کرنا کیسا ہے؟

۴۔ اس تقریب میں شریک ہونا کیسا ہے؟

۵۔ مسلمان پر سب و شتم، طعن و تشنیع کن امور کے فعل و ترک پر جائز ہے، نیز تارکِ عرس پر جائز ہے یا کرہ نہیں؟ جواب میں تفصیل فرمائی جائے۔ نیز دلائل و وجوہ باجر الحزب۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

"قلت: و علیٰ هذا فیجب أن یحذر مما یعملون عی رأس النسمة عن موته و یسمونه حولاً، یدعون الأكابر والأصاغر، و یعدون ذلک قریةً و هی بدعة ضلالة؛ لأن الصدق لم یختص یوم دون یوم، ولا یصح إلا علی الفقراء والمحتاجین، وقد زاد عصه فی جهده و هم المشایخ الدین لیس لهم إلا جمع خطاه الدنیا بأنهم یحسمون، بعض أحوال المیت فی کتاب و یسمونه مناقب، ثم إذا حصر الناس المدعوون حی، برجل حسن الصوت، فهو یأخذ تبت النسخة فی بده و یقرأها قرأةً مثل المبلد، وقد ورد النهی عن مثل هذا صراحةً، ثم یحتمون القرآن، و یمد لهم سماء، و لیس هذا إلا بدعة ضلالة لم یعملها رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم ولا أصحابه من بعده و لا أتباعهم من بعدهم، بل لم یوجد لذلت أثر ابنی النفر القاسم کما یظهر عی من شیخ کتب القوم.

و هذه خصوصیات المشایخ، فإنهم یعتقدون أن هذا رحل من أولیاء الله و یدکروه تریل الرحمة، و لو سلم أنه من أولیاء الله فعل ذکر النوی بهذه الکیفة یمتدح بزل الرحمة؟ حاشا، فإن الرحمة لا تریل إلا بالتأخیر النسبة النسبة، و أما المدح فهو تریل القصب و النقص، عذابی الله و بیاکم من عشیبه و مسخفه۔ و لو کان هذه المرحلات تریل به المرحمت لما فعل علیها اکابر

المستقدمین من الأئمة الأعلام، ولكن ليس عرض هؤلاء المتصوفة إلا حُب الشجرة والافتحار بأسانئهم وأجسادهم أنهم كانوا على هذه المراتب وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل في سلوكهم، ومني دخل في طريقتهم أفقره، فأصبح ممن خسرت الدنيا والآخرة.

وهذا الشحول يسمونه أهل الهند عرساً، وما عرفت له أصلاً، فإن العرس إما يكون في الزواج، ومع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تحلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المحرمات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولى في ذلك قائلهم الله، فإنهم يصفون بقبر الولي الذي يعتقدون فيه، ويظنون أنه هو المتصرف في الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذا فلاحاجة بالصورة والصيام، وأكثر ما غلوا في ذلك أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلاني رحمه الله تعالى، ومعنا يركته، فإنه سمع الله - أني يرضى بذلك الكفریات التي يعتقدونها اهـ "تبیغ الحق، ص: ۸۹۷ (۱).

۱۔ قلبی رنج و غمی غیر امتیازی ہے اس کی کوئی شرعی حد نہیں، البتہ کسی کی وفات پر سوگ منانا، ترک زینت کرنا، ماتمی لباس پہننا مرد کو قطعاً جائز نہیں۔ عورت کو شوہر کی وفات پر ترک زینت کرنے کی مدت تا اختتام عدت ہے، اس کے بعد نہیں، شوہر کے علاوہ کسی اور کی وفات پر ترک زینت تین روز تک مباح ہے اس کے بعد ناجائز اور اس تین دن میں بھی شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے:

"و يساح الحداد على فريضة ثلاثة أيام فقط، وللزوج منعها؛ لأن الزينة حقه اهـ". در مختار (۲)۔

ماتمی سیاہ لباس پہننا تین روز تک شوہر کے غم میں جائز ہے اس سے زائد ناجائز ہے اور کسی کی وفات پر مطلقاً ممنوع ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "ولا تعذر في لبس السواد وهي آفة إلا الزوجة في حق روحها فتعذر إلى ثلاثة، قال في البحر: و ظاهره منعها من السواد تأسفاً على موت زوجها

(۱) (لم أحد هذا الكتاب)

(۲) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۵۳۳/۳، سعيد)

توق الثلاثة اھ۔ درمختار: ۹۵۶/۴ (۱)۔

مولود بطریق مروج ممنوع ہے۔ کذا فی المدخل (۲)۔

۲۔ ناجائز ہے۔

۳۔ ناجائز ہے۔

۴۔ ممنوع ہے: ”فما صنفت به عند العناء الذي يسمونه وحداً ومحبة، فإياه مكروه لا أصل له في الدين، زاد في الحواهر: وما يفعله متصوفة رمانا حرام لا يحوز القصد والخلو۔ إليه اھ۔ سك الأهر: ۵۵۱/۴ (۳)۔

۵۔ ہر مسلمان کو سب و شتم کرنا فقہ ہے (۴) البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت ضروری ہے، مجالس مذکورہ میں شرکت ناجائز ہے (۵)۔ اس عدم شرکت کی وجہ سے سب و شتم کسی طرح جائز

(۱) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۵۳۳/۳، سعید)

(۲) قال ابن أمير الحاج في المدخل: ”فصل في المولد:“ و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، و إظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد. وقد احتوى على بدع و محرّمات جمّة - فمن ذلك استعمالهم المعاني و معهم آلات الطرب من الطار المصيرر والشابوغير ذلك مما جعلوه آلة للسماع، و مصوا في ذلك إلى العوائد الذميمة ”الح“ (۲/۳)

(۳) (الدر المنقذ في شرح الملحق المعروف بسك الأهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات - ۲۱۹/۳، غفاريہ كوئٹہ)

(۴) ”حدثني عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”سيات المسلم فسوق وقتاله كفر“. (صحيح البخاري . كتاب الإيمان ، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لا يشعر: ۱۲/۱، قدیمی)

(۵) مدعی شریف میں ہے: ”(یباک و کل امر یعتبر منه“. (طبرانی فی الأوسط، عن ابن عمر، رقم الحديث ۳۴۲۳)

و قال العلامة المصاوی تحتہ: ”وفیه جمع لما ذکره بعض سلفنا الصوفیة: أنه لا یبغی دخول موضع التهم، و من ملک نفسه حاف من مواضع التهم أكثر من خوفه من وجود الأثم، فإن دخولها =

نکس، سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب سید محمد عطاء اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۴/ ۴/ ۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ۔

صحیح عبد اللطیف، ۱۶، الریق الثانی، ۵۸ھ۔

اذان گا چھی صاحب کا عرس

سوال [۵۱۰]: منافقونکہ رحمہم اللہ تعالیٰ، فرقہ اذان گا چھی کی بابت جن کام مرکز کلمات، مائیک

تلاذ، باغوری روٹ فیری جیجرہ میں بنام حقانی، ٹیجن، واقع ہے، دستور العمل حسب ذیل ہے۔

۱۔ بچگا نہ نماز کے قبل یا بعد یا کسی اور وقت میں وظیفہ سورۃ فاتحہ، اخلاص، معوذتین، حقانی دورو۔

۲۔ بعد وظیفہ منجات الہی کل عالم، ہمارے پیر روشن ضمیر اور مجھ پر رحمت زیادہ کر۔

۳۔ جب مجھ پر رحمت زیادہ کر کہے اپنے چہرہ کا تصور کرے اگر تصور میں نہ آوے تو آئینہ دیکھے اپنا

چہرہ دل میں جمالیوے۔

= بوجب سفہ القلب، کما بوجب الأعدیۃ العاصدة سفہ البدن، فإیباک والدحول علی الطلسماء، و فذرای

العارف أبوهاشم عالماً خارجاً من بیت القاضي، فقال له: تعوذ بالله من علم لا ینفع" (فیض القدیر

شرح الجامع الصغیر: ۴۳۴/۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الناز)

و قال نحت حدیث: "إیباک و قرین السوء الخ"، (فانک نہ تعرف): ای نشہر نما اشہر من

السوء ومن ثم قالوا: الإسمان موسود بسیما من یقارن، ومنسوب إلیه أفاعیل من صاحب، و قال

علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الصاحب مناسب، ما شیء أدل علی شیء، ولا الدخان علی النار من الصاحب

علی الصاحب، و قال بعض الحکماء: اعرف أحاک ناخبہ فلیک، و قال آخر: بطل بالمرء لا بطن

بقرینہ، قال عدی

عن المرء لا تسئل و سل عن قرینہ فکل قرین بالمقارن یقتدی

فمقصود الحدیث اللحوڑ من أخلاء السوء، و نجاة صحبة أهل الريب، لیكون مؤلفور

العرص سلیم العیب، فلا یلاہ بلائمة غیرہ" (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۵/ ۲۴۳۳، ۲۴۳۴۔

مکتبہ نزار مصطفیٰ الناز)

۴ عرس قبل اس میں بہت سے مریدان اور دوسرے لوگ جمع ہو کر سورتہائے مذکورہ اور چندا دعیہ، ثورہ ایک آدمی کھڑا ہو کر پڑھتا ہے، باقی حاضران مجلس اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، اس کے بعد سلف صالحین کے مرثیہ کے ۲۶ اشعار ایک آدمی پڑھتا ہے، بدیں عنوان ”حضرت آدم بنی شیخ زین کے چس بے“ اٹھتے وغیرہ وغیرہ، بعد مرثیہ خوانی کے سب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ایک آدمی مبارک باد کی کے اشعار شمس بعنوان ذیل پڑھتا ہے۔

الہی عرس کل شاخا جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو

بعد اس کے مناجات کرتے ہیں۔

الہی رحمت زیادہ کر کل عالم پر، الہی رحمت زیادہ کر ہمارے پیر روشن ضمیر پر، الہی رحمت زیادہ کر ان لوگوں پر جو اس مجلس سے علاقہ رکھتے ہیں خاص کر حاضر باش خادمان آستانہ بوس پر۔

۵ رسولی اصول رتن مبارک، یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فائدہ کشی کے وقت جو پتھر شکر مبارک پر باندھے تھے اس کا ایک ٹکڑا اور ابو جہل کے ہاتھ میں جو سنگریزوں نے کلمہ شہادت پڑھے تھے، اس کا ایک ٹکڑا اذان کا گچھی صاحب کو مرشدوں کے ہاتھوں ہاتھ وصیۃ امانۃ بالحق طریقہ سے ملا وہ اس کو سمیت کر ایک بڑے قالب میں جما کر حقانی انجمن کو حوالہ کیا، ہر بنگلہ مبینہ کے پہلا جمعہ کے بعد جو اقوار ہے اسی اقوار کے دن ع شورہ آخری چہار شنبہ، فتحہ دواز دہم، ۷/۴ رجب، شب برات، عید الفطر، بقرعید کے دنوں میں لوگوں کو دکھاتا ہے، لوگ کلمہ شہادت، درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی زیارت کرتے ہیں اور توقیر و تعظیم کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں فیض حاصل کرتے ہیں۔

۶ اسی پتھر کے قالب پر کتنے لوگ رکھتے ہیں، مذکورہ الصدر دنوں میں اسی کو بنام لوگ مبارک لوگوں کو نیاز دیتے ہیں، بدیں عقیدہ کہ اگر فقط مبارک نہ کہیں اس کا فیض تم ہوگا، اس کے سونگھنے سے برہمن کی بلائیں، مصیبتیں، بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔

۷ ان کا دھوی ہے کہ ان کے بہت سے مرشدوں میں سے مرقمۃ الذیل حضرات بھی ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب، گنج مراد آبادی، حضرت حاجی دین محمد صاحب، عارفی سادقی افسنی معلم حرم شریف، حضرت سید محمد عازی (سواوی)، حضرت سید خدا بخش صاحب، حضرت شاہ منصور

احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

اب محمد نیاز عرض ہے کہ اس فرقہ کے مہم یوں، عرس قل میں شریک ہونے، پھر کی تعظیم و توقیر کے ساتھ زیارت کرنی، بوسہ دینا اور گنگ مبارک سے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مسئلہ بالکل تحریر فرما کر بندگان خدا کو سیدھی راہ بتا کر گمراہی سے بچاویں۔ جزاء اللہ تعالیٰ۔

الحواب حامداً و مصلیاً:

نفس ایصال ثواب پر التزام تہ تیغ و مینت وغیرہ جب توفیق ہو قرآن کریم، تسبیح، دُورہ، شریف، نوافل پڑھ کر، روزہ رکھ کر، ہا، و صدقہ دے کر، مرست اور پراگشت نفع ہے (۱) لیکن مذکورہ بالا طریقہ پر عرس کرنا، خائف شرع، بدعت اور ناجائز ہے اس لئے ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔

”وَمِنْ رِجَالِهِ رَدُّ نَعَصِهِ فِي جِهَنَّهُ وَهُمْ الْمَشَائِخُ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ إِلَّا جَمْعُ حَضَاءِ الثَّدْبِ بِأَنَّهُمْ يَجْمَعُونَ بَعْضُ أَهْوَالِ الْمَيْتِ فِي كِتَابٍ وَيَسْمُوهُ مَنَاقِبَ، شَوْ إِذَا حَضَرَ النَّاسُ الْمَدْعُوْنَ، حِينَ سَرَّ حِلَّ حَسْبِ نِصْوَتٍ فَهُوَ بِأَخَذِ تِلْكَ النِّسْخَةِ مِمَّا يَدُهُ، وَيَقْرَأُهَا فَرَأَتْهُ مِنْ قَرَأَةِ الْمَوَدِّ، وَ قَدَّرَ دَالِهُ عَنِ مَثَلِ هَذَا صِرَاحَةً ثُمَّ يَخْتَمُونَ الْفَرَانَ كَمَا يَظْهَرُ عَلَى مَنْ نَتَعَ كَسْبِ الْقَوْمِ، وَ هَذِهِ حَصْرُ صِبْهِ الْمَشَائِخِ، فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ أَنَّ هَذَا حِلٌّ مِنْ تَوْبَتِهِ اللَّهُ وَ يَذْكُرُهُ لِنُزُولِ الرِّحْمَةِ وَلَوْ سَمِعَ أَنَّهُ مِنْ تَوْبَتِهِ ثُمَّ هَبِلَ ذَكَرَ النَّوْثِي بِهَذِهِ النِّكْفِيَةِ يَسْتَوْحِبُ بَزْوٍ مَرَحْمَةً؟ فَإِنْ مَرَحْمَةً لَا تَسْتَبْرَأُ إِلَّا لِمَاتِبَاعِ اسْمِهِ تَسْبِيَةً، وَأَمَّا السَّدْعُ فَنَفْسِي تَنْزِلُ الْعُظْبُ وَالنَّقْمَةُ عَاوَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ مِنْ عَقْصِهِ وَ سَحْطِهِ... وَلَوْ كَانَ هَذِهِ الْحَرَامَاتُ تَنْزِلُ بِهِ الرِّحْمَاتُ، لَمَا غَفَلَ عَنْهُ أَكْبَارُ الْمُتَفَلِّحِينَ مِنَ الْأُئِمَّةِ لِأَعْلَامِهِ“ منبع الحق، ص: ۷۰۸ (۲)۔ فقہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب غفر اللہ عنہ، مبین مفتی مدرستہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”الغلامان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو فراء ذلك لغير أن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر. وبصل ذلك إلى الميت وينفعه، قاله المرسلي في باب الحج عن الغير.“ (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القصور، ص ۲۴۳، قدیمی)

(۲) (لہ اعظم علیٰ هذا الكتاب)

پتھر اور سنگریزوں کی اگر ان کے پاس کوئی سند معتبر ہے تو وہ پیش کریں، بلاسند کسی چیز کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جائز نہیں (۱) اور اس طرح سے ان کی زیارت بھی بے اصل ہے۔ فقط۔۔۔  
سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار تیورہ، ۲۹/شوال/۱۴۰۷ھ۔

عرس، قوالی، طلبہ، سارنگی بجانا

سوال [۹۱۱]: عرس کرنا، قوالی، طلبہ، سارنگی بجانا علماء دیوبند اور دیگر علماء احناف کے نزدیک یہ افعال ہوتے ہوں؟ اگر ایسا اور ایسے مقامات پر شریک مجلس ہونا جہاں یہ افعال ہوتے ہوں عند الشروع جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام مذکورہ افعال کو برائہ سمجھے اور لوگوں کو شرکت سے نذروں کے تو اس کی امامت میں اقتداء درست ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ عرس اور قوالی کرنا، طلبہ اور سارنگی بجانا اور اس کا سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا سب ناجائز اور بدعت ہے، علامہ شامی نے تنقیح الفتاویٰ الجامیہ (۲) میں اس کو منع لکھا ہے، فقہ حنفیہ کی معتبر اور مشہور کتاب

(۱) "عبدان من عثمان يقول: سمعت عبد الله بن المبارك يقول: الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء". (مقدمة الصحيح لمسلم، باب بيان الإسناد من الدين، الخ. ۱/۲، قدیمی)

(۲) "سئل العلامة الحدید عبد الرحمن الحدادی عن السماع بما صورته فيما إذا سمع من الآلات المطبوعة فأجاب المولى المذكور قلت والحق الذى هو أحق أن يتبع وأحرى أن يذاع به ويسمع، أن ذلك كله من سننات البدع، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين، ولم ينقل بحله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضى الله تعالى عنهم أجمعين. قال الأستاذ السهروردی فی عوارف المعارف وناهیك ده من كتاب، وقد تكلم على السماع فی خمسة أبواب منه ما هو أحق التحقيق ولب اللسان، وإن أنصف المصنف وتفكر فی إجماع أهل الرمان. "وقعود المعنى بدقه والمشبه بشائعه، وتصور فی نفسه، هل وقع مثل هذا الجلوس والهيئة بحضرة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه؟ هل استحضروا أقوالاً وقعوداً مجتمعين لاستماعه؟ لا شك بأن ينكر ذلك من حال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه رضى الله تعالى عنهم، ولو كان فى ذلك فصيحة تطلب، ما أهملوها، فمن يسر بأنه فصيحة تطلب ويجمع لها، لم يحظ بذوق معرفة أحوال رسول الله صلى =



”سب الاثیر شرح ملتقى الأبحر“ ۴: ۵۵۱ میں ہے: ”لا أصل له في الهدى، زاد في الحواضر: وما يقبله منصوفة رماساً حراماً لا يجوز التقصد والحلوس إليه، ومن قبلهم نه بعده كذلك“ (۱)۔ فتاویٰ البرازیہ میں اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے (۲)۔ مزید تفصیل ماہنامہ ”نظام“ تصوف نمبر کا پورا اگست ۶۳ء میں ہے۔

جو نام ان امور کو برائیں سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے دوسروں کو نہیں روستا وہ غلطی پر ہے، اس مسئلہ کو خوب نرمی اور محبت سے شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائے اگر وہ نہ مانے تو اس سے بہتر تتبع سنت اہم تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اصلاح کی نیت سے عرس میں شرکت

سوال (۱۰۱): اعراس وغیرہ میں شرکت بغرض عطا و تقریر کرنے یا علمائے واردین کے مواظفہ، شرف شرکت کرنا درست ہے؟ چونکہ مقصود شرکت سے صلح و اصلاح ہے جیسا کہ دیگر جلسوں میں کی جاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاحی مواظفہ کی خاطر بھی اعراس میں نہ جائیں بلکہ دوسری جگہ یہ سلسلہ کیا جائے اور نرمی و شفقت سے تفہیم کی جائے، اعراس میں تقریر کرنے سے اعراس میں شرکت ہوگی اور جو شخص کسی منکر میں خود شریک ہو اس کی تقریر سے فائدہ نہیں ہوتا (۳)۔

= ”الفتاویٰ علیہ وسلم وأصحابہ والتابعین“، (تحقیق الفتاویٰ الحامدیہ، کتاب المحظر والإباحہ، مطلب

فی سماع الآلات المنطربہ: ۴، ۳۵۴، ۳۵۵، المیمیۃ مصر)

(۱) (الدر المنصفی فی شرح الملتقى المعروف بسکب الاثیر علی هامش مجمع الاثیر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی المنفرقات ۳، ۲۱۹، مکتبہ عماریہ)

(۲) ”إستماع صوت الملاهی کالصر ببالقضب و محو حرام“، (البرازیۃ علی هامش الہدیۃ، کتاب الکراہیۃ، الثالث فیما یعلق بالملاهی، ۶، ۳۵۹، رشیدیہ)

(۳) اس میں اہل جمعہ کے ساتھ کبھی بھی ہے جو کہ منوع ہے۔ ”والنشدہ اهل الدعاء منہی عنہ، فتح مخالفہم“۔

(رد المحتار، کتاب الخبی، مسائل شنی، ۶، ۷۵۳، سعید)

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا  
جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۴ھ۔

مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاؤ میں شرکت

سوال [۹۱۳]: زید نے ایک مدرسہ ایسی جگہ قائم کیا جہاں اہل بدعت ہیں مگر خود بدعات سے گریز کرتا ہے، مگر اس مصلحت کے پیش نظر کہ اگر بدعت میں شرکت نہ کی تو یہ لوگ مدرسہ میں بچے نہیں سمجھیں گے ان کی بدعات میں شرکت کر لے تو کیسا ہے؟ بالفرض تبلیغ کی نیت سے ان کے میلاؤ میں شرکت کرے تو زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کیا کرے؟ بعض لوگ حاجی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے مصالح کے پیش نظر قیام کرنے کی اجازت دی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے لئے مصالح مدرسہ کی خاطر ان مجالس بدعت میں شرکت کرنا جائز نہیں، یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمارے بھائی کو لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر انہیں نماز کی طرف دعوت دی جائے، اس کی اجازت نہیں (۱)، ہمارے علم میں نہیں کہ حاجی صاحب نے کسی مدرسہ کو چلانے کے لئے قیام کی اجازت دی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مجدوب کی قبر پر عرس

سوال [۹۱۴]: ہمارے علاقہ میں ایک مجذوب صاحب تھے، ان کی ایک خاندان نے ۲۵/۳۰

(۱) وقال (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) "الاسلام یعلو ولا یعلیٰ"۔ (صحیح البخاری ۱۸۰۱، باب إذا سلم الصبی فمات هل یصلی علیہ الخ، قدیمی)

"عن أنسٍ بنِ سعیدٍ البَحرَیّ رَویَ عنَ رسولِ اللہِ - قالوا: یا رسولَ اللہِ! و هل یأتی الحیر بالشر؟ قال: "لا یأتی الحیر إلا بالخير"۔ (الصحيح لمسلم - ۳۶۱، کتاب الزکاة، باب

التحذیر من الاعتراض مزینة الدنيا وما یيسط عنها، قدیمی)

(و صحيح البخاری: ۹۵۱۰۲، کتاب الرفاق، باب ما یحذر من رهرة الدنيا والتنافس فيها، قدیمی)

سال تک خدمت کی، اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، بعد مرنے کے کچھ خود غرض لوگوں نے مزار بنا کر آمدنی شروع کر دی ہے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ خدمت کی ہے ان کو محروم کر دیا ہے، اب قدیم خدام پریشان ہیں اور جدید یعنی قابض بن کر عرس کراری ہے، ان حالات میں خود ساختہ کمیٹی کو مزار کی تولیت حاصل ہے یا نہیں، یا قدیم خدائیں کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہذب صاحب کی خدمت جس نے بھی ثواب آخرت کی غرض سے کی ہے اور کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں کی، اب ان کی وفات کے بعد ان کی قبر کو آمدنی کا ذریعہ بنانا اپنے ثواب کو برباد کرنا ہے، اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ کسی نے بڑی محنت سے کھیتی کی، جب غلہ پختہ ہو گیا تو اس میں آگ لگا دی، وہ سب ضائع ہو گیا، لہذا قدیم خدام و جدید کمیٹی کوئی بھی اس کا ارادہ نہ کرے، البتہ مرحوم کو ثواب پہنچانے کا ہر ایک کو حق ہے، اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کر سکتا، لہذا جس کو بھی ان سے تعلق ہے وہ نفل نماز پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر کے نفل روزہ رکھ کر نفی صدقہ غریبوں کو دے کر (خواہ خانا ہو یا کھڑا ہو یا فقہ ہو یا کچھ اور سامان ہو) کسی مسجد میں صف بچھا کر، پانی کا انتظام کر کے، کسی دینی مدرسہ میں کتب حدیث و فقہ تفسیر قرآن کریم وقف کر کے، غرض کوئی بھی نیک کام کر کے ثواب پہنچائے اور پہنچا دیا کرے (۱)۔ مرحوم طریقے پر چہلم، عرس وغیرہ کی اجازت نہیں، گدی نشینی اور قبر کی آمدنی حاصل کرنے کا کوئی بھی ارادہ نہ کرے، نہ یہ یہ خدام اور نہ جدید کمیٹی۔

فتھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۱۳۹۵ھ۔

قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف

سوال [۹۱۵]: زید یہ بھی کہتا ہے کہ علماء دیوبند نے قوالی و سماع کو بھی منع فرمایا کہ ان مذکورہ اہلیاء

(۱) "فلانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة صلاة كان او صوماً، او حجة، او صدقة، او فرائض للقرآن، او الاذکار او غير ذلك من انواع البر، و يصل ذلك الى الميت و سلفه"

(مرافی الملاح، کتاب الصلوة، باب احکام الحناظر، فصل فی رباة القیور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی

کر امروغیرو نے سماع کیسے سنا اور عرس کیوں کیا؟ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں سماع و عرس کو ناجز قرار دیا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً:

حدیث پاک میں جس چیز کو منع کیا گیا ہے بزرگان دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے، پھر ایسی چیز کو اگر کسی نے بزرگان دین کی طرف منسوب کیا ہے تو یا تو وہ نسبت صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت کر کے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے اور بکثرت یہی ہوتا ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے، یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے جس سے وہ معذور ہو گئے اور ان پر شرعاً گرفت نہیں، مثلاً: کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں کسی مذکر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تو غیر معذور لوگوں کی اتباع کرنا اور ان سے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں، عمل تو کیا جائے گا شرعی احکام پر، ان بزرگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔ ”اسناد اہلبیہ“ میں بزرگان دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق و تفصیل موجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے (۱) اس کو نقل کیجئے تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائے گا۔ ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گزربو بھی کی ہے مثلاً تراویح کا انکار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبید محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

قوالی اور پختہ قہر وغیرہ

سوال [۹۱۲]: قبروں کو چومنے، گچ سے پختہ قہر تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

(۱) شاید اس سے مراد فتاویٰ عزیزی، باب التصفوف، ص ۱۵۱، عنوان: ”زیارۃ قبور پادریوں کے لئے تعین تاریخ کی قہر“ کے تحت یہ عبارت ہو، قولہ: ”عرس کا دن اگر اس عرس سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہی درجہ اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے تو کوئی مشافقت نہیں“ اچھی۔ لیکن اس عبارت سے عرس مروج کے جواز پر استدلال کرنا، بے معنی اور بے جا ہے بلکہ اس عبارت کا کھل یہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ اگر بغرض دعا اور یاد کے اتفاقاً اس طرح کی مجلس کی جائے تو صحیح نہیں ہے، اور اس بات کی تائید اس سے بعد والی عبارت ”لیکن دعا کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا بھی اسی طرح کی بدعت ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا“۔ یعنی قولہ: ”زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے“۔ تعین وقت کی سلف میں نہیں تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی حق جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے“ سے سوتی ہے کہ بالکل صریح انہوں نے عرس مروج کی تردید کی ہے اور اس کو بدعت فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب چیزیں جائز اور معصیت ہیں۔

”تماروی حاسر رصی اللہ نعانى عنه نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تحصیص القصور و ان یکتب علیہا و ان ینسب علیہ رواہ مسلمہ“ (۱)۔ شامی: ۶/۱۰۱ (۲)۔

”أما النعماء، فتمنعها اللہ بحرک الساکس و یهیج النکامن الذی فیہ وصف محاسن الصبیان والنساء و یحویها من الأُمور المحرمة، فلا یختلف فی تحریمہ“۔ تنبیح الفتاوی الحامدہ، ص: ۳۵۹ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

## مجلس شہادت

سوال [۹۱۷]: اگر زیہ ایام محرم میں یا غیر ایام محرم میں اپنے گھر سے سادگی کے ساتھ بیٹھ کر اور آٹھ سات آدمی اور بلا کر معتبر اور مستند شہادت کی صحیح روایات پڑھیں اور جس میں نوحہ و مرثیہ وغیرہ نہ ہوں اور اشعار جو کہ خلاف شرع ہیں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲۔ ایام محرم میں جو عوام میں مجلس شہادت پڑھی جاتی ہے اس میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳۔ حضرت مولانا مفتی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی اپنی تصنیف سوانح عمری پیران پیر رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ رسالہ پشوا دہلی میں گیارہویں شریف کو بحث کے بعد جائز فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جہلم کی فاتحہ ہر ماہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ کے معتقدین نے بھی اس کو باعث برکت سمجھ کر رواج دے دیا اور بلکہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہ نے چھوڑے دووہ میں بھگو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابہ نے مل

(۱) (کتاب الحناظر، فصل فی النہی عن تحصیص القصور والفعود الخ: ۳۱۲، قدیمی)

(۲) (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الحناظر، ۲۳/۲، سعید)

(۳) (تنبیح الفتاوی الحامدہ، کتاب الحظر والإباحۃ، مطلب من البدع المکفرۃ بإفقاد القادیل

الکثرۃ، ۲/۳۵۹، مصر)

کر ہاتھ اٹھ کر دعا مانگتی تھی اور ایصالِ ثواب کیا تھا اس لئے اب بھی ہاتھ اٹھ کر اور کھانا سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ آیا یہ حدیث آپ نے کسی کتاب میں صحیح روایت سے دیکھی ہے؟ اس کو مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱۔ ایامِ محرم میں ناجائز ہے غیر ایامِ محرم میں اگر حصولِ برکت مقصود ہو تو اولاد دیگر اکابر صحابہ شیعین و ضنیین کا ذکر کیا جاوے پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح صحیح تذکرہ کیا جائے اور اظہارِ حزن و غم کے لئے مجلس منعقد کرنا بالکل ناجائز ہے خواہ پھر کبھی (۱)۔

۲۔ یہ روافض کا شعار اور ناجائز ہے اس میں شرکت ممنوع ہے (۲)۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال حد بلوغ سے پہلے بہت ہی بچپن میں (ایامِ رضاعت میں) ہوا، ان کو ایصالِ ثواب کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں (۳)۔ جو شخص اس ایصالِ ثواب کا اعتقاد رکھتا ہے وہ غلطی پر ہے اس کو تو بلا لازم ہے۔ حضرت عیرانؓ کا عمل مجھے معلوم نہیں۔ ہر ماہ جمعہ کی فتح کا کیا مطلب ہے، کیا چاہلم ہر ماہ میں آتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) تم و حزن کے اظہار کی اجازت صرف تین دن تک ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ موقعِ فہم کا ہو، یہاں تو سرے سے موقع ہی نہیں ہے، بلکہ یہ مرجعہ مجلس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلے میں ہوتی ہیں، اور شہادت بہت بلند اور اعلیٰ مقام ہے، اس پر ذکرِ حرکت اور دینیتاً غیر شرعی حرکت ہے "ولا بأس ... بصعوبة أهله" و بالجلوس لها فی غیر مسجد ثلاثہ ایام . و تکرہ بعدھا . (الدر المختار، باب صلوة الجبازة: ۲/۲۳۹، سعید)

(۲) "عن اس عمر رضى الله تعالى عنهما قال . قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم، فهو منهم" (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مکتبہ دار الحديث ملتان)

(۳) "عن أسى هريرة - رضى الله تعالى عنه - قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كذب على متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب الخ: ۱، قديمي)

قال السووي: "وأعلم أن هذا الحديث يشتمل على فوائد والثابة تعظيم تحريم الكذب عليه الصلوة والسلام، وأنه فاحشة عظيمة و موقنة كبيرة الخ" (شرح مسلم للنووي ۸/۱، قديمي)

## جلسہ میں غزل و نعت پڑھنا

سوال [۹۱۸]: ہمارے ملک میں جسے میں تقریر سے پہلے غزل، قوالی، نعت وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ

پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نعت پڑھنے کی اجازت ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے (۱)۔ قوالی کی اجازت نہیں، فتاویٰ بزاز یہ میں اس کو ناجائز لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المحمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "مر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحسان وهو ينشد في المسجد، فلحظ إليه - قال: كنت انشد وفيه من هو غير منك"۔ (مسند أحمد بن حنبل حديث بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶/۲۹۴، دار احیاء التراث)  
"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يضع لحنان منبراً في المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔ (جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء في إنشاد الشعر، ۱۱۱/۲، سعید)

"عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان البی صلى الله عليه وسلم دخل مكة في عمرة القضاء وعبد الله ابن رواحة بیل يذبه يمشي، وهو يقول خلوا نبي الكفار عن سبيله، اليوم نصر بكم عن علي تزييله، صرياً يذبل الهام عن مغيله، وبدهل الخليل عن خليله فقال له عمر: يا ابن رواحة! نبي يذی رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حرم الله نقول الشعر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "حل عنه يا عمر! فهي أسرع فيهم من سضح النسل"۔ (جامع الترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء في إنشاد الشعر، ۱۱۲/۲، سعید)

(۲) "استماع صوت الملاهي كالصرب بالقصب ونحوه حرام"۔ (بزازية علي هامش الهدية، کتاب الکراهية، الفصل الثالث، فيما يتعلق بالاهي، ۲۵۹/۶)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (الدر المحتار مع رد المحتار الحظير والإباحة، فصل في اللبس، ۳۳۹/۶، سعید)

(وأيضاً حاشية الطحطاوى على المراقي، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص ۳۱۹، قدیمی کتب خانہ)

جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت

سوال (۹۱۹): جلسہ روپہ کہ رات کے اخیر حصہ دو تین بجے تک غلیٰ العموم ہوتا ہے، جس سے نماز صبح فوت ہو جائے کا گمان غالب ہوتا ہے اس میں تعاون کرنا اور شرکت کرنا کیسا ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر فوت ہونے کا مقلد ہو تو جلسہ میں شرکت نہ کی جائے، اگر فوت نہ ہو تو شرکت کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل

سوال (۹۲۰): فیض عام انارکاؤں میں حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت کی تعطیل ہونا طے پائی ہے، لہذا ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت عربی مہینوں کی تاریخ اور عیسوی مہینوں کی تاریخ تحریر فرمادیں:

۱: حضرت ابوبکر صدیقؓ: ۲: حضرت عمر فاروقؓ۔

۳: حضرت عثمان غنیؓ: ۴: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بندہ خاں کججور والی مسجد کوئٹہ محمد میر ٹھہ۔

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ما نام رسول الله صلى عليه وسلم قبل العشاء ولا نعيم بعدها"

(ابن ماجة، أبواب الصلوة، باب البهي عن النوم قبل العشاء وعن الحديث بعدها، ص: ۵۱، قديمي)

(صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء: ۸۴/۱، قديمي)

قال الحافظ: "السمر بعد ما قد يؤدى إلى النوم عن الصحيح أو عن وقتها المختار أو عن قيام

الليل وإذا تقرر أن علة النهي ذلك، فقد يفرق فارق بين الليالي الطوال والقصار يمكن أن تحمل

الكراهية على الإطلاق حسماً للمادة، لأن الشيء إذا شرح لكونه مظنة قد يستمر فيصير مثلاً والله تعالى

اعلم" (فتح الباري، كتاب مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء: ۹۳/۲، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (إباح الحاجة على هامش سنن ابن ماجة: ۵۱، قديمي)



الجواب حامداً ومصلیاً:

خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت کی عربی تواریخ جو کہ بیسویں تواریخ کے ساتھ متعین و موافق ہو مجھے نہیں ملیں۔ ان ایام میں تعطیل کرنا بھی کوئی شرعی حکم یا مصلحت نہیں اور نہ اس امت کے اکابر کی تواریخ ولادت کا اگر تتبع کیا جائے اور ان ایام میں تعطیل کی جائے تو پھر سارا سال تعطیل ہی میں گزرے گا، تعلیم کا کوئی دن بھی نہیں ہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۷/۹۴ھ۔



(۱) "ومسها وضع الحدود. والترات الكيميات، والهيات المعينة كالمذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد. واتحاد يوم ولادة النبي صلى الله عليه وسلم. وأشبه ذلك. ومنها التزام العادات المعينة في أوقات معينة لم يوحدها ذلك التعيين في الشريعة". (الاعتصام للشاشي، الباب الأول في تعريف الدخ، ص ۲۵، ۲۶، دار المعرفة بيروت)

تفصیل کیلئے دیکھئے (کفایات المفتی، ۱۰-۲۳۱، دار الإحسان)

## مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان

### اعمال شب براءت

- سوال (۹۲۱): ۱۔ شب براءت میں کون کون سے کام منسوخ اور کون کون سے کام ممنوع ہیں؟
- ۲۔ کیا شب براءت کے دن حلوہ بنانا اور اس پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام مروجہ فاتحہ دلاتا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مدلل فرمائیں۔ نیز کرنے سے اگر گناہ ہے تو کونسا گناہ ہے، مکروہ یا حرام؟
- ۳۔ کیا شب براءت کی رات کو مساجد میں چند آدمی جمع ہو کر اطمینان و سکون کے ساتھ تلاوت، ذکر خدا کر رہے ہو کر بیٹھیں؟
- الجواب حامداً و مصلیاً:

- ۱۔ رات میں نقلی عبادت کرنا (۱)، پھر دن میں روزہ رکھنا (۲)، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعائے خیر کرنا (۳)، یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آسپازی چٹائی، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب (۱) "و عن حابر رضى الله عنه قال: سمعت النبی صلی الله تعالى عليه وسلم يقول: "ان فی اللیل لساعة لا یوافقها رجل مسلم یسأل الله فیها خیراً من امر الدنیا والاخرة، إلا أعطاه إياه، وذلك کل لیلۃ". رواه مسلم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب التحریض علی قیام اللیل، ص: ۱۰۹، قدیمی)
- (۲) "عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه قال: أوصانی خلیلی صلی الله عليه وسلم بثلاث: صیام ثلثة ایام من کل شهر". الحدیث (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام البیض الخ: ۲۶۶/۱، قدیمی)
- (۳) "عن عائشة رضى الله عنها قالت: کان رسول الله صلی الله عليه وسلم كلما کان لیلتها من رسول الله صلی الله عليه وسلم، یخرج من آخر اللیل إلی البقیع، فیقول: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وأنا کم ما توعدون، غداً مؤجلون، وإننا إن شاء الله بکم للاحقون، اللهم اغفر لأهل بقیع العرق". رواه مسلم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۳، قدیمی)

ترک کرنے کے ہیں۔

۲۔ یہ حلوہ اور اس پر اصرار و التزام اور مروجہ فاتحہ اور مخصوص طور پر حضرت اولیس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اس رات میں فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں، اگر یہ چیزیں ثواب ہوتیں تو ضرور کتاب و سنت، اجماع، قیاس مجتہدین سے ثابت ہوتیں، جب ثابت نہیں تو پھر ان کو ثواب اور دین کا کام سمجھنا بدعت و قلیل رد ہے: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رداه"، متفق علیہ (۱)۔

۳۔ جمع ہونا غلط ہے، اپنے اپنے مقام پر تلاوت و نوافل میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔ (کندھلی النمرانی) (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ اللہ ام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۰ھ۔

### شب براءت کی بعض نمازیں

سوال [۹۲۲]: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ شب براءت میں عبادت کی نیت سے غسل کرے، دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیہ انکری ایک بار، سورہ اخلاص تین بار پڑھے، اور مغرب کے وقت ہی سے عبادت میں مشغول ہو جائے تاکہ نامہ اعمال کی ابتداء اچھے کاموں سے ہو، بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص ۷۰، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۷۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، ورد محدثات الأمور، ۷/۷۰، قدیمی)

(۲) "وبکبره الإحتشام علی إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذکرها فی المساحد وغیرها، لأنه لم

يلفعله النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ولا أصحابه، فانکوه اکثر العلماء من أهل الحجاز. منهم عطاء

واس أنى مسلکة وفقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالک وغیرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة" (کتاب

الصلوة، فصل فی تحیة المسجد وصلوة الضحی وإحياء الليالي، ص: ۲۰۲، قدیمی)

شب براءت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لا حول ولا یسود

سوال [۹۲۳]: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد چالیس بار "لا حول ولا

قوة إلا بالله العلی العظیم" پڑھیں۔ یہ کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر آٹھ رکعت

سوال [۹۲۴]: آٹھ رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورہ

اخلاص ۲۵ بار پڑھنا کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر چار رکعت

سوال [۹۲۵]: چار رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱ غسل، تجویہ وضو تو اچھی چیز ہے، تمام شب شام ہی سے عبادت میں مشغول رہنا بھی خوش قسمتی ہے مگر اس کا اہتمام و التزام ثابت نہیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیہ انگری، سورہ اخلاص تین بار پڑھنا ثابت نہیں، غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا اور اس کو لازم سمجھ لینا دین میں مداخلت ہے، اس کی اجازت نہیں، ہر چیز کو اس کی اصل پر رکھنا چاہیے (۱)۔

۲ "لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم" بہت اعلیٰ ذکر ہے جو جنت و عرش کے مخصوص خزانہ

سے عطا ہوا ہے (۲)، اس کی کثرت کرنا بہت مفید ہے کسی وقت بھی پڑھا جائے نافع ہے، غروب آفتاب سے

(۱) "قال ابن المنیر: فیہ أن المدعو مات قد تنقلب مکروہات إذا رفعت عن رقبته؛ لأن التیام مستحب فی کل شیء: أي من أمور العادة، لکن لما خشی ابن مسعود أن یعقودوا و حوہ، أشار إلی کراهته، والله تعالی أعلم" (فتح الباری، کتاب الأذان، باب الإنشغال والإنصراف عن الیمین والشمال، ۴/۳۳۸، دار المعرفة، بیروت)

(۲) "عن أسی موسى الأنشعری قال: أخذ النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم فی عقبة ثم قال: "یا أبا

موسی، أو یا عبد الله! ألا أدلک علی کلمة من کبر الجنة؟" قلت: بلی. قال: "لا حول ولا قوة إلا بالله"

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب لا حول ولا قوة إلا بالله، ۴/۹۳۸، ۹۳۹، قدیمی)

چالیس مرتبہ کی قید احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں (۱)۔

۳۔ یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، ممکن ہے کہ اسلاف میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔

۴۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود منقرنی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا، شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا

سوال [۹۲۱]: ۱۔ اگر شیر خوار (دودھ پیتے) بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ

بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

سوال [۹۲۲]: ۲۔ شب براءت کی فضیلت میں عام طور پر اس روز فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے،

بعض لوگ مغرب کے پہلے دن ہی دن میں اور بعض لوگ مغرب کے بعد رات میں کھانا تقسیم کرتے ہیں، نیت سب کی شب براءت کی ہے۔ لہذا ہر شخص کو ثواب یکساں ملا یا بعد مغرب یا مغرب کے پہلے دینے میں کچھ ثواب میں کمی بیشی ہوگی؟

شب براءت کو عرفہ بنانا

[۹۲۸]: ۳۔ اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ ایک روز قبل شب براءت کے عرفہ کرتا ہے، اس کا

ثواب شرعاً کیا ہے؟ تینوں امور کا جواب مع استدلال چاہیے۔ بیوقوفوں کو۔

نوٹ: جو لوگ عرفہ کرتے ہیں یا شب براءت کے روز مغرب کے پہلے دن ہی دن میں کھانا دیتے

تین وہ محض اس خیال سے کہ اس روز کھانے کی زیادتی کی وجہ سے فقراء کھانے کے سہ قدر می نہ کریں بلکہ عزت کے ساتھ اس کو کھانی جائیں، اس لئے ایک روز قبل عرفہ کے نام سے اور شب براءت کو دن کو کھانا دیتے ہیں۔

(۱) قال العلامة المساوی رحمه الله تعالى تحت حديث: "من أحدث في أمرنا هذا: أي أنشأ واحترع

وانشأ بأسر حديث من قبل نفسه (عالم ليس منه). أي وأنبأ ليس له في الكتاب أو السنة عاصد طاهر أو

حقی. ملحوظ اور مستط (فہر رد): ای مردود علی فاعله لیطلانہ" (فیض القدير ۵۵۹۴/۱۱، حدیث

رقم ۳۳۸۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

## الجواب حامداً ومصلحاً:

۱۔ ہذا من اغلاط العوالم

۲۔ کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے: ”شعبان بین رحب وشہر رمضان، يغفل الناس عنه، يرفع فيه أعمال النعماء، فأجبت أن لا يرفع عملي إلا وأنا حائمه“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان عن أسامة اه“ (۱)۔

”عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ”إذا كان ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلتها، وصوموا نهارها، فإن الله يزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا، ألا كذا، حتى يطلع الفجر“۔ رواه ابن ماجة (۲)، والبيهقي (۳)۔

”قال العبد الضعيف: نرول الله تعالى إلى السماء الدنيا يكون في كل ليلة، ولكن يختص ذلك بالثلث الأخير، وفي ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس إلى الفجر، ولا يحصر ذلك في الثلث الأخير، وهذا من فضل هذه الليلة اه“۔ ما ثبت بالسنة۔

۳۔ عرف تو ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو ہوتا ہے شعبان میں نہیں ہوتا، انتقال کے بعد شب براءت سے

(۱) (شعب الإيمان للبيهقي، باب في الصيام، صوم شعبان: ۳/۳۷۷، رقم الحديث: ۳۸۲۰، دار الكتب العلمية)

(۲) (مسند ابن ماجة، كتاب إقامة الصلوة والسنة فيها، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ص ۹۹، قدیمی)

”الحديث ضعيف يابى أبى سيرة أبى بكر بن عبد الله بن محمد ابن أبى سرة، قال أحمد وابن معمر يصح الحديث، وقال ابن حبان. كان ممن يروى الموضوعات عن الثقات، لا يجوز الاحتجاج به“ (التقريب، رقم ۶۷۶۳)

(۳) (شعب الإيمان، باب في الصيام ما جاء في ليلة النصف من شعبان ۳/۳۷۸، رقم الحديث: ۳۸۲۲، دار الكتب العلمية)

ایک روز قبل عرفہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسے عرفہ کرتا ہے، نوٹ کا جواب اوپر آچکا۔ فقط واللہ ہی نہ وتعالیٰ  
اعلم، علمہ اتموا حکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵ شوال ۱۳۷۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، ۱۶ شوال ۱۳۷۷ھ۔

شب برات میں قبروں پر روشنی اور اگر بتی

سوال [۹۲۰]: شب برات میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگر بتی جلاتا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

رم جمالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے (۱)۔ فقط واللہ ہی نہ تعالیٰ اعلم۔

متبرک راتوں میں چراغاں کرنا

سوال [۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذرہ ربیع الاول کی شب میں چراغاں

کرنا کیسا ہے؟ کیا چراغاں کرنا بارہ ربیع الاول میں قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ حنفی سے ثابت ہے؟ مدلل  
ومفصل جواب مرمت فرما کر مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ کی رہنمائی فرمائیے۔ بیوا تو جروا۔

المستفتی: قمر الزماں، موہی نگری، سائب نائب سکرٹری، انجمن حیاۃ المسلمین، کانپور۔

الجواب وهو الموفق للصواب، مبسلاً وحامداً و مصلياً ومسلماً:

أفضل الرسل خاتم الأنبياء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر آپ سے محبت وعقیدت اصل الایمان  
ہے، جس بد نصیب کے قلب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت محبت نہیں (۲)، وہ درحقیقت ایمان  
ہی سے نا آشنا ہے، اس کے باوجود قرآن کریم میں اللہ پاک نے (۳)، حدیث شریف میں رسول مقبول صلی اللہ

(۱) سیاقی تحریر جمعہ نحت عنوان: ”متبرک راتوں میں چراغاں“

(۲) ”عن انس قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من

والده وولده والناس أجمعين“ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالى

عليه وسلم من الإيثار ۱، ۷۰، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ”هاتسبى اولی المؤمنین من أنفسهم“ (الأحزاب ۶)

علیہ وسلم نے جہاں ہم کو یہ بتایا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت رکھنا ایمان کی جز ہے تو ہم کو محبت اور عقیدت کا طریقہ بھی بتلایا ہے (۱) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھلادیا ہے (۲)۔

بارودیع الاول کو چراغاں کرنا اگر خیر و برکت کی چیز ہوتی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرما دیتے اور صحابہ کرام دل کھول کر چراغاں کرتے، لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چراغاں کیا، انہر مجتہدین نے بھی چراغاں نہیں کیا، اولیائے کرام: مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، اجیری رحمہ اللہ تعالیٰ، غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ شہاب الدین سروروی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہم اللہ وغیرہم ان میں سے کسی بزرگ نے بھی چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کی اجازت دی، اگر چراغاں کرنا واقعی ثواب اور ذریعہ خیر و برکت ہوتا تو یہ سب حضرات جو ہم سے زیادہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتے

(۱) قال الملا علی القاری تحت حدیث "لا یؤم أحدکم حتی اكون أحب إلیہ اھ"۔ "قال القاضي: ومن صحبہ نصر سنتہ والذب عن شریعہ، وتمنی إدارکہ فی حیاتہ لیسذل نفسه ومالہ دویہ"۔ (المرفاۃ: ۱۳۵/۱)، وقال تحت حدیث: "من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما: يعم ذوی العقول وغيرهم من الممال والحاد وسانر الشهوات والمرادات" (ص: ۱۳۵) وقال تحت قوله عليه السلام: "من رضى بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد رسولاً": "(وبمحمد رسولاً) والمقصود من الرضا الإنقياد الظاهري والباطني وأن يعمل بجميع شرائع الإسلام بامتثال الأوامر واجتناب الزواجر، وأن يتبع الحبيب حق متابعه في سننه وآدانه وأخلاقه ومعاشرته، والزهد في الدنيا، والتوجه الكلي إلى العقبى" (مرفاۃ المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول - ۱۵۰:۱، رشیدیہ)

(۲) "ومن ارتقى إلى غاية هذه المرتبة ومهابة هذه المزية سيدنا عمر رضى الله تعالى عنه، فإنه لما سمع هذا الحديث: "أى لا يؤم أحدكم" (الخ) أخبر بالصدق حتى وصل ببركة صدقه إلى كمال ذلك، فقال مفضي الأمر الطبعي: "لأنت يا رسول الله: أحب إلي من كل شيء إلا من نفسي، فقال: "لا، والذي نفسي بيده حتى أكون أحب إليك من نفسك"، فقال عمر فأبىك الآن والله: أحب إلي من نفسي، فقال: "الآن يا عمر أنة إيمانك"، (المرفاۃ شرح مشکوٰۃ المصابيح، المرجع السابق - ۱۳۵/۱)



والے تھے ضرور، بالضرور چراغاں کرتے۔

خیر القرون میں چراغاں کا نہ ہونا، اولیائے کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء اسلام، محدثین عظام رحمہ اللہ تعالیٰ کا چراغاں نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس رات میں چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں، لہذا اس عمل کو ذریعہ قرب و ثواب سمجھنا بدعت اور معصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت و حرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا ہے۔ مسائل و عجیب چونکہ حلقی ہیں اس لئے کتب فقہ حنفی سے چند حوالے پیش کرنے پر قناعت کرتا ہوں:

۱- ”فیہ“ اس کتاب کے مصنف نجم الدین ابوالرجاء عثمان بن محمد الزہادی الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷۰۷ میں ہے:

”قال: کتبت فی السراج أن إسراج السراج الکثیرة فی السکک والأسواق مدعة، وکذا فی المساحد، وبعض الثیم“.

**مطلب:** گیلوں اور بازاروں میں کثرت سے چراغ جلا نا بدعت ہے، مساجد کا بھی یہی حکم ہے اور متولی (اگر مال وقف سے چراغاں کرے) تو اس کو ضامن (تاوان) ادا کرنا پڑے گا۔

۲- ”تسفیح الفتاویٰ محامدیہ“ اس کے مصنف الشیخ السید محمد امین الشہر باہن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی وفات ۱۲۵۴ھ میں ہوئی، ان کو تمام ارباب فتاویٰ جانتے اور پہچانتے ہیں، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی ان کو بہت بڑا فقیہ مانتے ہیں اور ان کی کتابوں سے مسائل اخذ کرتے ہیں، ”تسفیح الفتاویٰ محامدیہ“ سے بھی ”اعلیٰ حضرت“ نے مسائل اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی جلد نمبر ۳۰، صفحہ نمبر ۳۵۹ میں ہے:

”من إنداع المسکرة ما بفعل فی کثیر من البلدان من إیقاد القنادیل الکثیرة العظيمة والسرف فی نیال معروفة من النسبة کليلة النصف من شعبان، فحصل بذلك معاسد کثیرة؛ منها مضاهاة المحوس فی الاعتناء، بالنار فی الإکتار منها، ومنها: إصاعة المال فی غیر وجهه، ومنها ما ترتب عنی ذلت من المعاسد من إجتماع نصیب وأهل الطائفة ونعیمهم ورمع أصولهم وارتهاؤهم المساحد ونشواک حرمتها وحصول أوصاح فیها وغیر ذلک من المعاسد التي صیابة

المسجد عنها لازمة، وفي شرح المذهب للإمام النووي رحمه الله تعالى: وصرح أئمتنا الأعلام رضى الله عنهم بأنه لا يجوز أن يزداد على سراج مسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره؛ لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها“۔ (تفقيح الفتاوى الحامدية: ۳۵۹/۲) (۱)۔

**مطلب:** اکثر شہروں میں جو رواج ہو گیا ہے کہ سال کی متبرک مخصوص راتوں میں چراغاں کیا جاتا ہے اور اس میں مال کثیر خرچ کیا جاتا ہے یہ بدعت اور ناجائز ہے، کیونکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً، آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے اور بلاوجہ شرعی مال کو ضائع کرنا ہے اور بچے اور بے ہودہ لوگ مساجد میں جمع ہو کر شور و شغب کرتے ہیں جس سے مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے حالانکہ مساجد کا احترام لازم ہے۔“

شرح المہذب“ میں امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے اکابر و واجب الاقتداء اماموں نے تحریر فرمایا ہے کہ مسجد میں جو چراغ بقدر ضرورت جلایا جاتا ہے اس سے زائد جلانا جائز نہیں خواہ رمضان شریف میں جلانے جائیں یا غیر رمضان (عرفہ، عید، شعبان، ربیع الاول، میں اس لئے کہ یہ فضول خرچی ہے جیسا کہ ”ذخیرہ“ وغیرہ میں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عبارت میں دو کتابوں کے نام لئے ہیں جہاں سے انھوں نے یہ مسئلہ لیا ہے: پہلی کتاب شرح المہذب ہے جو شارح مسلم شریف امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، امام موصوف کی وفات ۶۷۷ھ میں ہوئی، یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے متبع ہیں، بہت اونچی شخصیت کے فقیہ ہیں۔

دوسری کتاب ”ذخیرہ“ ہے، اس کے مصنف محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الدین صاحب محیط ربانی ہیں، یہ بڑے امام، مجتہد، متواضع، عالم، کامل شخص تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔

۳۔ ”عمر عیون البصائر شرح الأشیاء والنظائر“، اس کتاب کے مصنف سید احمد لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، آپ بڑے فقیہ اور اصولی تھے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جگہ

(۱) (تفقيح الفتاوى الحامدية، فوائد ومسائل طبع من الحظوظ والإباحة، مطلب من البدع المكروهة إيفاد القاديل الكثرية: ۳۵۹/۲، المطبعة الميمنية مصر)

جلد اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں، اس کتاب کے صفحہ نمبر: ۳۸۳ (۱) میں بھی عبارت مذکورہ موجود ہیں۔  
اور اس کے بعد لکھا ہے:

”ومن المناسد ما يجعل في الجوامع من إيقاد القناديل وتر كنها إلى أن تضلع الشمس وترتفع، وهو من فعل اليهود في كنائسهم، وأكثر ما يفعل ذلك في العيد، وهو حرام“ (۲)۔

**مطلب:** اور جو خرابیاں مسلمانوں میں پھیلنے لگی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور تمام رات چراغ روشن رہتے ہیں، حالانکہ یہ یہود کا شعار و طریقہ ہے جو کہ وہ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں اور مسلمان زیادہ تر شب عید (عید الفطر) عید الاضحی (عید میلاد) میں کرتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے۔

۳۔ ”نفع المفتی والسائل“، اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمائی محلی ہیں، یہ بہت جلیل القدر صاحب بصیرت عالم تھے، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کتابوں سے بعض جگہ حوالہ دیئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر: ۱۳۸ میں ہے:

”الاستفسار: اسراج السراج الکثیرة الزائد عن الحاجة ليلة البرالة أو ليلة القدر في الأسواق، والمساحد كما تعارف في أمصارنا هل يجوز؟  
”الإستبشار“ هو ندعة كذا في حزانة الروايات عن القية“ (۳)۔

(۱) (عمر عیون الصنائع، القول فی احکام المسجد: ۱۹۲/۳، تحت رقم: ۲۱۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۲) (عمر عیون الصنائع شرح الأشياء والنظائر، المصدر السابق)

(۳) (نفع المفتی وسائل، کتاب الحظر والإباحة، المتفرقات، من مجموعة رسائل عبد الحی المحمد الرابع، ص: ۱۹۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

وفی الفتاویٰ العالمگیریہ: ”سئل أبوبکر عن أوصی بثلث ماله لأعمال البر. هل يجوز أن يسرح في المسجد؟ قال: يجوز، قال: ولا يجوز على سراح المسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره، قال: ولا يزين به المسجد، كذا في المحيط“ (كتاب الوقف، الفصل الثاني الوقف على المسجد الح ۳۶۱/۲، رد شدیه)

**مطلب:** سوال: کیا بازاروں اور مساجد میں ضرورت سے زائد چراغ جلانا شپ براءت اور لیلیٰ

القدر میں جیسا کہ ہماری بستیوں میں رواج ہو گیا ہے جائز ہے؟

جواب: یہ بدعت ہے ایسی خزانۃ الروایات میں قہیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ متبرک راتوں میں چراغاں کرنا بدعت اور حرام ہے، مسلمانان اہل السنۃ والجماعت کو اس سے اجتناب چاہیئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وا حکم۔

**شپ براءت اور شپ قدر میں مسجدوں کو سجانا**

سوال [۹۳۱]: شپ برات اور شپ قدر میں مسجد کو پھول پتی سے سجانا کیسا ہے؟ جبکہ سجانے کی نیت ان تیوہاروں کی وجہ سے خوشی منانا ہے نہ کہ بدعت کرنا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

شپ قدر شپ برات کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء، استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی۔ تیوہار ہندو نہ لفظ ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے اس سے بچنا چاہیئے: لأن "من تشبه بقوم فهو منهم"۔ الحدیث (ابوداؤد و شریف) (۱)۔ البتہ مسجد میں خوشبو کی ترغیب آئی ہے تاکہ نمازیوں کو اذیت نہ پہونچے بلکہ راحت پہونچے (۲)۔ ان مخصوص متبرک راتوں میں مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ و ممنوع ہے۔ کذا فی مراقی الفلاح (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

انجہ اب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (سنن آسی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۹۱۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۲) "عن انس بن مالک قال: رأى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بحامة في قبة المسجد، فغضب حتى أحمر وجهه، فقامت امرأة من الأنصار، فحككتها وجعلت مكانها خلوقاً، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أحسن هذا"۔ (سنن الترمذی، کتاب المساجد، باب تخليق المساجد: ۱۱۹/۱، قدیمی)

(۳) (کتاب الصلاة، فصل فی تحية المسجد و صلوة الضعی، ص ۴۰۴، قدیمی)

(وقد نقده نخریحة تحت عنوان "اعمال شپ برات")

دس محرم کو مٹھائی مسجد میں لا کر گھر میں تقسیم کرنا

سوال [۹۳۱]: بعض ملکوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ دس محرم میں مٹھائی وغیرہ کھانے کی چیزیں مسجد میں لا کر یا گھر میں تقسیم کی جاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز اور قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا بہت ثواب ہے (۱) اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعث برکت ہے (۲)۔ فقط والتداعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

الحجۃ صحیح: بند نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

شب براءت اور اس کے اعمال

سوال [۹۳۲]: ۱۔ شب براءت میں عبادت کرنا کس نفل سے ثابت ہے؟

۲۔ عشاء کی نماز کے بعد حزار پر جانا جو معروف ہے، کس نفل سے ثابت ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ نفل بدعت ہے یا نہیں؟ اور صحیح مسنون طریقہ کیا ہے؟

۳۔ بعد نماز فجر حزار پر شعبان کی پندرہ تاریخ کو جانا کس نفل سے ثابت ہے؟ اگر منع ہے تو منع کہاں لکھا ہے؟

۴۔ شعبان کی پندرہویں کا روزہ اور اس کی فضیلت کس نفل سے ثابت ہے؟

۵۔ مقابر مسلمین پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ مسنون کس نفل سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱۔ شب براءت میں بلائیں قید و خصوصیت کے مطلق نماز کا ثبوت ہے، ہر شخص اپنے طور پر عبادت

(۱) (تقدم تحریرہ من شعب الإيمان للبيهقي تحت عنوان "شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا")

(۲) "من وسع علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسع اللہ علیہ فی سنتہ کلہا"، (الجامع الصغیر للسیوطی)

۱۱/۶۰۳۵، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، ورمز لہ بالصحة)

کرے جس میں نمائش یا کسی رسم اور بیت مخصوصہ کی پابندی نہ ہو تو متحسن ہے۔ "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إدّا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها، فإن الله تعالى يزل فيها لعروب الشمس إلى السماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا مبتلى فأعابه، ألا كذا، ألا كذا، حتى يطلع الفجر"۔ رواہ ابن ماجہ (۱)، مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۲)، اور اگر اس میں رسوم اور بیت مخصوصہ کی پابندی ہوگی تو بدعت ہے۔

۲۔ شبِ برات میں بعدِ العشاء کسی بھی وقت مزار پر جانا کافی ہے۔ "ومما ثبت من قعده صلی اللہ علیہ وسلم أنه أتى المقبرة ليلة النصف من شعبان يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء"۔ "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع عنه ثوبه، ثم لبس أن قام وبسهما، فأخذتني عيرة شديدة ظننت أنه يأتي بعصبياتي، فحرجت أثنبه فأدركته بالقيح العرق قد يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء"۔ (ماثبت بالسنة، ص: ۱۱۸) (۳)۔

۳۔ ... پندرہویں شعبان کو مزار پر جانا منع نہیں، لیکن پندرہویں شعبان کی وجہ سے مسنون بھی نہیں، البتہ اسی تاریخ میں جمعہ، پیر، جمعرات یا سنچر آجائے تو اس میں افضل ہے، مگر یہ فضیلت پندرہویں شعبان کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان دنوں کی وجہ سے ہوگی۔ "وتزار في كل أسبوع كما في مختارات الواصل، قال في شرح لسات المناسك: إلا أن الأفضل يوم الجمعة والمبیت والأثنين والخميس"۔ شامی: ۸۴۳/۱ (۴)۔

(۱) (کتاب إقامة الصلوة، ما جاء في قيام شهر رمضان، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شهر رمضان من کتاب الصلوة، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۳) (الحديث أحراره مسلم في الجنائز، فصل في التلميم على أهل القبور مفصلاً، ۳/۱۳، قدیمی)

(۴) (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب في زيارة القبور، ۲/۲۳۲، سعید)

۴ شعبان کی پندرہویں کو روزہ رکھنے کا حکم حدیث میں موجود ہے "عس علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها و صوموا ليلها والنج". مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۱)۔

۵۔ جب قبرستان میں داخل ہو تو پڑھے "السلام علیکم دار قوم مومنین، وإنا ان شاء اللہ بکم لاحقون" (۲) اور سورہ یٰسین پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخش دے: "من دخل المسقار فقرأ سورة يس، حلف الله عهداً يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنة"۔ شامی: ۱/ ۸۴۴ (۳)۔ جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورہ یٰسین پڑھے تو اس روز اللہ تعالیٰ ان قبرستان والوں پر آسانی کر دے گا اور پڑھنے والے کو اتنی مقدار میں نیکیاں ملیں گی جتنے آدمی اس میں ہیں۔

اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب بخش دے، حدیث میں ہے: "من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم ذهب أحرها للأموال، أعطى من الآخر بعدد الأموات"۔ در مختار علی هامش الشامی: ۱/ ۸۴۴ (۴)، یعنی جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کا بخش دے تو اس کو بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا اور متوفی کے قدموں کی طرف سے چاہے سر کی طرف سے نہیں اور اس طرح کھڑا رہے کہ اس کی نظروں کے سامنے ہو: "أنه يأتي الزائر من قبيل رحل المتوفى لا من قبل

(۱) (ابن ماحہ، کتاب إقامة الصلوة، ماحاہ فی قیام شہر رمضان، ماہ ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ص: ۹۹، قدیمی)

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوة، باب قیام شہر رمضان الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۳) (الصحیح لمسلم، کتاب الحائز، فصل فی الصلیب علی أهل القبور، ۳/ ۱۳۱، قدیمی)

(۴) (رد المحتار، باب صلاة الحائز، مطلب فی زیارة القبور: ۴/ ۳۳۲، سعید)

(۳) (رد المحتار، باب صلاة الحائز، قبیل مطلب فی القراءة لل میت الح: ۴/ ۲۵۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحائز، قبیل باب صلاة الشهيد: ۴/ ۳۳۳، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار، باب صلاة الحائز: ۴/ ۲۵۳، سعید)

رأسه؛ لأنه أتعب النصر سميت بحلاف الأول، لأنه يكون مقابل عصره، لكن هذا إذا أمكنه" شامی: ۱/ ۸۴۳ (۱)۔ فقط والتداعی اعلم۔

حرره العبد محمود وغفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۸ھ۔

### شبِ براءت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال [۹۳۴]: شبِ براءت میں تہجد کی نماز، جماعت اعلان کر کے پڑھی جاسکتی ہے، اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم از کم اس بابرکت رات میں شریک ہو کر ثواب کے مستحق ہو جائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ومنوع ہے، بے نمازیوں کو تبلیغ و تاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترک فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے، نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی المراقی الفلاح (۲)۔ فقط والتداعی اعلم۔  
حرره العبد محمود وغفر له دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۵/ ۹۱ھ۔

### شبِ براءت کی رسمیں

سوال [۹۳۵]: شبِ براءت کو حلوہ پکانا اور گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس شبِ گھروں اور قبرستان کو چراغوں کرنا، عود اور اگر بتی سے معطر کرنا باسنا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے جب کہ ایک طبقہ ان کاموں کو سنت سمجھ کر کرتا ہے اور گھروں کی صفائی اس عقیدے کی بناء پر کرتا ہے کہ بزرگوں کی روئیں زیارت کو آتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امور منسولہ کو سنت کہنا بے دلیل ہے (۳) اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں جو

(۱) (رد المحتار، باب صلوة الحائز، مطلب فی زیارة القبور: ۲/ ۲۴۲، سعید)

(۲) (تقدم تحریجہ تحت عنوان: "اعمال شبِ براءت")

(۳) "إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن زائرات القبور، والمتخذين عليها المساحد والسرج" =



روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### شبِ برات کا حلوہ

سوال [۹۳۱]: ۱۔ حلوہ بنانے کا یہ مہاج ہے جس پر خاص و عام سب متفق ہیں لیکن شبِ برات ۱۳ شعبان المعظم کو حلوہ تیار کرنا اسی دن کی خصوصیات پر جو کہ ضروریات کی بناء پر تیار کیا جاتا ہے تو ایسا عمل جیسا کہ مشاہدہ ہے جس کے بارے میں ”اصلاح الرسوم“ مصنفہ حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مقدمہ (چھوٹی تفتی) ص ۳۸، ۳۹، پر جو کچھ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ شبِ برات کے روز عوام الناس کے مفاسد کثیرہ میں ابتلائے م کے پیش نظر حلوہ تیار کرنا گناہ ہے جس کی اس روز شرعی نقطہ نظر سے بالکل اجازت نہیں دی گئی ہے۔

۲۔ ایک مولوی نے اس قسم کے الفاظ اپنے میزبان کے یہاں چند عامی آدمیوں کے روبرو کہے کہ شبِ برات کے روز ایک مہاج چیز کو (یعنی حلوہ کو) ملائے خوار خواہ تو اونا جائز کر رکھا ہے۔ تو اب امر دیر یافت طلب یہ ہے کہ شبِ برات کے روز حلوہ بنانا جائز ہے یا ناجائز، اگر جائز ہو تو پھر ایک امر جائز کی اشاعت کیوں نہ عام کر دی جائے جس سے لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے اور ہم سب لوگ بھی جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور ایک جائز امر کو آج تک ناجائز سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں، اس کے گناہ پر مطلع ہو کر تائب ہو جائیں۔ اور اگر ناجائز ہے جیسا کہ ”اصلاح الرسوم“ میں مرقوم ہے تو کسی کا ایسے الفاظ کہنا اعلان اور اشاعت کیساتھ اگر گناہ کبیرہ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ بصورت مکروہ کیا ایہ شخص فاسق ہے؟ ہر شی کا جواب مفصل و مکمل بحوالہ کتاب رقم فرما کر عند اللہ ماحور و مشکور ہوں۔

### الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مہاج کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، اس سے وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے

”کل منہ یؤدی إلی زعم الجہال سبۃ أمرأ و حوبہ، وهو مکروہ کتعیب السورۃ“

”لأصحاب السنن“۔ (جمع الفوائد، کتاب الجنائز، التعریۃ و أحوال القور و زیارتھا ۱/ ۳۷۲)

للمصلوة وعبس القراء موقتاً. کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۱)، بلکہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں "اذا صرنا علی انفسوب ینفعہ ینبی احدنا کرہاً"۔ (مساحۃ الشکر) (۲)۔

ان تصریحات کی وجہ سے شبِ براءت کے طلوع و موع کیا جاتا ہے جو صاحب اس کے منع و خواہ تو اسے کہتے ہیں غالباً ان کے ذہن میں مذکور تصریحات نہیں ورنہ وہ خواہ تو اس کی بات نہ کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۴۹/۸۰ھ۔

انچو اب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا

سوال [۹۳]: شبِ براءت اور لیلۃ القدر میں ضرورت سے زائد روشنی کی جاتی ہے، اور اس کے لئے چندہ کرتے ہیں، یہ حرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ دینے والوں کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر مسجد یا بیت المال سے خرچ ہو تو متولی کو گناہ ہوگا یا سب نمازیوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں ساری رات روشنی کرنا اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ یعنی چراغاں کرنا

(۱) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مسائل وفوائد شنی من الحظر والإباحۃ، مطلب، کل مباح یؤدی الی رعم الجهال الخ، ۲/۳۶۷، المكتبة المیمیة مصر)

(۲) لم أحده بهذا اللفظ فی مساحۃ الفکر، لکن فیہا عبارة تدل علی هذا المعنی و هی: "لکم من مباح بصیر سال الزاد من غیر لزوم، و التحصیص من غیر محصص، مکروہاً، کما صرح بہ علی الفاری فی شرح مشکوٰۃ المصابیح الخ" (مساحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الاول، تحت الناس والأرعون، ص ۳۳، مجموعۃ رسائل اللکوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ۳/۳۹۰، إدارة القرآن)

(والمراقبة شرح مشکوٰۃ المصابیح للفاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الاول ۳/۳۱، تحت رقم الحديث: ۹۳۶، رشیدیہ)

"بل العبارة مذکورة باللفظ المذكور فی السعایہ، شرح شرح الوقایہ" (کتاب الصلوٰۃ، باب

صفة الصلوٰۃ، قبل فصل فی القراءة، ۲/۲۶۵، سہیل اکبدمی)

ثبت نہیں، شرعاً ناجائز۔: "حرام ہے، جیسا کہ "الحموی شرح الانشاء والنظائر" (۱) اور "نقیح فتاویٰ الحامدیہ" (۲) میں بصراحت مذکور ہے، مسجد کے وقف کے مال سے جو ایسا کرے گا اس کے ذمہ ضمان لازم ہوگا، اگر متولی ایسا کرتے ہیں تو نمازیوں کو لازم ہے کہ اس کو فہمائش کریں، روکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

الحجہ اب صحیح بندہ انعام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع

سوال (۹۳۸): کیا شب براءت اور شب قدر کی تلاش و اہتمام میں مساجد میں شب بیداری کر سکتے ہیں؟ حسب ذیل حدیث کی روشنی میں جواب دیجئے۔ "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رب صائمہ لیس لہ من صیامہ إلا الخوض، ورب قائمہ لیس لہ من قیامہ إلا النہر" (۳) نیز اس حدیث کی مختصر تشریح بھی فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شب براءت اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ اور بدعت ہے، مراقبہ القدر میں اس کی تعریض موجود ہے (۴)۔ حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھے اور اللہ کے یہاں ثواب

(۱) (الحموی المسمی "بمعیز عیون البصائر" لیسید أحمد الحموی، القول فی احکام المساجد

۱۹۲۳ء، رقم ۲۱۳۷، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ)

(۲) وتقدم بحریجہ تحت عنوان: "متبرک راتوں میں چہانان"

(۳) (تقدم بحریجہ تحت عنوان: "متبرک راتوں میں چہانان")

(۴) "وعنه (أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کم من صائم لیس لہ من صیامہ إلا الظلماء، وکم من قائم لیس لہ من قیامہ إلا النہر". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب نزہۃ الصوم، الفصل الثانی، ص ۷۷، قدیمی)

(۵) "وبکرہ الاحتماع علی احیاء لیلۃ من ہذہ الیالی المتقدم ذکرہا فی المساجد وغیرہا، لأنہ لہ یفعلہ الی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ، فانکرہ اکثر العلماء من اہل الحجاز، مہم عطاء واس =

کی نیت نہ کرے یا جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہ بچے تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اس کو بیہوک پیاس کے علاوہ روزہ کے فضائل و ثمرات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اسی طرح جو شخص رات بھر نماز پڑھے، مگر ثواب کی نیت نہ ہو یا گناہوں سے نہ بچتا ہو تو اس کو بیداری کے مکان کے علاوہ کوئی ثمرہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہی حال ہر عبادت کا ہے، یہ تشریح مشکوٰۃ شریف کی شرح میں مذکور ہے (۱)۔

**تنبیہ:** اس حدیث شریف میں مشکوٰۃ شریف میں "إِلَّا الظُّمَأُ" (۲) مذکور ہے، "إِلَّا الْجُوعُ" نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

**متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا**

**سوال [۳۹]:** ہم لوگ اپنے محلہ کی مسجد میں شب معراج کی تقریب کے سلسلے میں شب بیداری یعنی تلاوت قرآن، صلوٰۃ افضل، اور اودو و خائف میں مشغول رہتے ہیں اور شب گزارتے ہیں اور جمعہ کو روزہ رکھتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث سے رجب کی سنائیں تاریخ کو شب بیداری کرنا اور بطور تقریب کے ماننا ثابت نہیں ہے اور یہ بدعت کے مترادف ہے، اس بارے میں زید کا قول کیسا ہے؟

== ملیکۃ و فقہاء اہل المدینۃ، و اصحاب مالک و غیرہم، وقالوا: ذلک کلمۃ بدعۃ" (مرافی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی نchie المسعد و صلاۃ الصبح و احياء النبیالی، ص: ۳۰۲، قدیمی)

(۱) "قال الطبی: فان الصائم اذا لم یکن محتسباً او لم یکن مجتنباً عن الفواحش من الزور و البهتان و العیبة و نحوہا من المساهی، فلا حاصل له إلا الجوع و العطش و إن سقط القضاء و كذلك الصلوٰۃ فی الدار المغصوبۃ۔ و ادلتها بغیر جماعة بلا عذر، فانها تسقط القضاء، و لا یترتب علیہا التواب اہل، قال اہل المملکۃ و کذا جمیع العادات اذا لم تکن خالصۃ"۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب تزئیہ الصوم، قبل الفصل الثالث: ۳/۵۱۰، ۵۱۱، رقم الحدیث: ۲۰۱۳، رقمیہ) (۲) (راجع، ص: ۲۷۰، رقم الحاشیہ: ۳)

(۳) "الجوع" کا لفظ ابن ماجہ اور کئی نے روایت کیا ہے، جیسے مرقاۃ میں ہے: قال میسک: و رواہ اس ماحۃ و لفظہ "رَبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ"۔ الحدیث و رواہ البیہقی و لفظہ "وَرَبَّ صَائِمٍ حَظٌّ مِنَ الصِّیَامِ الْجُوعُ وَ الْعَطَشُ" (المرقاۃ، المصدر السابق)

## الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے، اس طرح اس شب میں مسجد وغیرہ میں جمع ہونا اور اجتماعی ہیئت سے نوافل و تلاوت میں مشغول رہنا ثابت نہیں بلکہ مکروہ اور بدعت ہے "وہیکرہ الی اجتماع علی إحياء لیلة من هذه الليالي فی المساجد وغیرہا؛ لأنه نہ یقعہ انبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ، فالکفرہ اکثر العلماء، وقالوا: ذلک کلمہ بدعة"۔ مرقی الفلاح، ص ۲۴۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی عبدالعلوم بدیع بندہ، ۳۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح، بندہ محمد تقی الدین مفتی عبدالعلوم بدیع بندہ، ۳۰/۷/۸۷ھ۔

## عاشورہ محرم کے خصوصی اعمال

سوال [۹۲۰]: یوم عاشورہ میں مندرجہ ذیل باتیں سنت ہیں یا نہیں؟

- ۱- خوف خدا سے رونا۔ ۲- جنازہ کی نماز پڑھنا۔ ۳- سورہ اخلاص کثرت سے پڑھنا۔
- ۴- والدین کی قبور کی زیارت کرنا اور کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو اور تمام مردوں کو ثواب پہنچانا۔
- ۵- شہدائے کربلا کی رحوں کو ثواب پہنچانا جیسے حیم یا کچھ انوح علیہ السلام کی سنت ہے یا نہیں؟
- ۶- غسل کرنا۔ ۷- سرمہ لگانا۔ ۸- کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا۔
- ۹- نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، قرآن پاک کی وس آیتیں پڑھنا۔
- ۱۰- وس مسلمانوں سے مصافحہ کرنا۔ ۱۱- دووشمنوں میں صلح کرنا۔

## الجواب حامداً ومصلیاً:

خوف خدا سے ہمیشہ رونا چاہئے (۲)، جنازہ جب موجود ہو اس کی نماز فرض کفایہ ہے (۳)، سورہ

(۱) مرقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی تحیۃ المسجد وصلوٰۃ الصبح وایحیاء الیالی، ص ۲۰۲، قدیمی

(۲) "عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ما من عبد مؤمن یخرج من علیہ دموح وإن کان مثل رأس الدباب من حتیۃ اللہ، ثم یصیب شیناً من حر وحمہ إلا حرمہ اللہ علی النار"۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والکاء، ص ۳۰۹، قدیمی)

(۳) "و الصلاۃ علیہ فرض کفایۃ بالإجماع"۔ (الدر المختار، باب صلوٰۃ الجنائزہ ۲/۲۰۷، سعید)

افخاص بروز پڑھنا چاہیے (۱)، والدین کی قبر کی بلکہ عامہ مومنین کی قبر کی زیارت ہر ہفتہ مستحب ہے (۲)، ایصالِ ثواب بھی مستحب ہے (۳)، ان چیزوں کو عاشورہ کے دن خاص کر دینا بلا دلیل ہے (۴)، اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر دینا برکت کا باعث ہے (۵)، روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، مگر ایک دن پہلے ملائے یا بعد میں۔ بقیہ مذکورہ چیزیں اس دن صحیح روایات سے ثابت نہیں، جو چیز مستحب ہے وہ بغیر عاشورہ کے بھی ہے۔  
فیظ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

### صلوٰۃ العاشورہ

سوال (۹۳۱): بعض عالم بزرگ روزہ عاشورہ چار رکعت نماز مع قراءت جماعت سے پڑھتے ہیں

(۱) "عن أمی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً سمع رجلاً یقرأ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، یزدہا، فلما أصبح، جاء إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذكر ذلك له، وكان الرجل یقتلها، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "والذی نفسی بیدہ! إنها تعدل لثنت القرآن". (صحيح المحاربي، كتاب فضائل القرآن، باب فصل ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾: ۷۵۰/۲، قدیمی)

(۲) "وتزاد فی کل أسبوع کما فی مختارات الوائل"، (رد المحتار، باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی زیارة القور: ۲۳۲/۳، سعید)

(۳) "إن لساناً أن یجعل ثواب عملہ لغيرہ صلوٰۃ أو صوماً أو صدقةً أو غیرها"، (رد المحتار، باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی القراءۃ للمیت الخ: ۳۳۳/۲، سعید)

(۴) قال العلامة اللکوی رحمہ اللہ تعالیٰ "إذا کان فیہ... أو لو حطت فیہ خصوصیات غیر مشروعة، أو التزم کالتزام الملتزمات، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزم، والتخصیص غیر مخصص مکرهاً، کما صرح بہ علی القاری فی شرح مشکوٰۃ المصابیح والحصفکی فی الدر المختار الخ". (مساحة الفکر، الباب الأول فی حکم الجہر بالذكر الخ، تحت: الثانی والأربعون، ص ۳۳، مجموعة رسائل عبد الحی اللکوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۳۹۰/۳، ادارۃ القرآن)

(۵) "من وسع علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسع اللہ علیہ فی سنتہ کلہا"، (الجامع الصغیر للسیوطی ۱۱/۱۰۳۵، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الساز ویاہی)

اور بری بی جماعت ہوتی ہے، کیا روز عاشورہ جماعت سے نماز ادا کرنا شرعاً ثابت ہے یا بدعت؟ اور اس کو ترک کرنا یا اس میں شامل ہونا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثنا علیہ لما زہد بہ نفس، یہ بدعت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شہبازی حفظہ اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰ ۱۱ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: عید احمد فخر، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴ شعبان ۱۴۰۱ھ۔

صحیح عبدالمطیف، ۵ شعبان ۱۴۰۱ھ۔

یوم عاشوراء کی خصوصیات

سوال (۱۵۲): مظاہر حق، جلد دوم، ص ۱۴۲، باب الصدقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یوم عاشوراء میں روزہ رکھے اور کشادگی کرے اپنے کنبے اور اہل و عیال پر خرچ کرنے میں تو اللہ تعالیٰ کشادگی کرے گا اس پر باقی سال کشادگی رہے گی" فرمایا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے میں نے تحقیق کیا اور ایسا ہی پایا اور بعض نے ضعیف کہا ہے، جیسے بیہقی نے (۲)۔

اس کے علاوہ "مرقع کاغذی" میں جو اس افعال لکھے ہیں وہ بدعت ہیں یا نہیں؟

۱- عزیزوں سے ملنا۔ ۲- قبروں کی زیارت کرنا۔ ۳- مسکنوں سے مصافحہ و عاقبت کرنا۔ ۴- عطر و خوشبو

لگانا۔ ۵- ہر شخص شیعہ لقمہ کھانا۔ ۶- قیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ ۷- صبح کرنا آپس میں۔ ۸- والدین کے

سائے استہ بچھانا۔ ۹- خط بخانا، اس پر دن غسل کرتا۔ ۱۰- سر ہلکانا وغیرہ۔

(۱) تفسیر تخریجہ من مرقا فی تہذیب نحت عنوان "أحوال شب برکت"

(۲) "وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من رشح علی عیالہ سورہ عاشوراء، وسع اللہ علیہ سائر سئوہ". قال سفیان، إنا قد حرمناہ، فوجدناہ کہ نکتہ، زادہ در بیس، ورواہ البیہقی فی شعب الإیمان عنہ، وعن ابی ہریرۃ وانی سعید، وحاصر دسی اللہ تعالیٰ علیہم وعلیہم الصلوٰۃ، مطاہر حق، کتاب الوکاف، باب أفضل الصدقة: ۱۵۲، ادارۃ اشاعت

## الجواب حامداً ومصلیاً:

یوم عاشورا میں روزہ اور خرچ کی کشادگی کی فضیلت دیگر کتب میں بھی ہے (۱) اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، باقی جملہ امور مذکورہ کی خصوصیت اس روز کے ساتھ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں (۲)۔ فقہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ۔

## صلوة الرغائب

سوال [۹۳۳]: صوبہ گجرات کے بعض اضلاع میں مسلمانان کرام شب برأت میں خصوصاً بعد عشاء دو رکعت نفل جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور یہ عمل بالاتزام ہر سال ان کی جانب سے انجام پذیر ہوتا ہے۔ کیا ایسی نماز نفل کی جماعت کا ثبوت ہے؟

## الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جماعت کا کوئی ثبوت نہیں، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفی میں بلکہ حنفیہ کی معتبر کتب میں اس کو کمرہ و کما ہے: "ومن المتنبوات إحياء ليلتي العبدین والنصف من شعبان والعشر الأخير من رمضان والأول من ذي الحجة، ويكون لكل عبادة نعم الليل أو أكثره اهـ"۔ در مختار (۳)۔

"وہم کہہ الاجتماع علی إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في التحاوی القدسی: ولا يصلي تطوع جماعة، و ما روي من الصلوات في الأوقات الشريفة، تصلي فرادی، و من سنها بعدم كراهية الاجتماع على صلوة لرغائب لئلي تنفل في رحاب أول ليلة جمعة منه، وأنها بدعة، و ما يحتل."

(۱) (نقدہ تخریجہ تحت عنوان عاشورہ مجرم کے خصوصی اعمال)۔

(۲) صاحب مظاہر حق نے لکھی ہے کہ "اور حدیث مرمر گائے کی، دن عاشورے کے جو بیوضوں نے نفل کی ہے، کچھ اصل اس کی نہیں، اور اس طرح اور دوسرے افعال جو دن عاشورے کے نفل کئے ہیں، ان کی بھی کچھ اصل نہیں، وہ اب مذکورہ کے اور وسعت کرتی کھانے کی کہ یہ ثابت ہے حدیث سے"۔ (مطالعہ حق، کتاب الزکاة، باب افضل الصدقة، ۱۴۲، ادارہ

انشاعت دہلیات لاہور)

(۳) (الدر المختار، باب النون والوفال: ۳۵۱، سعید)



اھل الشریعہ میں سب سے زیادہ تشریح کے شیعہ و اشعریہ فاضل احمد "بحر عن المحلی" ملاحظہ فرمائیے۔  
۱۔ ۲۸۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### محرم کی بدعت شنیعہ

سوال [۲۰۴]: محرم میں تعزیر میں قرآن پاک لگانا اور اس کو گلی گلی گھمانا، جس کو پاک، ناپاک، ہند، مسلمان سب ہی چومتے ہیں کیا ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

جنت مصیبت ہے اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### محرم کی رسوم

سوال [۱۹۵]: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ پر محرم تعزیرہ داری، سیاہ پوش ہونا، رنگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پیننا، اور سر کو تیل، فیہ و سے شلگ رکھنا، ماتم کرنا، دواویلا کرنا، نوحہ کرنا، امر بے گانا جس میں بزرگان دین کی توہین ہوتی ہو، چاہا کر رونا، علم نکالنا، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیرہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا اور مٹکس ماننا، ڈنڈل کو کاٹنے کا دودھ اور جھینگی کھانا، ڈھول اور تاشے بجانا، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

### الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندان نبوت سے عقیدت و مودت کا تعلق رکھنے والوں کے لئے روح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہیے، کسی جا بربط وقت کے سامنے جھکنے سے جو ہم شہادت نوش کرنے کا مقام بہت

(۱) وقال المحلی "ان کلاماً من صلاة الرغائب ليلة اول جمعة من رجب، و صلاة الرغابة ليلة النصف من شعبان، و صلاة القدیر ليلة التاسع والعشرين من رمضان والجماعة مدعة مكروهة" (الحلی الکسر).  
نصائح من التواضع ص ۳۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ "لا تبغوا الا المطہرون، تبریل من رب العالمین۔ اہلبیت الحدیث انتم مہذبون۔"  
(الواقعة ۷۹، ۸۰، ۸۱)

بلند ہے (۱) لیکن یہ انتہائی بد قسمتی اور حرمانِ نصیبی ہے کہ جرأت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زمانہ مراحم نے قبضہ کر لیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعہ حق و قیاداری ادا کیا جاتا ہے۔ اور مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعتِ سینہ ہیں، بعض حرام ہیں، بعض درجہ شرک تک پہنچی ہوئی ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے، یہ روافض کا شعار ہے (۲)، ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں بھی پھیل گیا ہے، ان کا بند کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ۔

### محرم کا شربت

سوال [۹۴۶]: محرم کے دنوں میں جو لوگ کبیل شربت لگاتے یا کھاتے پلاتے ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں چند دینا جائز ہے یا حرام؟

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" أو "أمير جائر".

قال العلامة فخر الحسن الكنكوي في التعليق المحمود على هامش أبي داود نحت الحديث المذكور: "قال الخطابي: إنما صار ذلك أفضل الجهاد؛ لأن من جاهد العدو، وكان متردداً بين رجاء و خوف، لا يدرى هل يغلب أو يُغلب، ومن قال للسلطان حقاً، وأمره بالمعروف أو نهاه عن المنكر، فهو مَقْبُور في دمه، وتعرض للتلذذ، وأهرق نفسه للهلاك، فصار ذلك أفضل أنواع الجهاد من أحل غلبة الخوف، والله تعالى أعلم". (هامش مس أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، ۵۹۷/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۲) "عن اس عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مس أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ۵۵۹/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)

قال الملا علي القاري تحت هذه الحديث المذكور: "قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في التشبه، ذكر في هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (المعرفة شرح مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ۵۵۸/۱، وضيديه)

## الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے، اگر سروری کا مومن ہو تب بھی شربت ہی پلایا جائے۔ ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ نبیائے شہید کئے گئے، اور یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا۔ اس عقیدہ کی اصلاً ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ان کے لئے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں موطا کر رکھی ہیں جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب: مفتاح

## صفر کے آخری چہار شنبہ کو مستثنیٰ تقسیم کرنا

سوال (۹۴): یہاں مراد آباد میں، صفر کے آخری چہار شنبہ کو کارخانہ دار ان ظروف کی طرف سے کاریگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار بار وہ یہ کا خرچ ہے، کیونکہ صد ہا کاریگر ہیں اور ہر ایک کو اندازاً آٹھ دہائی پانچ پونہ بھر مٹائی ملتی ہے، ان کے ملاوہ دیگر کثیر متعلقین کو بھی کھانا کی پڑتی ہے۔ مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت کیا تھا، مگر ازروئے تحقیق بات برعکس ثابت ہوئی کہ اس دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض و فوت میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہو کر دشمنان اسلام یعنی یہودیوں نے خوشی منائی تھی (۲)۔ احقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا

(۱) "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة". (مقدمة سنن ابن ماجة، فصل على بن ابي طالب رضى الله تعالى عنه، ص ۱۲، قدیمی)

(۲) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶۲۳ - ۹۲، رقم الحديث ۱۱۲۰۰، ۱۱۳۶۸، دار احیاء التراث، بیروت

(۳) والمقاصد الحسنة، ص ۲۴۰، رقم الحديث ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۴) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۷، باب مناقب اهل البيت، قدیمی

(۵) (۱) تاجی رشیدیہ ص ۱۶۹، نقل مکتوب نمبر ۸، قبل کتاب التفسیر، ج ۱، آخری چہار شنبہ کی اصل سعید

کہ جاہل کارنگروں کی بنوا پرستی اور لذت پروری اتنی شدید ہے کہ ستنا ہی ان کو سمجھایا جائے وہ ہرگز نہیں مانتے اور چونکہ کارخانوں کی کامیابی کا دار و مدار کارنگروں ہی پر ہے تو اگر کوئی کارخانہ دار ہمت کر کے شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کارنگر اس کے کارخانہ کو سخت نقصان پہونچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

(الف) حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شرافعال کفریہ، اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے تو بلا مذ شرعی اس کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہو؟  
(ب) جاہل کارنگروں کی ایذا رسانی سے حفاظت کے لئے کیا کارخانہ داروں کو فعل مذکور میں معذور مانا جاسکتا ہے؟

(ج) ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ سے متعلق جو صحیح روایات اوپر مذکور ہوئیں وہ کس کتاب میں ہیں؟  
(د) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوش منائی تھی؟

احمد حسین کھڑا گل فروش در یہ کھلاں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، منشا کی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسل صحت ثابت نہیں، البتہ شدت مرض کی روایت ”مدارج النبوة“ میں ہے (۱)۔  
یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضا ہے۔

(الف) مسلمانوں کا اس دن منشا کی تقسیم کرنا نہ شدت مرض کی خوشی میں ہے، نہ یہودی کی موافقت کی خاطر ہے، نہ ان کو اس روایت کی خبر ہے، نہ یہی نفسہ کفر و شرک ہے، اس لئے ان حالات میں کفر و شرک کا حکم نہ ہوگا (۲)، ہاں یہ کہا جائیگا کہ یہ غلط طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز غسل (۱) (مدارج النبوة ۴/۷۰۳، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱

صحت ثابت نہیں، کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے (۱)، بغیر نیت موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے (۲)۔

(ب) نہایت نرمی و شفقت سے کارخانہ دار اپنے کارکنوں کو بہت پہلے سے تبلیغ و ہمراہ کش کرتا رہے اور اصل حقیقت اس کے ذہن میں اتار دے، ان کا مضائقہ کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حسن اسلوب سے پورا کر دے، مثلاً رمضان، عید، بقرعید وغیرہ کے موقعہ پر دیدیا کرے جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ نکل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہر حال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور ہے۔

(ج) مدارج النہۃ میں ہے (۳)۔

(د) یہود نے کس طرح خوشی منائی اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمد وغفر لہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

الحجہ اب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

رجب کا روزہ، کٹڈ

سوال [۹۴۸]: ماہِ رجب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کٹڈ ہوتا ہے، اس کی بھی شریعت میں کوئی اصیت ہے یا نہیں؟ اور ۷/رجب ۱۳/۷ اور ۲/کوزہ رکھتے ہیں اور بہت ثواب سمجھتے ہیں آیا۔ حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ماہِ رجب کی شرعی فضیلت کیا ہے؟ مختصر تھوڑی تحریر فرمائیں۔

= كان في المسألة وحده توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المعنى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسباً للظن بالمسلم، (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰، ۲۱۱، مكنت رشديه)

(۱) "قال انس رضي الله تعالى عنه: إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً، إن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من نعمة على كذا، فليتأ مقعده من النار" (صحيح البخارى كتاب العلم، باب إثم من كذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ۲۱۱، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس التبريد، ۵۵۹۰۴، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۳) (مدارج النوبة: ۲۹۹-۷۰۸، مديہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

## الجواب حامداً ومصلیاً:

ماہِ رجب میں تواریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجہِ صحت کو نہیں پہنچی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ما ثبت بالنسب“ میں ذکر کیا ہے، بعض بہت ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ ایصالِ ثواب جس کو چاہے جب چاہے ہر کسی التزام تاریخ و مہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بہت بہتر ہے لیکن کندہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم  
حررہ العبد المذنب و غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

## ۲۲/ رجب کے کوئٹوں کی حقیقت

سوال [۱۹۳۹]: ۲۲/ رجب کو بعض جگہ کوئٹا کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو جو کمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کوئٹہ کی اصلیت کیا ہے، کیا مسلمانانِ اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہیے؟ امید کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانانِ اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ بینواتو جروا۔  
محمد حمید اللہ نعمانی۔

## الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئٹوں کی مروجہ رسم مذہبِ اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ پیدائش ہے اور نہ تاریخِ وفات، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۲۰ھ میں ہوئی، پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخِ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکر وفات معاویہ) (۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف

(۱) ”وحدثني عمر قال حدثنا علي قال: بايع أهل الشام معاوية رضي الله عنه بالحلابة في سنة ۳۷ هـ، في ذي القعدة - وسلكه له الأمر سنة ۴۱. لخمس بقين من شهر ربيع الأول. فبايع الناس جميعاً معاوية رضي الله عنه - فقبل عام الجماعة، ومات بدمشق سنة: ۶۰ هـ، يوم الخميس لثمان بقين من رجب“

منسوب کیا گیا، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہل سنت و الجماعت کا غلبہ تھا اس لئے یہ اجتماع کیا گیا کہ شریعی بطور حد حالیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ شہتان حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے باب جا کر اسی جگہ یہ شریعی کھائیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موسوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہذا برابر ان اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ خود اس رسم کو بحال میں اور نہ اس میں شرکت کریں۔ **واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

### رجب کی روٹی

سوال (۹۵۰): رجب المرجب کا جب مہینہ آتا ہے تو لوگ جمعہ کے دن کچھ میٹھی روٹی پکواتے ہیں اور اکٹالیس ہارورہ ملک پڑھواتے ہیں اس کو تبارک کہتے ہیں، اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی جانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی چاری ہے، پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے کے لئے سہقت کرتے ہیں اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ کر لے آتے ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے، اس کو بھی تہرک سمجھ کر کھا جاتے ہیں، چاہے وہ صاحب نصاب ہو یا کوئی دوسرا، ہر شخص اس کو کھاتا ہے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ایصال ثواب کی یہ صورت نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے، نہ صحیح کرام سے، نہ فقہاء و مجتہدین کی کتب سے بلکہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں جہت کہتے ہیں (۱)۔ اس

= (تاریخ اس حریر الطبری، سۃ سنین، وفاة معاویۃ بن ابی سفیان، ۲۳۹، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت)

(۱) (البدعة) "ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال سوغ شہیۃ واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً" (رد المحتار، باب الإمامة، =

کا ترک کرنا واجب ہے، قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اجرت لینا جائز نہیں، پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی یہ مستقل وجہ موجود ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معتمد کتب سے اس کو نقل کیا ہے، روانجن میں بھی (۱)، شرح عقود رسم المستیٰ میں بھی (۲)، شفاء العلیل میں بھی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند

### شب معراج کے اعمال مروجہ

سوال (۹۵۱): (الف) یہاں افریقہ میں یہ التزام و رواج ہے کہ شب معراج میں عشاء کے وقت خصوصی اعلان و دعوت کے ساتھ لوگوں کو جمع کر کے وعظ، شریعی اور نماز نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آیا شریعت میں اس قسم کا التزام و اہتمام کہیں مشروع ہے اور اس التزام کا نہ ماننے والا گنہگار ہوگا؟  
(ب) اس شب میں علاوہ فرض وقت کے آیا کوئی دوسری عبادت فرض، واجب، سنت یا نفل مشروع ہے؟

(ج) یہاں بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں مساجد نہیں ہیں وہاں نمازی اپنے گھروں میں فرما فرمایا نماز باجماعت ادا کر لیا کرتے ہیں، صرف جمعہ اور عیدین کے لئے ایک خاص جگہ تجویز کر لی جاتی ہے جہاں سب مل کر خطبہ نماز ادا کر لیتے ہیں۔ سو ایسے مقام پر جہاں مسجد بھی نہ ہو اور لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہوں وہاں ایک خاص جگہ تجویز کر کے شب معراج میں اعلان عام اور دعوت ناموں کے ذریعہ لوگوں کو جمع کر کے اس مخصوص مقام

= مطلب فی اقسام البدعة: ۵۶۰/۱، سعید

(۱) "وقد أظنبت في ردّه صاحب تبیین المحارم مستنداً إلى القول الصريحة: فمن حملة كلامه. قال تاح الشريعة في شرح الهداية إن القرآن بالأخوة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للفقير" وقال العيني في شرح الهداية: "وبسح القاري للندباء: والآخذ والمعطى آثمان". (رد المحتار، باب الإحارة الفاسدة: مطلب في الاستيخار على الطاعات: ۵۶۶، سعید)

(۲) (شرح عقود رسم المعنى، بعد ذكر طقات الكتب المعبرة وغيرها، ص ۳۸۰، ۳۶۰، مير محمد كنب حانہ)

(۳) (شفاء العليل وبل الخليل، اه، رسالة من مجموعة رسائل ابن عابدین، ۱۵۲: ۱-۴۰، سہیل اکیدمی، لاہور)



پر وعظ، شیرینی اور نوافل کا التزام و اہتمام کرنا کیسے مشروع ہے؟ جو شخص ان مراسم کو روکے اسے برا بھلا اور کافر و فاجر کہنا کیسا ہے؟ اور اس قسم کے غیر مشروع اور رسمی امور و عین کے اہم امور میں شمار کرنا کیسا ہے؟ جیسا تو جروا۔  
المستفتی احمد گل بھٹی (جنوبی افریقہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) یہ التزام و اہتمام بے دلیل، بدعت، خلاف شرع ہے، جو اس التزام کو نہ مانے وہ گنہگار نہیں بلکہ اس کو روکنے والا ناجور ہے (۱)۔

(ب) اس شب میں خصوصیت سے کوئی نماز عزاوہ روزانہ کی نماز کے مسنون و مشروع نہیں۔

(ج) نفس وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جمع کرنا شرعاً درست ہے اور اس شب کو اس کے لئے مخصوص کرنا بے دلیل ہے، اسی طرح شیرینی کا اہتمام بے اصل ہے اور انتزاع مالا یزوم ہے (۲)۔  
اس شب کے لئے نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں بہت نہیں مذکبی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا۔ علامہ صبی رحمہ اللہ تعالیٰ تعزیت ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ المستملی، ص: ۳۱۱ میں (۳)، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر رائق شرح کنز

(۱) "عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من رای منکم مکرراً، فلیعبرہ بیدہ، فإن لم یستطع فلیسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإيمان" رواہ مسلمہ" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی،

وفی المرفأہ: "للم اعلم أنه إذا کان المنکر حراماً وحب الزجر عنہ، وإذا کان مکروراً، ندب"

(کتاب الادب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ۸، ۹، ۲۲، مکتبہ حقایقہ)

(۲) قال اللکسوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "فکم من مباح یصیر بالإنزام من غیر لروم، والنخص من غیر محصص مکروہاً الخ" (سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الأول، تحت: الناس والأربعون، ص: ۳۳، مجموعۃ رسائل اللکسوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۳، ۹۰، ۳، ادارۃ القرآن،

(۳) "واعلم أن النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی متقدم ما عدا التواویح و صلوة الکسوف والإستسقاء، فعلم أن کلاً من صلوة الرغائب لیلة أول جمعة من رجب، و صلوة البراءة لیلة النصف من شعبان، و صلوة القدر لیلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعۃ بدعة مکروہة ولا یبغی أن =

الدقائق ۲/ ۵۶ میں (۱)، ماہر طحاوی نے عراقی الفلاح، ص: ۲۳ میں (۲)، اس رواج پر تکمیل فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فرض نقل کرتے ہیں ان کو دیکھا ہے، اس رواج سے روکنے والے کو کافر کہنا تو انہی کی جسارت ہے، کسی مسلمان کو بد و بخل شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر آتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم، علامہ اتمہ واکمل۔

حرر والاعبد محمود شبوی، مفتی محمد سعید مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنڈور، ۲۴ محرم ۱۴۱۸ھ۔

ابجواب صحیح، سعید احمد نضر مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنڈور، ۶ محرم ۱۴۱۸ھ۔

### ایک مخصوص مشرک کا نہ رسم

سوال [۹۵۲]: ایسی حرکت بعض رسم کے اندر کی جاتی ہے کہ سات ماہ کی حاملہ عورت کو سر و سرخ کپڑوں سے آراستہ کر کے اس کے سامنے وینڈے میں چاول اُبال کر رکھتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں اور عورت کو جب کی طرف منہ کر کے چوکی پر بٹھا کر وہ میں بچھل و نیمہ رکھ دیتے ہیں، احباب دوستوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

= يتكلف لإلزام ما لم يكن في الصدر الأول كل هذا التكلف لإقامة أمر مكروه، وهو أداء البعل بالجماعة على سبيل الداعي، (عبية المستملی (المعروف بحلیی کبیر)، ص ۴۳۳، ۴۳۴، سہیل اکیدمی، لاہور)

(۱) "وذكر الاحتجاج على إحصاء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في الحاوي القدسي ولا يسلي تطويعُ حشاعة عمر التراويح ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب في أول ليلة منه، وإني سأدعي" (البحر الرائق، كتاب الصلوة باب الوتر والتراجل ۹۳۴، رشیدیہ)

(۲) (مصارف الصلاح، كتاب الصلوة، فصل في تحية المسجد وصلوة الصبح وإحصاء الليالي، ص ۴۰۴، قدیمی)

(۳) "عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر، إلا ردت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك" (صحيح البخاري، كتاب الادب، باب ما ينهى عن المساب والنسب، ۹۴۴، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسم اسلامی طریقہ نہیں (۱) اس میں بعض چیزیں مشرکانہ ہیں، مثلاً اس وقت خاص طور پر (ضرورت ہو یا نہ ہو) چراغ روشن کرنا جیسا کہ مشرکوں کا طریقہ ہے، وہ اپنے دھرم میں معتقدانہ چراغ روشن کرتے ہیں اور اس کی تقسیم بجالاتے ہیں اور دیگر مذکورہ اشیاء کی جاتی ہیں، ایسی رسم سے توبہ واستغفار لازم ہے اس کو بالکل ترک کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۹ھ۔

رسم پر عمل

سوال [۹۵۳]: ”رسم کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب ہے یا سنت یا مستحب ہیں، لہذا جب تک کسی رسم کے متعلق یہ نہ معلوم ہو جائے کہ از روئے شرع ممنوع ہے اسے حرام نہیں کہا جاسکتا، کھینچ جان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔“ بہار شریعت، ج ۷۔ مسائل محمد قاسم عرف میں صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم پر کوئی ثواب موعود نہیں، نہ ترک پر عقاب کی وعید بشرطیکہ وہ کفار و فساق کے ساتھ مخصوص نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ایسا التزام کرنا جیسا کہ فرائض اور واجبات کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کے ترک سے ایسا بچنا جیسا کہ ترک فرائض و واجبات سے بچنا لازم ہے (گو اعتقاداً نہ سبھی علماء ہی سہی) تہا و عن الحد وہ ہے یا نہیں، تاکہ فرض پر تکبر نہیں کی جاتی تاکہ رسم پر طعن و تشنیع کی نوبت آتی ہے۔

جن اعمال پر ثواب کا وعدہ ہے اور وہ مندوب ہیں ان پر اصرار کرنے بھی حد کراہت تک بہو نچا دیتا ہے: ”اذا اصرار علی التمدوب یمنعہ انی حد الشکۃ“ (۲) جب مندوب کا یہ حال ہے تو محض مباح کا التزام اور اصرار کیے درست ہوگا۔ ”کم من مباح یصیر مالا تنزه من غیر لزم مکروہا“ اھ۔ مساحۃ الفکر (۳)۔

(۱) کذا فی ”بہشتی زیور، حصہ ششم،“ پیچیدہ ایسے کی رسموں کا بیان“ ص ۸، امدادیہ ملتان

(۲) ایضاً السعایۃ علی شرح الوقایۃ، باب صفۃ الصلوۃ، فیل فصل فی القراءۃ، ۲/۲۶۵، امجد اکادمی

(۳) مساحۃ الکفر، الباب الاول فی حکم الجہر بالذکر، تحت: الحدیث الثانی والأربعون، ص ۳۴،

مجموعۃ رسائل عبدالحی: ۳۰۳، (ادارۃ القرآن)

حبیبی شرح مشکوٰۃ میں تصریح ہے کہ جو شخص عزیمت کا حد درجہ پابند ہو اور کسی رخصت پر عمل نہ کرے "فلقد أصاب الإضلال من الضمطان" (۱)۔ "فتیح فتاویٰ حامد" میں ہے کہ جس مباح مندوب پر عمل کرنے سے عوام و اس کے وجوب کا اعتقاد ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ ہی نہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نسوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور

الجواب صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم بہار پور

بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم

سوال [۹۵۴]: بچہ چالیس دن کا ہو جانے کے بعد بعض لوگ اسے مسجد میں لاکر لاتے ہیں اور پھر

کچھ شریعتی تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رسم بے اصل، افواہ و رقابین ترک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس روزہ بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا

سوال [۹۵۵]: عورتوں کا بڑا غسل بعد ولادت بچہ، چالیسواں دن لڑکے کو غسل دے کر سب سے

پہلے بچہ کو مسجد میں بھیجتے ہیں محدث شریعتی وغیرہ کے کہ بچہ کو سجدہ کرانے کے لئے اللہ کے گھر میں۔ عام طور پر ہر شخص ۴۰

دن بعد بچہ کو مسجد میں لے جاتا ہے سجدہ کی رسم کی نیت سے، حالانکہ ظاہر ہے کہ ایسا بچہ سجدہ کیا کر سکتا ہے؟ پس ایسا

کرنا چاہیے یا نہیں، کیا زمانہ سابقہ میں یہ طریقہ تھا؟

(۱) (مرقاۃ المفاتیح للفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی الشہد، الفصل الاول ۳ ۳۱،

مکتبہ رشیدیہ کونٹہ)

(۲) "کل مباح یؤدی الی زعم الجہال منیۃ امر أو و حوہ، فهو مکروہ" (تنقیح الفتاویٰ مسائل و فوائد

شی من الحظر والإباحۃ، مطلب کل مباح یؤدی الی زعم الجہال اح ۴۰ ۳۶۷، المطبعة المسلیۃ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رسم کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ قابل ترک ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ننگوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۱۱/ ۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح، عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ۔

جج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا

مسئلہ ۱۹۵۲: جب کوئی جج کو چاہے تو ہوا اس کے نام کے اور بھی دیگر کے، مثلاً مسٹر جج

کے غریبے زندہ ہاؤس، حاجی زندہ ہاؤس وغیرہ اسٹیشن وغیرہ پر بندہ وار سے روانگی کرات وقت تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک فحش ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ننگوی عفا اللہ عنہ، ۳/ ۱۱/ ۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح، عبداللطیف، ۳/ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ۔

(۱) انسان کی عمر کے دو پرزے جسے جن قبل پہلوغ اور بعد پہلوغ۔ بعد پہلوغ ہم صحیح اخص اخص اخص کا مکلف ہوتا ہے۔

قبل پہلوغ کا دور بھی دو حصوں میں منقسم ہے ایک دور ہے کہ اس میں بندہ سنا نہ ہوتا ہے، اگلے دور میں قیام کرتا ہے، اسی وقت آمدین کو حکم ہے کہ اپنی اوارہ کا مکلف شرعاً نہ ہو ورنہ قیام کرتا ہے۔

نہیں آئید دور میں سے قیام ہے، جو پیدائش کے بعد سے اس وقت تک ہے جب کہ بندہ اچھے رہے جس میں تیرا نہ۔

اس دور میں نہ تو والدین دیکھتے تھیں کہ حکم ہے اور نہ وہ اس کا تحمل ہے، بندہ اس وقت تک کہ اچھے رہے، اسی طرح جب کہ وہ نہ۔

مرفوع الفکر ہے تو اس سے اس عمر میں مجبور کر کے کا یا مطلب ہے، جو قریب ایک طرف بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ بندہ دن

فرہم نہ دیتی اور اس سے اس والدین کی تربیت پر موقوف ہے۔ (فصل من بنی انشاہی)

(۲) ۱۔ اس میں بھی وہاں یہ کارنی مقصود ہوتی ہے جو کہ سخت ولیہ و محبت دینا ہے۔

”عن انسی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”من یسفع بسمع اللہ بہ، و من

لہ آتئی مرآئی اللہ بہ“ (مس من حاجۃ، کتاب الزہد، باب الریاء و السمعۃ، ص: ۳۱۰، قدیمی)

کیا کسی مسجد میں ۴/ سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟

سوال (۱۵۵): شہر بہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی ورگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے۔ خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رہا ہے کہ ۴/ یا ۵/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا ہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۵/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضہ حج ادا ہو جائے گا؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جاسکتا ہے؟ افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریق گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد و زن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریق گاہ بنانا اور مرد و عورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے (۱) اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے۔ تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ۱۔ مسجد حرام۔ ۲۔ مسجد نبوی۔ ۳۔ مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ ”لا تشدوا النرحال الا ہنی ثلثة مساجد“ (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

الامام احمد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

(۱) یہ بدعت مردودہ غیر متقبل ہے

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ، فهو رد“۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطحلوا علی صلح جور فهو مردود۔ ۱۔ ۳۷۱، قدیمی)

(۲) ”عن انسی ہریرۃ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد: المسجد الحرام، و مسجد الرسوں، و مسجد الاقصی“۔ (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکہ والمدینہ۔ ۱۔ ۵۹۱، قدیمی)

## بسم اللہ خوانی کی تقریب

سوال [۵۵۸]: یہاں پر بسم اللہ خوانی کا رواج ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا شمار بدعت میں ہوگا یا نہیں؟ جب کہ اس کو جزو دین نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک رواج اور موقع خوشی ہے کہ بچے کی تعلیم کا اپنا رواج ہو رہا ہے تو ایسے موقع پر دعوت وغیرہ کی جاتی ہے، تو ایسی دعوت قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین

جواب [۵۵۹]: ۱۔ بعض لوگ بسم اللہ خوانی کے لئے بچہ کی عمر کی تعیین کر کے یعنی (چار سال چار مہینے چار دن) بسم اللہ خوانی کرتے ہیں، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ اس کی اصل کیا ہے؟  
الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔ کسی بزرگ و صالح شخص سے بسم اللہ کرا دی جائے اور کچھ غرہ و احباب کو کھلا پلا دیا جائے تاکہ بچے کی تعلیم میں برکت ہو تو درست ہے، مگر تکلفات و ریاء و فخر سے بچنا لازم ہے۔

۲۔ اس کا التزام غلط ہے (۱)۔ اس عمر سے پہلے بھی بسم اللہ درست ہے، اگر بچہ ذہین و ہونہار ہو تو اس عمر کے اہل علم میں اس کا وقت ضائع نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۴ھ۔

## بچوں کی روزہ کشائی

سوال [۵۶۰]: رمضان میں اکثر چھوٹے بچے کو روزہ رکھوا کر روزہ کشائی کرواتے ہیں اور اپنے گھر والے پر بہت اہمیت مہر کرتے ہیں، ایسی جگہ روزہ رکھو لئے جاتا چاہئے یا نہیں؟ کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ

(۱) قال فی "بشکریہ زیوہ"، ان رموز میں سے ایک "بسم اللہ" کی رسم ہے۔ ائمہ میں یہ خرافات ہیں چار برس، چار مہینے، چار دن کا رسم، اپنی طرف سے مقرر کر لیا ہے، جو محض بے اصل اور افویہ ہے، پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے جو کچھ ہو، اس کے خلاف نہ ہونے پائے اور ان بچہ کو اس کو شریعت کی بات سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت کے حکم میں ایک عجز لگتا، "زمعاً ہے" فی "حرمان ذکرہ من اعصابہ"۔ (حدیث ششم، مکتبہ یعنی بسم اللہ کی رموز کا بیان، ص ۱۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

میں بھی ایسا رواج تھاروڑہ کشانی کا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

روڑہ میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کا دل بڑھانے کے لئے، نیز شکر یہ کے طور پر اگر نرینہ افشاری میں کچھ زیادتی کر لی جائے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے، دور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس کا پتہ نہیں چلتا، زیادہ اہتمام جس میں ریا اور نمود یا فخر، بویا وسعت سے زیادہ قرض وغیرہ لے کر اہتمام کرنا خلاف شرع اور ناجائز ہے، ایسی حالت میں شرکت بھی منع ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبدالمطیف، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا

سوال [۹۶۱]: اگر شیر خوار بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

هذا من أغلاط العوام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دودھ بخشنا

سوال [۹۶۲]: ادھر کہیں کہیں یہ رواج ہے کہ کس دودھ پیتے بچہ کی وقت پر ماں مرحوم بچہ کو

(۱) چونکہ مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو رضائے خداوند کریم کا عکاس ہوتا ہے، بایں وجہ ہر القوام سے پتھار بتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کہیں انتہائی کی، رافضی کا کوئی کام سرزد نہ ہو جائے، لہذا ریاچہ کنہ ایک مذہم غیر مدوح فعل ہے، اس سے بھی بچنے کی برکتیں کوشش کرنا بہت اہم اور عبادت ہے۔

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”من يسفع يسفع الله به، ومن يرأى يرأى الله به“ (مسند ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء، والسمعة، ص ۱۰۳، قدیمی)



دودھ بخشتی ہے اس کی اصل کیا ہے اور شرعی حقیقت کس قدر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دودھ بخشا شرعاً یہ اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استلام

سوال [۹۶۳]: مکہ مسجد حیدر آباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا إله إلا الله محمد رسول الله - اللهم صل على محمد وعلى آل

محمد وبارك وسلم، أعلیٰ سیدنا غوثنا أعظم محمد محی اندیس

عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ ہاشمیح عبد القادر شیخاً لله.

سوال [۹۶۴]: ۲۔ اس طغریٰ پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ بالائزام پردہ

کے نیچے دونوں ہاتھ پھیر کر چہرہ پر عقیدت واحترام کے انداز میں ملتے ہیں، لوگوں کا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا

سوال [۹۶۵]: ۳۔ اگر امام اس طغریٰ کے دربر و کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں ہے؟

محراب سے طغریٰ کو ہٹانا

سوال [۹۶۶]: ۴۔ طغرے کی مجموعی حیثیت و نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمائیے کہ اس

کو محراب سے الگ کر دینا چاہئے یا نہیں؟

سوال [۹۶۷]: ۵۔ جو امام اس طغریٰ کو حسب حال رکھنے کے حق میں ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی

چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا؟

در اصل سوال تو ایک ہی ہے مگر الگ الگ شقیں نکال کر لوگوں کے لئے موضوع بحث بنی ہوئی ہیں۔

و مشائخ، عوام و خواص کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ گذارش ہے کہ ہر شق کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بن سکے۔ فقط۔

نعت اللہ جنگ ابن، خادروڈ، حیدر آباد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

۱۔ ایسے طرز پر کوئی چیز نکھنایا تحریر لگانا کہ نمازی کا دھیان اور جائے مکروہ ہے جیسے نقش و نگار سے روکا جاتا ہے (۱)۔

۲۔ یہ اشتہام اور پھراس کا بھی انتہا پر ہٹا ہے عقیدت و احترام موجب فساد عقائد اور خلاف طریقہ سیدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (۲)۔

۳۔ نماز سب کی ہو جائے گی، خاص کر جب کہ اس پر پردہ پڑا ہوا ہے نظر کے سامنے نہیں، نہ اس کی پرستش مقصود ہے نہ اس کا ایہام ہے۔

۴۔ بالکل فوراً الگ کر دیا جائے، مگر ایسے طریقہ پر کہ فتنہ نہ ہو، نرمی سے مسئلہ بتا کر فہمائش کر دی

(۱) "و لا بأس بسقشہ خلا محرابہ، فانہ یکرہ؛ لانه ینہی المصلی، و یکرہ التكلف بدقائق النقوش و نحوھا خصوصاً فی جدران القبلة، قالہ الحلبي، وہی حظر المجتبی: وقيل یکرہ فی المحراب دون السقف والمنحصر، انتهى۔ و طاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة"۔ (الدر المختار، أو احزاب ما یسد الصلوة و ما یکرہ فیہا: ۶۵۸، معبد)

(و کذا فی المحررات، قبل باب الوتر والنوافل ۶۴۲، ۶۵، و رشیدیہ)

(۲) اشتہام کا حکم صرف طواف کے موقع پر جہر اسود اور زمیں کا ہے، مذکورہ اشتہام کی کثرت و طہر میں کوئی نظر ہے نہ اس کی اجازت ہے، بلکہ اس جیسی بدعات حرمتِ غیر مرتبہ کی شدید مذمت آئی ہے

"عن حاتم بن عبد اللہ قال: کان رسول اللہ ﷺ یقول فی خطبہ: "إن أصدق الحديث كتاب الله، و أحسن الہدی ھدی محمد، و شر الأمور محدثاتھا، و کل محدثۃ بدعة، و کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی السار"۔ الحديث (سنن السانسی، کتاب العیدین، کیف الحظیة،

جائے (۱)۔

۵ امام صاحب کی خدمت میں ادب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس کو علیحدہ کر دیں، یہ حکم شرعی ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے، نماز ان کے پیچھے ترک کر کے مسجد کو ویران نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۵ھ۔



(۱) "و شرطها (ای الامر بالمعروف والمہی عنہ) أن لا یزیدی إلى الفتنة کما علم من الحدیث، و أن بطل قبولہ، فإن طعن أن لا یقبل، فیستحسن إظهاراً لتسعار الإسلام". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، الفصل الأول، ۵۶۲/۸، رقم الحدیث: ۵۱۳۷، رشیدیہ)

## دفع مصائب کے لئے بعض اعمال کا بیان

دفع مصائب کے لئے ختم بخاری شریف اور سوالا کھ کا ختم

سوال [۹۶۸]: ..... دارالعلوم دیوبند میں جو ختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفع مصائب کے لئے، اور خواہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا آیہ الکرسی مگر پڑھنے کی تعداد سوالا کھ متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریک دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نفس ایصال ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کو شہادت میں پیش کیا گیا مگر قرآن و حدیث سے ثبوت مانگتے ہیں۔

۲۔ بخاری شریف پڑھ کر دعا مانگنے پر کیا دلیل ہے، ورنہ یہ بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ دفع مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے، اس کے لئے قرآن و حدیث سے ثبوت ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے منافی و معارض یعنی شرعاً مسموع و مذموم نہ ہو، جیسا کہ غیر شرعی رقیہ مسموع ہے، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جتنی رکعت نماز کی تعداد یا اشراط طواف کی تعداد ہے کہ اس کے لئے صراحۃً ثبوت ضروری ہے بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکیم نسخہ میں لکھتے ہیں، عذاب ۵ دانہ، بادام ۵ دانہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہیں، اس کے لئے قرآن و حدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے، جب اس ختم کی شان معاذی کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تعداد کا تجربہ سے متعین کر دینا خلاف شرع نہیں، علاج کے لئے سات کنویں کا پانی سات مشکوں میں ملنا تو خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہے (۱)۔

۲۔ اس کی نوعیت بھی تقریباً وہی ہے۔ "قرآن کبیر میں العشائخ والعلماء، والتفقات صحیح البخاری، تحفہ المصنفات، کتاب المصنفات، دفع الیہیات، وکشف النکرات، وصحة الامراض، وسفاه المرض عند المصنفات، وشدائد، فحصل مرادہ، وفارو لمقاصدہ، ووجہ، وہ کہ شریعت محرمات، وقد منع هذا المعنى عبد الله، الحديث مرتبة الشهرة، الاستفاضة، ۵۰" مقدمۃ لامع، ص ۲۳۰ (۱)۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ طریقہ دعائے ہے نہ کہ تعبد، پھر اس کو بدعت کی حد میں لانا بدعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی عبدالعلیم دیوبند، ۱۹۷۱ء۔

الجواب صحیح بند و محمد اہام الدین مفتی عبدالعلیم دیوبند، ۱۹۷۱ء۔

### مصیبت کو دفع کرنے کے لئے صدقہ

سوال [۱۹۱۹]: کسی مصیبت کے آنے پر صدقہ کیا جاتا ہے مثلاً: ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ اگر بارش نہیں ہوتی ہے تو اپنے گاؤں سے، خاندان سے پیسہ، ٹر، چاول وغیرہ، ٹک مانگ کر جمع کرتے ہیں، پھر اس کو پکاتے ہیں، اور گاؤں کے سب ہی بچوں کو بلا امتیاز غریب و امیر کھلاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں، لہذا یہ کھانا یا ان بچوں کو کھانا ناجائز ہے یا نہیں؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، زیادہ تر اس سے اپنے گاؤں کی موری اور مغافرت کی نیت ہوتی ہے (۲)

۳ واشتدہ وجعہ: "أمر بفراغی من سبع قلوب لم تحلل أو کتبیں، لعلی أعید الی الناس"، (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لا ترحمہ بعد باب اللدود: ۴، ۱۵۱، فدیمی)

(۱) مقدمۃ لامع الدراری شرح صحیح البخاری، الفصل الثانی فی الکتاب، وفيه أيضاً فوائد، الفائدة الثالثة: ۲۳۱، المسکنۃ البجویۃ مظاهر علوم سہارنپور)

(۲) عن أسی هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "المناربان لا يحامان، ولا يوكل طعامهما"

قال الإمام أحمد، عن المتعاضين بالضيافة فخرأ ورواه، (منسكوذا المصنابع، كتاب الكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، ص ۴۷۹، فدیمی)



## دفع و بابلا کے لئے اذان

سوال ۱۹۷۱: یہاں بخارہ طبریا وغیرہ کی عام شکایت ہے، مسجد یا غیر مسجد میں کسی بلا یا بیماری کے دفع کرنے کے لئے چند آدمی مل کر یا مسجد یا غیر مسجد اذانیں دیں تو شرعاً جائز ہے؟

۲۔ اس قسم کی اذان کیا وقت نمازیہ غیر وقت میں کہی جائے تو جائز ہے؟

الحواب حامداً و مصلياً:

۲۱۔ بلا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت بلکہ مستحب ہے (۱) اور بخارہ کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت نہیں ہے، شرعاً دفع بلا کے لئے اذان اس طرح کہی جائے کہ اذان نماز کا اشتباہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۵/۱۰/۶۱ھ۔

## جنات کے دفعیہ کیلئے خنزیر کی بھینٹ (۲) چڑھانا

سوال ۱۹۷۲: ہندو پر عقیدہ عوام آ سیب کا ضل ہے وہ وقتاً فوقتاً کھیتی رہتی ہے، ہندو اور اس کے گھر کے لوگوں نے مسلم عاملین کو دکھا کر ہندو اور جہا (۳) کو دکھلایا، اس نے اپنے طریقہ کار اور عقیدہ کے مطابق "قول۔" ولا یس لعبرہا کعبہ کے تحت کھد ہے "آئی ووسر و حارڈ و کسوف و انسفسق و نر و یوح نع"۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جب ان مقامات میں اذان غیر مشروع ہے تو دوسرے مقامات میں مذکورہ مواضع میں بھی غیر مشروع ہے اور غیر مشروع کو عبادت یا مشروع اور سنت سمجھ کر ناجائز ہے۔

(۱) "و یسأل أيضاً (أى الأذان) عن الهم و سوء الخلق لخير الديلمی عن علی رضى الله تعالى عنه: رأی السبی صلی الله تعالى علیه وسلم حزیناً، فقال: "یا ابن امی طالب! انی اراک حزیناً، فمر بعض اهلک یزیدن فی اذنک، فبانه درأ لهم" قال: فجرتہ فوجدته کذلک، و قال کل من واثه إلی علی: إنه حزین، فوجدته کذلک، و روى الديلمی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالى علیه وسلم: "من ساء خلعه من إسان أو دابة، فأذنبوا فی أذنه"، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الأذان، فصل الفصل الأول ۲، ۳۳۰، ۳۳۱، وشبذہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب الأذان، مطلب فی المواضع التي یبدد لها الأذان، ۱، ۳۸۵، سعید)

(۲) "نذرینا"۔ (فیروز اللغات، ص ۲۳۳، فیروز سنز)

(۳) "بھار چوک کرنے والے بھمن کی ایک ذات"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۳۶، فیروز سنز)

اس کی دیکھ بھال کی، لیکن بندہ اچھی نہیں ہوئی۔ اور جھاگے گھر آتے جاتے بندہ نے دیکھا کہ دوسرے اس طرح کے مریض کے لئے بندہ عامل خنزیر کی بھیئت چڑھاتا ہے اور وہ اچھے ہو رہے ہیں، لہذا یہ بات بندہ اور اس کے گھر والوں کے ذہن میں بیٹھ گئی۔

ایک روز بندہ نے کھیلتے ہوئے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم پر تم لوگ خنزیر کا بھیئت چڑھاؤ تو چھوڑیں گے ورنہ نہیں چھوڑ دیں گے، خنزیر بھی ایک روز کا تخلیق شدہ ہو، چنانچہ بندہ کے گھر کے لوگوں نے چار خنزیر کے بیج جو ایک روز کے تخلیق شدہ تھے چالیس روپیہ پر خرید کر لائے اور ان کا گلا دبا کر بھیئت چڑھائے، یہ مشیت ایزدی تھی کہ بندہ آج تک ٹھیک نہیں ہوئی۔ جب بندہ کے برادری کے لوگوں نے یہ واقعہ سنا تو بندہ اور اس کے گھر والوں کو برادری سے نکال دیا اور سوشل بائیکاٹ کر دیا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ برادری کے لوگوں کا بندہ اور اس کے گھر والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا از روئے شرع کہاں تک صحیح ہے؟ کیا بندہ اور اس کے گھر کے لوگ اس فعل کی وجہ سے خارج از ایمان تو نہیں ہو گئے، اگر ہو گئے تو ایمان اور برادری میں انھیں کس طرح واپس لایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ بھیئت چڑھانا سخت غلطی ہوئی، خنزیر کی بیج و شرا بھی باطل ہے (۱) اور معصیت ہے، ان لوگوں کو تو یہ اور استغفار لازم ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر کو ”بخ“ میں شرک لکھا ہے (۲)، اس لئے احتیاط کا بھی تقاضا یہ ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان بھی کر لیں اور اپنی غلطی کا اقرار و ندامت کے ساتھ کریں، پھر ان کا بائیکاٹ ختم کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) "و شعر الحسیر لئحاسة عیہ، فیطل بیعد". الدر المختار (لنجاسة عیہ): آی عین الحسیر آی جمیع أجزاء ۵. (رد المحتار، باب البیع الفاسد: ۵/۱، معید)

(۲) "وأما السدر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما هو مشاہد کأن یكون لإسنان غائب أو مریض فهذا السدر مائل بالإجماع، لوجه. منها أنه نذر مخلوق، والنذر للمخلوق لا یحوز. لأنه عبادة والعادة لا تكون للمخلوق. ومنها. إن ظن أن الميت یتصرف فی الأمور دون الله تعالیٰ، واعتقاده ذلك کفر" (المحذ المرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر ۲/۵۲، رشیدیہ)





جائے تو دریا نقصان نہیں ہو چکا تا (۱)۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ عین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۱۹/۷/۶۴ھ۔

صحیح عبدالمطیف ۲۰/رجب ۱۴۲۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا

سوال [۹۷۴]: ایک صاحب بغرض ثواب یا اپنی مشکلات کے دفع ہونے یا اپنے کسی مقصد کی

برآوری کے لئے پرندوں (چڑیوں) کو دانہ چھنے کے لئے ڈالتے ہیں، چند حضرات اسے بدعت بتاتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چڑیوں کو دانہ ڈالنا اور نیت کرنا کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات دور فرمائے، گناہ نہیں، مگر ضرورت مند انسان صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں، ایک پیاسے کتے کو کسی نے پانی پلا دیا تھا تو اس کی بخشش ہو گئی تھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

دفع بلا کے لئے چیلوں کو گوشت ڈالنا

سوال [۹۷۵]: زیادہ روایا پریشان کن خواب دیکھنے کے بعد بطور صدقہ چیلوں کو گوشت دینا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) یہ منظر اللہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ کما تقدم تحریرہ تحت عنوان: ”جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی حیثیت چڑھانا“ (راجعہ)

(۲) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ۔ ص ۶۹۳۔ قدیمی

(۳) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أن رجلاً رأى كلباً يأكل التمر من العطش، فأخذ الرجل خبزه، فجعل يغرف له به حتى أرواه، فشكر الله له، فادخله الجنة“ (صحيح البخاري، كتاب الوصوء، باب إذا شرب الكلب في الإماء، ۲۹۰۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

رد ہائے مکے صدق کا مستحق انسان ہے، اگر کوئی انسان مستحق صدق نہ ملے تب جانور مستحق ہیں، انسان مستحق کے ہوتے ہوئے چیلوں کو دینا و یا ضائع کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد، الشکوی، حفظہ اللہ عنہ۔

دفع وباء کے لئے تعزیہ کی نذر

سوال (۱۰۷): احقر نماز پنجوقتہ کا پابند ہے، تہجد اور اشراق بھی ادا کرتا ہے، احقر کی بہستی میں بیضہ کی بیماری چل رہی تھی، بہستی کے مسلمانوں نے بیضہ کے دفعیہ کے لئے تعزیہ مانا، اس کے لئے عام بہستی میں چندہ کیا، کبھی لوگ چندہ میں شریک ہوئے، گھر میں اور میرے چندہ رفقہ، چندہ میں شریک نہیں اور جنوں میں شرکت نہیں کی۔ اس بناء پر بہستی کے لوگوں نے احقر اور احقر کے رفقہ سے قطع تعلق کر لیا، اور حقہ پانی بند کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور وہابی شیطان ہیں اور یہ بھی کہا کہ جو نماز زیادہ پڑھتا ہے وہ کافر وہابی شیطان ہوتا ہے۔ اور (حالانکہ) نماز کا تو ایک سجدہ بھی اگر خدا قبول کر لے تو کافی ہے۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ تعزیہ نہ مانائیں اور اس سے مراد ہیں نہ مانائیں اور اس کے جنوں میں شریک نہ ہوں تو کیا وہ واقعی کافر اور شیطان ہیں؟ میرا چندہ میں شرکت نہ کرنا چاہتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے بالکل ٹھیک کیا، ایمان کا تقاضہ یہی ہے، اللہ پاک آپ کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرے، جو چہ وہ لوگ کفریت کرتے اور کہتے ہیں (۱) ان سے ہرگز متاثر نہ ہوں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) "عن ابي درجی اللہ عنہ انه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: لا یرمی وحلی وحلاً سالعسوفی، ولا یرمیہ بالکفر، الا اردت علیہ ان لم یکن صاحبه کذلک۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یجی عن الساب واللعن: ۴، ۹۹۳، فدیہی)

## کتاب العلم

### ما يتعلق بطلب العلم

### (طلب علم کا بیان)

علم ضروری کیا ہے؟

سوال (۹۷۷): جس ملوکہ وصل کرنے کی حدیث شریف میں تاکید فرمائی اس کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس علم کی تعریف یہ لکھی ہے: "والمراد سأل العلم: العلم الشرعی الذی یفید معرفة ما یحب عنی المکلف من أمر دینہ فی عبادتہ و معاملتہ، والعلم بالنہ و صفاتہ و ما یحب لہ من القيام بأمرہ و تنزیہہ عن النقص، و مدار ذلک علی التفسیر والتحدیث والفقہ" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب غفر اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبدالمطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ ۵۶/۱۲/۲۷ھ

کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟

سوال (۹۷۸): زید کہتا ہے کہ علم فقہ اور عربی ہر مسلمان پر فرض مین ہے اور قرآن پاک اور اردو

مسائل کی کتب پڑھنے والا ہم دین سے ناواقف ہے۔ بکر کہتا ہے کہ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم دین یہ ہے

(۱) (فتح الباری، کتاب العلم، باب فضل العلم ۱۳۱۱ رقم الحدیث ۵۹، دار الفکر بیروت)

"قال العلامة فی فصولہ: من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیہ العبد فی إقامة دینہ و إحلاص عملہ للہ تعالیٰ و معاضرة عیادہ، و فرض علی کل مکلف و مکلفة بعد تعلمہ علم الدین و الہدایہ لتعلمہ علم الوظیۃ و العسل" (مقدمة رد المحتار، قبل مطلب فی فرض الکفاۃ اھ ۳۲۱، سعید)

کہ قرآن پاک اور پانچ رکن جو بنیاد اسلام کہلاتے ہیں، ان کے مسائل جاننا ہی فرض میں نہ کہ فاری عربی پڑھنا۔  
الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ہم دین کے سیکھنے کی فریضت پر اتفاق ہو گیا، بحث صرف زبان کی رہ گئی کہ کس زبان میں سیکھے۔  
مدرسے میں شریعت نے کسی خاص زبان کی خصوصیت نہیں رکھی، بلکہ جس زبان سے یہ مقصد حاصل ہو سکے اور  
سہولت سے سمجھو میں آجائے اس میں سیکھ لیا جائے، لیکن نماز میں قرآن کریم کو عربی ہی میں پڑھنا چاہئے، یہ نہیں  
کہ اردو میں ترجمہ پڑھ لے۔ اور اس قدر قرآن کریم حفظ کرنا فرض عین ہے جس کے بغیر نماز درست  
نہیں ہوتی (۱) اور بغیر عربی پڑھے قرآن اور حدیث شریف کا پورا اکتشاف بھی نہیں ہوتا، حدیث شریف میں عربی  
زبان کی لطیفیت بھی وارد ہے، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل جنت کی زبان بھی عربی  
ہے (۲)۔ فقیہ ابوالیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان العارفین میں ایک مستقل باب اس امر کے لئے منعقد  
کیا ہے (۳) لہذا عربی نہ سیکھنا ایک بڑی نعمت سے محرومی ہے۔ حفظ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود سنوئی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیو، ۱۸/ شوال/ ۱۴۰۶ھ۔  
صحیح عبداللطیف، الجواب صحیح سعید احمد مغرلہ مدرسہ مظاہر علوم بہار نیو۔

(۱) "عن أسیر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة  
على كل مسلم". الح وقال الملا علي الفارسی رحمه الله تعالى: "طلب العلم" أى الشرعى (فريضة).  
أى معروض فرض عين (على كل مسلم) قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه  
كمعرفة الصانع والعلم بوحديته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة، فإن تعلمه فرض عين" (مرقاۃ  
المفاتیح ۱/ ۷۷، کتاب العلم، وتبديہ)

(کذا فی فتح الباری ۱/ ۱۰۱، کتاب العلم، دار الفکر، بیروت)

(وگذا فی رد المحتار: ۳۴۱، مطلب فرض العین افضل من فرض الکفاية، سعید)

(۲) قوله عليه الصلاة والسلام "أحوا العرب ثلاث: لاسى عربى، والقرآن عربى، وكلام أهل  
الحجة عربى" (المستدرک للحاکم ۸۷، فصل کافة العرب، دار الفکر بیروت)

(ومجمع الزوائد ۵۴/ ۱۰، باب ما جاء فی فضل العرب، دار الفکر بیروت)

(ومض الفیہ ۱۰/ ۳۳۹، وقہ الحدیث: ۲۲۵، مکتبہ نوار مصطفی الباز مکة المكرمة)

علم باطن کیا ہے؟

سوال [۹۷۹]: ہم باطن کیا ہے اور علم باطن کیا ہے نمازی کو بھی ہو سکتا ہے؟

علم باطن جب ہی نافع ہے جب کہ ظاہر شریعت پر بھی عمل ہو، جو شخص فرض نماز کو ترک کرتا ہے اس کو علم باطن سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۲/۸۸ھ۔

کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟

سوال [۹۸۰]: کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟ اور کیا کثرت عبادت سے کرامت اور تحصیل علم شریعت سے کامل ہدایت جاری ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبادات ناقلہ کی کثرت موجب رفع درجات ہے، تحصیل علم شریعت میں جدوجہد کی کثرت کا فائدہ متعدد ہے جو کراہی ہے، اخلاص بہر حال ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۱ھ۔

= (۱) وکذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع ۶/۴۱۹، معبد

(۳) (کتاب المسائل لأسی اللیث السمرقندی، ص: ۶۹، الباب السادس والعشرون، باب تفصیل لسان العربیة علی غیرہا، مطبع فاروقی دہلی)

(۱) "فمن اعتقد فی بعض السبلہ أو المولعین مع تروکہ لمناہیة الرسول فی أقوالہ وأفعالہ وأحوالہ" — "أنہ من أولیاء اللہ" فهو ضالّ مبتدع، محطی فی اعتقادہ: ولا ینال: بمکن أن یکون هذا

منعاً فی الباطن وإن کان تارکاً للإلتیاع فی الظاهر، فإن هذا خطأ أيضاً، بل الواجب مناهیة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاهراً وباطناً الخ" (مہذب شرح العقیدة الطحاویة، تحت قول الماتن: ولا تصدق من

بدعی شياً بخالف الكتاب والسنة، ص: ۳۲۳، ۳۲۶، مکتبہ الغراء الجامعة المستنریة، کراچی)

(۲) "طلب العلم والعقہ إذا صحت النیة أفضل من جمیع أعمال البر، وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا =

والدین کا علم دین حاصل کرنے سے روکنا

سوال [۹۸۱]: زید تحصیل علوم دینیات کر رہا ہے اور اس کا رجحان دیوبندی کی طرف ہے اور اس کے باپ اور عزیز واقارب اس کو روکتے ہیں، ایسی حالات میں اگر زید اپنے باپ اور عزیز قریب کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو یہ نفل زید کا بہتر ہے یا نہیں؟ فقط والسلام راقم: راہ حق کا ایک طالب علم ایک مسلمان، مورخہ ۵/نومبر/۱۹۳۶ء۔

الجواب حامداً و مصلياً:

بقدر ضرورت تو تحصیل علم ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے (۱) اگر والدین اس سے روکتے ہیں تب

= صحت النية؛ لانه اعم نفعاً، لكن بشرط أن لا يدخل النقصان في فرائضه. (الفتاویٰ البرازية: ۳۷۸/۶، کتاب الاستحسان، نوع، وشیدہ)

"وقال ابن وهب: "كنت عند مالك بن أنس فحادث صلاة الظهر أو العصر، وأنا أقراء عليه، وأنظر في العلم بين يديه، فجمعت كتي. وقمت لأر كع، فقال لي مالك. ما هذا؟ قلت: أقوم للصلاة، قال: إن هذا لعب. فما الذي قمت إليه بأفضل من الذي كنت فيه إذا صحت النية" (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ۱/۱۲۴، رقم: ۱۱۶)

و قال الشافعي: "طلب العلم أفضل من الصلاة الداعلة". (جامع بيان العلم وفضله: ۱/۴۳، رقم: ۱۱۸)

"وروي عنه بلفظ آخر: "ليس بعد أداء الفرائض شيء أفضل من طلب العلم، قيل له ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال "و لا الجهاد في سبيل الله". (تعليقات جامع بيان العلم وفضله: ۱/۱۲۳)

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (مسئ ابن ماجة، ص: ۲۰، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، مير محمد کتب خانہ کراچی)

قال اس عابدی: "قال العلامی فی فصوله من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عاده، وفرض على كل مكلف ومكلف بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل". (رد المحتار: ۱/۴۴۱، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين، سعيد)

(و فتح الباری، کتاب العلم، باب فضل العلم ۱/۱۴۱ رقم: ۵۹، دار الفکر بیروت)

تو والدین کی اطاعت زید کے ذمہ واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (۱) اور تخریج علوم میں فرض کفایہ ہے، اس سے اگر روکتے ہیں تو زید کو ان کی اطاعت ضروری ہے اور ہستی میں ایک عالم ہونا بھی لازم ہے، اگر کوئی اور عالم وہاں موجود ہے تب بھی زید کے ذمہ تکمیل ضروری نہیں، اگر اور عالم نہیں صرف زید ہی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور والدین زید کی خدمت وغیرہ کے اس قدر محتاج نہیں کہ بلا زید کے گزر و شمار ہو۔ نیز زید اس قدر کم عمر اور نا سمجھ نہیں کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو زید والدین کی حکم کی تعمیل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔ اور اگر اس وجہ سے روکتے ہیں کہ زید فرقہ پریلو سے نکل کر فرقہ دیوبندیہ میں چلے گا تو یہ ان کی سخت غلطی ہے، اس سے ان کو خود ہی رکنا چاہئے اور اس تعمیل حکم نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا بلکہ ناجور ہوگا، کیونکہ رام حق معلوم کرے گا، خود گمراہی سے بچے گا اور کیا عجب ہے کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں اور اس کے والدین و اعزاء کو بھی گمراہی سے بچالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یکم/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، یکم/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا

سوال [۹۸۲]: مسمی محمد مکرم علم دین حاصل کرنے کے لئے پردیس میں چلا ہے اور اس کے

والدین چاہتے ہیں کہ محمد مکرم، ہم کو چھوڑ کر پردیس میں نہ رہے، بلکہ وہ ہمارے پاس رہ کر کچھ کمانے کی کوشش کرے تاکہ ہم لوگ آخری وقت میں سہولت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں، لیکن محمد مکرم بالکل نہیں چاہتا ہے کہ وہ حصول علم کو چھوڑ کر دنیاوی کام میں لگ کر اپنی زندگی برباد کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ صرف اس کے والدین نہیں ساری دنیا باریش اور سب ان سے جدائی حاصل کر لیں جب بھی وہ حصول علم دین میں ذرا سستی نہیں کرتا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ محمد دین حاصل کرنا والدین کے حکم کی نافرمانی کر کے کیسا ہے جائز ہے کہ ناجائز؟

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك و تعالى". (مسند

الإمام أحمد ۶۷: ۱، رقم الحديث ۲۰۱۳۸، دار إحياء التراث العربی، بیروت)



الجواب حامداً ومصلیاً :

بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے، لیکن تکمیل نصاب فرض عین نہیں ہے (۱)۔ اگر والدین حاجت مند ہیں، مگر انہیں سکے تو ان کی خدمت حسب وسعت لڑکے پر لازم ہے، مکان پر رہ کر آہستہ آہستہ کچھ علم بھی حاصل کرتا رہے اور ان کی خدمت بھی کرتا رہے، ان کو ناراض نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد المودع فرید الدار العلوم دیوبند، ۶/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۹۰ھ۔

”علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین“ کی تشریح

سوال [۹۸۲]: علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تعریف کیا ہے؟ دنیا میں اللہ پاک کی ذات کے بارے میں علم الیقین کے بعد عین الیقین ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟ بہر حال یہ تینوں یقین سب کب ہوں گے؟ کہاں کہاں ہوں گے؟ اور کس کس کے لئے ہوں گے؟ مہربانی فرما کر ذرا تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھیں، دلائل بھی لکھیں اور حوالہ بھی دیں۔ ایک بدعتی پیر کے ساتھ بحث ہے، اس نے لوگوں کی نماز بند کر دی ہے کہ جب تم کو عین الیقین حاصل نہیں ہے تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ ۳۹/ شعبان کا دن ہے، اس

(۱) ”واعلم ان تعلم العلم بكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه، وفرض كفاية وهو ما زاد عليه

لفتح غيره“ (الدر المختار: ۴۳/۱، المقدمة، سعيد)

”وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“۔ (سنن اس

ماجد، ص: ۲۰، باب فضائل العلم، مير محمد)

(وكد في مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، باب فضل العلم، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ”وله الخروج لطلب العلم الشرعي فلا بد من والديه“ قال اس

عائدين: ”وفي الحاشية ولو أراد الخروج إلى الحج وكره ذلك، قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته فلا

سأس. وإلا فلا يسعه الخروج لأن مراعاة حقهما فرض عين“۔ (الدر المختار مع رد المحتار .

كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶، ۳۰۸، سعيد)

لئے جدارسائل فرمائیں، اگر کسی کتاب میں اس کی تفصیل ہو تو وی پی کر دیں، میں چھڑوا لوں گا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مفسر کسی علم کی بناء پر یقین ہو مثلاً: کسی معتقد علیہ سے سننا "اندر محرقہ" یقین کر لیا کہ آگ جلانے والی ہے (۱)، پھر اس نے دیکھا کہ کاغذ آگ میں ڈالا تھا جل گیا، یہ عین یقین ہو گیا (۲)، پھر اپنا ہاتھ آگ میں داخل کر دیا وہ جل گیا، جس کا اثر بغیر کسی کے ہٹائے ہوئے خود محسوس ہوا یہ حق یقین ہو گیا (۳)۔

اس دنیا میں ذات باری تعالیٰ کی رویت آنکھوں سے نہیں ہوتی ﴿لَا تَدْرُكُهُ الْبُصَارُ﴾ (۱) (۴)، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی: ﴿رَبِّ ارْزُقْنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ﴾ (۵)، جواب میں ارشاد ہوا: ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (۶)۔ نیز حدیث جبریل میں احسانِ کور یافتہ کرنے پر فرمایا گیا ہے: "أَنْ نَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا نُرَاهُ" (۷) "سکھان" حرف تشبیہ ہے، کیونکہ دنیا میں حقیقی رویت نہیں ہوتی اور عند اللہ تعالیٰ مطلوب بھی نہیں، ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تفصیل مذکور ہے، صوفیائے کرام نے جو مقامات لکھے ہیں بندہ ان سے واقف نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

(۱) قال ابن حجر الهيتمي المكي: "علم اليقين، وهو ما ينشأ عن النظر والاستدلال". (الفتاوى

الحديثية، ص: ۴۰۵، مطلب في الفرق بين اليقين، قديمي)

(۲) "و عين اليقين، وهو ما يكون من طريق الكشف والنوال". (الفتاوى الحديثية، المصدر السابق)

(۳) "و حق اليقين، وهو مشاهدة الغيب مشاهدة العيان، كما يشاهد الرائي". (الفتاوى الحديثية،

المصدر السابق)

(۴) (الأنعام ۱۰۳)

(۵) (الأعراف ۱۳۳)

(۶) (الأعراف ۱۴۳)

(۷) (صحيح البخاري: ۱/۱، كتاب الإيمان، قديمي)

کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟

سوال [۹۸۴]: عقلی دلائل کو دخل ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً و مصلياً :

عقل صحیح شرعی احکام کے حکم و مصالح کو پہچانتی ہے اور اوامر و نواہی کے حسن و قبح یعنی، مورات کے حسن و اور منہیات کے قبح کو جانتی ہے، جیسا کہ شرح تحریر میں موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تعلیم کا مقصد

سوال [۹۸۵]: بچہ کو کس واسطے پڑھایا جاتا ہے اور قرآن شریف کس مقصد کے لئے نازل ہوا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ حق اور ناحق کو سمجھے اور جان لے کہ اس دنیا میں اس کی ذمہ داری کیا ہے جس کے پورا کرنے سے آخرت میں راحت ملے گی اور پورا نہ کرنے سے سخت تکلیف ہوگی (۲)۔ اس مقصد کے لئے

(۱) "العقل نور لمی القلب يعرف به الحق والباطل .. اعلم أن العقل الذي هو مناط التكليف الشرعية المصنف أهل الشرع والطاهر أن العقل صفة غزيرة يلزمها العلم بالصوريات عند سلامة الآلات، وهي الحواس الطاهرة والباطنة". (فوائد الفقه ص: ۳۸۵، العقل، الصدق پبلشرز)  
(کذا فی شرح العقائد النسفیة ص: ۲۰، مسح المساب العلم، قدیمی.)

"و قال بعض المحققين: العلم أفضل باعتبار أنه أقرب إلى الإفضاء إلى معرفة الله و صفاته، والعقل أفضل باعتبار أنه منبع للعلم و أصل، و حاصله أن فضيلة العلم بالذات و فضيلة العقل بالوسيلة إلى العلم". (الفتاویٰ الحدیثیة، ص: ۲۳۱، قدیمی)

(۲) قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (سورة العاطر: ۲۸)

قال الحافظ ابن کثیر رحمه الله تعالیٰ "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال " العالم سأل الحسن من عباده من لم يتحرك به شيئاً، وأحل حلاله و حرم حرامه، و حفظ وصيته، وأقبل انه صافيه، و محاسب بعمله. و قال الحسن البصري - العالم من خشي الرحمن بالغيب، و رغب فيما رغب الله فيه، و رهد فيما سخط الله فيه " (تفسير ابن کثیر، ۳/ ۷۳۰، مکتبه دار السلام، ریاض)

قرآن کریم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ابتداءً اس کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ اس کے الفاظ سے قلب میں نور پیدا ہو اور اس کی برکت سے آئندہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۱۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لیکر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا

سوال [۹۸۱]: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں کوڑا ہاتھ میں لیکر گشت کرتے تھے اور تجارت زراعت کے مسائل بیان کرتے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جی ہاں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی بہت اشاعت فرمائی ہے (۲)۔ اللہ پاک ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

(۱) قال الإمام شاه ولي الله المحدث الدهلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ومنها تلاوة القرآن واستماع المسوا عظم، فمن ألقى السمع إلى ذلك، وفي القرآن تطهير للنفس عن الهيات السفلية، وهو قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لكل شيء مصفلة ومصفلة القلب تلاوة القرآن". (رحمة الله المألغة ۱/۲۲۳، قدہبی)

(و) كذا في فتح الباری : ۹/۹۲، كتاب فضائل القرآن، دار الفکر بیروت

(۲) "عن سعيد بن المسيب قال مر عمر بن الخطاب على حاطب بن أبي لنتعة رضى الله تعالى عنه، و هو يبيع زيباً له في السوق، فقال له عمر "إما أن تزيد في السعر، وإما أن ترفع من سوقنا".

"وعن القاسم بن محمد أن عمر رضى الله تعالى عنه مر بحاطب يسوق المصلى و بين يديه عرا تان فيهما زبيب، فسأله عن سعرهما، فسعر مئتين بكل درهم، فقال له عمر. "قد حدثت بعير مقلبة من اللطائف تحمل زيباً، وهم يعثرون بسعرك. فإما أن ترفع في السعر، وإما أن تدخل زيبك البيت فتبيعه كيف شئت"، فلما رجع عمر حاسب نفسه، ثم أتى حاطباً في داره، فقال له: إن الذي قلته ليس بعزامة ولا قضاء، و إنما هو شيء أردت به الخير لأهل البيت. فحيث شئت فبع، و كيف شئت فبع. (كثير العمال ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، كتاب البيع من قسم الأفعال، باب في الاحتكار والتسمير، مكتبة التراث الإسلامي)

## اجماع کی حیثیت

سوال [۹۱۷]: اجماع کے تحت ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے ثابت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"إجماع الصحابة حجة بلا خلاف اهـ"، إرشاد الفحول، ص. ۷۲ (۱)، آیت قرآنیہ ﴿وَكُنْتُمْ أَشْذَىٰ مِنْ أَغْصَانٍ﴾ سے بھی تحت اجماع پر استدلال کیا گیا ہے، کذا فی تحکام القرآن لفحصا ص: ۱/۱۰۶ (۲)۔ متعدد احادیث بیان کی گئی ہیں:

"لن تجمع أمتی على صلاة"۔ لا تجمع أمتی على ضلالة، وبالله على الجماعة، ومن شد شد في النار" (۳)۔ "من فارق الجماعة شراً، فقد خلع رقة الإسلام من عنقه" (۴)۔ وغير ذلك من الرويات والآيات۔ فقط والله اعلم۔

حررہ العبد المذنب لہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ القام الدین عفی عنہ۔

(۱) (إرشاد الفحول، المقصد الثالث في الإجماع، الحث السابع، ص: ۱۳۸، مصطفى أحمد البنا مكة المكرمة)

(۲) "ولم يزل هذه الآية دلالة على صحة إجماع الأمة من وجهين: أحدهما: وصفه إياها بالعادلة، وأنه خيار، وذلك يقتضي تصديقها والحكم بصحة قولها، وما في لإجماعها على الصلوات، والوجد الآخر قوله: (لتكونوا شهداء على الناس) بمعنى الحجة عليهم الخ"۔ (أحكام القرآن، باب القول في صحة الإجماع: ۱/۸۸، دار الكتب العربي، بيروت)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله لا يجمع أمتي أو قال - "أمة محمد" - على الضلالة، وبالله على الجماعة. ومن شد شد في النار"، رواه الترمذي "وعنه قال. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "البعوا السواد الأعظم، فإنه من شد شد في النار"۔ رواه ابن ماجه"۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص ۳۰ قدیمی)

(۴) (المنكوة، المصلح السابق، ص ۳۱)

## فقہی جزئیات کا مقام مکثیث اولہ

سوال [۹۸۸]: کتب اصول فقہ میں اولہ شرعیہ چار بتلائے ہیں:

۱ کتاب اللہ۔ ۲ حدیث رسول اللہ۔ ۳ اجماع امت۔ ۴ قیاس مجتہد۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ عملیہ کس دلیل شرعی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان مسائل کو قرآنی درجہ دیا جائے، یا حدیث نبوی کے درجہ میں رکھا جائے، یا اجماعی کہا جائے، یا قیاسی سمجھا جائے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اولہ شرعیہ کی ایک حیثیت نہیں اسی طرح ان سے ثابت شدہ مسائل کی بھی ایک حیثیت نہیں، پھر لحوق ثبوت میں بھی بہت تفاوت ہے، اس لئے ان اولہ کی تقسیمات متعددہ کر کے ہر تقسیم کے اقسام اور ان کے احکام کی تفصیلات کو اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض مسائل فقہیہ درجہ قرآن کریم میں ہیں، بعض درجہ حدیث شریف میں ہیں، بعض درجہ اجماع میں، بعض درجہ قیاس میں۔

## نصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات

سوال [۹۸۹]: ۱۔ قواعد شرعیہ اسلامیہ جو نصوص قطعیہ کی دعوت سے مسلمانوں پر رکھے گئے ہیں وہ

کسی وقت بھی قابلِ تحقیر و تبدل ہیں یا نہیں؟

۲۔ وہ امر جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہو، اس میں علماء میں سے کسی فرد کو ترمیم یا تنسیخ کر دینے کا شرعاً

حق یہ نہ تھا ہے یا نہیں؟

۳۔ قرآن کریم قانونِ اسلامی ہے یا نہیں؟ اگر قانونِ اسلامی ہے تو یہ قانون الی یوم القیامۃ قائم

رہے گا حق کامل رکھتا ہے یا نہیں؟

۴۔ قرآن کریم میں جس قدر احکامات عبارتہ انص یا بادارۃ انص ثابت ہیں ان کی حمایت نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے تو لایا فعلاً فرمائی ہے یا نہیں؟

۵۔ قرآن کی تفسیر واقعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی علمی و عملی و قولی ہے یا نہیں؟

۶۔ قرآن وحدیث دونوں نے مل کر جو راہِ عمل بتلائی، مسلمانوں کو الی یوم القیامۃ عمل کرنے کے لئے

کامل ہے یا ناقص؟

۷۔ اگر کامل ہے تو موجودہ زمانے کا مسلمان اپنی ذاتی اغراض یا کسی اور مصلحت کی بنا پر اس میں اپنی مرضی سے تغیر تبدیل کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

۸۔ کیا قرآن وحدیث میں اپنی تفسیرات مشہورہ اور اپنی اپنی تحقیقات مثبولہ اور فقیہ مسلمانوں کا قابل عمل اور حوادث زمانہ سے بے خوف بنادینے والا قانون ہے یا نہیں؟

سائل علی حسن، مدرسہ جامعہ عربیہ نور الاسلام، شاہ پیر دروازہ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریر کردہ جملہ امور اہل علم حضرات کے لئے بدیہی ہیں۔ تعارض اول کی وجہ سے یا رائج و مرجوح کے عدم تعین کی بناء پر کوئی غلطیاں ہو تو واضح بھی کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۹۲ھ۔

مسائل فقہیہ میں تعارض کے وقت ترجیح کا طریقہ

سوال [۹۹۰]: جب فقہی مسائل میں تعارض ہو تو ان میں صورتے تطبیق کیا ہے؟ اور جب شیخین و طرفین و صاحبین میں اختلاف ہو تو فتویٰ کس کے قول پر دیا جائے، حالانکہ رد المحتار ۱/۵۳ میں لکھا ہے:

"المقرر عندنا أنه لا يفتى ولا يعمل إلا بقول الإمام الأعظم، ولا يعدل عنه إلى قولهما، أو قول أحدهما إلا بضرورة كمسئلة المزارعة" (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم المفتی میں اصول تطبیق و ترجیح کو بیان کیا ہے۔

وههنا صواب محسوسه غدت ندى أهل النهي منيرة

فيس كل أسواق العبادات رُجَح قول الإمام مطلقاً ماله تصح

عنه رواية بها الغير أخذ  
كل نوع بالثقة، تعني  
وفي مسائل دوى الأرحام قد  
ورجحوا استحسانهم على القياس  
وضاهر المروى ليس يُعَدَّل  
لا يسمى المُعَدَّلُ عن رواية  
كل قول بنفسى الكمرا  
وكل ما رجع عنه المحتج  
وكل قول فى المتن أثبتا  
فخرجت عنى الشروح والنشروح  
مالم يكن سواء لفظاً صحيحاً  
مثل يقيم لمن تمر ايض  
قول أسي يوسف فيه بشفى  
أفتوا بما بقوله محمد  
إلا مسائل وما فيها التباس  
عنه إلى خلافه إذ يُنقل  
إذا أتى برفقها رواية  
عن مسلم ولو ضعيفاً أخرى  
صار كمنسوخ فغيره اعتمد  
فذلك ترجيح له ضمناً أتى  
على الفتاوى القدم من ذات رجوع  
فالأرجح للذى به قد صرحا  
(رسم المفتى: ۴۳) (۱)

رد المحتار کی عبارت منقولہ فی السؤال کے پس و پیش میں بھی ان ضوابطِ عمرہ کی شرح موجود ہے، ان کے علاوہ اور بھی ضوابط ہیں جن پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے خوب بسط سے کلام کیا ہے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذیقعدہ/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذیقعدہ/۶۳ھ۔

مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوگی؟

سوال (۹۹۱): ساری مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوگی؟



## الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں اس سے اپنا مطلب حل کر لیں:

"رعته: أى عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي، فقال: "خلق الله التربة يوم السبت، وخلق فيها الجآن يوم الأحد، وخلق الشجر يوم الإثنين، وخلق المكروه يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وحلّل آدم بعد العصر من يوم الجمعة في آخر الخلق وآخر ساعة من النهار فيها بين العصر إلى الليل". رواء مسند (۱) مشكوة شريف، ص: ۵۱۰ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حرره العبد محمد غفر له دار العلوم دبیو بند، ۱۶/۷/۹۵ھ۔

## مسائل کے لئے استخارہ

سوال [۹۹۲]: کسی بدعتی سے کہا جائے کہ بھاؤ کرنا بدعت ہے تمہارا جی چاہے نماز استخارہ پڑھو، جائز ہے؟

## الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائل کے جائز و ناجائز ہونے کا دار و مدار دلائل شرعیہ پر ہے (۳) استخارہ پر نہیں، استخارہ ایسی چیز دیکھنے کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حرره العبد محمد غفر له دار العلوم دبیو بند، ۱۶/۷/۹۵ھ۔

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب صفة الملقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار: ۳۷۰/۲، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم السلام، ص ۵۱۰، قديمي)

(۳) (أيضاً مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله تعالى، مسند أبی هريرة حرصى الله تعالى عنه۔

۲/۶۴۷، إحياء التراث العربی، بیروت)

(۴) "فموضوعه على المختار الأدلة والأحكام جميعاً، الأول من حيث أنه مثبت، والثاني من حيث أنه

مُثبت - (اعلم أن أصول الشرع ثلاثة) والأصول جمع أصل - والمراد بها ههنا الأدلة والشرع

إن كان بمعنى المشروع فالإلام فيه للجنس: أى أدلة الأحكام المشروعة الكتاب

والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس - (نور الأنوار: ۵، ۴، سعيد)

نہ جاننے والے قاضی کو لاعلم کہنا

سوال [۹۹۳]: کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں

ہے، جرم ہے؟

۲۔ ... اگر ایسا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے،

اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

ایضاً

سوال [۹۹۴]: ۳۔ ... اگر جماعت کا صدر انگریزی واں وکیل ہے اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو

اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا

جماعت اور صدر جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے،

جرم نہیں، جیسے کوئی قانون دان وکیل کسی ناواقف کو کہہ دے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم

نہیں (۱)۔

۲۔ جو شخص شریعت سے واقف نہیں اس کو لازم ہے کہ واقف شریعت سے علم شریعت حاصل کرے

(۱) "وفی هذا الحديث فوائد السابعة: جواز تحدث المرء بما فيه من فضل بحسب الحاجة

لذلك عند الأمن من المآهات والتعاطف". (فتح الباری، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "انا

اعلمکم باللہ الخ" ۹۸/۱، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (عالمگیری کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات ۵، ۳۷۷، وشیدیہ)

"فی الحديث "اللهم اهد قومی، فابہم لا یعلمون" (الدر المنثور ۲، ۴۹۸، بیروت طبع حدید)

(وایضاً فی المتکون، کتاب الرفاق، باب التوکل والصبر، ص ۳۵۳، قدیمی)

اور اس کی نگرانی میں کام کرے (۱)۔

۳ اس مشورہ دینے میں توہین نہیں البتہ ناواقف شریعت کو شرعی جماعت کا صدر بنانے میں جبکہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو جماعت کی توہین ہے، کیا ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

عالم دین کو کوتاہی پر ٹوکنا

سوال (۹۹۵): ایک عالم دین کی اگر فرافض و شرائط وضو میں اور شرائط نماز و فرافض نماز میں اگر عملاً کوتاہیاں ہوں تو بحیثیت عالم دین ہونے کے نہیں ٹوکنا چاہیے، چونکہ وہ سب سے زیادہ جانتے والا ہے یا خلاف شرع امور میں "خطائے ہزرگان گھرفتن خطا است" کا مصداق ہونے کا خطرہ تو نہیں ہوگا؟ جیسا کہ پارہ نمبر ۲۴، سورہ مؤمن کے رکوع ۱۰ کے حاشیہ پر بحثی نے ایک حدیث کی امام نووی رحمہ اللہ کی شرح لکھی ہے کہ کسی حق بات کے معلوم کرنے کی نیت سے یا صحیح مسئلہ دریافت ہو جانے کی غرض سے اختلاف ہو تو جائز ہے، شریعت میں مخالفت نہیں۔ اس میں کون سی بات درست ہے؟

(۱) "طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة"

"طلب العلم فريضة تقدر الشرائع وما يحتاج إليه لأمر لاهد منه من أحكام الوضوء والصلاة وسائر الشرائع، ولأمر معاشه. وما وراء ذلك ليس بعرض، فإن تعلمها فهو أفضل، وإن تركها فلا إثم عليه". (الفتاوى العالمگیریة، كتاب الکراهیة، باب المنقرقات: ۵/۷۷، ۳، وشدیدہ)

(و کذا فی کتاب الحظر والاباحہ، باب التعلیم، ص ۱۷)

(۲) "إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة"

(صحيح البخاری، کتاب العلم باب من سئل علماً وهو مشغول فی حديثه: ۱۳/۱، قدیمی)

"قال المحافظ: "وسناسبة هذا المتن لكتاب العلم أن إسد الأمر إلى غير أهله إنما يكون عند

غلبة الجهل ورفع العلم". (فتح الباری: ۱۹۰/۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بات کسی عالم دین کی اپنی معلومات کے خلاف نظر آئے جس سے شبہ پیدا ہو کہ یہ عالم صاحب خلطی پر ہیں یا اپنے خلط علم ہے، اس کے متعلق ان عالم صاحب سے دریافت کر لیا جائے کہ زید نے یہ مسئلہ بتایا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط، اس طرح اصل مسئلہ کی تحقیق بھی ہو جائے گی اور ان عالم صاحب پر اعتراض بھی نہ ہوگا۔ اگر وہ خلطی پر ہوں گے تو ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۶/۱۴۰۶ھ۔

جس چیز کے کئی رکن ہوں تو کیا ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال [۹۹۱]: کیا شریعت کا کوئی ایسا عمل یا فعل یا عبادت ہے کہ اگر اس کے چند فرائض میں سے صرف ایک فرض ادا کر لیا جائے تو وہ عمل یا فعل یا عبادت عند الشریعت مکمل ہو جائے گی؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فعل یا عبادت چند فرائض سے مرکب ہو تو اس کی ادائیگی ان تمام فرائض پر موقوف ہوگی، بعض فرائض ادا کر لینے سے اس فعل یا عبادت کی حقیقت شرعیہ وجود میں نہ آئے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۴۰۱ھ۔

انسان میں عناصر اربعہ

سوال [۹۹۲]: آدم علیہ السلام وندہ تعالیٰ نے عناصر اربعہ سے پیدا فرمایا ہے اور ہر عنصر کی کئی قسمیں ہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

خلقت آدم علیہ السلام میں عناصر اربعہ ہیں، ہر عنصر کی کئی اقسام ہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

(۱) "اعلم أن الفرض ما ثبت دليل قطعي لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علماً

أي لزوم اعتقاد حقیقیہ وعملاً بالدين". (رد المحتار، کتاب الاضحیہ: ۳۱۳/۶، سعید)

"الركن اصطلاحاً ما يقوم به ذلك الشيء من النجوم؛ إذ قوم الشيء بركنه" (قواعد الفقه،

المعربات الفقهية ص ۳۰۹، الصدق)

تفصیل کے لئے دیکھئے، (القاموس الفقہی حرف التاء، ص ۲۸۲، إدارة القرآن)

## قبلہ و کعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم

سوال [۹۵۸]: متعلقہ خطابات جیسے: ۱۔ قبلہ و کعبہ، ۲۔ قبلہ عالم، ۳۔ حکیم الامت، ۴۔ حکیم

الاسلام، ۵۔ کعبہ و وجہاں، ۶۔ قبلہ کوئین، افلاک دارین، ۷۔ قبلہ مقصود حیات، ۸۔ اعلیٰ حضرت، یہ جتنا یہ خط و کتابت میں

تحریر کرنا یا پتھر پر کندہ کروین مثلاً بزرگوں کی خاص کر ان بڑوں کے مزار پر ان کی یادگار کے لئے جو چاہئے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے بڑوں کی خاص کر ان بڑوں کی جن سے فیض پہنچا ہو تعریف فطری اور احسان شناسی

ہے جو کہ موجب خیر و ترقی ہے، لیکن حد سے بڑھانا اور غلط تعریف کرنا منع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے متعلق بھی تعریف میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے (۱)۔ (۱) جس (۲، ۳، ۶، ۷، ۸) والے القاب سے احتراز

کیا جائے، ان کی زندگی میں بھی، بعد الوفاً بھی، زبان میں بھی تحریر میں بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اسم۔

حرر العبد المذنب محمد رفیع الدار الغنوم دہلی ہند۔

### (علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

فرض، واجب وغیرہ کی تعریف

سوال [۹۵۹]: فرض، واجب، سنت، مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی،

بدعت کی تعریف بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو (۲)۔ واجب جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی

(۱) "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تفصلونی علی الانبیاء" (ابن کثیر، سورۃ البقرۃ ۱-۳۰ سہیل)

(۲) (وتمنعنا فی مسئلہ احمد ابن حنبل عن انسی ہویۃ ۵۱۹۴، دارالاحیاء التراث)

(۳) (وصحیح البخاری، کتاب الحصوصات، باب ما یذکر فی الأشخاص - ۳۲۳۱، قدیمی)

(۴) "قال الفرص اعمہ مہما (ای من الشرط والركن) و هو ما قطع بلوہ" (الدر المختار، کتاب الصلوۃ،

از کتاب الوصوۃ ۱۰، ۹۳، سعید)

سے ثابت ہو (۱)۔ سبب مؤکدہ، جس پر موانعت ثابت ہو (۲)۔ مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو (۳)۔ مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو (۴)۔ بدعت: جو

”و هو معنى قولهم ما لزم فعله بدليل قطعي“۔ (البحر الرائق، کتاب الطہارۃ: ۲۴۱، رشیدیہ)  
و کذا فی مسحة الحائض علی البحر الرائق: ۲۴۱، رشیدیہ

”قریصۃ: وہی ما لا یحتمل زیادۃ و لا نقصان، ثبت بدلیل لا شبہۃ فیہ“ (نور الأنوار، ص ۱۶۶، سعید)  
(۱) ”واحد و هو ما ثبت بدلیل فیہ شبہۃ“۔ (قمر الأقمار حاشیۃ نور الأنوار، ص ۱۶۶، سعید)  
”أما الحنفية فيقولون والواجب، فهو ما ثبت بدليل ظني فیہ شبہۃ“۔ (أصول الفقه الإسلامي: ۴۷۱، رشیدیہ)

(۲) ”واللهی ظهر لتعبد الضعیف أن السنة ما واطب علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لكن إن كانت لا مع الترك، فهي دليل السنة المؤكدة، وإن كانت مع الترك أحياناً، فهي دليل غير المؤكدة“۔ (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوصول: ۱۰۵، سعید)

”و قال.. سنة الهدى هي التي واطب عليها النبي صلي الله تعالى عليه وسلم بعداً أو ابتغاء مرضات الله تعالى مع الترك مرة أو مرتين فلا عذر، أو لم يترك أصلاً ولكنه لم ينكر على التارك“  
(قمر الأقمار حاشیۃ نور الأنوار، ص ۱۶۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ المکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الہدیۃ، کتاب الطہارۃ: ۱۷۱، مکتبہ شرکت علمبیہ)  
(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الطہارۃ ۳۱۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ”وهی البحر فی مکروہات الصلوۃ“۔ ”المکروہ فی هذا الباب نوعان أحدهما ما کره نحرهما و ذکر أنه فی رتبة الواجب، لا یثبت إلا ما ثبت به الواجب یعنی بالنظر التوت“۔ (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوصول: ۱۳۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکره فیہا: ۳۳۲، رشیدیہ)  
”المکروہ تحریماً، و هو ما طلب الشارع تركه علی وجه التحتم والإلزام بدليل ظني“ (أصول الفقه الإسلامي ۸۵۱، رشیدیہ)

(۴) ”المکروہ تنزیہاً و هو ما کان ترکہ أولى من فعلہ، و یرادف خلاف الأولى“۔ (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، أركان الوصول: ۱۳۱، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب ما یکره فی الصلوۃ و ما یکره فیہا: ۳۳۲، رشیدیہ)  
”المکروہ تنزیہاً و هو ما طلب الشارع تركه لا علی وجه التحتم والإلزام“ (أصول الفقه الإسلامي ۹۶۱، رشیدیہ)

چیزیں دین نہ ہوں کہ دین مجھے (۱)۔ تفصیل کتب اصول میں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

فتہاء کے یہاں ”درست نہیں“ اور ”مکروہ تحریمی“ کا مطلب

سوال ۱۰۰۰: فتہاء جب لفظ ”درست نہیں“ بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور مکروہ

تحریمی پر نزہت یا ناچائز؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں (۲)۔ مکروہ تحریمی ناچائز ہی ہے یعنی ایسا کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی کرے تب یہی کہہ جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی، پھر بعض صورتوں میں فرض ادا ہونے کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۴ھ۔

(۱) ”بدعة“ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا معاندة بل بنوع شبهة“ (الدر المختار) و قال ابن عابدین: ”تعريف الشمسي لها بأنها ما أحدث علي خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال أو نوع شبهة واستحسان، و جعل ديناً فريباً و عراضاً مستقياً“ (رد المختار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۱، وشيخه)

(۲) في الدر: ”كل ما لا يجوز“ ”مكروه“ (الدر المختار، ۳۷۰، ۳۷۱، كتاب الصلاة، سعيد)

(۳) قال ابن عابدین: ”(قوله) و مكروه) هو ضد المحبوب، قد يطلق على الحرام و على المكروه تحريماً: و هو ما كان إلى الجراح أقرب، و يسميه محمد حراماً طبعاً“ ”مكروه في هذا الباب لو كان أحدهما ما كره تحريماً، و هو المحمل عند إطلافيهم الكراهة“ ”و ذكر أنه في رتبة الواجب لا ثبت إلا بما ثبت له الواجب، يعنى بالنهي الطئي الثبوت، فإن الواجب يست بالأمور الطئي الثبوت“ (رد المختار ۱۳۱، مطلب في تعريف المكروه، سعيد)

”و قد ذكر في الإمداد. حجتاً أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يسمع أن تكون الإعادة مبدوءة شرك مئة“ ”والحق التفصيل بين كون تلك الكراهية كراهة تحريم فتجب الإعادة أو =

صاحب ہدایہ نے ”قال العبد الضعیف“ کیوں کہا؟

سوال (۱۰۰۱): ہدایہ فارسی کے بیچ ۵۰ میں ہے

”صاحب ہدایہ لفظ متکلم را برائے احتراز از صیغہ انانیت ذکر نہ کرده است

واژ ”قال العبد الضعیف“ خود را مراد میگرد“.

۱۔ صاحب ہدایہ نے انانیت سے کیوں احتراز کیا، اس کا کیا سبب ہے؟

۲۔ اہل علم حضرات اگر اپنی تحریروں میں صاحب ہدایہ کی طرح صیغہ انانیت سے احتراز کریں تو یہ

احتراز ۵۰ کے نزدیک کیا ہے؟

۳۔ کیا صاحب ہدایہ کے سوا متقدمین میں سے کسی اور صاحب نے بھی ایسا احتراز کیا ہے جیسے کہ

صاحب ہدایہ نے کیا؟ بیجا تو جروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر ”انا“ کے بولنے اور لکھنے سے دل میں تکبر، خودی پیدا ہو، یا دوسروں کو تکبر کا گمان ہو تو ایسی صورت

میں مناسب یہ ہے کہ متکلم صیغہ ”نہ“ سے احتراز کرے، اگر خالی الذہن ہو تو پھر احتراز کی حاجت نہیں۔ نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ ۖ أَنَا نَبِيٌّ مِّثْلُ نُبِيِّكُم﴾ (الایۃ ۱)۔

اسی طرح احادیث میں بہت جگہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو صیغہ ”انا“ سے تعبیر

فرمایا ہے (۲) بہت سے اکابر کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صیغہ ”نا“ سے تعبیر فرماتے تھے اور بہت سے

= تریہ مستحب، (رد المحتار ۱، ۳۵۷، مطلب کل صلاۃ اذیت مع کراہۃ التحریہ تحب اعادینا، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر ۱۰/۳۱۶، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ، مصطفیٰ البانی الحنفی بمصر)

(۱) (سورۃ الکہف: ۱۱۰)

(۲) ”حدیثی برید من حان التیمی قال قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوماً خطباً اما

بعد الا یا ایہا الناس ایما ”انا“ بتر یوشک ان یاتینی رسول ربی الخ“ (مسند الإمامہ أحمد ۳، ۳۶۷،





ہائے مثاق، وہائے موزج ہے، جواب ضرور دیں۔ ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یفتح ضا وجمہ ہے یا بکسر؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ حضرت شہید رحمہ اللہ کے خطبہ میں لفظ ”عرب العرباء“ بکسر الراء مہملہ ہے یا یفتح الراء مہملہ، اور یہ عرب کی صفت ہے یا جمع، اور معنی کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”ثوبیہ“ بضم الثاء مثلاً، وفتح واو، وسكون یائے مثاقہ تحتیہ، وفتح ہائے مودہ، وہاء موزج ہے (۱)۔  
 ”ضرار“ بکسر الضاد پر وزن کتاب صحابی کا نام ہے اور معنی نقصان پہنچانا ایک دوسرے کو (۲)۔ ”عرب“ بفتحتین بمعنی تازی موٹ مستعمل ہے۔ اس کی صفت کے لئے تین صیغہ مونث لائے جاتے ہیں: ایک ”عرباء“، دوسرا ”عربہ“، تیسرا ”عرباء“، بفتح عین وسكون راء مہملہ، اس طرح ”عربت عاریئہ، عربت عربیہ، عربت عرباء“ اور ”عربات“ بھی اس کی صفت آتی ہے، اس کے معنی ہیں خالص عربی النسل (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
 حررہ العبد المذنب غلامی عفا اللہ عنہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

”حفظ الایمان“ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض

سوال [۱۰۰۳]: کیا مولانا شرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مرید سے نعوذ باللہ اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا،

(۱) ”ثوبہ“: التي أوضعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهي مولاة أبي لهب“. (الإصابة لابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى، كتاب النساء، وقم الترجمة: ۱۰۹۷: ۶۰/۸، دار الكتب العلمية)  
 ”و جعلها أبواسحق من ثاب الماء يثوب، واستدل علي ذلك بقولهم في تصغيرها: ثوبية“  
 (لسان العرب، فصل: الثاء المتلفة، تحت لفظ: ثاء، ۱۰۹۷: ۱۳، دار صادر، بيروت)

(۲) ”والضرار“: فعال من الضر والضار فعل الإثتين وقيل: والضرار أن تصره من غير أن تنتفع“. (لسان العرب، فصل: الصاد المعجمة، تحت لفظ ضرر، ۳۸۴/۳، دار صادر، بيروت)

(۳) ”والعرب العاربة هم الخلف من لفظه فأكد به كقولك: ليل لائل، نقول: عرب عاربة وعرباء“۔ (لسان العرب، فصل العين المهملة، تحت لفظ عرب، ۵۸۶/۱، دار صادر، بيروت)

اگر ایسا ہے تو پھر ان کے متعلق شرعی کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں مرید اور پیروں اسلام سے خارج نہیں ہو گئے؟  
 ”کیا کتاب ”حفظ الایمان“ کی عبارت کو دیکھ کر علماء حرمین نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ  
 دیا ہے؟“ کیا کتاب ”حفظ الایمان“ میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے؟ ہم نے ”حفظ  
 الایمان“ پڑھی لیکن اس کی عبارت اتنی سخت ہے کہ ہم لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، اس لئے آپ سے رجوع کیا۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض

سوال [۱۰۰۱]: ”کیا مولانا اسماعیل، دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”صراط مستقیم“ میں یہ لکھا ہے کہ اگر نماز  
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، ایسا لکھا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے، نیز کیا علماء  
 نے ان کے کفر کا فتویٰ دیا ہے؟“ ازراہ کرم تفصیل سے جواب دیا جائے اور حق کو واضح کیا جائے۔ دودھالکی، کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا القاری الحافظ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت تھے، بہت بڑے بزرگ تھے،  
 چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی سبوتوں کے جامع تھے۔ انہوں نے مدت دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف،  
 تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا، فاسقوں کی جماعت کو متبع  
 سنت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ڈاکر بنایا، صحیح راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت پر چلایا، جو لوگ خدائے  
 پاک کی معرفت سے نا آشنا تھے، ان کو عارف بنایا، قرآن کریم کی بہترین اور اپنے دور کی لا جواب تفسیر تحریر فرمائی  
 جس کا نام ”بیان القرآن“ ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جوابات دیکر ”امداد الفتاویٰ“ کے  
 نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں۔

مبتدیین نے جو غلط باتیں بزرگان دین کی طرف منسوب کی تھیں ان کی تنقیح کر کے ایک ایک چیز  
 کو صاف کیا، ان کیلئے مستقل کتاب ”السنة الجلیہ“ تصنیف فرمائی۔ حضرت شیخ ابن عربیؒ پر جو اعتراضات کئے  
 گئے تھے ان کی تردید کے لئے ”الانتہیہ العربی“ تصنیف فرمائی، حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے  
 لئے ”نشر الطیب“ تصنیف کی، درود شریف کے فضائل پر ”زاد السعید“ تصنیف کی، باطنی احوال اور ترتیبات کے  
 لئے، ”المنہج“ تصنیف کی، سالکین کی اصلاح کیلئے ”ترہیت السالک“ تحریر فرمائی۔

فرض ایک ہزار سے زائد کتب میں تصنیف کی اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء و مجازین کی چھوڑی جو اپنی

اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے متعلق یہ اعتراض کہ انہوں نے اپنا کلمہ پڑھوایا یا اس کی تحقیق کی تھیوت اور غلط ہے، ان شاء اللہ اس کا حساب روز جزا ہوگا۔ کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا اور وہ شخص اس وقت تک مولانا کا مرید بھی نہیں تھا، خواب میں اس نے کلمہ پڑھا جو اس کی زبان سے غلط ادا ہوا، بیدار ہونے پر اس کو سخت بے چینی لاحق ہوئی کہ خواب میں میری زبان سے کیسا غلط کلمہ نکلا، انجہ کی اضطراب اور قلق کی حالت میں اس نے اس کلمہ کو درست پڑھنا چاہا مگر زبان قابو میں نہیں تھی، پھر اسی طرح سے اس کی زبان سے غلط لفظ نکلا جس پر اور زیادہ اضطراب پیدا ہوا، یہاں تک کہ جان نقشہ کا اندیشہ ہو گیا۔ اس لئے یہ سب حال لکھ کر بھیجا جس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے شدید اضطراب اور زبان کے بے اختیار ہونے کے تحت معذور قرار دیتے ہوئے تعبیر دی کہ تم جس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے، یعنی تم کو بھی ہر چیز میں اتباع سنت لازم ہے۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل ”امداد الفتاویٰ“ اور ”بوادور“ میں موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لیں، کہیں بھی یہ نہیں کہ حضرت مولانا نے اس کو غلط کلمہ یا غلط درود پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جو لوگ اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے باوجود حضرت مولانا تھانویؒ کو یہ بہتان لگاتے ہیں، وہ اپنی قبر کے لئے آگ جمع کرتے ہیں اس کے لئے تیار ہیں، اور جو لوگ دوسروں کو بہکا تے ہیں ان کا انجام اور بھی خطرناک ہے۔

”حفظ الایمان“ کی عبارت ترجمہ عربی میں کر کے علمائے حرمین کی خدمت میں پیش کیا جس پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارت کفریہ ہے اور جس کی یہ عبارت ہے وہ کافر ہے، وہ عبارت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی نہیں تھی، ان کی عبارت اردو ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تھی، جنہوں نے عربی میں ترجمہ بھی غلط کیا تھا جو کہ بہتان تھا، لہذا آپ خود غور کریں کہ علمائے حرمین کے فتویٰ کے مطابق تکفیر کس کی ہوئی۔ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی وضاحت کیلئے مستقل ایک کتاب لکھی اس کا نام ہے ”بسط البہتان“ (۱)۔ پھر اس عبارت کو بھی اس طرح تبدیل کیا کہ مبتدین کو کسی قسم کا موقع نہ رہے، اس کا نام ہے ”تغیر البہتان“ (۲)۔ نیز حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں: ”توضیح الایمان، تکمیل العرفان، خلاصۃ البیان“ وغیرہ، نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے صاف صاف لکھا ہے کہ ”حمام الحرمین“ میں جو ضیعت مضمون میری

(۱) (بسط البہتان لکف اللسان عن کتاب حفظ الایمان، اتحمن إرشاد المسلمین، لاہور)

(۲) (تغیر البہتان فی بعض عبارات حفظ الایمان، اتحمن إرشاد المسلمین، لاہور)

طرف سے منسوب کیا گیا ہے، وہ میرا عقیدہ کیا ہوتا کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں۔ اس سب کے باوجود ایک غلط چیز کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے ان پر کفر کا حکم لگانا آپ خود غور کر لیں، اس قدر خطرناک ہے، کیونکہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی براۓ فرما چکے کہ نہ یہ میرا مقصد ہے، نہ میری عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، پھر بھی بعض لوگوں نے اپنے ایمان کا معیار یہی قرار دے لیا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ: ”جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعہ کافر نہ ہو تو یہ کلمہ کفر اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے“ (۱)۔

”صراطِ مستقیم“ فارسی زبان میں تصوف سے متعلق کتاب ہے، سید احمد صاحب کی ہدایات اس میں جمع ہیں، اس میں ایک لفظ ”صرف ہمت“ (۲) جو تصوف کی اصطلاح ہے، اس کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں اس کا ترجمہ ”خیال“ سے کرنا غلط ہے، اصطلاحات تصوف سے ناواقفیت ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ کے متعلق ایک کتاب ”الکوۃ الشہابیۃ فی کفریات امی السوہابیہ“ لکھی ہے اس میں سفر دلائل لکھے ہیں مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی تکفیر کے لئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”من شک فی کفرہ وعقائدہ فقد کفر“ کہ جو شخص مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے کفر اور عقاب میں شک کریں وہ خود کافر ہے، دوسرے مقام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اولاد حرامی ہے، مگر اسی کتاب کے آخر میں مولانا احمد رضا خان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ محتاط علماء اس کو (یعنی مولانا اسماعیل کو) کافر نہیں کہتے ہیں، یہی مفتی بہ ہے، ہم بھی کافر نہیں کہتے۔ اب بتائیں کہ جس کے کفر پر مستقر دلائل قائم کر دیئے اور غایبت کر دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی اور آخر میں لکھ دیا کہ ان کو کافر نہیں کہتے، خود ان کے ایمان، ان کے نکاح اور ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا؟

آپ کے لئے فی الحال ایک چھوٹے سے رسالہ کا مشورہ دیتا ہوں اس کا نام ہے، ”غلط فہمیوں کا ازالہ“

(۱) ”عن ابی ذر رضی اللہ عنہ اذہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق،

ولا یرمیہ بالکفر، الا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذا لک“۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب

ما ینبئ عن السباب واللعن ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) (أنظر التکشف، ص: ۳۱۸، توجیہ ہمت اوست، کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

اس میں اکابر علماء، اولیاء اللہ پر کئے گئے اعتراضات کو لکھ کر ان کے جوابات دیئے گئے ہیں اور بہت ہی بہتر طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے بھی مل جائے گا۔ اور بھی متعدد دست میں اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ غصہ کے جذبات سے دماغ کو خالی کر کے تحقیق حق کے واسطے مطالعہ کیا جائے۔ واللہ

چندی من پشاد اُمی صراط مستقیم۔

زبان قابو میں نہ ہو نیکاً واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک شخص کی زبان سے نکلا کہ ”اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں“ (۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکفیر نہیں فرمائی کیونکہ ہے اکتیہ رکھا تھا۔

ہر شخص و ہر جمع سے ایسے بات کہی جائے جس کو اس کی سمجھ برداشت کر سکے، اہل علم سے علمی باتیں کہی جاتی ہیں، اہل معرفت سے معرفت کی باتیں، عوام سے سیدی سادی باتیں۔ اگر متکلم کے ذہن میں معرفت کے بلند خیالات و جذبات ہوں اور مخاطب ان کے سمجھنے کے اہل نہ ہوں تو ان کے سامنے ان جذبات و خیالات کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اس ضابطہ کے تحت تمام اہل علم و فضل بھی ہدایات دی

(۱) ”حدثنا عبد اللہ بن مسعود حدیثین، احدثهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر عن نفسه (إلی ان قال)، ثم قال: ”لله أفرح بتوبة العبد من حمل نزل منزلاً، وبه مهلكة، ومعه راحلته عليها طعامه وشرابه، فوضع رأسه فنام نومة، فاستيقظ قد ذهب راحلته حتى اشد عليه الحر والعطش أو ما شاء الله، قال: ارجع إلی مکانی، فارجع فنام نومة، ثم رفع رأسه فإذا راحلته عنده“، (صحيح البخاری، کتاب الدعوات، باب النومة، ۹۳۳/۲، قدیمی)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں صرف اتنا ہی نقل فرمایا ہے، وہ الفاظ اس میں نہیں جن کی طرف حضرت مفتی صاحب نے اشارہ فرمایا ہے، البتہ ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے نقل فرمایا ہے:

”أسس بن مالک روى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لله أندر فرحاً سوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان على راحلته بأرض فلاة، فانقلبت منه وعليها طعامه وشرابه، فايس منها، فأتى شجرة فاضطجع في ظلها فأسس بن مالک، فبها هو كذا لك إذ هو بها قائم عندة، فأخذ يحطامها، ثم قال من شدة الفرح اللهم أنت عبدی وانا ربك، أخطأ من شدة الفرح“ (الصحيح لمسلم، کتاب النوبة، فيل باب سقوط الذنوب بالاستغفار والنوبة ۳۵۵/۲، قدیمی)

کرتے ہیں: ”کنمو الناس علی قدر عقولهم“ (۱)، ”أمرنا أن ننزل الناس منازلهم“ (۲)۔

**تفسیر:** ایک بات غور طلب ہے حسام الحرمین پر ملے حرمین کے دستخط کرا کے تو یہاں کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے، مگر اس طبقہ کا خود یہ حال ہے کہ علمائے حرمین کو کافر کہتے ہیں، وہاں جا کر بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، جماعت سے محروم رہتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واکتم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

”صراط مستقیم“ کی عبارت پر اعتراض کا جواب

سوال [۱۰۰۵]: حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مسمیٰ ”صراط مستقیم“ موجود ہے، اس کی بھی ایک عبارت نے ذہن کو غلبان میں ڈال دیا ہے، ذہن میں ایک قسم کا تزلزل پیدا ہو گیا ہے کہ واقعی بریلوی جو کہا کرتے ہیں سچ یا غلط؟ اب میں پریشان ہو کر کیا کروں عبارت صراط مستقیم کی یہ ہے:

(۱) ”(أمرنا أن نكلم الناس على قدر عقولهم)“ رواه الديلمی بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً، وفي الآلي بعد عزوه لمسد الفردوس عن ابن عباس مرفوعاً قال: وفي إسناده ضعيف ومجهول انتهى. وقال في المقاصد وغيره الحافظ ابن حجر. لمسد الحسن بن سفيان عن ابن عباس بلفظ ”أمرت أن أخطب الناس على قدر عقولهم“ قال: وسنده ضعيف جداً. رواه أبو الحسن النيسابوري في الحنابلة في العقل، وعن ابن عباس من طريق أبي عبد الرحمن السلمي أيضاً بلفظ: ”عنا معاشرة الأقباء، نخطب الناس على قدر عقولهم“. وله شاهد عن سعيد بن المسيب مرسلاً بلفظ ”أنا معتبر الأنبياء، نحدث الناس على قدر عقولهم أهد“. (كشف الخفاء وتبيين الألباس عما اشتهر من الأحاديث على السنة الناس: ۱/ ۱۹۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) لم أجد بهذا اللفظ، وقد ذكره الإمام أبو داود بلفظ: ”عن ميمون بن أبي شبيب أن عائشة رضي الله تعالى عنها من بهاسائل، فأعطته، (إلى أن قال)، فقالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أنزلوا الناس منازلهم“ (مسند أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: ۴/ ۳۱، مكتبة امداديه ملتان) وقال الملا علی القاری: ”ورواه الخراطی فی مکارم الأخلاق بلفظ: ”أنزل الناس منازلهم من الحبر والشعر، وأحسن أدهم علی الأخلاق الصالحة“، (المرفقة المفاتيح، كتاب الأداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، قبيل الفصل الثالث: ۸/ ۲۳، رشیدیہ)

”صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین“ گو کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشند چند این مرتبہ بدتر از استغراق و صورت کا ذکر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائی دل انسان می چہد بخلاف خیال کا ذکر“۔ صراط مستقیم، مطبوعہ خیاتی، ص: ۹۰ (۱)۔

یعنی کہ توجہ کرنا جوہر و مرشد یا ان کے منہ سے بزرگوں کی طرف گو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں قوب جانے سے بھی بدتر ہے، ان کا خیال انسان کے دل میں تعظیم و بزرگی کے ساتھ آتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال۔

**نوٹ:** جب رسول کا خیال نماز میں آنا بدتر ہو گا گائے اور گدھے کے خیال کے آنے سے تو اس نماز میں تشہد پڑھا جائے گا یا نہیں جب کہ تشہد میں: ”السلام علیک ایہا النبی“ موجود ہے (اے نبی آپ پر سلام ہو) (۲) اس موقع پر کیا کیا جاوے تشہد پڑھا جاوے اور ”السلام علیک ایہا النبی“ کو الگ کر دیا جاوے، کیونکہ جب تشہد پڑھا جائے گا تو تعظیم کا خیال فوراً ذہن میں آئے گا، جب کہ احیاء العیون: ۱/۷۰، میں حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ پہلے اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر کرو اور آپ کی شخصیت گرامی کا تصور باندھ کر کہو ”السلام علیک ایہا النبی“ اے نبی آپ پر سلام ہو (۳) کس قدر تضاد ہے۔ امید ہے کہ ہماری دماغی الجھن کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کتاب جس فن کی ہوگی اس کتاب میں اسی فن کے اصطلاحی الفاظ استعمال ہوں گے، ان الفاظ کو لغوی

(۱) (لاحظہ ہو صراط مستقیم (اردو) ص ۶۸، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی ناہور)

(۲) ”قنادا جلستم فقولوا: الصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ و

برکاتہ اللع“۔ (اس ماخذ، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الشہد، ص: ۶۳، قدیمی)

(وکلذا فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب الشہد، ص: ۸۵، قدیمی)

(۳) ”و احضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شخصہ الکریم، و قل“ سلام علیک ایہا

النبی ورحمة اللہ و برکاتہ“۔ و لیصدق أَمَلُک فی أنه یبلغہ و یرد علیک ما هو أوفی منه“ (احیاء،

علوم الدین، کتاب أسرار الصلاة، بیان الدواء النافع فی حصول القلب، ۱/۱۶۹، ۵/احیاء الترات

العربی بیروت)



معنی یا کسی دوسرے فن کے اصطلاحی معنی میں سمجھنے سے مفہوم خبط ہو جائے گا، مثلاً، لفظ ”موضوع“ کے معنی میں ”معنی دار لفظ“ جو متبادلہ میں مہمل (بے معنی لفظ) کے ہے، اب اگر اس لفظ کو منطقی کی سب میں کوئی شخص دیکھے: ”رہلہ فائدہ“ میں زیر موضوع اور قیوم مہمل ہے اور اس کا مطلب سمجھنے لگے معنی ”دار لفظ“ تو وہ پریشان ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ لفظ (موضوع) فلسفہ میں مستعمل ہو، مثلاً، جدا موضوع ہے بیاض کے لئے تو وہاں بھی اس کا مطلب ”ر“ معنی دار لفظ“ کرے گا تو کچھ مطلب نہیں سمجھ سکے گا۔ اسی طرح اگر فن حدیث میں یہ لفظ مثلاً ”افلاس حدیث موضوع ہے تو اس کا مطلب ”ر معنی دار کرنا تو غلط ہوگا۔

بطور مقدمہ ذہن نشین رکھیے، اب سنئے کہ ”صراط مستقیم“ فن تصوف کی کتاب ہے جس میں ترکیہ اور اصلاح نفس کے طرق بیان کئے گئے ہیں۔ جس شخص پر خیالات دوسروں کا هجوم رہتا ہو اور ان کو دور کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو صوفیائے کرام اس کے لئے ایک علاج تجویز کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی ایک چیز کا تصور اس طرح بنالیا جائے کہ دوسری کسی شے کی گنجائش نہ رہے، جیسا کہ آدم آئینہ بازار میں کسی دکان پر لگا ہو اس میں برزخ زرنے والے کا عکس آتا ہے، کبھی آدمی، کبھی گھوڑا، کبھی کتا، کبھی موٹر، غرض جو بھی چیز مزاک پر گزرے ان کا عکس آتا ہے، ”ر، آئینہ چاہے کہ یہ مختلف چیزوں کا عکس اس میں نہ آئے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک مونا کپڑا اڑال دیا جائے جو اس کو پوری طرح گھیر لے کہ کسی دوسری چیز کی جگہ اور گنجائش نہ رہے۔ اس طرح دل میں جب کسی ایک چیز کا تصور پوری طرح بنالیا جائے گا، کہ دوسری چیز کا خیال اور جگہ ہی نہ رہے گی تو خیالات و وساوس کا سلسلہ بالکل ختم ہو جائے گا۔ اس علاج میں خطرات بھی ہیں کیونکہ جب کسی ایک شے کا تصور تمام قلب کو گھیر لے گا اور اس کے علاوہ کسی دوسری شے کی گنجائش ہی نہیں رہے گی تو ہر چیز سے قطع نظر ہو کر ایک ہی چیز سامنے رہے گی، اس لئے یہ علاج بھی ہر ایک کے بس کا نہیں۔ اس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ”صرف ہمت“ کہتے ہیں (۱)۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ طریقت حضرت سید صاحب بریلوی سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ علاج (صرف ہمت) نہیں چاہیے، اگر نماز میں صرف ہمت حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

(۱) دیکھئے (انشیخہ) ص ۳۱۸، تہذیب برہانست، کتب خانہ اشرفیہ دہلی

(۲) مہارت ۱۶ برص ۹۸، مکتبہ سندھ (پ)

علیہ وسلم کی طرف کیا تو کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہے گی حتیٰ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا دھیان بھی نہیں آئے گا، اس لئے کہ صرف ہمت کر رہا ہے اس نے پورے قلب کو گھیر رکھا ہے تو اب نماز میں: ﴿إِيَّاكَ سَعَدُ وَإِيَّاكَ سَعَسَ﴾ کہے گا، تو یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگا، رکوع بھی، سجدہ بھی، قیام بھی، قعدہ بھی، سبحان ربی العظیم بھی، اور سبحان ربی الاعلیٰ بھی۔ غرض پوری نماز سرکارہ و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے موزجائے گی، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہے گی، حالانکہ نماز عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جب رکوع، سجدہ و سب ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہوگا اور صرف ہمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہا تو یہ بندہ مشرک ہو جائے گا (۱)۔

عبادت کے واسطے انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کی عظمت و جلالت قلب میں ہونا ضروری ہے۔ ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو ایسا ہی تعلق ہے کہ تصور مبارک بہت ہی عظمت و جلالت کے ساتھ قلب میں آتا ہے، پھر صرف ہمت کی وجہ سے اللہ کی طرف دھیان باقی نہیں رہا تو یہ پوری عبادت ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگئی تو جو نماز موجب قرب الہی اور معراج المؤمنین تھی اس صرف ہمت کی وجہ سے شرک ہو کر موجب نار ہوگئی۔ اگر اپنے کھیت، گھوڑے، گدھے، بیل، گائے کا خیال نماز میں آ جائے اور آدمی اس خیال میں شریک بھی ہو جائے تو اس کو ان چیزوں کے ساتھ عظمت و جلالت کا تعلق نہیں ہوتا، لہذا یہاں احتمال نہیں کہ ان کے خیال کی وجہ سے نماز ان کے لئے ہو جائے گی کیونکہ انسان خود شرمندہ و نادوم ہوتا ہے کہ افسوس نماز عبادت میں ان حقیر ذلیل و نیوی چیزوں کا خیال آ گیا جس سے میری نماز کی حیثیت ہی جاتی رہی۔

یہ حاصل ہے، ”صراط مستقیم“ کی عبارت کا، یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال مبارک قلب میں آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، یا یہ خیال مبارک ان حقیر و ذلیل چیزوں کے خیال سے خراب ہے۔ نعوذ باللہ العظیم۔ یہ مطلب ہے مولانا شبید کا، نہ کوئی مسلمان بلکہ شریف نیر مسلم ایسا خیال کر

(۱) ”السجود لعیر اللہ علی وجہ التعظیم کفر“۔ (المحرر الرائق، کتاب الکراہیۃ، قبیل فصل فی السجود)

سکتا ہے۔ نماز کو کچھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے جب نماز میں پڑھے گا۔ ﴿ہم محمد رسول اللہ﴾ (۱) تو خیال مبارک آئے گا، جب پڑھے گا: ﴿ہو ما محمد إلا رسول﴾ (۲) تب خیال مبارک آئے گا۔ غرض بے شمار آیات میں ذکر مبارک ہے ایک ہر آیت میں خیال مبارک آئے گا، تشہد میں سلام ہے اس کے بعد درود شریف ہے، ہر دفعہ خیال مبارک آئے گا ایمان تازہ ہوتا رہے گا، غرض خیال سے منع نہیں کیا اور اس کو مضید نماز کہا، بلکہ ”صرف مت“ منع آیا ہے جس کی تشریح بیان کر دی گئی۔

کچھ مہربان حضرات کا یہ مستقل شیوہ ہے، متعدد زندگی یہ ہے کہ ان اہل اللہ کے کام کو لفظ یا معنی بگاڑ کر غواہ کو ان کے خلاف نفرت و لا دلائر مشتعل کیا جائے حالانکہ حدیث قدسی میں ہے کہ ”جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے، میری طرف سے اس کو امان جنگ ہے“ (۳)۔ اللہ پاک ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب، دارالعلوم دیوبند۔

”حفظ الایمان“ کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ

سوال [۱۰۰۶]: مرسلہ افتتاح ارسال خدمت ہے، یہ قدیم سوالات و اعتراضات ہیں، بہترین اور مدلل جوابات دئے جاسکتے ہیں، آپ مہربانی فرما کر خوشخط اور بہترین مدلل تحریر کر دیں اور جواب اطمینان بخش رہے تاکہ موقع پر مناسب حکم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو مطمئن کیا جاسکے، مکمل کر کے دفتر مرکز یہ میں ارسال کر دیں۔  
سید احمد ہاشمی ناظم جمعیت العلماء ہند۔

الجواب حامداً و موصلیاً:

ہا رہا یہ سوال آیا اور جواب لکھا گیا، بلکہ حفظ الایمان کی متعدد شروحات لکھی گئیں: ”بسط البیان“، ”توضیح

(۱) (سورۃ الفتح - آیت ۲۹)

(۲) (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۳)

(۳) ”عن اسی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ان اللہ قال من عادی لی ولیداً، فقد اذنتہ بالحرب“ الحدیث (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من اھادى نفسه فی طاعة اللہ ۲، ۹۶۳، قدیمی)

(و کذا فی کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۱۶۱)

البيان، ”تکمیل العرفان“، ”الجہد ابل السنہ“، اور ”السحاب المدد“ وغیرہ میں بڑی تفصیل سے اس پر کام کیا گیا ہے، مگر ایک خاص شق کے تحت بریلوی طبقہ کی طرف سے آئے دن اشتہارات، رسائل، جلسے، تقریر کی بھر مار دیتی ہے۔ اب کیونکہ عوام کا بڑا طبقہ ان کے قابو سے باہر جا رہا ہے اور اصل مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے ان کے بڑے لوگوں کو بہت تشویش و فکر لاحق ہو رہی ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مجتہم صاحب مدظلہ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے تازہ کتاب شائع کی ہے، جس میں پانچ کتابوں کے متعلق اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا، اس کے نمبر چار پر حفظ الایمان سے متعلق بھی غلط فہمی کو واضح کر کے صاف بیان کیا گیا ہے، آپ چاہیں تو اس کے اس حصے کو اخبار یا اشتہار کی شکل میں شائع فرمادیں، اس کے چھپنے کے انتظار میں آپ کے جوابات میں تاخیر ہوگئی، دیگر مقامات سے بھی بھیجی یہی سوال آیا تھا اس کا جواب فوراً تحریر کر دیا گیا تھا۔

اس کتاب کا نام ”مسکب علماء دیوبند سے غلط فہمیوں کا ازالہ اور ایک مخلصانہ دعوت“ ہے (۱)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”تقویۃ الایمان“ کی عبارت پر اعتراض

سوال (۱۰۰۷): چنی فرماید علماء دین دین مسئلہ کہ اہل مبتدعین کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی اس

عبارت پر اعتراض شدید کرتے ہیں، وہو کذا یعنی ”کل مخلوق کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہے کہ جیسا ایک چمار کا عند الملک“ یہ لفظ ”کل“ ”سورۃ یحیٰی“ کی ہے لہذا اشتہار ہے کہ یہ کل باعتبار ایجاد کلی ہونے کے تمام افراد انبیاء وغیرہم کو شامل ہے یا نہیں، اگر انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں تو وہ کس طرح؟ اور سب جزئی کا ہو یا ایجاد کلی کے منافی ہے لہذا یہ کل کالاتیکا اور لغو ہوگا۔ لہذا اس کا جواب محققانہ اور مفصل مدلل آیات قرآنی و احادیث روحانی سے تحریر فرما کر منہ اللہ ماجور ہوں اور عام مسلمانوں کی بدظنیالی اور شکوک و شبہات قرآن وحدیث سے رفع فرمائیں۔

محمد فائق پرتاب گڑھ معلم مدرسہ ہذا، ۹/ شعبان، ۱۳۵۵ھ۔

(۱) اسی طرح ملاحظہ کیجئے: ”عبارات اکابر“، ”منہج ترجمان اہل سنت“، ”الحدیث سر فرزا خان“، ”امت برکاتہم العالیہ“

## الجواب حامداً ومصلیاً:

ملک بادشاہ کو کہتے ہیں، نگاہ ہے کہ بادشاہ اور تمام رعایا ایک نوع کے افراد ہیں، کلی طبی تمام میں مشترک ہے، نیز یہ اشتراک بطریق تواضع ہے نہ کہ بطریق تنگنا۔ حیوانی اور صورت جسمی میں اتحاد ہے، دونوں کے اجزاء خارجہ اور اجزاء ذنیہ داخل فی اماریہ قطعاً متحد ہیں، فرق اگر ہے تو عوارض خارجہ اور تخصصات کا ہے، یہ بھی کچھ بید نہیں ہے کہ کوئی امر مدارا فضیلت رعایا کے کسی فرد میں اعلیٰ اور ازیذ ہو بادشاہ سے، کیونکہ یہ کلی منسلک ہے (وہو منہب ہند)، وائیں ہم بادشاہ اور رعایا کے درمیان برہائے عوارض خارجہ اور اتحاد نامیت کلیہ جو فرق اور رابطہ ہے کسی معمولی سے معمولی ذی احساس پر غنی نہیں اس کے بعد کل کائنات اور اللہ تعالیٰ کا فرق دیکھئے تو ممکن اور واجب کا فرق نکلے گا۔ بادشاہ کی ملک رعایا پر ناقص ہے جس شخص کو چاہے قید کر دے جس کو چاہے قتل کر دے وغیرہ غیرہ اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہر مخلوق پر تمام، کیونکہ اللہ تعالیٰ معطی وجود ہیں مخلوق کا وجود اور اس کی ہر صفت مستعار ہے، مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، مالک کو اپنی عطا کردہ چیز ہر وقت لینے کا اختیار ہے۔

ممکن اور مخلوق ہونے میں انبیاء اور غیر انبیاء سب مساوی ہیں، جس طرح زید اپنے وجود اور بقا میں کسی آن ذات خداوندی سے مستغنی نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کا محتاج ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی ہر سانس میں اس مالک حقیقی، معطی وجود، قادر علی الاطلاق کے محتاج ہیں اور یہ فرق بادشاہ و چمار کے فرق سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ کوئی چمار اپنے سانس میں اپنی قوت میں اپنے حسن اور دیگر صفات میں بادشاہ کے وجود کا محتاج نہیں کہ اگر بادشاہ کا وجود ہے تو اس کے اوصاف باقی ہیں ورنہ فنا ہو جائیں گے۔ و ہذا ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد غور کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چمار کو بادشاہ کے ہم مرتبہ کہہ دے یہ بادشاہ کا سامع ملہ چمار کے ساتھ کرے تو بادشاہ اور اس کے ممالک کا غیرت اور غصہ سے کیا حال ہوگا۔

ان مبتدین پر اللہ تعالیٰ کی غیرت اور جلالت کا کیا حال ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقوق و شریک کر رہے ہیں (۱)۔ کہتے ہیں کہ حقوق بھی خالق کی طرح ہر جگہ حاضر و غایب ہے، جمع جزیات و کلیات کا اس کو بھی پورا پورا علم حاصل ہے اس اشتراک سے۔ (۲)۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت استغنی کرتے ہیں، نیز نقص قطعی ہے (۳)۔

۱۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿و تروی المجرمیں یومئذ مقربیں فی الاضداد﴾ (سورہ ابراہیم آیت ۳۹)

۲۔ سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱۰

اَللّٰهُ لَكُمْ عَدُوٌّ حَرِيصٌ اَللّٰهُ لَا اَعْلَمُ غَيْبٌ ﴿۱﴾ ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ (۲) کی کس قدر صریح مخالفت کرتے ہیں، مگر اردو جہاں فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرماتے ہیں:

”بما انا مضر مثلکم لمسی کما تمسون“ (۳) ”انہ اعلیٰ دمر دہ کھ“ (۴)۔

مگر یہ دشمنانِ خدا اور رسول و انوں کے امر کی مخالفت اس شدت سے کرتے ہیں کہ جو شخص اس مخالفت میں ان کا ہم نوا نہ ہو تو اس کو کافر کہتے ہیں (۵)۔ نمازیں قضا کر دیں تو اس پر کوئی ملامت نہیں کرتے مگر میلاد کا ترک بدترین گناہ سمجھتے ہیں (۶)۔ اللہ جل جلالہ کا اسم مبارک لینا چاہے تو اس کی کوئی تعظیم نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد میں ذکر و توقیم کو لازم سمجھتے ہیں۔ یہ مخلوق کا رب خالق سے بڑھانا نہیں تو اور کیا ہے اور مرتبہ بڑھانا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیلئے نہیں بلکہ اہل حق سے عناد کی وجہ سے، اگر تعظیم مقصود ہو تو آپ کے فرمان مقدس کی وقعت کرتے، سنت کے قیام ہوتے، نہ فرمان صریح کی مخالفت کرتے (۷)۔ فقط واللہ المستعان و ہادی کل ضال۔

حررہ، العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمطیف، ۱۱/شعبان/۵۵ھ۔

(۱) (سورۃ الانعام آیت : ۵۰)

(۲) (الانعام آیت : ۵۹)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلة : ۵۸۴، قدیمی)

(۴) (امو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا صلی غصاً : ۱۰۶/۱، دار الحديث ملتان)

(۵) (ابن ماجہ، ص ۱۷۸، قدیمی)

(۶) (”انہ اعلیٰ دمر دہا کھ“، (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون

ما ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۲۳، قدیمی)

(۷) (تفصیل کے لئے دیکھئے (حاء الحق : ۶۱۰، دیاچند، القرآن و تفسیر لاہور)

اور اسی طرح خانہ حب کی تہنیت (انکسیر اشہابیہ، ص ۱۰، مطبعہ مجلس تہذیب، لاہور) دیکھئے۔

(۸) (تفصیل کے لئے دیکھئے (جاء الحق : ۲۳۳، میلاد شریف کا بیان، سنہ القرآن، ج ۱، کشتراوی)

(۹) (قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یَحْکُمِ اللّٰهُ﴾ الآیۃ، (آل عمران، آیت ۳۱)

وقال علیہ السلام ”لا یؤمن احدکم حتیٰ یشککوا فی حق ما یرای“ (شرح السنۃ للعلوی

۲۱۳/۱، بیروت)

تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر ابن کثیر ۳۵۸/۱، سہیل اکیڈمی)

## ”تقویۃ الایمان“ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

سوال ۱۰۰۸: تقویۃ الایمان میں ایک جگہ یوں لکھ ہوا ہے کہ ”یوں نہ کہو کہ فلاں چیز کھائی یا پی  
تھی نقصان کر دیا اور یہ مرض ہو گیا، ایسا کہنا شرک ہے، نفع و نقصان سب اللہ کی طرف سے ہے“ (۱)۔ مگر ید کا  
سینکڑوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ ترشی دارو کی بھی چیز کھائے تو آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش ہو جاتی ہے اور آنکھ  
مٹس دکھنے لگتی ہے اور جب شلغم، دال، مسور، اور ارہر کھاتا ہے تو فوراً غم معدہ پر چلن ہو جاتی ہے اور جب  
مولی کھاتا ہے تو گرمی دہن بھاری پٹن ہو جاتا ہے۔

زید جب ان مرضوں کی شکایت طیب سے کرتا ہے تو طیب غذا کھانے کے بارے میں دریافت کرتا  
ہے کہ کیا کھایا تھا تو اس پر زید بتاتا ہے کہ رات کو فلاں چیز کھائی تھی، اب طیب بہت سی چیزوں کو منع کرتا ہے، اگر  
کھاؤ گئے تو مرض بڑھ جائے گا۔ طیب کی منع کردہ اشیاء پر یقین یہ کر کے نہ کھانا کہ نقصان دیں گی اور مشاہدہ بھی  
ایسا ہی ہو کہ ان کے کھانے سے نقصان ظاہر ہو جاتا ہو، کیا واقعی شرک ہو جائے گا کہ اس چیز نے نقصان کر دیا، اگر  
شرک ہے تو پھر کیا سوچ کر طیب کی ہدایت پر عمل کرنے جو شرک نہ ہو؟

محمد نعیم الدین مدرسہ تعلیم القرآن لاہور بازار پوڑی ضلع پوزی رضویہ۔

## الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی چیز کی تاثیر بغیر اذن خداوندی کے اثر نہیں کر سکتی، اس لئے کوئی چیز بھی مؤثر بالذات نہیں، اگر کسی  
چیز کا مؤثر بالذات اعتقاد کرے گا تو یہ شرک ہوگا (۲)۔ ترشی کھانے سے اگر آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش کا

(۱) ”تقویۃ الایمان میں شرک کی تردید مختلف مقاموں کے ذریعے کی گئی ہے لیکن ان الفاظ کے ساتھ نہیں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) ”وعن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا عدوى ولا  
هامة ولا سحر ولا صبر“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب والرقي، باب الفصال والطبيرة،  
ص ۳۹۱، قدیمی)

قال القاری رحمه الله تعالى: ”وابما أراد بذلك نهي ما كان يعتقد أصحاب الطبيعة، فإنهم  
كانوا يرون العلل المعدية مؤثرة لا محالة، فأعلمهم بقوله هذا أن ليس الأمر على ما يظنهم، بل هو  
متعلق بالمشكلة إن شاء كان، وإن شاء لم يكن“ (معرفة المصابيح، کتاب الطب والرقي، ص ۳۳۸، رشیدیہ)  
(وکنادھی شرح النووی علی صحیح مسلم، باب لا عدوی ولا طبيرة الخ ۲۳۰۲، قدیمی)

ہونا ترشی کے لوازمۂ اتنیہ میں ہونا تو جو شخص بھی کھاتا اس کو یہ تکلیف ضرور ہوتی، دنیا بھر کھاتی ہے اور یہ تکلیف نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترشی مؤثر بالذات نہیں بلکہ جس کے حق میں خدا نے پاک کی طرف سے جب اذن ہوتا ہے، ایسی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ شمع، دال، مسور، اربر، مولیٰ وغیرہ سب کو اس پر قیاس کر لیں کہ کوئی بھی مؤثر بالذات نہیں، ورنہ اطباء سب کو ہی منع کر دیتے، تجربہ یا طبیب حاذق کی تجویز سے ایک چیز کا مضر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے پرہیز کرنا ہرگز شرک نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

### ”نور الانوار“ کی عبارت پر غلطیان

سوال [۱۰۰۹]: نور الانوار کے دو مقام پر غلطیان ہے:

۱۔ ”قال: والقضاء بحب بہ الأدم عند المحققين خلافاً لبعض“ قال الشارح: لکن بناءً على صلوٰۃ الصوم في نفسه لتقدره على مثل من عنده ومنقوطة فصل الوقت لا بانی مثل و ضمان للعجز عنه أمر معقون في نفسه“ ص: ۳۴ (۲) شارح کی دلیل سمجھ میں نہیں آتی۔

۲۔ ”قال: والأدلة أنواع: كمال وقاصر وما هو شبه سالفه، وفي هذا التفسيه مسامحة؛ لأن الأقسام لا يتقابل فيما بينها“ ص: ۳۶ (۳)۔

شارح یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اقسام میں آپس میں تقابل ہے، کمال قاصر آوا، اور اداء شیبہ بالقضاء جمع نہیں ہو سکتے، جیسے کہ کلمہ کے اقسام ثلاثہ اسم، فعل، حرف، ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ میرے نزدیک شارح کے اس قول میں سہمت ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱۔ صوم صلوٰۃ کی فرضیت نص قطعی کے ساتھ ثابت ہے، جب وقت پر ادا نہ کر سکے تو قضاء لازم ہے، وقت پر ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے فریضہ ماقط نہیں ہوتا، یہ امر معقول ہے، اس کی تسلیم من عند نفسہ اس طرح ہوگی کہ نفس

(۱) الحدائق فی ایمان کی عبارت پر ہے جائز اذات کرنا سو فیہم کا نتیجہ ہے۔

(۲) (نور الانوار، صحت الأمر، ص: ۳۴، سعید)

(۳) (نور الانوار، صحت الأمر، ص: ۳۶، سعید)





مجموعہ: ایک ج، اس کے آٹھ عدد ہیں (۱) دوسرا حرف ”ذ“ اس کے چار عدد ہیں (۲)، ان کا مجموعہ ۱۲ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

اللہ تعالیٰ کیلئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ

سوال [۱۰۱۲]: ایک صاحب قرآن شریف مترجم حضرت تھانوی رحمہ اللہ منگوالاے مگر جب کلام پاک منگوانے والے نے دیکھا کہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے اور رسم اللہ کا ترجمہ یہ ہے: ”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں“ بس فوراً کہہ دیا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اب آپ فرمادیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے یا صحیح؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ترجمہ صحیح ہے، مقام ادب میں اس طرح بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، اس سے جمعیت یا تعداد مقصود نہیں ہوتی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۲۸/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

اختتامِ مجلس کی دعا میں واحد کے صیغہ کو جمع سے پڑھنا

سوال [۱۰۱۳]: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختتامِ مجلس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: ”سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک وحمدک، وأشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك“۔

(۱) فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۵۶۰

(۲) فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۶۰۵، فیروز سنز

نوٹ پہلے زمانے میں یہی ۱۲ عدد اچھائے کلام پر لکھا جاتا تھا اور آج کل عربی کتابت میں اس کی جگہ کتبہ لکھا جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے (۱)۔

(۳) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اپنے لئے جمع کے صیغہ استعمال فرمائے ہیں کھما قال۔ ﴿إِذَا لَحِزَ لَوْلَا الذِّكْرُ﴾ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِطُونَ ﴿﴾ (الحجرات۔ ۱۳، آیت: ۹)

فقط کشیدہ صیغہ واحد حکم کا ہے، اسے جمع حکم کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اجتماع مجلس کے بعد دعا پڑھتے تھے اور جو دعا پڑھتے وہی ہم پڑھ رہے ہیں، پھر بھی واحد کی جگہ جمع کا صیغہ پڑھنا یا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ مینواتو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے کہ اس میں اہل مجلس کی شرکت بھی ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۱ھ۔

### لفظ ”حضور“ کا استعمال

سوال [۱۰۱۴]: لفظ ”حضور“ صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی کے لئے مخصوص ہے، اس لئے آپ ہی بتائیں کہ اگر لفظ حضور کسی دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو کیا گناہ ہے۔  
یا حسین، ہر دوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، گناہ نہیں (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

(۱) ”قال العلماء المشافعية والحنابلة يستحب للإمام أن يقول في دعاء الفتوى المودى عن الحسن بن علي رضي الله عنه: ”اللهم اهدنا فيمس هديت“ بجمع الضمير مع أن الرواية: ”اللهم اهدني فيمس هديت“ بافراد الضمير قال الشئح منصور بن إدريس الحنبلي في كشف القناع في شرح الإقناع والرواية افراد الضمير، وجمع الموزلف، لأن الإمام يستحب له أن يشارك المأموم في الدعاء انتهى“ (تحفة الاحوذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يخصص الإمام نفسه بالدعاء: ۳۴۳، ۲، مطبع المدني فاهرة)

(۲) اس لئے کہ اس کا معنی ملازم یا اقتضائیں کرتے ہیں ”الحضور بقیض المعین والعینة“ (لسان العرب، حرف الواو: ۱۹۶۳، دار صادر، بیروت)

اور دوسری میں اس کا معنی ملازم، ثبات الدین یا بیان کرتے ہیں ”حضور بضمین مصلر سن معنی حاضر شدن بقیض عینت“ و در عرف کلمة تعظیہ است بلکه بر دات مخلدو مان اطلاق کنند“ (عبات اللغات، ص ۱۷۷، مسعود)

لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ

سوال [۱۰۱۵]: ”آء نامہ“ میں جو طریقہ متعدی ہے، اس کا کیا مطلب ہے (۱)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فعل لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ مراد ہے، یعنی جو فعل صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اس کو متعدی بنانا چاہتے ہیں تاکہ اس کا تعلق مفعول بہ سے بھی ہو۔ تو اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فعل ایک مفعول پر پورا ہو جاتا ہے اس کا تعلق دو مفعول سے ہو جائے، مثلاً: ”خوردن“ کھانا، یہ ایک مفعول پر پورا ہوتا ہے اس کو دو مفعول سے متعدی بنایا جائے تو ”خورانیدن“ بنایا جائے، ایسے ہی ”پرسیدن“ سے ”پرسانیدن“ ہوگا، ایسے ہی ”پزودن“ سے ”پزوانیدن“ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود مفتی محمد دارالعلوم دیوبند۔

”غزیرا لعلم“ کے معنی

سوال [۱۰۱۶]: ”غزیرا لعلم“ ہے، وسیع العلم فتویٰ صرف لفظ غزیرا کا لینا ہے کہ لفظ صحیح کیا ہے؟

گزیر ہے یا غزیر، نیز غزیر کے کیا معنی ہوں گے؟ جواب سے نوازیں۔

= اور اردو میں اس کا معنی مولوی نور الحسن قریوں کرتے ہیں ”حضور: حاضر ہونا، سامنے آنا، تکریم و تعظیم عزت کا لقب۔“

(نور اللغات: حضور، ۳/۱۲۲۲ سبب علی کیشنور، بور)

الحاصل عربی، فارسی، اردو میں سے کسی زبان میں یہ غلط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خصوصیت کیساتھ مستعمل نہیں، اسلئے یہ غلط دوسرے اشخاصوں کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے

قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالى: ”لقد كان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة“ الآیہ

”والآیة وإن سبقت للافقءاء به علیہ الصلاة والسلام فی أمر الحرب من الثبات والحدود، فہی

عامۃ فی کل أفعاله صلی اللہ علیہ وسلم إذا لم یعلم أنها من خصوصیاتہ ککنکاح ما فوق أربع سودة“۔

(روح المعانی، ۲۱/۱۶۷، دار احیاء التراث العربی)

(۱) ملخصہ کیجئے (رسالہ آء نامہ، مطبوعہ قادیان، کتب خانہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ میں غزیرا علم ہے یعنی تین ہے فقط والا، تین نہیں بلا نقطہ والا، پھر ”ز“ فقط دار ہے، پھر ”ی“ ہے پھر ”ر“ ہے بلا نقطہ، اس کے معنی تین زیادہ اور گہرا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

”روشن ضمیر“ کا مطلب

سوال (۱۰۱): اللہ کے بندے روشن ضمیر ہوتے ہیں تو کیا ان کو چودہ بطیق نظر آئیں گے معاملات نظر آتے ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

روشن ضمیر کا مطلب یہ نہیں کہ چودہ بطیق نظر آئیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسا نور پیدا فرمادیا ہے کہ وہ سنت و بدعت، صدق و کذب، حق و باطل، عفت و معصیت میں ایسا فرق کر لیتے ہیں کہ ہرگز بدعت و معصیت کے لئے آمادہ نہیں ہوتے کہ ان کا یہ نور سلب ہو جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۸۹ھ۔

(۱) ”الغرافۃ: الکفرۃ، وقد غرّو الشئی، بالصم، یعزو، فہو غریب، امن سیدل، الغریب الکثیر من کل شیء، وأرض معزورۃ: أصابھا مطر غریب الدو“۔ (لسان العرب: حروف الراء، ۴۳۱۵، دار صادر)  
”تفصیل کے لئے دیکھئے“۔ القاموس المحيط للفيروز آبادی، باب الراء، ۱۸۳/۴، دار الفکر

(۲) قال الآلوسی رحمہ اللہ تحت قولہ تعالیٰ ”واللّٰمٰن شرح اللہ صدرہ للإسلام فہو علی نور من ربہ“:  
”وہو اللطف الإلهی المشرق علیہ من روح الرحمة عند مشاہدۃ الآیات التکوینیۃ والنسبالیۃ للاہنداء بہا إلى الحق“۔ (روح المعانی سورۃ الرمر ۲۳، ۴۵، دار احیاء التراث بیروت)

قال علیہ الصلاۃ والسلام ”اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور اللہ عز وجل“ قال الماوی فی شرح ہذا الحدیث ”قولہ (فإنہ ينظر سور اللہ عز وجل): أى یبصر بعین قلبہ المشرق بنور اللہ تعالیٰ، وأسناز القلب تصح العراسة، لأنه یبصر بمنزلة المیرآة التي تطہر فیہا المعلومات کما ہی، والسطر بمنزلة النقص فیہا قال بعضهم من غض بصرہ عن المحارم، وكف نفسه عن الشهوات، وعبر ساطعہ المیرآۃ، وتعود أكل الحلال، لم تحطی، فراستہ“، فیض القادیر شرح الجامع الصغیر، رقم الحدیث ۱۰۵۱، ۲۶۹، ۴۰، ممکنہ نوار مصطفیٰ ریاض

## اعلیٰ حضرت لقب کا حکم

سوال [۱۰۱۸]: احمد رضا خان صاحب مجدد بھی ہیں اور ان کا لقب "اعلیٰ حضرت" بھی ہے۔ میں نے تو کسی کتاب میں کسی پیغمبر کے لئے سوائے حضرت، اعلیٰ حضرت خطاب نہیں دیکھا، جو لقب حضرت سے بڑھ جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی انسان کی تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہیں، آپ کے مراد کو نہ فرشتہ پہنچا، نہ پیغمبر، نہ کوئی بہو بچ سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

"سید، مولیٰ، عبد" کے معانی

سوال [۱۰۱۹]: کتاب التوحید میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، رکھا "أنت سيدنا وأفضلنا وحسننا"، الخ أو كما قال - آپ نے فرمایا "سید ہو، اللہ" (۲) ، تو اس سے سید کہنے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ مالک رقبہ غلام کو "عدی" نہ کہے اور غلام مالک کو "رب" نہ کہے جگہ سید کہے (۳) اور سید غلام ہے، یہاں سید کہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ دونوں

(۱) "والمعتمد المعتمد أن أفضل الخلق لنا حبيب الحق، وقد ادعى معظمهم الإجماع على ذلك، فقد قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن الله فصل محمدًا على أهل السماء وعلى الأنبياء، وفي حديث مسلم والترمذي عن أنس رضي الله تعالى عنه "أما سيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر الخ" (شرح الفقه الأكبر، بعد قول الماتن، "والله يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم"، ص: ۱۱۳، قدیمی)

(۲) "عن عبد الله بن الشحير رضي الله عنه، قال: انطلقت في وفد بني عامر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلنا أنت سيدنا، فقال: "السيد الله تبارك وتعالى" الحديث، (فتح المجيد، شرح كتاب التوحيد، باب ما جاء في حماية النبي صلى الله عليه وسلم حماية التوحيد، وسده طرق التبرك، ص: ۳۵۶، ۳۵۷، جمعية إحياء التراث الإسلامي، الكويت)

(۳) "في الصحيح، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا تفل أحدكم - أطلع ربك - وصي ربك، وتلفل سبدي ومولاي، ولا يفل أحدكم. عدی وأمنی، وتلفل فتای وفتائی وغلامی" =

ایک دوسرے کے متضاد ہیں، کیا یہ حدیثیں صحیح ہیں، اگر صحیح ہیں تو پھر ایک دوسرے کے خلاف کیوں ہیں؟

مذہب کی بات یہ ہے کہ فاضل مصنف کتاب التوحید میں جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں، وہ خطبہ کے اندر خود بھی سیدنا مولانا کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے ﴿اَنْتَ مَوْلَانَا﴾ (۱) اور ﴿وَإِنَّكَ لَمَوْلَانَا﴾ (۲) تو کیا وہ سرے کو ”مولانا“ کہتا درست ہے؟ کیا یہ حدیث درست ہے کہ ”میں لا مولانا، معنی مولانا“۔ جب کہ مؤمنین کا مولیٰ اور ولی اللہ ہی ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیسے فرمایا گیا؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، وضاحت فرمائیں ”علی“ اور ”غنی“ میں کیا فرق ہے؟ یہ نام کیسے جائز رکھا گیا ویسے تو منع کرتے ہیں کہ رازق، خالق نہ ہو، مہربان اللہ و عبد اللہ الخ نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”سید“ کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے سید صرف اللہ ہے اسی اعتبار سے فرمایا ہے ”السید هو اللہ“۔ ایک معنی کے اعتبار سے دوسروں پر بھی اس کا اطلاق درست ہے (۳)، تضاد رفع ہو گیا۔ اسی طرح عبد کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے اس کی اضافت غیر اللہ کی طرف نہ کی جائے، ایک معنی کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف بھی اضافت جائز ہے (۴)، جیسے عبد المطلب (۵)۔ عبد کی جمع ”عباد“ آتی ہے،

= (فتح المجدد، باب لا یقول: عبدی وأمتی، ص: ۴۰۶)

(۱) (الغفرۃ: ۴۸۶)

(۲) (الغفرۃ: ۲۵۷)

(۳) وفی مجمع بحار الأسوار: ”(سود) فیہ۔ فیل: اَنْتَ سید قریش، فقال: ”السید هو اللہ“ اُی هو اللہ بحق لہ السیادۃ“ ”أنا سید وُلد آدم“ وهو سیدہم فی الدارین لظہورہ بؤمنہ، بعث المقام المحمود إن اتی ہذا سید، فیل: اُی حلیم إن اتی سیدنا ما یقول: اُی

إلی من سؤدناہ علی قومہ الخ“ (۳، ۱۳۰، حیدر آباد دکن)

(۴) ”العبد الإنسان حراً کان أو رقیقاً، یدہب بذلک إلی أنہ مریوب لاویہ والعبد

المملوک خلاف الحر“۔ (لسان العرب: ۳، ۲۷۰، دار صادر)

(۵) عبد المطلب آپ کے دادا کا اصل نام نہیں ہے بلکہ ان کا نام شیبہ تھا، عبد المطلب کے والد حاشم کا شام کے غزوے میں مر جانے لگا تھا۔ آپ کے جد حاشم کی سیرانی اور مہمان نوازی کی مدداری ان کے بھائی مطلب بن حشام نے پرانی۔ =

قرآن پاک میں ہے ﴿وَأَكْبَرُوا آلَ إِبْرَاهِيمَ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ﴾ الآية (۱)۔

لفظ ”مولیٰ“ کے معنی بھی متعدد ہیں ایک معنی کے اعتبار سے ”مولیٰ“ صرف اللہ ہے جیسے ”اللہ مولانا ولا مولیٰ لکھ“ (۲) انحدیث۔ دوسرے معنی کے کے اعتبار سے غیر اللہ کو بھی مولیٰ کہنا درست ہے، صاحب بدایہ نے ایک روایت بالمعنی نقل کی ہے جس میں ایک صحابی کو ارشاد فرمایا ہے: ”أنت مولانا“۔

”من لا مولیٰ لہ مولادہ علی“ کے الفاظ تو کسی حدیث میں دیکھنا یا نہیں، البتہ ایک دوسری روایت ہے: ”من کنت مولادہ، فعلی مولادہ“ (۳)۔

”العلی“ اللہ کا نام ہے مگر ”علی“ لفظ مشرک ہے، غیر اللہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اگر یہ نام ناجائز ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ضرور بدل دیا جاتا، جس طرح کہ دوسرے ایسے نام تبدیل کر دیئے گئے (۴) اور محدثین نے ”تعبیر الاسماء النصبیہ“ کا مستقل باب منعقد کیا ہے، جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص

= مطلب اپنے بچنے کو لینے دینے آئے توشہ کی والدہ سلمیٰ بنت عمر نے بیٹے کو لے جانے سے منع کر دیا، انہوں نے سمجھا کہ میرا بچہ ایک غیر قوم میں پرورش پا کر پالنے والے ہے، ہم عزت و شرافت اور سیادت والے لوگ ہیں، لوگوں کی ذمہ داریاں ہمارے اوپر ہیں، شہید کی پرورش کے لئے اس کی قوم، خاندان اور شہر سب کچھ یہاں بہتر ہے تو والدہ نے شہید کو لے جانے کی اجازت دے دی۔

مطلب جب اپنے بچے کو لے کر آئے تو قریش کے لوگوں نے یہ کین شروع کیا کہ مطلب نے غلام خریدا، چنانچہ وہ عبدالمطلب کہنے لگے، مطلب کہتے رہ گئے کہ ”وینحکم! اسما هو ابن اخی ہاشم“ ارے! یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے، غلام نہیں لیکن پیچھے والا لقب ان کے علم پر غالب آ گیا اور عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (السيرة النبویة، لاس هشام، میلاد عبدالمطلب وتسمیہ تسمیہ كذلك: ۱۳۵، مصطفیٰ البابی، مصر)

(۱) (الوز: ۳۲)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب المعازی، باب غروة أحد: ۵۷۹، قدیمی)

(۳) (مسند الإمام أحمد، حدیث الرءاء بن عازت: ۳۵۵، دار احیاء التراث العربی)

(۴) ”عن زینب بنت ابی سلمة قالت: سمیت برة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تزخروا أنفسکم، الله اعلم بأهل البر مکم، سموها زینب“ رواہ مسلم

”وعن اس عمران بنتاً كانت لعمر یقال لها: عاصیة، فسماها رسول الله صلى الله عليه وسلم حمیلة“ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الاسماء، الفصل الاول، ص: ۳۰۷، قدیمی) =



ہے، اس کا اطلاق خیر اللہ پر ممنوع ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نکاح الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

معذور اور مجبور میں فرق

سوال (۱۰۲۰): مجبور اور معذور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامد أو مصلیاً:

یہ سائن کے اصطلاحی انتظام ہیں؟

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نکاح الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

روز شرعی و لغوی

سوال (۱۰۲۱): شریعت میں دن کب سے کب تک ہے، اگر صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک

کون شمار کیا جائے تو: ﴿اتموا الصلوة لئلا تنزلوا﴾ القرآن (۲) اور "صلوة النهار عجماء" الحديث (۳)

= "وعن عائشة قالت: إن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعتبر الاسم القبيح" رواه الترمذی

"وعن بشير بن ميسون عن عمه أسامة بن أخضرى أن رجلاً يقال له: أحرم، كان في النفر الذين

أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما اسمك؟" قال أحرم،

قال: "سل أنت ورعة" رواه أبو داود، وقال: وعبر النبي صلى الله عليه وسلم اسم العاص وعبر وعته

وشيطان والحكم وعرا وحجاب وشهاب، وقال: تركت أسابدها للاحترار." (المشكوة، باب

الأسماء، الفصل الثاني، ص ۴۰۶، قدیمی)

(۱) "عن اسی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أعزى الأسماء يوم القيمة

عند الله رجل يسمى "ملك الأملاك". رواه الحارثی. وفي رواية مسلم: قال أعبط رجل على الله يوم

القيمة وأحسنه رجل كان يسمى ملك الأملاك، لا ملك إلا الله." (المشكوة، المصدر السابق)

(۲) (البقرة ۱۸۷)

(۳) "وفال النبي صلى الله عليه وسلم: "صلوة النهار عجماء" قلت: عريب ورواه عبد المزدق في =

میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ جب آیت کے مطابق مغرب رات میں داخل ہے اور حدیث کے مطابق فجر دن میں داخل ہے تو فجر کی نماز بالجبر نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی نہار صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے: "الیوم الخمرعی من صلوع المعحر ایئ الغروب اه"۔ شامی: ۸۰/۲ (۱)۔ عرفی نہار طلوع شمس سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر شریعت نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے، مسئلہ قراءۃ بالجبر میں بھی ایسا ہی ہے۔  
"صلوة النهار عجماء" حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ ہو سکے تو اس متن کو مع سند نقل فرمادیں (۲)۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

عبادت و اطاعت میں فرق

سوال (۱۰۲۲): آیت: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ﴾ کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبادت انسان و جنات کی امتیازی خصوصیت ہے اور باقی مخلوقات اطاعت کرتے ہیں۔ تو کیا عبادت و اطاعت کی حقیقت الگ الگ ہے؟ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے یا ایک ہے؟ کیا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

عبادت غایت تدلل کے ساتھ تعظیم حسب الامر صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ

= مصنفہ من قول مجاہد وائی عبیدہ، فقال: أحبرنا معمر عن عبد الكريم الحدری قال: سمعت أبا عبیدة يقول: "صلاة النهار عجماء"، انتهى.

"أحبرنا اس جریح قال: قال مجاهد: "صلاة النهار عجماء"، انتهى وقال النووي في

الخلاصة: حديث "صلاة النهار عجماء" باطل لا أصل له. انتهى. (نصب الراية، كتاب الصلاة، باب

صفة الصلاة، الحديث الثالث والحمسون: ۳/۲، مكتبة حقانيه، پشاور)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصوم: ۳۷۱/۲، سعيد)

(۲) عبد الرزاق وغيرہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث بطل ہے، کما مر فی مراجع، ص: ۳۴۸، الحاشیہ رقم: ۳

وَبِسَاكِ سَتَعِيسٍ ﴿۱﴾ - اطاعت (یا تماننا) دوسروں کی بھیجی جاتی ہے ﴿۱﴾ اَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا سِرِّ سِرِّ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴿۲﴾ - عبادت انھیں مطلق ہے اور اطاعت اعم مطلق  
ہے (۳) - انقضاء القدیمات تعاقب الغمر۔  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔



(۱) (الفاتحة: ۳)

”العادة لا تقوم إلا بقطب رحاها الذي لا تدور إلا عليه، وذلك عاية الذل في غابة المحبة“  
(تيسير العزيز الحميد، شرح كتاب التوحيد، باب ما جاء في حماية النبي صلى الله عليه وسلم اهـ، ص  
۶۳۲، المكتب الاسلامي)

(۴) (النساء: ۵۹)

(۳) ”ذكر شيخ الإسلام زكريا أن الطاعة فعل مائتاب عليه، توقف على نية أولا، عرف من يفعله لأجله  
أولا - والعادة مائتاب على فعله، ويتوقف على نية الخ“. (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب  
العرف من الطاعة والقربة والعادة: ۱۰۶/۱ معيد)

## فتویٰ کا بیان

### قاضی اور مفتی میں فرق

سوال [۱۰۲۳]: مفتی اور قاضی میں کیا فرق ہے؟

المرسل بندہ محمد قطب الدین مہتمم مدرسہ رنگپور بنگال۔ ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مفتی اور قاضی کے اداکار میں متعدد طرق سے فرق ہے، نفس منصب کے اعتبار سے ایک اہم فرق ہے کہ مفتی مخیر ہے اور قاضی ملزم ہے۔ "لا فرق بین المفتی والقاضی إلا أن المفتی محبر عن الحکم والقاضی ملزم له"۔ در مختار۔ قال الشامی: "قوله: لا فرق (الح): أي من حیث أن کلاً منهما لا یحوز له العمل، بل علیه اتباع ما رجحوه فی کل وقعة وإن کان المفتی مخبراً والقاضی ملزماً، ولیس المراد حصر عدم الفرق بینهما من کل جهة، فافهم اه"۔ ردالمحتار (۱)۔

**ترجمہ:** مفتی اور قاضی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ مفتی حکم کی خبر دینے والا ہے اور قاضی (حکم کو) لازم کرنے والا (اس پر عمل درآ کر نواالا ہے) در مختار، شامی نے کہا کہ (اس کا قول کوئی فرق نہیں) کہ دونوں (مفتی و قاضی) میں سے کسی کو عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک پر اس کا اتباع لازم ہے جس کو انہوں (اصحاب ترجیح) نے ترجیح دی ہے ہر واقعہ میں، اگرچہ مفتی خبر دینے والا اور قاضی عمل درآد کرانے والا ہے، دونوں کے درمیان ہر جہت سے عدم فرق کا حصہ مراؤ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۵/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۷ھ۔

(۱) دیکھئے: "رد المحتار علی الدر المختار، المقدمة: ۱، ۷۳، مطلب إذا تعارض التصحیح، سعد

رو کذا فی مجموعة رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱، مہیل اکیدمی

رو کذا فی اعلام الموقعین: "فالحاکم مخیر منفذ و المفتی محبر غیر منفذ" ۱۳۳۰۳، دار الکتب

## ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ

سوال (۱۰۲۳): فقہاء جمہم اللہ کا قاعدہ صریح ہے کہ ظاہر الروایۃ ہوتے ہوئے دوسری روایت پر فتویٰ نہیں ہوگا، پھر اس کے خلاف اکثر مسائل میں کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے؟ دینا اوتو تہوا۔ بندہ ذوق محمد غفرلہ الصمد برسپال الجواب حامداً و مصلياً:

اس کے خلاف کرنے کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجہ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں، اگر کسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کر دی ہو تو دوسرے قول پر مقدم ہوگا اگرچہ وہ دوسرا قول ظاہر رہے۔ ایسی ہی یوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایت ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہوتی ہے۔ اس کے لئے مرجع ہوگا۔ شرح عقود درم المفتی میں ہے۔

وإن - جحد - نصحيح قولين : رد	ما اختر - نما - شئت - فكل - معتمد
إذا كان صحيحاً و أوضح	أو قيل : ذا - يعنى - به - فقد - رجع
أو كان فى - لحنين أو قول الإمام	أو ظاهر - المروى أو حل - العظام
فإن - أو كان - الاستحسانا	أو زاد - لألوقوف - نفعاً - ساءا
أو كان - ذا - أوفق - لسرمان	أو كان ذا - أوضح - فى - أشهر - هان
هذا إذا - تعارض - التصحيح	أو - يكس - أصلاً - به - تصریح
فتأخذ - الذى - به - مرجح	مما - عينته - فهذا - الأوضح

شرح المنصبة العساف بعبود، رسم السنن مجموعة رسائل ابن عابدین (۱)۔ فتاویٰ اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب عبد اللہ بن عبد اللہ عنہ۔

الجواب صحیح - عید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۲، رجب ۱۳۵۷ھ۔

(۱) (شرح عقود رسم المفتی فی صرر مجموعة رسائل ابن عابدین ۱۰ ۳۹، سہیل اکیڈمی لاہور)

ولفی الدر۔ "وإذا كان فى المسئلة قولان مصححان، جاز الافناء والقضاء باحدهما،

## شامی دیکھ کر فتویٰ دینا

سوال [۱۰۲۵]: شامی کا کتب فقہ میں کیا درجہ ہے، آیا فقط شامی دیکھ کر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

افتخار حسین کاندھلوی، ۲۰ رجب ۱۴۲۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی جامع ہے اور مجموعی حیثیت سے معتبر ہے، صاحب اتقان کے لئے صرف شامی دیکھ کر فتویٰ دینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والاعوذ باللہ من غفلتہ عن معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵ رجب ۱۴۲۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح عبداللطیف، ۶ رجب ۱۴۲۶ھ۔

= وفي رد المحتار: "قولہ: قولان مصححان: أى وقد تساوى في لفظي التصحيح، وإلا فالأولى الأخذ بما هو أكمل في التصحيح كما لو كان أحدهما ملفظ: الصحيح والآخر بلفظ عليه الفتوى، فإن الثاني أقوى، وكذا لو كان أحدهما في المتن أو ظاهر الرواية أو كان عليه الأكثر أو كان هو الأولى، فإنه إذا صح هو ومقابله كان الأخذ به أولى إلخ". (رد المحتار: ۳، ۳۶۳، مطلب فيما إذا كان في المسألة قولان مصححان، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۵۳۹، ۳، كتاب الوقف، دار المعرفة، بيروت)

(۱) قال أحمد النقيب: "يعتبر هذا الكتاب 'حائمة المحقيقات والترجيحات في المذهب الحنفى' لتأثير جامعته وبعده إطلاع واصعه وتحريره ما اعتمدته المتأخرون النقات، ولأنه أجمع كتاب في الفقه الحنفى من كتب الفتوى والترجيح. ويعتبر لدى علماء الحنفية منخل المذهب فيما عليه الفتوى، ولا يكاد يغنى في الفقه الحنفى دون الرجوع إليه، وكان وما يزال أهم كتب الفتوى التي انحصرت جهد الفقهاء المتأخرين على قراتها، وقد جمع فيه اس عابدين (رحمه الله) 'حسيلة كتب المذهب، مع التحرير لمسئول وموارد بعضها بعض والاستمداد من الكتب الاصلية بدقة وعناية إلخ' (المذهب الحنفى ۵۸۳، ۲، مكتبة الرشيد، رياض)

تفصیل کے لئے دیکھئے (مقدمہ فی الفقہ، ص: ۱۱۹، نلدکتور سلیمان آیاحیل، دارالعاصمة، ریاض)

(ورد المختار: ۱، ۸۴، ۱۳۲، دار الفكر بيروت)

## جابل مفتی

سوال (۱۰۲۱): ایک صاحب میرے یہاں ہیں ان کا نام خدا بخش ہے اور وہ فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ وہ عربی جانتے بھی نہیں ہیں، ہر سال بچوں کے اسکول کا روپیہ کھا جاتے ہیں اور اپنی برادری میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ بھائیو! میں نے اسکول کا روپیہ اپنے خرچ میں لے لیا ہے اور میں ادا نہیں کر پاؤں گا اس کو آپ لوگ معاف کر دیجئے۔ وہ بے چارے مجبور ہو کر معاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ یہ دس نہیں پائے گا۔ اور نماز میں تہجد ادا کرتا ہے اور ٹٹی شارع عام پر پھرتا ہے، راست چلنے والی عورتیں اور آدمی اپنے منہ پھیر لیتے ہیں گمان کو شرم نہیں لگتی۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان میں ایک باغ ہے اس کے بیڑ کے نیچے بیٹھا پاگٹا نہ پھر رہا تھا۔ یہ فعل اس مفتی جابل کے لئے سب روا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جابل آدمی کا بلا تحقیقی علم حاصل کئے فتویٰ دینا فتویٰ نہیں بلکہ ضلالت اور گمراہی ہے (۱) اور ایسے شخص کو مفتی کہنا بھی جہالت اور ضلالت ہے، سب کے سامنے ستر کھولنے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ الفقام الدین غفرلہ، ۱۵/۱/۹۰ھ۔

(۱) "و عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من أفتی بغير علم کان اثمہ علی من أفناه". (سنن أبی داود، باب التوقی فی الفقیہ ۱۵۹/۲، امدادیہ ملتان)

"من أفتی الناس و لیس بأهل للفتوی، فهو اثم و عاص". (إعلام الموقعین ۱/۲۶۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(و مسند الإمام أحمد ۳۶۵/۲، رقم الحدیث ۸۵۵۸، دار إحياء التراث العربی)

(۲) "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتقوا اللہ و استحيوا و تواروا، و لا یعزل أحد منکم إلا و علیہ سترہ، و یسترہ أخوہ و لو بشوبہ قال: و نا ابن وہب أخبرنی عبد الرحمن بن سلمان عن عمرو مولی المطلب عن الحسن قال: و بلغنی أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لعن اللہ الناظر و المظور". (شعب الإيمان للبیہقی ۱/۶۲۶، باب الحیاء، دار الکتب العلمیۃ)

## غیر مستند عالم کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۲۷]: کوئی غیر مستند عالم یا غیر مستند مفتی جس نے کسی ادارے سے سند حاصل کی ہو ایسا شخص تحریری یا زبانی فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اکثر جماعت اسلامی کے افراد جو کہ اکثر عالم نہیں ہوتے اور نہ مفتی ہوتے ہیں، وہ فتویٰ دیتے ہیں لہذا ایسے غیر مستند مفتیوں کے فتاویٰ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس مسند کی پوری تحقیق کر لی ہو خواہ اسے ذی پڑھ کر ہو یا اہل علم سے سن کر ہو اس کو پوری احتیاط کے ساتھ نقل کرنا درست ہے، از خود کتاب و کچھ کر رہا اوقات سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے، اس لئے مقام حضرات ہمیشہ فتویٰ دینے سے بچتے ہیں، جب تک کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو وہ ہرگز جسارت نہیں کرتے، اس کی اجازت بھی نہیں (۱)۔ عقود رسم المفتی میں ہے۔

فیس یجرأ علی الأحکام سوی شقی خاسر المرء (۲)

غیر تحقیق کے اگر فتویٰ دیا تو اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہوتا ہے (۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”میں نے فتویٰ دینے کی غلطی کبھی نہیں کی“ ایک وفد ان سے فتویٰ دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ ”فتویٰ کسی مفتی سے پوچھو دین کی بات میں تباہ ہوں“ اور

= (و مشکوٰۃ المصابیح، ۱۳/۲، باب النظر إلی المخطوۃ، کتاب الکاح، المکتب الإسلامی)

(۱) قال العلامة ابن عساکر: ”أیت فی فتاوی العلامة ابن حجر سنل فی شخص یقرأ، و یتالع فی المکتب الفقہیۃ نفسہ، و لم یکن لہ شیخ، و یعمد علی مطالعہ فی المکتب، فہل یحور لہ ذلک أم لا؟“ فأجاب سؤلہ: لا یحور لہ إلا یتاء بوحہ من الوحوۃ الخ“ (مجموعۃ رسائل ابن عساکر، ۱/۵، سہیل اکیڈمی)

(۲) شرح عقود رسم المفتی فی صمن مجموعۃ رسائل ابن عساکر، ۱/۳۳، سہیل اکیڈمی

(۳) ”و عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من أفتی بغير علم کان آثمہ علی من أفتاہ“۔ (سنن أبی داود، باب التوفی فی القتب: ۱۵۹۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

”من أفتی الناس و لیس بأهل للفتوی فهو آثم و عاص“۔ (إعلام الموقعین: ۳/۱۶۶، دار

المکتب العلمیۃ، بیروت)



کما قال، پھر جماعت اسلامی والے کیا فتویٰ دیکر غلطی میں مبتلا ہوتے یا کرتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مجتہد اور غیر مفتی کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۸]: عالم مجتہد کون ہے؟ اگر کوئی ناظرانہ قرآن شریف پڑھ کر چند کتب فقہ کی پڑھ

لے وہ عالم مجتہدین میں داخل ہے کہ نہیں؟ بیڑا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ عالم مجتہد نہیں، اجتہاد تو بڑا درجہ ہے، ایسے شخص کے لئے تو یہ بھی حق نہیں کہ معمولی مسائل روزمرہ میں

فتویٰ بتا سکے کہ کس قول پر فتویٰ ہے:

”مسئل می شخص بقرأ، و يطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكر له شيخ، ولفي،  
ويعتمد على مطالعته في الكتب، فيل يجوز له ذلك أم لا؟ وأجاب بقوله: لا يجوز له إلا إذا  
سوحه من الرجوح؛ لأنه عامي حاهل لا يدري ما يقول، بل الذي يأخذ العلم عن المتنايع  
المعمرين، ولا يجوز له أن يفتي من كتاب ولا من كتابين، بل قال النووي ولا من عشرة، فإن  
اعتمد العشرين فذ يعتمدون كتبهم على مقالة ضعيفة في المذهب، فلا يجوز تقليدهم فيها،  
سحلاف الماهر الذي أخذ العلم عن أهله وصارت له فيه منكة نفسانية، فإنه يميز الصحيح من  
غيره، ويعلم المسائل وما يتعلق بها على الوجه المعتمد به، فهذا هو الذي يفتي الناس، و يصلح  
أن يكون واسطة بينهم وبين الله تعالى، وأما غيره فغيره إذا نسوا هذا المصنوب الشريف  
التعريف الثليلع والزهر الشديد الزاهر دلت الأمان عن هذا الأمر القبيح الذي يؤدي إلى مفاسد لا  
تحصى اهـ“، شرح عقود رسم المفتي عن افتاوى الكبار (۱)۔

(۱) (شرح عقود رسم المفتي ۱۵۱۔ فی ضمن مجموعۃ رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی)

”وروی الطبرانی عن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً: ”بأینا الناس! تعلموا، إنما العلم بالتعلم،  
والفقه بالتفقه، ومن برد الله نه خيراً يفقهه في الدين“، (فتح الباری ۱/۱۶۱، کتاب العلم، دار الفکر، بیروت)

(کذا فی تعلیق التعلیق لابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: ۴۹۲، المکتبہ الإسلامی)

مجتہدین کے طبقات متعدد و متفاوت ہیں، ہر طبقہ کی تعریف علیحدہ ہے، تفصیل مطلوب ہو تو رد المحتار (۱)، انافع الکبیر (۲) عقود رسم المفتی (۳) وغیرہ مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد ونگوئی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیور، ۶/ محرم/ ۱۴۷۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیور، ۸/ محرم/ ۱۴۷۷ھ۔

بغیر علم کے مسئلہ بتانا اور حدیث کی طرف منسوب کرنا

سوال [۱۰۲۹]: اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کے ایک مسجد کا امام بن گیا پھر وہ لوگوں کو مسئلہ

بتانے کے وقت کہتا ہے کہ یہ مسئلہ حدیث کا قول ہے حتیٰ کہ ہر ایک مسئلہ میں کہتا ہے۔ تو اگر حدیث کا قول نہ ہو تو

اس امام کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو شخص خود واقف نہ ہو اس کے لئے مسئلہ بتانے کی اجازت نہیں (۴) اور جو شخص اپنی طرف سے بات

بنا کر کہہ دے کہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو وہ جھوٹا اور کذاب

ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”من کذب علی متعمداً فلینبأ مقعده من النار“۔ رواہ المحاری (۵)، ”وعن سمرۃ بن

حداد، والمعبرۃ من شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(۱) (رد المحتار: ۱/۷۷، المقدمة، مطلب فی طبقات الفقہاء، سعید)

(۲) (النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر، ص: ۷-۱۱، إدارة القرآن)

(۳) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۵، دار الاشاعت)

(۴) (سیاتی تحریرجہ تحت عنوان: ”غیر عالم کا مسئلہ بتانا“ وقم الحاشیہ: ۱)

(۵) (صحیح البخاری: ۲/۱، کتاب العلم، قدیمی)

”وقال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ، فی شرحہ: وقد فرق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین

الکذب علیہ و بین الکذب علی غیرہ کما سیاتی فی الجائز فی حدیث المعبرۃ حیث یقول ”إن کذباً

علیٰ لیس ککذب علی أحد“ (فتح الباری: ۳۰۲/۱، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم، دار الفکر بیروت)

و مسلم "من حدث عسی سحدیت یری أنه کذب فهو أحد الکاذبین" رواہ مسلم اھ۔  
منسکوہ (۱)۔

ایسا شخص فاسق ہے، اس کی امامت کروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو۔

"لو قدموا فاسقاً یا ثموراً بناذ علی أن کرهية تقدیمه کرهية تحریمه لعدم اعتداله بأمرور  
دیسہ و تسامحه فی الإتيان بموارمه، فلا یبعد منه الإحلال لبعض شروط التصویة و فعل ما یطاقها،  
لأنه هو العاقل بالنظر إلى فسقه اھ۔" کبیری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد گنوی حفظہ اللہ عنہ، ۲/۴/۶۱ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

غیر عالم کا مسئلہ بتانا

سوال [۱۰۳۰]: قاض صاحب جنہوں نے کسی دینی درسگاہ میں تعلیم نہیں پائی بلکہ رڑکی  
انجینئرنگ اسکول میں تعلیم پا کر بیچہ جعلی سند پیش کرنے ملازمت سے محروم رہ کر عطاری کی دوکان کرتے ہیں،  
شرعی فتویٰ دے سکتے ہیں؟ اور وہ کہاں تک شرعاً درست ہے؟

۲۔ ایسے شخص کی نسبت جو بلا سند شرعی فتویٰ دے کر فساد پر پا کرے شرع شریف میں کوئی حکم ہے کہ  
نہیں؟

نیا زمند: عبدالہادی قریشی، ساکن شاہ آباد ضلع کرنال۔

الجواب حامداً و مصلياً :

۱۔ بلا علم کے مسئلہ بتانا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر مسئلہ معلوم ہو تو مسئلہ بتلانے کے لئے سند  
کا ہونا ضروری نہیں (۳)۔

(۱) (منسکوہ المصباح، ص ۳۲، کتاب العلم، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (الحلی الکبیر، ص: ۵۱۳، فصل الاولی بالامامة، سہیل گیلانی)

(۳) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "و قد رايت فی فتاوی العلامة ابن حجر - سئل فی شخص یقرأ =

۲۔ اگر معتبرن لم اس کے بیان کردہ مسئلہ کو غلط قرار دیں تو اس کو اپنی غلطی سے رجوع کرنا چاہئے اور باوجود مسئلہ کے غلط ثابت ہونے کے اس پر جھار پٹا اور اصرار کرتا گناہ ہے (۱)۔

ہاں اگر اس کے پاس دلیل ہے یا مسئلہ کسی خاص وجہ سے اختلافی ہے تو اس کے لئے رجوع ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد اٹکلوئی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدد مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۰/۱۴۳۵ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح، عبداللطیف۔

غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا

سوال [۱۰۳۱]: صرف اردو داں حضرات کو فقہی مسائل (نماز وضو وغیرہ کے علاوہ) بتلانے سے اگر روکا جائے کہ آپ مسئلہ نہیں بتائیں تو یہ اقدام غلط ہوگا یا صحیح، جب کہ عالم دین موجود ہیں؟ بعض تو اردو سمجھ لیتے ہیں اور بعض اردو بھی نہیں سمجھ پاتے، دونوں کو روکا جائے کہ حرام و حلال والے مسائل نہ بتائیں تو اس رکاوٹ کی اجازت ہے یا نہیں؟ رکاوٹ میں سختی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جب تک فقہ کے مسائل باقاعدہ معتمد اساتذہ سے حاصل نہ کئے ہوں کچھ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح طور پر

= ويطالع فی الكتب الفقهية بنفسه، ولم یکن له شیخ، یعنی، ويعتمد علی مطالعته فی الكتب، فجعل بجور له ذلك أم لا؟

فأجاب بقوله: "لا يجوز له الإفشاء"، (شرح عقود رسم المفتی، ص ۱۵۱، ۱۶، من مجموعة رسائل ابن عابدین .. سہیل اکیدمی)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال "من قال عليّ ما لم أقل، فليتسوا مقعده من النار، و من أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلك علي من أفاده الخ" (مسند الإمام أحمد ۲۰: ۳۶۵، رقم الحديث: ۸۵۵۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی تعلیق، لابن حجر: ۷۹۲، المکتب الإسلامی)

(۱) "و لا یسعی له أن یحتج للفتویٰ إذا لم یسأل عنه، وإذا أخطأ، رجوع و لا یستحبی و لا یأثم، کذا فی النهر العائق" الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۰۹/۳، کتاب أدب القاضی، رشیدیہ)

سمجھ کر صحیح طور پر ان کو بیان کیا جائے گا، اس لئے اس کی عام اجازت نہیں دی جائے گی، اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ صحیح سمجھ کر صحیح بیان کر دے، اس لئے پہلے کسی واقف کار مستند عالم کو پہنچے وہ مسائل سنا دیئے جائیں جب وہ تصویب کر دے تو پھر ان کو بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے مگر ان کی اپنی طرف سے مزید تشریح نہ کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا

سوال [۱۰۳۴]: اگر شرعاً بندہ کو زید کے مال و متاع سے کچھ حصہ اور میر بھی ملتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا انکار یا رد کر دے یا اس کے خلاف اپنی خواہش نفسانی کے واسطے فتویٰ دے تو شرعاً ایسے آدمی پر کیا جرم عائد ہوتا ہے؟ اور کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے؟ ان تینوں سوالوں کا جواب بحوالہ لکھیں۔

المستفتی احقر عبدالکریم۔ قوم بلوچ مقیم چک ریاست بہاولپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شرعی فتویٰ کو بلا دلیل رد کرنا اور نہ ماننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی اس فتویٰ شرعیہ کا استخفاف کرے تو بہن و تحقیر کرے گا تو یہ کفر ہے کہ تحقیر شریعت کو بھی مستلزم ہے۔ اور جان بوجھ کر خواہش نفسانی کی وجہ سے خلاف شرع فتویٰ دینا اور مستحق کو محروم کرنا بڑا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔ جو ناواقف اس خلاف شرع فتویٰ پر عمل کریں گے اس کا

(۱) قال الشامی رحمہ اللہ: "و قد رأیت فی فتاویٰ العلامة ابن حجر من فی شخص یقر، و یطالع فی الکتب

افقیہہ یشہو، و لم یکن لہ شیخ، و یفتی، و یعتمد علی مطالعہ فی الکتب، فہل یحوز لہ دلک ام لا؟

فأجاب بقولہ: لا یحوز لہ الإفتاء بوجہ من الوجوہ: لأہ عامی جاہل، لا یدری ما یقول، بل الذی

یأخذ العلم عن المشایخ المعترین، لا یحوز لہ أن یفتی من کتاب، و لا من کتابین، بل قال النووی رحمہ

اللہ: و لا من عشرة، فإن العشرة والعشرین قد یعمدون کلہم علی مقالة ضعيفة فی المذهب، فلا یحوز

تغلبہم فیہا"۔ (شرح عقد رسم المعنی، ص: ۵۶، ۵۷، مطلب لا یحوز الإفتاء لمن طالع الکتب

نفسہ، الترشد (الوقف) کراچی)

گناہ بھی فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور ایسے شخص کو امام بنانا بالکل ناجائز ہے، تاوقتیکہ وہ توبہ کر کے حق بات کو ظاہر نہ کر دے لیکن اس کا فیصلہ بھی معتبر علماء سے کرایا جائے کہ فتویٰ موافق شرع ہے یا خلاف شرع کسی غیر عالم کا از خود فیصلہ کرنا درست اور معتبر نہیں:

”رحل عرض علیہ حصصہ فتویٰ الأئمة فردھا و قال ”چہ بارنامہ فتویٰ آورده“ قیل: یکفر، لانه رد حکم الشرع. و کذا لولم یقل شیئاً لکن ألقى الفتوی علی الأرض و قال: ”ایں چہ شرع است“ کفر. إذا جاء أحد الحفصین إلی صاحبه یفتی الأئمة فقال صاحبه: لیس کما افتراء، أو قال: لا نعمل بهذا، کان علیه التعزیر۔ کذا فی الذحیرہ اھ۔“ ہندیہ: ۲/۲۷۲ (۱)۔

”فلیس یجسر علی الأحکام سوی شقی حاسر المرام، وإن کان المفتی مقلداً غیر مجتہد یا أخذ بقول من هو أفقه الناس عنده و یصیف الجواب إلیہ، فإن کان أفقه الناس عنده فی مصر احر برجع إلیہ بالکتاب، و یکتب بالجواب، و لا یجازف خوفاً من الافتراء علی اللہ تعالیٰ بتحريم الحلال و ضده اھ۔“ شرح عقود رسم المفتی (۲)۔

”و یحجر علی المفتی الما جن هو الذی یعلم الناس الحیل الماطلة بأن علم المرأة الارتداد لیس من زوجھا، و بأن علم الرجل أن یرتد یتسقط عنه الزکوة ثم یسبھ، و لا یبالی أن یحرم حلالاً و یحل حراماً اھ۔“ (مجمع الأنهر) قلت: ”و یدخل فیہ المفتی الفاسق کما فی المتنقط: و الذی یفتی عن حیل کما فی الخانیة اھ۔“ (سکت الأنهر) (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نگوی عفا اللہ عنہ محقق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۹۵ھ۔

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/جمادی الثانیہ/۵۹ھ۔

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ ۲۰/۲۷۲، الباب التاسع أحكام المرتدین، رشیدیہ)

(۲) (شرح عقود و رسم المفتی ۱/۳۳، من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی)

(۳) (مجمع الأنهر ۲/۳۳۱، کتاب الحمر، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ لینا

سوال ۱۰۳۳: زید کی لڑکی کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے لڑکی کے والدین نے کر دیا تھا مگر جب کہ لڑکی بالغ ہو چکی تو اس وقت باہم فریقین میں رضامندی نہ رہی اور نہ لڑکی کو طلاق دی ہوئی، لڑکے کے والدین نے ایک مولوی صاحب سے اصلیت کو چھپاتے ہوئے یہ بیان کیا کہ نکاح لڑکی کا مجھے بیہوشی کی دوا لگا کر کر دیا تھا، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں نے بیہوشی کی حالت میں اجازت دی یا نہیں دی، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی کے والدین نے مولوی صاحب سے زبانی بیان کیا، مولوی صاحب نے سن کر والدین کو یہ کہہ دیا کہ نکاح ناجائز ہے، دوسرا نکاح کر دیا چاہوے۔

مولوی صاحب کے تحریری فتویٰ دینے پر قاضی صاحب نے لڑکی کا نکاح دوسرا پڑھ دیا، اس کے بعد جب مولوی صاحب مذکور پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اپنا تحریری فتویٰ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مولوی صاحب نے رمضان المبارک نماز جمعہ میں یہ کہا کہ قاضی صاحب تکبیر نہ گئیں۔ اب اس میں کون قابل اعتراض ہے یا مولوی صاحب یا قاضی صاحب؟ لہذا اس کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مولوی صاحب جب کہ خود اصل واقعہ سے ناواقف تھے اور لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کیا اور مولوی صاحب نے اس کو صحیح سمجھتے ہوئے فتویٰ دیا تو اس میں مولوی صاحب کا قصور نہیں، لیکن جس وقت ان کو صحیح واقعہ کا علم ہوا اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو ان کو اپنا فتویٰ چھپانا نہیں چاہیے تھا بلکہ ان کے ذمہ لازم تھا کہ لوگوں سے نیز قاضی صاحب سے ظاہر کرتے کہ لڑکی کے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا یعنی اس بیان پر فتویٰ دیا۔ اور قاضی صاحب جب کہ مسائل سے خود ناواقف تھے انہوں نے مولوی صاحب کا تحریری فتویٰ دیکھ کر دوسرا نکاح پڑھایا ہے تو قاضی صاحب کا بھی قصور نہیں، لیکن قاضی صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے نکاح والوں کو اس کی اطلاع کر دیں کہ لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کر کے فتویٰ حاصل کیا ہے (۱)، لہذا دوسرا

(۱) "إذا أفتى بشئ ثم رجع، فإن علم المستفتي يرجوعه . وكذا إن نكح بفتواه، واستمر على

نكاح بفتواه ثم رجع، لزم مفارقتها أما إذا لم يعلم المستفتي بوجوع المفتي . يلزم

المفتي إعلامه قبل العمل وكذا بعده اهـ." (باب منقول عن شرح المذهب في بداية شرح العقود، فصل

في أحكام المفسين، ص: ۹، الثانية، مير محمد کتب خانہ)

(کذا فی رد المحتار: ۷۴/۱، مطلب إذا تعارض التصحيح، سعيد)

نکاح صحیح نہیں بلکہ پہلا ہی نکاح بدستور صحیح اور قائم ہے، اپنی حالت میں مولوی صاحب کو تکبیر کہنے سے روکنا ہے جا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟

سوال [۱۰۳۴]: اگر کوئی کسی کو مولوی عالم اور واقف اسرار شریعت سمجھ کر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ اس خیال سے کہ اس کے جواب سے کسی عزیز و دوست کا نقصان ہوگا عداً اس کا جواب نہ دے اور اس کے سوال کو گنڈا شقی اور اس کو جاہل چان کر ”جواب جاہلان باشد موشی“ پر عمل کرے تو کیا اس نے خدا کے اس حکم کے خلاف ورزی نہیں کی کہ جو تم کو معلوم ہو صاف صاف ظاہر کر دو اور کچھ نہ چھپاؤ اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے عزیز دوست کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف کرنے والے کی قیامت میں خدا کی طرف سے باز پرس نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسئلہ شرعیہ بوقت ضرورت ظاہر کرنا واجب ہے اور محض اس خیال سے کہ میرے کسی عزیز کو نقصان پہونچے گا چھپانا جائز نہیں (۱)، لیکن ہر سوال کا جواب دینا بھی واجب نہیں اور ضرورت کا مدار جواب دینے والے کے احساس پر ہے یعنی بلا وقت سائل کے نزدیک اس سوال کا جواب ضروری ہوتا ہے اور مجیب کے نزدیک

(۱) ”من سننل عن علم فکتمہ، أَلْحَمَهُ اللّٰهُ بِلِجَامِ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (جامع الترمذی، رقم الحدیث

۶۲۳۹، کتاب العلم، باب ما حاء فی کتمان العلم، دار إحياء التراث العربی)

(و أخرجه أبو داؤد فی سننه فی کتاب العلم، باب کراهیة منع العلم، رقم الحدیث ۳۶۵۸، دار إحياء

التراث العربی)

(وابن ماحه فی سننه، فی المقدمة، باب من سننل عن علم فکتمہ، رقم ۲۶۱۱، من حدیث أبی ہریرۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ)



ضروری نہیں ہوتا بلکہ بیکار اور مفر ہوتا ہے (۱)، یا جی۔ کو پورے طور پر اس کا جواب معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص ہر سوال کا جواب خواہ وہ قابل جواب ہو خواہ نہ ہو، لوگوں کو دیتا ہے وہ دیوانہ ہے“، کذا فی اندامی (۲)۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ”جس شخص کو بڑا تحقیق فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے“۔ کذا فی سنن الدارمی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوٹی، عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جواب صحیح ہے سعید احمد ففر، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ذی الحجہ، ۶۰ھ۔

صحیح: عبد الملطف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی الحجہ، ۶۰ھ۔

### لائدہب کے سوال کا جواب

سوال (۱۰۳۵): ایک لائدہب کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ”وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِينَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَثْرَتُ دِينِهِمْ شَيْئًا“ میں فرشتوں کو خطاب کیا تھا کہ ”وہ کو سجدہ کرو اور شیطان اس آیت کی رو سے مستثنیٰ ہوا تو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون کیوں قرار پایا؟

احقر بشیر احمد کہار بیڑو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لائدہب کا جواب دینا بیکار ہے کیونکہ وہ کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ شیطان کا وجود ہی نہ مانے گا۔ اگر آپ کو شبہ ہو تو فرمائیے جواب دے دیا جائے گا۔ بیضاوی شریف، ص: ۴۴۷ پر نہایت تفصیل سے اس کا جواب لکھا ہے (۴) اور لائدہب سے منظرہ کرن فروغی امور میں قطعی مفید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صحیح عبد الملطف، ۱۳/محرم، ۵۴ھ۔

(۱) ”و لا يحب الإفساد فيما لم يقع و يحرم التساهل في الفتوى و اتباع الحيل إن فسدت الأعراس و سوال من عرف بذلك“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ ۳۰۹، کتاب آداب القاضي، رشیدیہ)

(۲) ”عن امر مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: ”ان الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتی لم یحج“

(سنن الدارمی ۱/۴۳۰، باب فی الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتی، قدیمی)

(۳) (سنن الدارمی ۱/۴۹۰، باب الفتیاء و ما فیہ من الشدة، قدیمی)

(۴) ”وان إبليس كان من الملائكة و إلا لم يناله أمرهم و لم یصح استثناءه منهم، و لا یرد علی ذلك“

اگر امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھیں؟

سوال [۱۰۳۱]: زید سے الفاظ قرآن بھی اکثر صاف نہیں نکلتے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

اور ایسے شخص سے آئندہ مسئلہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام عالم نہیں تو مسئلہ کسی عالم سے پوچھنا چاہئے (۱)۔ وہ الفاظ قرآن میں کیا غلطی کرتے ہیں، تشریح

کے ساتھ لکھیں تو تحفہ معلوم ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المحمّد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴، ۶، ۹۴ھ۔

جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتویٰ پوچھنا

سوال [۱۰۳۲]: بعض مسائل ایسے ہیں کہ اس میں اختلاف کے علماء مثلاً: علماء دیوبند، بہار پور،

= قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا إِلَهُ الْبَنِي كَانُ مِنَ الْحَنِ﴾ لِحَوَازِ أَنْ يَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْحَنِ فَعَلًا وَمِنَ الْمَلَائِكَةِ نَوْعًا، وَلِأَنَّ اسَّ عِبَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَوَى: "إِنَّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ صَرِيحًا يَقُولُ الدُّنُورُ، يَقَالَ لَهُمُ الْحَنِ، وَهُمْ هُمُ الْبَنِي" وَلَمْ يَزْعَمْ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَنْ يَقُولَ: أَنَّهُ كَانَ حَنِيًا نَشَأَ بَيْنَ أَظْهَرِ الْمَلَائِكَةِ، وَكَانَ مَعْمُورًا سَالِئُورٍ هُمُ. فَعَلِبُوا عَلَيْهِ، أَوْ الْحَنِ أَيْضًا كَانُوا مَأْمُورِينَ مَعَ الْمَلَائِكَةِ لَكِنَّ اسْتَعْنَى بِذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ عَنْ ذِكْرِهِمْ فَإِنَّهُ إِذَا عَلِمَ أَنَّ الْكَاهِنَ مَأْمُورِينَ بِالتَّذَلُّلِ لِأَحَدٍ وَالتَّوَسُّلِ بِهِ، عَلِمَ أَنَّ الْأَصَاغِرَ أَيْضًا مَأْمُورِينَ بِهِ اهـ". (تفسير البصاوى، ص ۲۴۰، مير محمد کتب خانہ)

(۱) کسی کو مسئلہ بتانے کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم، صاحب بصیرت، کثیر المطالعہ وسیع النظر اور احوال زمانہ سے واقف ہو جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ مسئلہ بتانے کا اہل نہیں

"لَا يَسْعَى لِأَحَدٍ أَنْ يَتَعَلَّقَ بِالْإِثْمِ كَانُ هَكَذَا، وَبِرَبِّدِ أَنْ يَكُونَ الْمُفْتَى عَدْلًا عَالِمًا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَنِ وَاجْتِهَادًا الرَّأْيَ إِلَّا أَنْ يَفْقَهُ بَعْضُ فِدَا سَمِعَهُ". (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۰۸، الباب الأول فی تفسیر الأدب والفصا، رشیدہ)

"أَنَّ السُّنَنَ فِي الرِّقَاعِ لَا يَدُلُّهُ، مِنْ ضَرْبِ اجْتِهَادٍ وَمَعْرِفَةِ بِأَحْوَالِ النَّاسِ". (رد المحتار، باب

ما یفسد الصور وما لا یفسدہ، مطلب مہم، ۳۹۸، ۲۰، معبد)

نو کذا فی اعلام الموقعین، ۱۶۶، ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دہلی مختلف ہیں، کسی کے نزدیک حلت ہے کسی کے نزدیک حرمت ہے تو کیا ایسی صورت میں جس جگہ سہولت ملے استثناء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ درآنحالیکہ قابل اعتماد اور دیندار ہر ایک ہیں، یعنی اتباع ہوا میں تو داخل نہیں ہے؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

جب سب اداروں پر یکساں اعتماد ہے تو محض سہولت کے لئے انتخاب کرنا کہ فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی اور فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی، اگر کامل اتباع ہو انہیں تو اتباع ہوا کے قریب قریب ضرور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۶ھ۔

مہیا بلہ

سوال (۱۰۳۸): آج کل اہل بدعت کی طرف سے ہجرات بھرت میں ایک بہت بڑا شور ہے اور جاہلوں کو بہکا پھسلا کر سر توڑ پھوڑ کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ سوال کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے مہبلہ کا اعلان کر کے ان کو زیر کیا، اس طرح اہل حق میں سے کوئی خدا کا بندہ تیار ہو کر مہبلہ کرنا چاہے تو آیا شریعت اس بارے میں اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت دیتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ چونکہ نومبر میں بڑودہ میں اجتماع ہونے والا ہے اس کو نا کام بنانے کے لئے اہل بدعت نے ایک قسم

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (الابۃ (الشوریٰ: ۶)۔

”الکفیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله“ رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۵۱، باب استحباب المال والعمر للطاعة، الفصل الثانی، قدیمی)

قال ابن عابدین: ”إذا كان في المسئلة قولان مصححان، جاز الإفتاء والقضاء بأحدهما“ (الدر المختار) وقال ابن عابدین: ”(قوله: قولان مصححان): أي وقد تساوى في لفظي التصحيح كما لو كان أحد هما بلفظ الصحيح، والآخر بلفظ، عليه الفتوى الح“ (رد المحتار: ۳/۳۶۳، مطلب فيما إذا كان في المسئلة قولان مصححان، سعيد)

(کذا فی شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۸، من رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی)

(و کذا حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ۵۳۹، ۲، کتاب الوقف، دار المعرفۃ بیروت)

کا شور اور ہنگامہ برپا کیا ہے اور نت نئے جھگڑے کر رہے ہیں اور خاص کر بڑودہ میں جھگڑے بھی ہو گئے۔ جس میں جماعت والوں کو بدنام کیا اور دفعہ نمبر ۱۳۳، بھی لگوانے کی کوشش چاری ہے، لہذا من سب جواب تحریر فرمائیں۔  
احقر حاجی عبدالرحیم۔

الجواب حامد أو مصلياً:

مبارک کرنے کی اب نہ ضرورت ہے نہ اجازت ہے، دین مکمل ہو چکا ہے، ہر چیز کے دلائل تفصیل سے موجود ہیں، جو گفتگو کی جائے دلائل کی روشنی میں کیجائے (۱)، اور ان لوگوں سے تعرض کی ضرورت نہیں، ان کے اتہامات اور بہتانوں کی طرف کوئی توجہ نہ کریں، زیادہ سے زیادہ اجتماع سنت میں مشغول رہیں، اسی کی اشاعت کریں (۲)۔

جس قدر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہر مجلس میں ہوگا اور آپ کے اخلاقی فاضلہ کا بیان ہوگا اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کی سعی ہوگی، اس قدر فتنے ختم ہوں گے، باطل مضلل ہوگا، حق بلند ہوگا۔ بڑے اجتماع سے پہلے اہل اللہ کے وعظ ہوں، جگہ جگہ گشت کئے جائیں اور مخالفین کی مخالفتوں کا تذکرہ نہ اجتماعات میں ہونا اپنی فحی مجلسوں میں ہو بلکہ زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہو، اسی سے دعا کریں، ہر معاملہ میں اسی کی طرف التجا ہو، اسی کو فریادرس یقین کریں، اس کے قبضہ و قدرت میں

(۱) قال الله تعالى: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾  
(المائدہ، پ ۶، آیت ۳)

"(اليوم اكملت لكم دينكم) بالنصر والإظهار على الأديان كلها أو بالنصيص على فروعها والعفائد والتوقف على أصول الشريعة وقوانين القياس". (التفسيرات الاحمدية، ص ۳۳۵، مكتبة حقاله پشاور)

تفصیل کے لئے دیکھیے (حسن الفتاویٰ ۹، ۲۳۶، کتاب الحظر والاماحہ، باب المنكرات، سعید)  
(۲) "صل من قطعك، وأحسن إلى من أساء إليك" قال المناوي رحمه الله: "قوله 'صل من قطعك' الحق 'بأن تطعمه معه ما تعد له وإصلاحاً' فإنك إن فعلت ذلك انقلب عدوك المشاق معك الولي الحميد" (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقع الحديث، ۵۰۰: ۳۷۱، ۷، بزار مصطفي وناص)

سب کے دلوں کو کھینچیں، انشاء اللہ تعالیٰ پوری نصرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب عبد الوارث العلویم دیوبند، ۲۸/۶/۸۸ھ۔

### اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو؟

سوال [۱۰۳۰]: فقہ حنفی کی جتنی درسی کتب ہیں ان میں تقریباً سب میں احناف کا آپس میں اختلاف ہو رہا ہے، آیا اختلاف کا شمر یہ ہے کہ ہر عمل جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس بات پر عمل ہو، امام صاحب کے مسلک، یا امام ابو یوسف اور امام محمد کے مسلک پر ہم فیصلہ کس طرح کریں؟

۲۔ احناف کی وہ کوئی کتاب ہے کہ جس کے تمام مسائل بطور فیض اور فتوے کے ہوں تاکہ وہ خرید کر ہر وقت مسئلہ دیکھ لیں اور وہ کتاب اوروں سے جامع بھی ہو۔

### الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ کیف ما اتفق کسی قول پر عمل کرنا درست نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، اگر کسی مسئلہ میں چند اقوال ہوں اور اصحاب ترجیح نے کسی قول کی ترجیح صراحۃً بیان کی ہے تو راجح پر عمل کیا جائے گا اور اگر صراحۃً ترجیح بیان نہیں کی تو ضمنی ترجیح کو تلاش کیا جائے (۱) مثلاً ایک قول متون میں ہے، دوسرا شروح میں تو قول اول کو ترجیح ہوگی (۲)، یا ایک قول قیاس ہے، دوسرا استحسان تو ثانی کو ترجیح ہوگی (۳)

(۱) "ومن هذا تراهم قد يرحلون قول بعض أصحابه على قوله، كما ورحلوا قول زفر وحده في سبع عشرة مسألة، فنبع ما رجعوه، لأنهم أهل النظر في الدليل". (رد المحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح ۱/۷۷، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۰، مطلب فی قواعد الترجیح، الرشید الوقف)  
(۲) "وكذا لو كان أحدهما في الشروح والآخر في المناوي، لما صرحوا به من أن ما في المتن مقدم على ما في الشروح". (رد المحتار، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۷۷، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۵، المتن مقدم على الشروح، الرشید الوقف)  
(۳) "وكذا لو كان أحدهما استحساناً والآخر قياساً، لأن الأصل تقديم الاستحسان إلا فيما استثنى". (رد المحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۷۷، سعید)

تفصیل کے لئے دیکھئے (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۴، يرجح الاستحسان على القياس، الرشید الوقف)

الانی مسائل معدودۃ۔ اور اگر ترجیح ضمنی بھی حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لئے ابواب کی تفصیل اس طرح کی ہے:

”فند جعل العنماء الفتوی علی قول الإمام الأعظم فی العبادات مطلقاً، وقد صرحوا بأن الفتوی علی قول محمد فی جمیع مسائل دوی الأرحام وفي فضاء الأشیاء والمظاہر: الفتوی علی قول أمی یوسف فی ما یعلق بالقضاء کما فی الفنیة والبرزانیة“۔ رد المحتار ۵۰/۱ (۱)۔

اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو علامہ شامی کا رسالہ شرح عقود رسم المفتی دیکھئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مفتی بہ قول کو اختیار کرنا

سوال [۱۰۳۰]: محترم القام! سلام مسنون!

روایت ہلال سے متعلق تیرہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا تھا جس کا جواب آپ کے یہاں یکم ذی قعدہ ۱۶۹ھ کو مکمل ہوا اور آخر ذی قعدہ میں یہاں پہنچا ہے، اس کے جواب نمبر ۳۰ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جب ایک شہر میں دو قاضی ہوں تو مراسلت ان کے درمیان جائز ہے“۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ مفتی بہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے لہذا مسافت مقرر کردہ امام ابو یوسف سے کم کی صورت میں کیا صورت اختیار کجائے مثلاً: سینا پور یہاں سے پانچ میل ہے وہاں اگر شبادت گذر جائے تو خیر آباد میں مراسلت کیسے کی جائے۔ امام محمد صاحب رحمہ اللہ کی روایت ”نوادیر“ کی ہے اور فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ جس قول پر فتویٰ کی صراحت ہو اس سے عدول نہیں جائز ہے۔ تو خفاف سے جو امام محمد صاحب کا قول تحریر فرما کر عمل کی گنجائش تحریر فرمائی ہے وہ کس طرح ممکن ہوگی؟ ذیل میں وہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں جن میں غیر مفتی بہ قول پر عمل کرنا ناجائز بتایا گیا ہے جب کہ دوسرے قول کے لئے فتویٰ کی صراحت موجود ہو:

۱- عقود رسم المفتی، ص: ۱۶، میں ہے: ”معناه أن ما كان من المسائل في الكتب النبی روست عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة بفتی نہ وإن لم یصرحوا بتصحیحہ، نعم لو

(۱) (رد المحتار، مطلب إذا التصحیح، ۱/۱، سعید)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۰، الرشید الوفی)

صحیحاً روایۃً من غیر کتب ظاہر الروایۃ بتبع ما صححوہ۔ قال العلامة الطرسوسی فی أنفع المسائل فی مسئلۃ الکفایۃ إلی شہر: إن القاضی المقلد لا يجوز أن يحکم إلا بما عہ ظاہر الروایۃ لا بالروایۃ الشاذہ، إلا أن یصوہ علی أن الفتویٰ عنہا" (۱)۔

۲ "فما فیہ لعل الفتویٰ یتضمن تیشیر أحادہما الاذن بالفتویٰ بہ، والاخر صححتہ؛ لأن الإفتاء بہ نصحیح لہ"۔ عقود، ص: ۳۹ (۲)۔

۳ "وإذا ذیلت بالصحیح، أو المأخوذ بہ، أو بہ یعنی، أو عنیہ الفتویٰ، لم یفت بمخالفتہا"۔ ص: ۳۸ عقود (۳)۔

عبارات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہے کہ جس امر پر فتویٰ کی صراحت ہو اس کے خلاف عمل نہیں جائز ہے۔

الجواب وهو الموفق للصواب:

یہاں کے جواب میں روایت امام محمدؒ "نوادر" کو مفتیؒ نے نہیں کہا گیا، بلکہ مفتیؒ نے حسب تصریح فقہاء و قول ابویوسف رحمہ اللہ ہی ہے، لیکن جیسے کہ آج کل کے قاضی شرعی قاضی نہیں، ان پر فقہاء کی بیان کردہ تعریف صادق نہیں آتی (۴) ان کو قدرت الزام حاصل نہیں، بلکہ سب مباح مفتی یا عالم پر قاضی کے احکام جاری کر دیئے جاتے ہیں، اسی طرح قبول کتاب قاضی کے شرائط میں بھی تناسخ سے کام لیا جاتا ہے، خاص کر ایسے مسائل میں جن میں عوام کے فتنہ کا مظہر ہو۔

(۱) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴۴، میر محمد کتب خانہ آرام ماغ)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۸۸، میر محمد کتب خانہ آرام ماغ)

(۳) (شرح العقود، المصدر السابق)

(۴) "القاضی" هو الذی تعین ونصب من جهة من له الأمر لأجل القضاء، أى فصل الحصومات وحسم الدعاوی والمساازعات وغیر ذلک، وقال النسفی: القاضی الحاكم المحکم، أى المعقد المتفق، وفي رد المحتار: ثم القاضی تنفید ولا یبته بالزمان والمکان والحوادث۔ (کتاب القضاء، ۳۵۳، ۵، سعید)

(و کذا فی قواعد الفقہ، ص: ۴۲۰، حروف، القاف، الصدق پبلیشرز)

مواقع ضرورت میں بعض غیر مفتی بہ اقوال کو اختیار کرنے کی فقہاء نے گنجائش تحریر فرمائی ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فواتح وضو کی بحث میں ”کسی الحمصہ“ کا حکم ذکر فرماتے ہوئے خارج و مخرج کے ذیل میں بعنوان ”تبیہ“ ایک قول کو صحیح کہا ہے اور پھر بحوالہ حلوانی اسی صحیح کے مقابل قول پر عمل کی گنجائش نقل کی ہے (۱)، بلکہ اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے (۲)۔

نیز احکام حیض میں بھی مواضع ضرورت میں کسی ایک قول کو اختیار کرنے بلکہ فتویٰ دینے کی اجازت نقل کی ہے (۳) اگرچہ وہ قول مفتی بہ نہ ہو۔ اسال عید کے موقعہ پر بعض دیار میں اس قدر خلفشار رہا کہ جس کی حد نہیں، ایک ہی شہر میں کچھ آدمی صائم رہے کچھ نے نماز عید ادا کی، بعض نے محض افواہ پر روزہ افطار کیا بعض نے شرعی شہادت کے باوجود روزہ پورا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر نااہل لوگوں نے مسائل فقہ پر زبان محض دراز کی، اس کے بعد فتویٰ کا سلسلہ چلا، جواب تک ختم نہیں ہوا یعنی افطار کروینے والوں پر قضاء و کفارہ کا کیا حکم ہے اور جنہوں نے افطار نہیں کیا وہ صوم منہی عنہ سے عاصی ہوئے یا نہیں۔ پس اگر ایسے خلفشار اور فتنہ عوام سے بچنے اور عوام کو بچانے کے لئے قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر عمل کی گنجائش تحریر کر دی جائے تو یہ اصولی افتاء کے خلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و اکمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱۲/۱۴۰۷ھ۔

شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہیے؟

سوال (۱۰۳۱): اگر کوئی حنفی، سنی، مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس

میں مورث اعلیٰ شیعہ ہواور باقی مورث و وارث سنی ہوں یا مورث اعلیٰ سنی ہواور بقیہ مورث و وارث خواہ کل شیعہ

(۱) "والصحيح الأول، كما ذكره قاضيخان. لكن في الثاني توسعة لمن به حدرى أو حرب كما قاله الإمام الحلواني، ولا بأس بالعمل به ههنا عند الضرورة". (رد المحتار: ۱/۱۳۹)، كتاب الطهارة، مطلب في كى الحمصه، سعيد)

(۲) الرسالة الثالثة: (العوائد المخصصة بأحكام كى الحمصه، من رسائل اس عابدين: ۱/۵۳، قاسميه كوئته)

(۳) "لو أفتى بئىء من هذه الأقوال فى مواضع الضرورة طلباً للتيسير، كان حسناً أه" (رد المحتار: ۱/۲۸۹، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت الخ، سعيد)



ہوں، بعض شیعہ بعض سُنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب اس طرح لکھے، آیا براہِ اصل میں اپنے اصول کے موافق لکھے یا مورث شیعہ کے ترکہ کو اصولی تقبیح کے موافق اور مورثِ حنفی اور سنی کے ترکہ و حصہ کو اصول حنفیت کے موافق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہے انہی اسباب کے ماتحت ان کو ہی جواب دیا جائے گا:

"الکفار بنو اوثون فی ما بینہم بالأسباب النی بنوارث بها أهل الإسلام فی ما بینہم من النسب والنسب"، عالمگیری، الباب السادس فی میراث أهل الکفر: ۶/۴۵۴ (۱)۔

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے اس کو بھی حنفی، سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی ائمہ ہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موافق جواب دے گا۔ علامہ صکیفی رحمہ اللہ نے "درمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اسیح" میں "کتاب إحباء الموات" سے کچھ پہلے لکھا ہے: "فروح: "کتاب إصافول الشافعی رحمہ اللہ: ہکتب جواب أسی حبیبة رحمہ اللہ"۔

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: "(قولہ کتب لہج)، مثل الکتابۃ السوال بالقول، ومثل الشافعی وعمرہ من أصحاب المذہب اہل"، ردالمحتار: ۵/۹۵۹ (۲)۔

پس مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریق اولیٰ مذہب اہل سنت کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب سید سلیمان عطاء اللہ عن۔

فتویٰ کی تائید میں کسی مولوی کا جھوٹ موٹ نام

مسو ال [۱۰۳۲]: مفتی صاحب نے اپنے دینے ہوئے فتوے کی تائید میں جھوٹ موٹ ایک مولوی

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض ۳۵۵، ۳۵۳، ۳۵۵، وشبیہ)

(۲) (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة ۳۴۰، ۳۴۱، سعد)

صاحب کا نام شائع کر دیا، اب مولوی صاحب منکر ہیں کہ میرا نام جھوٹ شائع کیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے مفتی کی شرعاً قدر و منزلت کیا ہوگی؟ اور ان کا فتویٰ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اصل فتویٰ مفتی صاحب سے پوچھا گیا ہے تو یہ بھی ان ہی سے پوچھا جائے، وہی اپنے فتوے کے ماخذ کی صحیح نکتہ بندی کریں گے۔ صحیح نقل مفتی کے ذمہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العہد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۹۴ھ۔

اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا

سوال [۱۰۴]: ایک وقف کی آمدنی جو کہ مخصوص ادارہ کے لئے خاص ہے لہذا اس کے علاوہ پھر وقف کی آمدنی کو دوسرے مصرف میں صرف کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی وقف کے خفاء کے خلاف صرف کرے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک:

مدرسہ عالیہ جامع مسجد کا صدر مدرس ہی مفتی ہے، اس لئے اس کے متعلق کسی دوسرے دارالافتاء سے فتویٰ حاصل فرمائیں۔ اختلافی مسئلہ کا جواب دینے کی وقف بورڈ کی جانب سے ممانعت ہے، اس لئے معذوری ہے۔ فقط عبدالقدوس رومی

نوٹ: عبدالقدوس رومی مفتی شہر نے جو جواب دیئے ہیں وہ کہاں تک درست ہیں؟ کیا کسی کے متعلق خود اس کی ذات سے متعلق بات دریافت کرنا شرعاً ممنوع ہے اور اس کے جواب دینے کا حق نہیں ہے؟ کیا کسی مفتی کو یہ کہنے کی مجال ہے کہ وہی وقف بورڈ کی وجہ سے امر حق کو ظاہر نہ کرے اور معذوری پیش کر کے جواب دینے سے اعراض کرے، ایسے مفتی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ نیز سوال اول کا جواب نادر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مفتی کی ذات سے متعلق سوال ہو وہ اگر خود ہی جواب دے کر اپنی پوزیشن کو صاف کر لے تو مظہر

تہمت ہے جس سے بچنے کا حکم ہے (۱)، اس بناء پر اگر انہوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی تو یہ طریقہ مناسب ہے۔ اگر کسی مفتی کو پابند کر دیا جائے کہ فلاں فلاں مسئلہ کا جواب دیں اور فلاں فلاں مسئلہ کا جواب نہ دیں پھر وہ اس پابندی کی رعایت رکھے تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، مثلاً پہلے زمانہ میں قاضی کے نام منثور آتا تھا کہ قول راجح اور قول مختار پر فیصلہ کر سکتا ہے تو وہ اس کا پابند ہوتا ہے، یا مثلاً قول امام ابوحنیفہ پر فیصلہ کرے تو وہ اس کا پابند ہوتا تھا اگرچہ دوسرے قول بھی غلط نہیں لیکن اس کو اختیار کرنے کا حق نہیں (۲)، یا جیسے ایک طبیب ہے کہ امراض چشم کا علاج کرتا ہے دوسرے امراض کا علاج نہیں کرتا تو اس پر کیا اعتراض ہے، دوسرے امراض کے علاج کے لئے دوسرے طبیب موجود ہیں۔ لہذا آپ کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے سوالات دوسری جگہ حل کر لیں، ان سے ہی دریافت کرنے پر اصرار نہ کریں، نہ ان کے یا کسی کے درپے ہوں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۸۲۴/۲۶ھ۔



(۱) "(وبتقی مواضع التہم تحذراً سؤنہم) أي بالروية (ووقعوہم فی الغیة) -- وعن أنس أنه علیہ السلام کلم إحدى نسائه، فمر به رجل، فدعاه، فقال: "یا فلان! هذه زوجتی صلیة"، فقال: یا رسول اللہ! من کنت أظن فیہ؟ فبانی لم أظن فیک، فقال: "إن الشیطن بحری من اس آدم محری الدم". رواہ مسلم "وعن عمر رضی اللہ عنہ "من أقام نفسه مقام التهمة فلا یلوم بالذرة، فقال: یا أمیر المومنین! إلیها امرأتی، قال: فلیا تکلمت بحیث لا یراک الناس". (عین العلم لملا علی القاری، الباب الثامن فی الصحة - ۳۴۷/۱، مکتبہ القدس کوئٹہ)

(۲) "القضاء مظهر لا منبت، ویتخصص بزمان ومکان وخصوصة". (الدرا لمختار، کتاب القضاء، فصل فی الحس، مطلب القضاء بقیل التقیید والتعلیق: ۳۱۹/۵، سعید)

## تعلیم نسواں کا بیان

### تعلیم نسواں

سوال [۱۰۴]: تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اسلام سے ادا کام کے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

سائل شیخ الدین معرفت حفیظ الدین صاحب، چامن والی مسجد، شوراب گیت، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو بھی ضرورت کے مطابق دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے (۱)، البتہ حدود شرع کی پابندی ضروری ہے، دنیوی و اخلاقی تعلیم کا طریقہ مروجہ حد و شرع اور حدود اخلاق سے متجاوز ہے، بے شمار مفاسد اور فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے، کورس میں بھی فتنے ہیں کہ اسلامی عقائد، اخلاق، معاشرہ ہر چیز پر اثر انداز ہیں، جن کا مشاہدہ ہے۔ اس تعلیم کا مقصد بھی عام طور پر سرکاری ملازمتیں اور عہدے حاصل کرنا ہے جن کی مروجہ طریقہ شرعاً کوئی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۴ھ۔

(۱) "عن انس بن مالک رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم

لربضة على كل مسلم". (سنن ابن ماجه، ص ۲۰۰، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، ص: ۳۳، كتاب العلم، قديمي)

و قال العلامة القاري: "أي ومسلمة، كما في رواية". (مرقاۃ المفاتیح ۱۰/۲۸۳، كتاب العلم، امدادیہ)

(۲) "وسئل رحمه الله تعالى: ما حکم تعلیم النساء الکتابۃ - اھ؟ فأجاب - فہد روی الحاکم

وصحیحه عن البیہقی "عن عائشۃ رضى الله تعالى عنها أن النبی صلی الله عليه وسلم قال - "لا تدر لواءھن

فی العرف ولا تعلموھن الکتابۃ". یعنی النساء وحینئذ فیکون فیہ إحصاء إلی علة النهی عن

الکتابۃ. وهی أن إذا تعلمتھا، توصلت بہا إلی أعراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إلیھا علی وجه

أسرع وأسلع وأخدع من توصلھم إلیھا بدون ذلک اھ" (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۱۱۹، مطلب بکرہ

تعلیم النساء الکتابۃ، قديمي)

کیا تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے؟

سوال [۱۰۴۵]: لڑکا تعلیم یافتہ ہے لڑکی کے والدین قرآنی تعلیمات سے بے خبر ہیں لڑکا شریعت کا پابند ہے مگر اس کی شادی کی کوئی پروا نہیں کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ضروری ہے (۱) اور اس کی ضرورت پوری زندگی کے لئے ہے، صرف شادی کے لئے نہیں، لہذا ایک کی تعلیم کا خیال کرتے دوسرے کی تعلیم کا خیال نہ کرنا غلط ہے۔ جو لڑکا شریعت کا پابند ہے اس کی شادی نہ کرنا ظلم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

بے پردگی کی حالت میں عورتوں کو تعلیم دینا

سوال [۱۰۴۶]: ایک مولوی صاحب ہائی اسکول میں عورتوں کو تعلیم دیتے ہیں اور پردہ کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے، اتنا ہے کہ عورت کے اعضاء ڈھکے رہتے ہیں مگر چہرہ کھلا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی صاحب کو تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) "عن أسد بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (اس ماجہ، ص ۲۰۱، باب فضائل العلم، میر محمد)  
وقال الملا علي القاري في شرحه "طلب العلم": أي: الشرعي "فريضة": أي مقروض  
فرض عين "على كل مسلم": أو كفاية والناء للمبالغة: أي ومسلمة، كما في رواية". (معرفة المفاتيح: ۴۷۷/۱، رقم الحديث: ۲۱۸۰، كتاب العلم، رشديه)

(وکتا فی رد المحتار: ۴۱/۱، مطلب الفرق بین المصدر والحاصل بالمصدر، سعید)

(۲) "وعن أسي سعيد و اس عباس رضى الله عنهم قالا: قال رسول الله ﷺ: "من ولد له ولد، فليحسن اسمه و أدبه، فإذا بلغ فليزوجه. فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا، فإنما إثمہ علی أبيہ". قال الطيبي رحمه الله تعالى: أي حياء الإثم عليه حقيقة، ودل هذا الحصر على أن لا إثم على الولد مالمعة، لأنه لم يتسبب لما يتبادى ولده من إصاة الإثم". (معرفة المفاتيح: ۳۰۰۶، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستئذان المرأة، الفصل الثالث، وشيدہ)

## الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح تعلیم دینے کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۲ھ۔

## لڑکیوں کی تعلیم

سوال [۱۰۴۷]: ۱۔ کوئی شخص اپنے محلہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض ونفاس کا مسئلہ

نماز، روزہ پاک، ناپاکی کے بارے میں وعظ و نصیحت سنائے اور بتلائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ قریب البلوغ لڑکیوں کو کتب و مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا ٹھناہ ہے؟ بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں۔

## الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہئے، خاص کر حیض ونفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات سمجھایا کرتی تھیں (۲)۔ یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت برگز نہ کرے کہ یہ ممنوع ہے۔

۲۔ یہی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے، جو

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ﴾ الآية (النور: ۳۰)

و قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ الآية (النور: ۳۱)

و قال تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

حُلَائِهِمْ﴾ (الأحزاب: ۵۹)

(۲) "أَنْ فَاطِمَةُ سَتِ أَبِي حَبِيبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أُسْتَحِضَتْ، فَأَمَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

أَنْ تَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَتْ: "تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَعْتَسِلُ وَتَسْتَدْفِرُ

نَتْرَ وَتَصَلِّيُ"۔ (والسنن الکبری للبیہقی: ۳۳۹/۱، بیروت)

(وکذا فی نصب الرایہ، کتاب الطہارۃ: ۲۰۶/۱، المكتبة الاسلامیة)

لڑکی مرہط ہووہ بالغہ کے حکم میں ہے اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانات میں ہونا چاہئے، جیسا کہ نمبر ۱ میں گزرا:

"قال عليه الصلوة والسلام: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان"۔ رواد الترمذی (۱) مشکوٰۃ شریف (۲)۔ "ضبط العلم فريضة على كل مسلمة أمة ومسلمة كما هي رواية له"۔ هامش المشكوة (۳)۔ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عنہما اللہ عنہما مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ محرم ۱۴۱۱ھ۔  
(الجواب صحیح) سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ محرم ۱۴۱۱ھ۔

لڑکیوں کے لئے تعلیم

سوال [۱۰۰۸]: قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب یا مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا نفاذ ہے بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمادیں!

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے (۱)۔ جو لڑکی مرہط ہووہ بالغہ کے حکم میں ہے، اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانات میں ہونا چاہئے، لکن "المرأة عورة، فإذا خرجت من بيتها، استشرفها الشيطان"۔ رواد الترمذی مشکوٰۃ (۵) "ضبط العلم فريضة على

(۱) (جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب (بلا ترحمة): ۲۲۲، سعید)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المحطورة و بيان العورات ۲، ۲۶۹، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثاني: ۳۳۰، رقم الہامش ۱۱، قدیمی)

(۴) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين: وهو بقدر ما يحتاج لدينه". قال العلامة ابن عابدین "قال العلامة في فصوله من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى و معاشرة عواده، و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين و الهداية تعلم علم الوصو، والعسل"۔ (مقدمة رد المحتار ۱۰، ۲۴، قيل مطلب في فرض الكتابة و فرض العين، سعید)

(۵) (مشکوٰۃ المصابیح ۲، ۲۶۹، کتاب النکاح - قدیمی)

کل مسلمہ ائی و مسلمۃ کما فی الروایۃ اھـ“ ہامش مشکوٰۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد غفرلہ۔

## مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم

سوال (۱۱۰۲۹): ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ ”باب العلوم“ کے نام سے چل رہا ہے اس میں اکثر طالبات ہیں اور لڑکے کم ہیں، ان طالبات اور طلباء کو مرد و سائتہ ہی تعلیم دیتے ہیں، اس مدرسہ کے صدر مدرس کے بڑے طلباء بعض بالغ بھی ہیں اور بعض طالبات بھی قریب البلوغ ہو گئی ہیں اور بعض طالبات ایسی ہیں جن کی عمر کم ہے، لیکن بہت سے قابل پردہ معلوم ہوتی ہیں۔ مدرس صاحب ان طالبات کو یکے بعد دیگرے تعلیم دیتے ہیں، اور اکثر وقت ایک وراثہ میں ایک صف طالبات کو بٹھاتے ہیں اور دوسری صف میں طلباء بالغ کو بٹھاتے ہیں اور غیر بالغ بھی موجود ہوتے ہیں غرض کہ دونوں کا اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں مدرس نگرانی کرتے رہتے ہیں اور بوقت آمد و رفت اختلاط ہوتا رہتا ہے اور بچیاں گھر سے آتے وقت بلا برقع کے آتی ہیں، حالانکہ ہر طالبہ جو قابل پردہ ہیں ان کا قرآن صحیح ہو گیا ہے، اگر منتظمین چاہیں تو ان کے سر پرستوں کو بلا کر اخراج کر سکتے ہیں یا پردہ کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں، لیکن ان تمام امور کی انجام دہی کو مصالحہ مدرسہ کے خلاف سمجھ کر عند الشریع ان کے لئے جو غنیمت ہیں، کیا ضروری ہے؟ میناؤ تو جروا  
الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی جب بالغ ہو جاوے یا بلوغ کے قریب ہو جاوے تو اس کو پردہ کی تاکید لازم ہے ورنہ وہ عمر بھر بے پردہ رہے گی۔ دینی مدرسہ میں صرف تعلیم ہی مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ اخلاقی تربیت اور عملی پابندی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ سائنس لڑکوں اور لڑکیوں کا اس طرح بے پردہ اختلاط باعث فتنہ بھی ہو سکتا ہے جس کے شواہد اسکولوں اور کالجوں میں بے شرمی میں گئے، اگر ابھی سے احتیاط نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دینی مدارس کا بھی وہی حال نہ ہو (۲)۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”عورت تو چھپانے کی چیز ہے، جب وہ اپنے مکان سے نکلتی ہے تو

(۱) (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۸۳، کتاب العلم، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

(۲) قال الإمام شاد ولی اللہ: ”اعلم أنه لما کان الرجال ینتجھم النظر إلی النساء علی عشقھن والنوحہ ینھن، ویفعل بالنساء مثل ذلک، وکان کثیراً ما یکون ذلک سبباً لأن یتغی قضاء الشهوة مہر علم =



شیطان ان کو جھانکتا اور تکتا ہے“ (۱)۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”نظر شیطان کے زیرِ پلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے“ (۲)۔ اور بھی احادیث ہیں، اس لئے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔ فقط واللہ بحانتہ تعالیٰ العزم۔

حررہ العبدہ محمود غنی عنہ واراہطومہ یوبندہ ۱۵/۵/۹۰ھ۔

کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟

سوال (۱۰۵۰): کتنی عمر تک کی بچیوں کو مکاتب یا عربی مدارس میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھ سات سال تک کی بچیوں کے لئے تو کچھ مضامین وہ بھی جب کہ ہد اخلاقی نہ سیکھیں، ان کی پوری نگرانی کی جائے (۳)۔ آٹھ نو سال کی بچیوں کو لڑکوں کے مکتب مدرسہ میں آنے سے روک

= غیر السنۃ الراشدۃ، کتاب عس فی عصمة غیرہ، أو بلا نکاح، أو غیر اعتبار کفایۃ، والذی شوہد من هذا الباب بمعنی عما سطر فی الدفاتر «افضت الحکمة أن یسد هذا الباب» (حجة اللہ البالغۃ: ۳۳۲، ذال عورات، قدیمی)

(۱) ”المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان“ و فی روایة ”المرأة عورة مستورة“ نصب الرایة لأحادیث الہدایة ۱/۲۹۸، المکتبة المکیة جدۃ

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیۃ، ص ۱۱۹، مطلب، یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ، قدیمی)

(۲) قد وجدت هذا الحدیث فی کشف الحفاء بهذا اللفظ: ”قال رسول اللہ ﷺ عن ربه عز وجل ”النظرة سهم مسموم من سهام إبليس، من تركها من محافتي أبذلته إيماناً بحد حلالته فی قلبه“ (کشف الخفاء: ۳۲۸، حرف الون، بحوالہ طبرانی، رقم الحدیث ۲۹۶۳، دار إحياء التراث العربی)

(و کذا فی المستدرک للحاکم ۳/۳۱۳، کتاب الرقاق، النظرة سهم من سهام إبليس مسمومة، دار الفکر بیروت)

(و مجمع الروايد ۲۳/۸، باب عض البصر، کتاب الأدب، دار الفکر بیروت)

(والدر المنثور للسيوطی ۳/۱۵، تحت قوله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ بِهِ مَوْسِمَةُ الرِّسَالَةِ﴾ الباشر محمد امین دمع بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾. (سورة التحريم ۲) =

دیا جائے (۱)۔ فقہ و التداہم۔

حرر و العبد محمد و تفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نقیہ الدین عثمانی عذوہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۹۲ھ۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا

سوال [۱۰۵۱]: لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا کمرکاری مدارس میں ملازم کرانے کے متعلق

شرع اسلامیکہ کیا ارشاد ہے، کیا ایسا شخص مسلمانوں کا مذہبی امام یا پیشوا بن سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفس زبان سیکھنا فی حدیث شرعاً ممنوع نہیں، لیکن آج کل انگریزی پڑھنے والوں پر ماحول کا اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ وہ اپنے اقوال، افعال، وضع قطع کو ہٹا کر شریعت کے خلاف کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان کے عقد نکاح نسخ ہو جاتے ہیں۔ مسائل شریعہ: نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں، بہت سے لاد مذہب مادہ پرست ہو کر قادر مطلق کی ذات و صفات کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ان مفاسد کے پیش نظر شرعی نقطہ نظر سے

= قال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ: ﴿لَوْ اَلْفَسَكُم وَاَهْلِبْکُمْ نَارًا﴾ یقول: اَذْهَبَہُمْ وَعَلِمَہُمْ۔" و قال قتادہ: فَأَمَرَهُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ نَهَاهُمْ عَنِ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ. وَأَنْ يَتَّقُوا اللّٰهَ بِأَمْرِ اللّٰهِ وَأَمَرَهُ بِهَذَا الْخ" (تفسیر ابن کثیر ۵۰۲، سورۃ التحریم، ممکنہ دارالسلام ریاض)

و قال الإمام أحمد: "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته والرجل راع علی اہل ستہ و هو مسؤل عنہم الخ" (مسند الإمام أحمد ۵۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) اس میں بہت سے مسائل ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"أن فیہا حثیۃ مفسدة، و ذرۃ المفاسد مقدم علی حلب المصالح"۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ،

ص ۱۱۹ قدیمی)

(کذا فی حجة اللہ النافعة ۲، ۳۳۴، قدیمی)

(و فتاویٰ رحمیہ، ۲۱۱۰، کتاب العلم، دارالاشاعت کراچی)

انگریزی تعلیم کو مخرب عقائد اور مفہومات لایا کرتا ہے۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں مقاصد مذکورہ کے علاوہ کچھ اور بھی شرمناک اور ناقابل بیان خرابیاں موجود ہیں (۱) جو کہ ابلی زمانہ پر بخوبی روشن ہیں، اس لئے اس سے کئی اجتناب لازم ہے (۲) خصوصاً مذہبی مقتدا، جو کہ ایسے شخص کے فعل سے عوام استدلال کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنہگار عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۱۱/ ۱۳۵۶ھ۔

صحیح، عبدالمطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح، عید احمد غفرلہ، ۵/ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ۔

لڑکے اور لڑکیوں کا ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا

سوال [۱۰۵۲]: شبلی کا لجن جس میں انگریزی اور ہندی کی ہی تعلیم ہوتی ہے اسی طرح نسواں بائی

(۱) (سیاتی نخریجہ تحت عنوان: کتابۃ النساء، رقم الحاشیہ: ۱)

(۲) قال ابن حجر الہیثمی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ: "روى الحکیم الترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا تسکنوا نساء کتب الغرف ولا تعلموهن الکتابۃ".

وأخرج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود أيضاً -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "مَرَّ لِقْمان علی جارية فی الکتاب. فقال: لمن یصقل هذا السیف؟" -أی حتی یتذبح بہ، و

حسبہ فیكون فیہ إشارة إلی علة النهی عن الکتابۃ، و هی أن المرأة إذا تعلمتها توصلت بہا إلی أغراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إلیها علی وحده أسرع وأبلغ وأحدع من توصلہم إلیها بدون ذلك؛ لأن

الإنسان یبلغ بکتابتہ فی أعراضہ إلی عبورہ ما لم یبلغہ برسولہ، ولأن الکتابۃ أخفی من الرسول، فکانت أبغی فی الحیلۃ وأسرع فی الحداع والمکر، فاجعل ذلك صارت المرأة بعد الکتابۃ کالسيف الصقل

الذی لا مزم علی شیء إلا قطعہ سرعۃ، فکذلک ہی بعد الکتابۃ۔ اھ

واعلمہ أن النبی من تعلیم النساء للکتابۃ لا ینافی طلب تعلمہن القرآن والعلوم والآداب، لأن

فی ہذہ مصالح عامۃ من غیر حشیۃ مقاصد تولد علیہا بحالاف الکتابۃ، فإنہ وإن کان فیہا مصالح إلا ان فیہا حشیۃ مقسدة، و درء المقاصد مقدم علی جلب المصالح". (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص ۱۱۹، مطلب

بکروہ تعلیم النساء الکتابۃ، قذیمی)

اسکول میں انگریزی اور ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے اس کا ممبر بننا فتوئی اور فتویٰ کی رو سے کیسا ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کالج یا اسکول میں خلاف اسلام تعلیم ہوتی ہے، حقہ، اعمال، اخلاق سب خلاف ذہن نشین کرنا پڑتے ہیں اس کا ممبر بننا اور تقویت دینا چنانچہ گرجا گھر نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم۔  
حررہ العبد محمود مغفلاً دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۸ھ۔

### کتابت النساء

سوال [۱۰۵۳]: بہشتی زیور کے ایک حصہ پر بریلوی حضرات کو یہ اشکال تھا کہ خواتین کو لکھنا جائز نہیں ہے، ہاں علوم شرعیہ حاصل کرنے کی یقیناً اجازت ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ممانعت کی ایک حدیث انہوں نے بھی نقل کی ہے۔ مگر گڑھ کے مفتی اعظم مولانا حافظ حفیظ اللہ صاحب قدس سرہ سے اس کا رد کرنے خود سنا کہ لڑکیوں کو لکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں صریح اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس کا رد کرنے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب سہارنپوری سے رجوع کیا تو موصوف نے بھی بہشتی زیور کی تائید کی۔ بریلوی حضرات کی کتاب اسوقت سامنے نہیں ہے ورنہ حوالہ بھی نقل کرتا۔

میں گذشتہ چوبیس سال سے مخلوط تعلیمی ادارے سے منسلک ہوں اور گذشتہ تیرہ سال سے ایم اے کی سطح پر لڑکیوں کو بھی پڑھا رہا ہوں، میرے تجربات اس سلسلہ میں نہایت تلخ ہیں، اس وجہ سے اپنی بچی کو مولوی محمد اسماعیل مرحوم کی کتاب تو پڑھاتا ہوں مگر لکھنا نہیں سکھاتا۔ کیا واقعی شرعاً لڑکیوں کو لکھنے کی اجازت نہیں تاکہ اپنے بچوں کے بارے میں اتباع سنت کا اہتمام کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں ایک مقام پر عورت کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ایک مقام پر ترغیب آئی ہے (۱)۔ اس لئے شراح حدیث (نبوی علی صاحبہ آلاف الف صفوۃ و سلام) نے لکھا ہے کہ جہاں تفسیر کا خطرہ ہو

(۱) "عن سفیاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: دخل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا عند حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فقال لی: "ألا تعلمین هذه رقیبة النملة کما علمنیہا الکنانة" (مس ابی

وہاں سکھانے سے اجتناب چاہئے (۱)، جہاں نہ ہو وہاں بقدر ضرورت گنجائش ہے کہ امور خانہ داری میں بعض مرتبہ اس کی حاجت پیش آ جاتی ہے۔

جوز کیاں اپنے مکان میں والد، بھائی، چچا، دادا، نانا سے لکھنا سیکھے اور ان کی وینی تربیت کی جائے، ماحول صالح ہو تو اجازت ہے۔ اس مقصد کے لئے بہشتی زیور کی تصنیف کی گئی ہے اور اس سے نفع بھی بے حد ہوا اور جوز کیاں اسکول میں جائیں اور پردے کا اہتمام نہ ہو، تاخر مومن سے احتیاط نہ ہو، ان کو اس سے روکنا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۱۴۲۳ھ۔

= قال الشيخ في بذل المجهود "فيه دليل على حواز كتابة النساء، و أما حديث: "لا تعلموهن الكتابة"، محمود علي من يختص عليها الفساد" (۸۰۵، معبد الحليل الإسلامي كراچی) (ومسند الإمام أحمد ابن حبل ۳/۶، رقم الحديث: ۲۶۵۵۵، حديث شعاع بن عبد الله دار احباء التراث العربی، بیروت)

"لا تسکوهن الغرف، و لا تعلموهن الكتابة، و علموهن الغزل و سورة النور" من حديث عائشة، و من حديث ابن عباس ملفظ "لا تعلموا نساء کم الكتابة، و لا تسکوهن العالی"۔  
و عن محاهد مرملاً: "علموا و حالکم سورة المائدة، و علموا نساء کم سورة النور"۔ اخرجہ سعید بن منصور فی مسند و روی البیهقی فی الشعب عن أبی عطیة الهمدانی کتب عمر بن الخطاب تعلموا سورة سراً و علموا نساء کم سورة نوح"۔ (تزییہ الشریعة المرفوعة ۲۰۹، ۲۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "و اعلم ان السبی عن تعلیم النساء الكتابة لا ینافی طلب تعلمهن القرآن و العلوم و الآداب، لأن فی هذه مصالح عامة من عبر ختية معاسد تنولد علیها یخالف الكتابة، فانه وإن کان فیها مصالح إلا ان فیها ختية مفسد، و ذرة المقاسد مقدم علی حلیب المصالح"۔ (الفتاویٰ الحدیثیة، ص ۱۱۹، مطلب بکرہ تعلیم النساء الكتابة، قدیمی)

(و کذا فی حجة الله البالغة ۴-۳۳۲، قدیمی)

(۲) "و عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله ﷺ - "إن الدنيا حلوة خضرة، و إن الله مستخلفکم فیها، فینظر کیف تعلمون، فاتقوا الدنيا و اتقوا النساء، فإن أول فتنة بنی اسرائیل كانت فی النساء"۔ رواه مسلم"۔

## نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال [۱۰۵۳]: ہمارے اطراف میں عموماً بے پردگی ہے، جوان لڑکیاں بے محاباں عریاں لباس پہن کر اسکول کالج میں آتی جاتی رہتی ہیں، بعض خال خال گھرانوں ہی میں کچھ پردہ کا رواج ہے۔ ایسی حالت میں ایک عالم صاحب نے اسکول میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق مسلمان لڑکیوں کو بھی ایس، سی، سی (یعنی اسکول کالج میں جو نیم فوجی تربیت دی جاتی ہے) سکھایا جائز ہے۔ ان کا یہ فرمانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جو برادران وطن اسکول کالج میں سرسوتی پوجا وغیرہ کرتے ہیں، اس میں مسلمان طلباء کا چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا موصوف کی اس تقریر سے دیندار عوام میں شک و تردید پیدا ہو گیا ہے اور غیر دیندار مسلمانوں کے رجحان کی تائید ہوتی ہے جس سے عوام میں کچھ کھٹکش پیدا ہو گئی۔

## الجواب حامداً و مصلياً:

جو بات انہوں نے فرمائی ہے وہ موجودہ دور کی سیاسی بات ہے شرعی حکم نہیں ہے، شریعت نے تو عورتوں کو بے پردگی اور عریانی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے (۱) بلکہ پردہ کے ساتھ خوشبو لگا کر مکان سے نکلنے کو بھی منع کیا ہے، اس کو زنا کی دعوت دینے والی قرار دیا گیا ہے، یہ حدیث صحاح میں موجود ہے (۲)۔

اگر چندہ نہ دینے میں خطرہ ہو تو چندہ مانگنے والے کو دینے کی نیت سے دیدیا جائے، پھر وہ جس کام میں چاہیں گے خرچہ کریں گے، وہ ان کا فعل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الحمد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عظیمی عتد دارالعلوم دیوبند۔

= قال العلامة علي القاري: "وهو تحصيل بعد التعميم إشارة إلى أنها أصر ما هي الدنيا السلا، وقد جاء

في رواية الديلمي عن معاذ: "اتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإن إبليس طلاع رصاد، وما هو بشيء من فحولته ناثق نصيده في الاشد من النساء". (مرقاۃ المفاتیح، ۹، ۳۶۷، کتاب النکاح، الفصل الأول، وشيخه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَرٰجِن تَرٰج الجاهلية﴾ (سورة الاحزاب ۳۳)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيما امرأة استعظرت، فمرت على قوم ليجدوا من =

## پردہ نشین لڑکی کے لئے طہیہ کالج میں داخلہ

سوال [۱۰۵۵]: میری ہمیشہ ہندوئی خاندان سے نہایت پاکیزہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ صومہ وصولی کی پابند، غیر شادی شدہ خواہصورت اور پردہ نشین ہے جو بمبئی میں مقیم ہے، پھر یہ اعلیٰ تعلیم کے لئے طہیہ کالج ہسپتال میں خدمت کے کورس میں داخلہ لینا چاہتی ہے۔ طہیہ کالج میں اکثر اساتذہ مرد ہیں اور طلبہ میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں، لڑکیاں کلاس میں، بقاعدہ مذکورہ پیشیں تو بختم نہیں ہے مگر تھب نہیں ڈال سکتیں، چہرہ کھلا رہے گا۔ بعد میں دو سال تک مریضوں پر عمل تشفیص بھی کرانی جائے گی، جہاں مرد مریضوں کا معائنہ کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یہ کورس کا عمل ضروری ہے۔ مختص یہ کہ کافی بے پردگی ہے اور لڑکی یہ کورس حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے، مقصد صرف ڈاکٹری حاصل کر کے اچھی جگہ شادی کرنی ہے، یہ دنیاوی حسن حاصل کرنا ہے۔ لہذا اس لڑکی کا کالج میں داخلہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ راہ شادی کا معاملہ تو وہ قیمتی معاملہ ہے جو صرف خدا کے ہاتھ میں ہے، یہ واقعہ یہ ہے جس ترک امہاب نہ ہو۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ گورنمنٹ کے میڈیکل کالج میں جہاں اکثر اساتذہ اور طلبہ غیر مسلم ہیں اور تعلیم غلطو ہے وہاں پر بے پردگی کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دیگر ڈگری کالجوں میں جہاں ایم اے وغیرہ کی ڈگری دی جاتی ہے لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طریقہ مذکورہ پر داخلہ لے کر تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے (۱) یہی حکم

= وسبعینا فیسی ذابۃ، دس النسانی، وفقہ الحدیث: ۲۶۲، کتاب الزیۃ، باب ما یکرہ للنساء من (الطب، قدیمی)

(د جامع الترمذی، وفقہ الحدیث ۲۰، ۱۰۷، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراهیۃ حروص المرأة معطرة، سعید)

(و سنن الدارمی ۲۰، ۳۶۲، باب فی النهی عن الطب إذا خرجت، قدیمی)

(۱) قال العلامة من حصر المکی وحمد الله تعالی: "اعلم أن النهی من تعلیم النساء للکتابۃ لا ینافی طلب تعلمهن القرآن والعلوم والأدب؛ لأن فی هذه مصالح عامة من غیر غتیبة معاصد تنولد علیها بحلاف الکتابۃ، فانه وإن کان فیها مصالح إلا أن فیها حسبة مفسدة، و ذرأ المعاصد مقدم علی جلب المصالح -"

دیگر میڈیکل کالجوں کا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور بے پردہ ملاقات، بود و باش، مرد اساتذہ کا ان کو تعلیم دینا، ان کا مریض مردوں پر عمل تشخیص کرنا یہ سب چیز غلط ہے، ان سے پورا پرہیز لازم ہے۔ شادی کا معاملہ جس طرح خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۱۳۹۰ھ۔

عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض و نفاس کے مسائل بتانا

سوال [۱۰۵۶]: اگر کوئی شخص اپنی محلہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض و نفاس کا مسئلہ اور نماز درود اور پاک و ناپاک کے بارے میں وعظ و نصیحت سنانا اور بتلانا چاہے تو چڑے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

چاڑے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہیے، خاص کر حیض و نفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سمجھایا کرتی تھیں (۱)، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے، یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ممنوع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۱۱۹ مطلب: یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ، قدیمی)

(کذا فی حجة الله الیالعة ۳۰/۳۳۳، قدیمی)

(وکذا فی مرآة المفاتیح ۸/۳۶۳، باب الرقی، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت دخلت أسماء على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله! - صلى الله عليه وسلم - كيف تغتسل إذا إذا طهرت من الحيض؟ قال - تأخذ سدرها وماها فتوضأ به فتغتسل وأمسها وتدلكه حتى تبلغ الماء أصول شعرها، ثم تلبس على حدها، ثم تأخذ فربصتها فتطهر بها، قالت يا رسول الله! كيف تطهر بها؟ قالت عائشة رضى الله تعالى عنها: فعرفت الذى يكى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت: لها تتبع بها آثار الدم" (أبو داود، كتاب الطهارة، باب الإغتسال من الحيض - ۵۰۱، إمداديه)

(۲) "وفى الأشباه - الحلوۃ بالأحیة حرام" (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی =



## دنیوی تعلیم کے نتائج

سوال (۱۰۵): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بی۔ اے۔ ایم۔ اے پڑھ کر اکثر لڑکے بگڑ جاتے ہیں، کیا ان کے کہنے سے شریعت اسوی یہ بتاتی ہے کہ اسے اعلیٰ تعلیم نہ دی جائے یا دنیوی تعلیم نہ دی جائے، اگر دی جائے تو کس سرایت سے؟

۲۔ اس بزرگ دور میں دنیوی تعلیم دلوانا چاہئے یا نہ چاہئے؟ ان تمام سوالوں کے جدا جدا جواب دے کر اس کا کوئی نیک حل نکال جائے، خدا تعالیٰ آپ کے عظیم ارادوں کو دائمی قائم رکھے اور عمل و دین کی اللہ تعالیٰ ہر طرف سے امداد فرمائے۔ آمین! ان سوالوں کے جواب آسان اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ ایسی تعلیم، انہ جس کے اثر سے بچے بگڑ جائیں اور دین سے بے تعلق ہو کر بے دین بن جائیں (عقائد، اخلاق، اعمال خراب ہو جائیں) چاہئے نہیں، یہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ان کو تباہ اور برباد کرتا ہے، اس بگاڑ سے حفاظت کا انتظام ہونا چاہئے تو دنیوی تعلیم بھی درست ہے (۱)۔ اول عقائد و اخلاق و اعمال شریعہ کی تعلیم دی جائے، بزرگوں کی صحبت میں رکھا جائے، دینی کتب کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہیں تو حفاظت ہو سکتی ہے۔

۲۔ نمبر: اسے نمبر ۲ کا جواب واضح ہے۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

= اللہس والظہر ۱۶۸۳، سعید

(۱) "زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أمرني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، أن اتعلم السريسة، وهي رواية أنه أمرني أن اتعلم كتاب يهود، وقال: إني ما من يهود على كتاب، قال زيد بن ثابت، فما مر بي مصنف شهر، حتى تعلمت فكان إذا كتب إلى يهود كتب، وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم (صحيح البخاري ۱۶۸۲، باب ترجمة الحكماء، قديمي)

اکذا فی امداد الفتاویٰ ۱۹۵۶، مکسہ دارالعلوم

معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچے بچیوں کی مخلوط تعلیم

سوال [۱۰۵۸]: ایک اسلامیہ اسکول جس کا سارا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں معلموں کے ساتھ معلمات کا تقرر درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح دس سال یا زائد عمر کے بچے بچیوں کی تعلیمی تعلیم کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلامیہ اسکول میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو معلمہ کی حیثیت سے مقرر کرنا شرعاً درست نہیں، اسی طرح سیانی لڑکیوں کو لڑکوں کے اسکول میں داخل کرنا جائز نہیں، دس سال کی لڑکی (حسب سوال سائل) کو ہرگز ایسے اسکول میں داخل نہ کیا جائے اس میں سخت فتنہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۴ھ۔

نرسری اسکول اور عیسائی معلمات

سوال [۱۰۵۹]: محترم جناب مفتی صاحب! سلام مسنون!

سائلہ کی استدعا ہے کہ امور مندرجہ ذیل میں شریعتِ حق کی روشنی میں رائے عالی سے مطلع فرمائیں:  
برائے بنات ایک قومی تعلیمی ادارے کی خدمت انتظامیہ ایک نسواں کمیٹی کے سپرد ہے جس کی خدمت صدارت میں اٹھارہ سال سے انجام دے رہی ہوں اور پورے زمانہ خدمت میں ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود

(۱) قال الشیخ ولی اللہ المحدث الدہلوی: "اعلم انه لما کان الرجال یتوجہون بالنظر إلی النساء علی عشقہن والنوحہ بہن، و یفعل بالنساء مثل ذلک، و کان کثیراً ما یکون ذلک سبباً لأن یتغنی قصائد الشہوة منہن علی غیر المصنوع الراشدۃ کاتباع من ہی فی عصمۃ غیرہ، أو بلا نکاح، أو غیر اعتدال کفائۃ، والذی شوہد من هذا الباب یعنی عما سطر فی الدفاتر، اقتضت الحکمۃ أن یسد هذا الباب". (حجۃ اللہ السالطۃ ۳۳۳/۲، ذکر العورات، قدیمی)

"(و تمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بین رجال) لا لأنه عورة، بل (لحرف الفتنة) کسبه وإن أمس الشهوة الخ". (الدر المختار ۳۰۶/۱ باب شروط الصلاة، سعید)  
(و کذا فی فتاویٰ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۱۱۹، قدیمی)

شریعت پاک کی روشنی میں ترک و اختیار کرنے کی کوشش کی گئی، ادارہ مذکور سے متعلق شعبہ تربیت گاہ اطفال بھی قائم ہے جس میں ۳ تا ۶ سال کے بچوں کو ابتدائی معلومات دین و دنیا کی بابت کھیل، ہی کھیل میں ضروری امور : بہن نشین کرانے جاتے ہیں۔

نصاب تربیت پوری چھان بین کے بعد سالانہ مرتب کرتی ہے اور روز کا کار خدمت مشاہدہ میں رہتا ہے۔ شعبہ مذکور کی خدمت تربیت کے لئے معلمہ ادارہ مذکور کی تعلیم پائی ہوئی اور دوسری عیسائی لیڈی انجام دے رہی ہے، دوسری مسلم معلمہ باوجود تلاش و کوشش کے میسر نہ ہوئی، جوئیس وہ انجمن کی آزاد خیال، بے پردہ ہندو اداروں کی سند یافتہ، ناجوکار لڑکیاں تھیں، اس لئے عیسائی معلمہ کو ترجیح دی گئی کہ وہ نہایت بہتر اخلاق، پرورش اطفال سے واقف، ماہر نفسیات خانہ داری اور کن رسیدہ ہیں۔

مقصود و تقرر یہ بھی ہے کہ ادارے کی معلومات دوسرے اداروں میں جا کر پڑھتے تربیت سیکھنے کے بجائے اپنے ادارے میں رہ کر ضروری باتیں سیکھ لیں اور کام خود سنبھال سکیں، مختصر یہ کہ عیسائی قطعاً آزاد نہیں ہیں، بلکہ حدود متعین کے اندر کام کر رہی ہیں۔ ایسی صورت میں احکام شریعت کیا ہیں؟ مطلع فرمائیے یعنی ان سے خدمت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (سالانہ کا نام مصلحت و راجح نہیں کیا گیا)

الجواب حامداً ومصلباً :

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ اس ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود شریعت پاک کی روشنی میں ترک و اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اور زیادہ پابندی کی توفیق دے۔ معلمہ موصوفہ عیسائی کے تقرر کے وقت بھی تو اولاً یہی کوشش کی گئی ہو، اب کیا وجہ پیش آئی کہ اس کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے، کیا وقت تقرر اس مسئلہ کی تحقیق نہیں کی گئی اور بلا تحقیق معصوم بچوں کی تربیت و تعلیم کو معلمہ موصوفہ کے سپرد کر دیا گیا، مسلم معلمہ جو ملیں تو وہ بے پردہ، انجمن کی آزاد خیال ملیں، کیا معلمہ موصوفہ پر وہ نشین اور پابند خیال ہیں؟

جناب نے معلمہ موصوفہ کے اخلاق کو بہتر فرمایا ہے تو کیا آخر کے ساتھ بہتر اخلاق جمع ہو سکتے ہیں؟ شاید اخلاق سے مراد شرعی اخلاق نہیں بلکہ عرفی اخلاق ہیں، سب سے فیس بول کر مانا، چکنی چپڑی باتیں بنالینا مراد ہے، ورنہ شریعت مقدسہ میں اخلاق نام ہے اتباع سنت کا یعنی اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔ تو یہ چیز کسی غیر مسلم سے نہیں ہو سکتی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا ایمان ہی نہیں تو پیروی کا کیا عمل ہے؟

فطری بات ہے کہ استاد کے جذبات و خیالات شاگردوں کے دلوں پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ہندو اداوروں کی سند یافتہ معلمات کے متعلق آپ کو خود شکایت ہے۔ انگریز استاد کے اثرات بھی جو کچھ طلباء پر پڑتے ہیں وہ آج کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی خالص مذہب اسلام کی تعلیم دے اور اس کو آ زادانہ چھوڑا جائے، بلکہ اس کے حدود متعین مرد و بچائیں جیسا کہ مغلہ موصوفہ کے متعلق ادارہ موصوفہ میں کیا گیا ہے تب بھی اس کے قلبی اور مافی اثرات ضرور پڑیں گے۔ جن عیسائیوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا حدیث شریف کی تشریح کی وہ ان کے اندرونی اثرات سے خالی نہیں، بلکہ جو دشمنی لکھی اس میں بھی وہ اثرات موجود ہیں۔ بڑے سمجھدار آدمی کو استاد کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بچنا دشوار ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کی حاجت ہو، بلکہ اس کا مشاہدہ سب کو ہے۔ اپنے دین کی حقیقت سے ناواقفیت یا تاثر سے بچے رہنے کے ذریعہ پائل میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کوئی انکار کرے تو اس سے وہ اصل حقیقت مٹل نہیں ہوگی۔

نصاب تربیت اگر محض اپنی رائے اور بصیرت سے چھان بین کر کے تجویز و متعین کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق اتنی گزارش ہے کہ اپنی رائے کو معیار حق نہ بنایا جائے، بلکہ جو حضرات کتاب و سنت کے ماہر ہیں کہ انہوں نے سب طرف سے کٹ کر کتاب و سنت ہی کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر دیا ہے اور ہر حکم کے درجہ کو پہچانتے ہیں اور حدیث پاک کے متن اور شروح پر نظر رکھتے ہیں، قرآن شریف اور اس کی تفسیر سے خوب واقف ہیں اور آثار مسماہدان کے سامنے ہیں، ائمہ مجتہدین کے ترجیح کردہ مسائل کا دستچال مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کے طرق استنباط و استدلال کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کی تمام تر جدوجہد اعتقادی، عملی، اخلاقی، معاشرتی زندگی کی آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت اصلاح کرنا ہے اور اتباع سنت، مسائل فقہ پر عمل، تزکیہ، اصلاح باطن کی بدولت اللہ پاک نے ان کو شیعہ، تقویٰ، احسان کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، ان کے مشورہ سے استفادہ کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ چند سطور تحریر تہ منما متعلق تھیں اب اصل سوال کا جواب عرض ہے۔



سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم بچوں کو مقلد موصوفہ کے پیرو کرنا اس بناء پر کہ وہ تربیت کا سلیقہ رکھتی ہیں اور بچوں کو صاف ستھرا رہنے اور مکان پر چا کر سب کو جدا گانہ سلام کرنے کا طریقہ بتا دیتی ہیں درست نہیں اور یہ چیز بچوں کے حق میں زبردستی ہے، گو وہ زبردستی ہر ایک کو نظر نہیں آتا مگر اس کے جراثیم ابھی سے بچوں میں پیدا ہو کر پردش پاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان کے قلب و دماغ اثر قبول کرتے ہیں۔ پھر جب کہ مقلد موصوفہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ ماہر نفسیات بھی ہیں تو اگر وہ اپنے مذہب کی پابند ہیں تو ان کی دوزخ و عذاب زیادہ سے زیادہ اس لئے ہوگی کہ آہستہ آہستہ بچوں پر جگہ تمام ادارے پر اپنا مذہبی رنگ بھائیں۔

اگر وہ اپنے مذہب کی پابند نہیں تو غور کریں کہ جو اپنے مذہب سے آزاد ہے وہ دوسروں کے مذہب کا خیال کیا کرے گی؟ بلکہ وہ تو چاہے گی کہ میری طرح سب ہی آزاد ہو جائیں۔ میڈیکل کالج کی نرسیں بھی بہت سلیقہ شعار اور ماہر نفسیات ہوتی ہیں، مریضوں کو ان کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، وہ بہت ہوشیاری اور اخلاص کے ساتھ مریضوں کی خدمت کرتی ہیں، لیکن ۳۳ء سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزار سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرادی گئیں کہ ان کے ورثاء باپ شوہر وغیرہ ملنے کے لئے گئے تو کہہ دیا کہ وہ تو یہاں سے صحت یاب ہو کر چلی گئیں (اخبارات میں تفصیل آئی تھی)۔ اس لئے لندن معصوم بچوں پر رحم کیجئے۔

فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

### باسمہ و بحمدہ :

محترمہ المقام جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب استفتا۔ موصول ہوا اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی سعادت عطا فرمائے اور ہم سب کو راجح پر چلنے کی توفیق و استقامت کے ساتھ آسانیاں بھی عطا فرمائے (آمین) جناب کی تحقیری تحریر کے ذیل میں کچھ باتیں جواب طلب محسوس ہوئیں اس لئے دوبارہ عرض ارسالی خدمت کر رہی ہوں، متوقع ہوں کہ آپ اسے گستاخی پر محمول نہ فرمائیں گے۔

۱ شعبہ تربیت گاہ و اطفال قائم کرنے کی ضرورت کا احساس اس وجہ سے ہوا کہ قریبی عزیز واقارب

نیز بیشتر مسلم گھرانوں کے بچے عیسائی تربیت گاہوں یا ہندو نرسری اسکولوں میں بھیجے جا رہے تھے، جہاں کا پورا نظام تعلیم و تربیت انہیں کے عقائد اور ذوق کے مطابق ہے، لہذا معاونین کا رکو مذکورہ نقصان کی نشاندہی کرتے ہوئے شعبہ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت پر متوجہ کیا اور آمادگی بھی حاصل ہو گئی۔

تقریر معتمد کے ذیل میں انتہائی کوشش کی گئی کہ وہ مسلم اور کار منصب کی اہل بھی ہو مگر جو مسلم لڑکیاں ہیں ان میں اتنی کچھ بھی نہ پائی گئی کہ وہ انیس، ساز، گانے وغیرہ کا طریقہ بھی چھوڑ دیں اور دوسرے لادینی طریقوں میں ترمیم کر سکیں۔ عیسائی معتمد ہماری زیر ہدایت کار خدمت انجام دینے پر آمادہ ہو گئیں، لیکن ہوا کہ ان کے پیش نظر حصول زر ہے اور شعبہ تربیت گاہ اطفال کی مسلم معتمد کے لئے ایک تجربہ کار مددگار کی ضرورت ہے، لہذا اپنے اس ادارے میں رجتے ہوئے چھوٹے بچوں پر قبضہ حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ کر آئندہ خود کار مسنبہاں بنیں، اگر محض ناواقف کو ذمہ دار مقرر کیا جائے تو داغ نہ ہوتے۔ بہر صورت مقصود مسلم بچوں کو لادینی اثرات سے بچانا ہے، اللہ تعالیٰ کو میری نیت کا بخوبی علم ہے۔

سیرت النبی جلد اول زیر عنوان ”مذہبی انتظامات“ کے ذیل میں دیکھا کہ اسیران پدر میں جو لوگ فدیہ ادا نہ کر سکے ان کو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط پر رہا فرمایا کہ وہ مدینہ میں رہ کر لوگوں کو کھنڈ سکھادیں، نیز علمائے کرام کا حکومت سے یہ مطالبہ بھی پیش نظر تھا کہ غیر دینی تعلیم اور لادینی نصاب والی درگاہوں (جبر یہ تعلیم) میں کچھ وقت دینی تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

اب میرے علم میں یہ چیز لائی گئی کہ کسی صاحب کو عیسائی معتمد کے تقرر پر دینی اعتراض ہے تو میں نے استثناء رواں خدمت کر دیا، تاکہ احکام حق کی روشنی میں یا تو اپنے غلط انتخاب کی اصلاح کر سکیں یا معترض صاحب کو مطمئن کر سکیں۔

۲ نصاب تعلیم مرتب کرنے کی چھان بین سے میری مراد مشہور و معروف امور کے ماوراء اجتہادی مسائل میں اخلاص اور دینی بصیرت رکھنے والے علمائے کرام کی تحقیق و تفتیش سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اپنی رائے کو معیار حق ماننے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

## الجواب حامداً ومصلیاً :

وبیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

دینی تحقیق کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی مرضی کا دریافت کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے، اس کو گستاخی پر کیوں محمول کیا جائے۔ تربیت اطفال کی ضرورت بدیہی ہے اور لا دینی ادواروں کی مغفرت بھی بالکل واضح ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ مسلم معلم دینی تربیت کے نئے دستیاب نہیں ہوتی جس کی جناب کو بھی شکایت ہے۔ اس پر بھی تعجب ہے کہ ۱۸ سال سے خدمت صدارت جناب کے سپرد ہے مگر اس مدت میں پوری جدوجہد کے باوجود ایسی دو معلم بھی اس ادارہ میں کامیاب نہیں ہوئیں، جن سے اس ادارہ میں کام لیا جاسکے۔ عدم جواز کی دلیل احقر گذشتہ تحریر میں قرآن پاک و حدیث شریف، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے پیش کر چکا، لہذا اس کے متعلق تو اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جواز کے لئے گنجائش جناب نے جس دلیل سے نکالی ہے اس کا حاصل دو چیزیں ہیں: ایک اسیران بدر کا واقعہ، دو موجودہ علماء کی سعی اور حکومت سے مطالبہ۔

امراول کے متعلق غور کریں کہ اسیران بدر سے جو فدیہ لیا گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا اس کو پسند فرمایا، یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس پر کوئی دوسری چیز ارشاد فرمائی (۱) اور خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا کہ ”عذاب بالکل قریب آ گیا تھا، اگر عذاب ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی اور نہ بچتا“ (۲)، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے فدیہ لینے کی نہ تھی بلکہ قتل کر دینے کی تھی (۳)۔ ایسے واقعہ سے استدلال کرنا کہاں تک بر عمل تھا؟ نیز وہاں رسم الخط کیسٹنا تجویز کیا گیا تھا (۴) جیسے اور دوسری مصتقیں: نبھاری، عداوی وغیرہ نہ کہ

(۱) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَا كَانَ لِيَ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يَبْشُرَ فِي الْأَرْضِ﴾، تریدون عرص الدبہ واللہ یسیرہ الآخرۃ، واللہ عزیز حکیم ۵ لو لا کثابت من اللہ سبق لمسکم فیما أخذتمہ فہ عذاب عظیم ﴿سورۃ الأنفال ۶۷، ۶۸﴾

(۲) زررقانی ۳۴۲/۱، سحوالہ سیرۃ مصطفیٰ ۱۱۳/۲، وزرقانی ۳۴۲/۱، سحوالہ سیرۃ مصطفیٰ

۱۱۳/۲، مولانا ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ لاہور

(۳) (المدایہ والنہایۃ ۲۹۷/۳، أبو الفداء ابن کثیر، مکتبہ المعارف بیروت)

(۴) دیکھئے: (طبقات ابن سعد ۲۴۲/۲)



دینی تربیت معصوم بچوں کی، جن کو رسم الخط سیکھنا تھا وہ اپنا دین براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھ کر اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان پر کسی کے اثر کا خطرہ نہیں تھا بلکہ کچھ مدت دینی ماحول میں رہ کر ایسا ابنِ بدر خود بھی مسلمان ہی ہو گئے تھے۔

یہاں معصوم بچوں کی دینی تربیت ایک دشمن دین کے سپرد ہے وہ بچے خود دین سے واقف ہیں ان کے دین کا سنگ بنیاد دشمن دین کے قبضہ میں ہے، بچوں کے دلوں میں اس کی دینی عزت ہے، سب ادارہ اس کی دینی تربیت و واقفیت سے متاثر و مرعوب ہے، تحصیل زر کے ساتھ اس کے اعزاز و اکرام ترقی پر ہے، بچے سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین اس نے سلھا یا ہے یہ دین کی بڑی ماہر ہے، اخلاق اس نے ہم کو سکھائے ہیں یہ اخلاق کی بڑی ماہر ہے حالانکہ وہ دین کی بھی دشمن ہے اور اخلاق کی بھی دشمن ہے، اس کے نتائج جو کچھ ہوں گے وہ نہایت خطرناک اور بچوں کے لئے بلکہ تمام ادارہ کے لئے بڑے مہلک ہوں گے۔

امردوم: علماء کی جدوجہد یہ نہیں ہے کہ مسلمان بچوں کو ہندو دینی تعلیم دیں، بلکہ جبریہ تعلیم کے پیش نظر جب بچے اسکولوں میں داخل ہونے پر مجبور ہیں اور اپنا ادارہ کوئی قابلِ اطمینان نہیں اور وہاں کا سارا ماحول غیر ہے تو کوشش کی کہ اس مجموعی لا دینی ماحول میں مسلمان بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے کہ جس قدر بھی مسموعہ معلم ان کے دین کی حفاظت کر سکیں قیمت ہے، آپ کے ادارے میں سب کچھ دین ہی دین ہے تو وہاں عیسائی مصلحت کو لا کر دین کی تربیت اس کے سپرد کرنا اور معصوم بچوں کا اس کو دینی استاد بنادینا ان بچوں کے دلوں میں بددینی کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ فقط والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ، ۲۳، ربیع الاول ۱۳۷۵ھ۔

اسکول میں ترانہ

سوال (۱۰۶۰): اسکولوں میں آج کل شرعی لباس نہیں ہے اور صبح کو پراختہنا میں ”رُحُو پتی رُحُو راجہ رام“ ترانہ مسلمان، ہندو، سکھ سب مل کر گاتے ہیں، اگر مسلمان بچے اور استاد شریک نہ ہوں تو ان پر ناحق ظلم کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان بچوں اور استادوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک اور معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں: "لا ضاعة لمخلوق فی معصية الخالق"۔  
الحديث (۱)۔ ایسی چیزوں سے بچنے کے لئے آئینی تدابیر اختیار کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

دوسرے سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنا

سوال [۱۰۶۱]: اگر ایک لڑکے نے ٹیکنیکل کورس کیا مگر اس کے پاس سرٹیفکیٹ نہیں ہے تو کہیں سے سرٹیفکیٹ لیکر نوکری حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ وہ لڑکا تجربہ کار بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانوناً سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ضروری ہے بغیر اس کے ملازمت کرنا جرم ہے تو قانون کی پابندی لازمی ہے کہ اس میں جان و مال کی حفاظت بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۸۷ھ۔



(۱) (فیض القدیر ۱۲/۱۳۸۶ ط: مکتبہ براہ مصطفیٰ ریاض)

(و منسکوة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، ص ۳۲۱، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحُونُوا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَتَحُونُوا إِلَى مَا نَالَكُمْ﴾ (سورة الأنفال

ب ۹، آية ۲۷)

"طاعة الإمام في غير معصية واجبة" (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب طاعة الإمام

واحدة ۵/۲۲، سعيد)

## ما يتعلق بالقرآن الكريم (تفسير کا بیان)

شرائط تفسیر

سوال [۱۰۶۲]: قرآن پاک کی تفسیر کے لئے کیا شرائط ہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً :

لفظ کو معنی حقیقی یا ہی زمتعارف پر حمل کرنا، سیاق و سباق کے خلاف نہ ہونا، شاہد اپنی وحی کی شہادت سے مؤید ہونا۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر و تاویل میں فرق

سوال [۱۰۶۳]: تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے؟

(۱) قال الإمام حلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: "و منهم من قال: يحور تفسيره لس كان حامعا للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علماً: أحدها: اللغة. الثاني: النحو. الثالث: التصريف. الرابع: الاشتقاق. الخامس: السادس: السابع: المعاني والبيان والبدع. العاشر: أصول الفقه. الحادي عشر: أسباب النزول والقصص. الثاني عشر: النامع والمنسوخ. الثالث عشر: الفقه. الرابع عشر: الأحاديث المُنَبَّهَة لتفسير المجمل والمبهم، الخامس عشر: علم الموهبة"

فقال: فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر، لا يكون مفسراً إلا بتحصيلها، فمن قسر بدونها كان مفسراً بالرأى المنهني عنه". ملخصاً (الإتقان ۳/۳۵۹-۳۶۰، النوع الثامن والسبعون في معرفة شروط المفسر و آدابه، دار ذوی القربی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (الامتنان ۳/۳۵۱-۳۶۰، فی معرفة شروط المفسر، دار ذوی القربی)

(و روح المعانی: ۶/۱، دار احیاء التراث)

(و فتح الباری ۸/۱۵۵، دار المعی)

الحواب حامداً وما سلباً :

اگر جملہ امور مذکورہ بالا (سوال گذشتہ کے تحت) ملحوظ ہوں تو تفسیر ہے، اگر بعض مفقود ہوں تو تاویل ہے۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ ہیں؟

سوال [۱۰۶۳]: زید بکر کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زید کا قول ہے کہ متقدمین منا بھی اس امر کے قائل رہے ہیں کہ قرآن شریف میں بعض منسوخ احکام آیات شریفہ موجود ہیں اور ان کی ناسخ آیات شریفہ بھی اور علماء متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے اور اکثر کتب اہل سنت والجماعت مثلاً بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں بھی یہی امر موجود ہے اور کتب تفاسیر اہل سنت میں بھی یہی ہے کہ منسوخ احکام آیات شریفہ قرآن مجید میں موجود ہیں، ایسی آیات کی تعداد کے متعلق تو علماء

(۱) قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى "واختلف في التفسير والتأويل، فقال أبو عبيد و طائفة هما بمعنى، وقد أكرر ذلك قوم، حتى مالع ابن حبيب النيسابوري، فقال قد نزع في زماننا مفسرون، لو سلخوا عن الفرق بين التفسير والتأويل، ما اختلفوا إليه.

وقال الرابع التفسير أعم من التأويل. وأكثر استعماله في الألفاظ ومعردانها، وأكثر استعمال التأويل في المعاني والحمل، وأكثر ما يستعمل في الكتب الإلهية، والتفسير يستعمل فيها و في غيرها

وقال غيره التفسير بيان لفظ لا يحتمل لا وحياً واحداً. والتأويل توجيه لفظ متوجه إلى معان مختلفة إلى واحد منها، مما ظهر من الأدلة

وقال غيرہ التفسير يتعلق بالتروية والتأويل يتعلق بالدراية" (الإنفاق في علوم القرآن

۳۳۹۲ فی معرفۃ تفسیرہ و تاویلہ، دار دوی القرمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے (الرها فی علوم القرآن، ۱/۱۳، دار المعرفۃ، بیروت)

(و روح المعانی، ۱۳/۱، دار الفکر)

(و فتح الباری ۸، ۱۵۵، دار الفکر)

کرام اہل سنت میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ان کی تعداد کم بتلائی ہے کسی نے زیادہ، لیکن ان آیتوں کے موجودی و انقرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، علمائے متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق ہے، موجودۃ الوقت علمائے اہل سنت بھی یہی فرماتے ہیں کہ منسوخ الحکم آیات شریفہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔ کتاب مستطاب القرآن میں ایسی آیتوں کی تعداد میں لکھی ہے اور امام الہند جتہ اللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں اور یہ دونوں باتیں تفسیر فوز الکبیر کے، ص ۱۸۰، ص ۲۰۱ میں موجود ہیں۔ غرض کچھ منسوخ الحکم آیات کے قرآن شریف میں موجود ہونے کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر عالم اہل سنت بھی قائل ہیں اور معتبر و مسلم علماء میں سے ایک ایسا نہیں جو اس امر کا قائل نہ ہو کہ قرآن شریف میں کوئی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ سب حدیث بخاری شریف وغیرہ اور سب تفسیر مسلم اہل سنت والجماعت میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ برخلاف اس کے کہ کہتا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم نہیں اور بکر کے ہم خیالوں میں سے ایک شخص یہ بھی کہتا ہے کہ ہم شاہ ولی اللہ کے پیرو ہیں، ہمارے سامنے ان کے اقوال کا ذکر فضول ہے، ہم تو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیرو ہیں، ہم کو آنجناب اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف و امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھنا چاہیے کہ ان میں سے کس نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں منسوخ الحکم آیت موجود ہیں۔ اب ارشاد فرمائیں کہ یہ کون سا قول مطابق مذہب علمائے کرام اہل سنت کے ہے یا بکر کا قول؟ اور بکر کے ہم خیال نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں جو خیال کیا ہے وہ مناسب اور اہل سنت علماء کرام کے مطابق ہے یا نامناسب اور علماء اہل سنت کے خلاف؟ والسلام مع الاکرام۔

المستفتی: خاکسار عبد اللہ عفا اللہ عنہ از محلہ بہاری پور شہر بریلی

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ نے سوال میں طرفین کے حوالیات کو بہت سی مجمل و مبہم طور پر ذکر کیا ہے اور خصوصیت سے بکر کا حوالہ تو اکثر اہل سنت سے بیان کرتے یعنی ہر کتاب کی عبارت نقل فرما دیتے کہ یہ اس عبارت سے استدلال کرتا ہے اور بکر اس عبارت سے تو پھر بھی آسان ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک صرف کتاب کا نام تحریر کرنا اور بہت سے بہت صفحہ کا حوالہ دینا کافی ہوتا ہے، احقر بھی

جواب میں اسی طریق کو اختیار کرے گا۔

تفسیر مفتاح الغیب، ۱/۴۳۳ میں اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں نسخ واقع ہوا ہے، صرف ابو مسلم بن بکر کے رائے یہ ہے کہ نسخ واقع نہیں ہوا ہے (۱)، جمہور کی طرف سے استدلالی میں چند آیات نقل کی ہیں

قال الله تعالى: ﴿مَا نَسَخَ مِنْ آيَةٍ﴾ (الآية) (۲)

ترجمہ: ”ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں، کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں۔“ (بیان القرآن)

﴿وَوَدَّادُنَا مَكَانَ آيَةٍ﴾ (الآية) (۳)۔

(۱) (المسألة السادسة) اتفقوا على وقوعه (أى النسخ) في القرآن وقال أبو مسلم بن بحر: (إنه لم يقع، واحتج الجمهور على وقوعه في القرآن وجوه: أحدها هذه الآية، وهى قوله تعالى: ﴿مَا نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسَّهَا نَاتَ بِخَيْرٍ مَهَا﴾ الحجة الثانية للقاتلين وقوع النسخ في القرآن: أن الله تعالى أمر المتوفى عنها زوجها بالاعتداد حولا كاملا... ثم نسخ ذلك بأربعة أشهر وعشر... أمر الله بنفذه الصدقة بين بدى بحوى الرسول بقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ بَدَى سَحَائِكُمْ صَدَقَةً﴾ ثم نسخ ذلك اهـ. (التفسير الكبير (مفتاح الغيب) ۳/۲۲۹، ۲۳۱، سورة البقرة ۲۶، دار الكتب العلمية طهران)

”واتفقت أهل الشرائع على حواز النسخ ووقوعه، وحالفت اليهود غير العيسوية فى حوارہ، وقالوا: يستنع عقلاً وأبو مسلم الأصمہانی فى وقوعه فقال: (إنه وإن جاز عقلاً لكنه لم يقع“ (روح المعانی ۱/۳۵۲، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فى تفسیر ابن کثیر ۱۰/۱۳۳، دار القلم)

(والاتفان فى علوم القرآن ۲۰: ۳۱، دوى القریب)

(۲) (سورة البقرة: ۱۰۶)

(۳) (سورة النحل: ۱۰۱)

**ترجمہ:** ”اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افتراء کرنے والے ہیں بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔“ (بیان القرآن)

﴿يَحْمِزُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيَسْتَبْخِشُ﴾ (الاية) (۱)۔

**ترجمہ:** ”خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے۔“ (بیان القرآن) وغیرہ۔

پھر ص ۴۴۴ پر وہ آیات درج کی ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اور قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً: متوفی عنہا زوجا کی عدت اولاً ایک سال تھی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے

﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَنكُم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِمْ لِيَتَّخِذُوا مَنكُم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِمْ مَوَاطِنَ﴾ (الحول) ﴿(۲)﴾ (الاية)۔

**ترجمہ:** ”اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر چاہا کریں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال منقطع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں، ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔“ (بیان القرآن) (۳)۔

پھر منسوخ ہو کر چار ماہ وں روز عدت باقی رہ گئی، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَنكُم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِمْ لِيَتَّخِذُوا مَنكُم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِمْ مَوَاطِنَ﴾ (الحول) ﴿(۲)﴾ (الاية)۔

**ترجمہ:** ”اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روک رکھیں چار مہینہ اور دس دن۔ پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہیں ہوگا ایسی بات میں کہ وہ

(۱) (سورة الرعد ۳۹)

(۲) (سورة البقرة ۲۴۰)

(۳) (بیان القرآن: ۱/۴۲۱، میر محمد کراچی)

(۴) (سورة البقرة ۲۴۴)

عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کاروائی کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔“ (بیان القرآن) (۱)۔

دیکھتے قرآن شریف میں، مسخ اور منسوخ دونوں آیتیں موجود ہیں اور ہر دو کی تلاوت ہوتی ہے۔ اسی طرح:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الرَّسُولُ فَقُلُوا بَيْنَ يَدَيْ نَحْوَاكُمْ صَدَقَةٌ﴾ (الابۃ) (۲)۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدمہ ورنہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔“ (بیان القرآن) (۳)۔

یہ آیت بھی مابعد کی آیت سے منسوخ ہے (۴) اسی طرح:

﴿إِن يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْزُوا مِائَتِينَ﴾ (۵)۔ الایۃ بھی ﴿الَّذِينَ حَقَفَ إِلَهُ عَصَاهُ﴾ (۶) الایۃ سے منسوخ ہے (۷)۔

(۱) (بیان القرآن ۱۳۹/۱۰، میر محمد کراچی)

(۲) (المجادلہ: ۱۲)

(۳) (بیان القرآن ۱۱۶۲، میر محمد کراچی)

(۴) ”لَسَّحَ وَجْرَبَ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ. وَقَدْ قِيلَ: إِنَّهُ لَوْ يَعْمَلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ قَبْلَ نَسْحِهَا سَوَّى عَلَى رَضَى اللَّهِ عَنْهُ وَقَالَ لَيْتَ بِنِ امْرِئٍ سَلَّمَ عَنْ مُحَاهِدٍ قَالَ عَلَى رَضَى اللَّهِ عَنْهُ: آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَرَّوْحَلْ لَمْ يَعْمَلْ بِهَا أَحَدٌ قَبْلِي وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ بَعْدِي. كَانَ عَدِي دِينَارَ فِصْرَفْتِهِ بِعَشْرَةِ دِرَاهِمٍ. فَكُنْتُ إِذَا نَاحَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ. فَسَحَتْ وَلَمْ يَعْمَلْ بِهَا أَحَدٌ قَبْلِي وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ بَعْدِي. ثُمَّ تَلَاهَا الْآيَةَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الرَّسُولُ فَقُلُوا بَيْنَ يَدَيْ نَحْوَاكُمْ صَدَقَةٌ﴾. (تفسير ابن كثير ۳/۸۱۳، سورة المجادلة: ۱۲۰، دار الفحاء دمشق)

(۵) (وكد في روح المعاني: ۳۱۲۸، سورة المجادلة: ۱۲۰، دار احياء التراث العربی)

(۶) (الأفعال: ۲۵۰)

(۷) (الأفعال: ۲۶)

(۸) ”الَّذِينَ حَقَفَ اللَّهُ بِأَحْرَحِهِ الْحَارِي وَعَبْرَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَرَأَتْ إِبْرَانُ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَقْرَءَ وَاحِدٌ مِنْ عَشْرَةٍ، فَجَاءَ =



**ترجمہ ۱:-** ”اگر تم میں سے کسی آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں سے سوا آدمی ہوں گے تو ایک ہزار گتہ پر غالب آ جاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔“ (بیان القرآن)۔

**۲:-** ”اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے، سو اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہیں۔“ (بیان القرآن) (۱)۔

”افادۃ الشیوخ“ میں اول قرآن سے لے کر اخیر تک ہر سورت کے متعلق بحث کی ہے اور تاریخ و منسوخ کو شمار کیا ہے (۲)۔ تفسیر احکام القرآن میں حافظ ابوبکر خفئی رازی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن شریف میں آیات منسوخ موجود ہیں (۳)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابو مسلم کے قول کی تردید کر کے آیات منسوخہ کو گناہا ہے (۴)۔

= التخصیف و هل بعد ذلك نسخاً أم لا؟ قولان و ذهب الجمهور إلى الأول، وقالوا: إن الآية ناسخة“ (روح المعاني: ۳۲/۱۰، سورة الأنفال: ۶۶، دار إحياء التراث العربی)

(۱) (بیان القرآن: ۸۶/۱، میر محمد کراچی)

(۲) (لم أظفر علی هذا الكتاب)

(۳) قال أبو بكر: ”زعم بعض المتأخرين من غير أهل الفقه أنه لا نسخ في شريعة نبينا محمد ﷺ، وإن جميع ما ذكر فيها من النسخ، وإنما المراد به نسخ شرائع الأنبياء المتقدمين“ فانكبه هذا الرجل في الأتي المنسوخة والناسخة وهي أحكامها أموراً خرج بها عن أقاويل الأئمة مع تعسف المعاني واستكراهها، وأكثر طي في أنه إنما أتى به من قلة علمه بقل الناقلين لذلك واستعمال وأنه فيه من غير معرفة منه“.

(أحكام القرآن للحصاص، باب في نسخ القرآن بالناسخة وذكر وجود السح: ۵۹، ۸۰، دار الكتاب العربی)

(۴) قال ابن كثير رحمه الله تعالى: ”والمسلمون كلهم متفقون على حوازل النسخ في أحكام الله تعالى لماله في ذلك من الحكمة البالغة، وكلهم قال بوجوهه. وقال أبو مسلم الأصبهاني المفسر لم يقع شيء من ذلك في القرآن، وفولده صعب مردود مردول، وقد تعسف في الأخوة عما وقع من السح. فمن ذلك قصة العدة بأربعة أشهر وعشر بعد الحول لم يجب على ذلك بكلام مفلون“ (تفسير ابن كثير: ۱۳۳، دار القلم،

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر الفوطی: ۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر ہر کابہ خیالی کوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو تسلیم نہیں کرتا اس بنا پر کہ وہ اس کا اجتہاد اور ذاتی قول ہے اور اس کے پاس ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا صریح جزیہ اس قول کے معارض ہے تب تو اس کو حق ہے کہ یہ کہہ دے کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا معتقد و مقلد ہوں ان کے مقابلہ میں شاہ صاحب کا قول حجت نہیں، لیکن اگر شاہ صاحب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ نقل کرتے ہوں اور صراحتہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرتے ہوں مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ صراحتہ امام صاحب سے یہی منقول ہے یا ان کے اصول پر متفرع ہے، خلاف نہیں پھر نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

آج امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف و محمد و زفر رحمہم اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے موجود نہیں ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں، پس زید کے قول کی تردید بکراں صورت میں کر سکتا ہے کہ ان اکابر کی تصانیف سے جزییات یا کلیات و نظائر مقابلہ میں پیش کرے، محض اتنا کہہ دینا کہ میں شاہ ولی اللہ کا پیروں نہیں، کافی نہیں، کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ان اکابر کے خلاف نہیں فرمایا، بلکہ ان حضرات کی تصانیف میں جزییات و کلیات و نظائر سے ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ دیگر کتب سے ہی اتفاق جمہور نقل کیا گیا ہے۔ دیکھئے اصول فقہ کی کتاب ”المنار“ اس کی شرح ”نور الانوار“، ص ۲۱۱ (۱) و ”حسامی“، ص ۸۹ (۲)۔ دوسرے علماء نے مستقل کتابیں اس مسئلہ پر تصنیف فرمائی ہیں (۳)۔ فقہاء و اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

(۱) ”وہو حائز عندنا بنص الذی تلونا قبل ذلک: ﴿مانسوخ من آية أو نسخها﴾ خلافاً للیهود لغضبہم اللہ، قبایہم یقرئون نلزم منہ سفاہة اللہ تعالیٰ والحعل بعواقب الأمور و هو لا یصلح للالوہیة، وغرضہم من ذلک أن لا تنسخ شریعة موسیٰ علیہ السلام أحد، ویكون دینہ مؤبد، أو نحن نقول: إن اللہ تعالیٰ حکیم بعلم مصالح العباد و حوائجہم، فیحکم کل یوم علی حسب علمہ و مصلحتہ کالطیب اہ“۔ (نور الانوار علی المنار، مبحث اقسام البیان ۲۰۸۰، ۲۱۲، رضیدیہ)

(۲) (الحسامی ۱۷۶، ۱۸۵، کتب خانہ معینیہ ملتان)

(۳) دیکھئے (الراہان فی علوم القرآن للزکشی: ۲/۳۳، دار المعرفۃ بیروت)

(و الانفاں فی علوم القرآن: ۳۰۲، ذوی القربی)

نیز دیکھئے (الامی شرح الحسامی ۱۸۳، کتب خانہ معینیہ ملتان)

**الجواب صحیح :** جمہور کا مسلک یہی ہے کہ قرآن شریف میں بعض آیات ایسی موجود ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اگرچہ بعض علماء ان کو منسوخ نہیں کہتے اور یہ بحث سب تفسیر و اصول فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے اجمالی حوالہ لکھ دیا ہے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارن پور۔ صحیح عبد اللطیف ۱۴، شعبان ۱۳۶۰ھ۔

**کیا حکم قرآنی حدیث سے منسوخ ہو سکتا ہے؟**

**سوال [۱۰۶]:** ایک شخص جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن پاک کے واسطے ہر ناخ نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بھی قرآن مجید کے لئے ناخ بن سکتی ہے تو ہم ایسی حدیث کو کسی انسان کا کلام نہیں سمجھیں گے بلکہ ہم اسے شیطان کا کلام سمجھیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہل حق کا ایسے نسخ کے متعلق کیا عقیدہ ہے اور اگر اس میں اختلاف ہو تو راجح اور مفتی بہ مذہب کیا ہے۔

نیز وہی شخص یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں اٹھائے گئے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح ان کی وفات ہو چکی ہے اور ان کی روح اٹھائی گئی۔ ایسے شخص کا جس کا مذکورہ بالا عقیدہ ہو شرعاً کیا حکم ہے مؤمن رہا یا کافر ہو گیا اور غمۃ المسلمین کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

**الجواب حامداً و مصلیاً :**

نسخ الکتاب بالسنۃ میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے ”إنما يحوز النسخ بالكتاب والسنۃ متفقاً و محتلاً، فيحوز نسخ الكتاب بالكتاب والسنۃ، وكذا يحوز نسخ السنۃ بالسنۃ والكتاب، فهي أربع صور عندنا حلالاً للشافعي رحمه الله تعالى في المختلف، ولا يحوز عنده إلا نسخ الكتاب بالكتاب والسنۃ بالسنۃ اه“۔ نور الأنوار (۱)

امام فخر الدین رازی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ”جواز نسخ الکتاب بالسنۃ“ جمہور کا قول ہے اور عدم جواز نسخ الکتاب بالسنۃ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ پھر طرفین کے دلائل بیان کر کے جمہور کی

طرف سے امام شافعی کے دلائل کا جواب دیا ہے (۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور کے قول کو راجح سمجھتے ہیں، جو شخص اس نسخ کے انکار میں اس قدر متشدد ہے وہ جاہل بلکہ معاند ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ احادیث شریفہ میں احکام بیان فرماتے ہیں وہ بھی بذریعہ وحی ہوتا ہے، اگر کوئی حکم اجتہاد فرمایا تو اس کو بھی وحی کے ذریعہ تائید ہوگئی (۲) درنتیہ یہی ہوگئی: ﴿وَمَا يَنْطِقُ

(۱) "المسألة الثالثة) قال الشافعي رضي الله عنه : الكتاب لا ينسخ بالسنة المتواترة ، واستدل عليه بهذه الآية من وجوه : أحدها : أنه تعالى أخبر أن ما ينسخه من الآيات بات بخير منها ، وذلك أنه يأتي بما هو من حسنة . . . وإذا ثبت أنه لا بد وأن يكون من حسنة فحسب القرآن قرآن ، وثانيها : أنه قوله تعالى : ﴿بات بخير منها﴾ يفيد أنه هو الممرد بالإتيان بذلك الخير ، وذلك هو القرآن

و ثالثها : أن قوله : ﴿نات سخير منها﴾ يفيد أن المماتى به هو خير من الآية والسنة لا تكون حيراً من القرآن ، ورابعها : أنه قال : ﴿ألم تعلم أن الله على كل شيء قدير﴾ دل على الاتى بذلك الخير هو المختص بالقدرة على جميع الحيرات وذلك هو الله تعالى.

والجواب عن الوحده الأربعة بأمرها : أن قوله تعالى : ﴿بات بخير منها﴾ ليس فيه أن ذلك السخير يجب أن يكون ناسخاً ، بل لا يمتنع أن ذلك الحير شيئاً مغايراً للناسخ ، والذي يدل على تحقيق هذا الاحتمال أن هذه الآية صريحة هي أن الإتيان بذلك الحير مرتب على نسخ الآية الأولى ، فلو كان نسخ الآية الأولى مرتباً على الإتيان بهذا الحير لزم الدور وهو باطل.

ثم احتج المحمهور على نسخ الكتاب بالسنة : لأن آية الوصية للأقرين منسوخة بقوله عليه السلام : "ألا لا وصية لوارث" و بأن آية الجلد منسوخة بحر الرجم اهـ". (التفسير الكبير للإمام الرازى : ۳/ ۲۳۲، ۲۳۳، سورة البقرة : ۱۰۶، دار الكتب العلمية طهران)

(۲) قال العلامة الأئوسى : "وإذا جاز ذلك فيجوز أن يكون الناسخ سنة ، والمماتى به الذى هو خير أو مثل آية أخرى ، وأيضاً السنة مماتى به سبحانه لقوله تعالى : ﴿وَمَا يَنْطِقُ عن الهوى إن هو إلا وحى يوحى﴾ و ليس المراد بالخيرية والمماتلة فى اللفظ حتى لا تكون السنة كذلك ، بل فى النفع والثواب ، فيجوز أن يكون ما اشتملت عليه السنة خيراً فى ذلك ". (روح المعانى : ۱/ ۳۵۳، دار إحياء التراث العربى)

عسر العوی ان هو اِلا وحی یوحی ﴿۱﴾، اگر حدیث شریف کے ذریعہ کسی حکم قرآن کو منسوخ قرار دینا بالکل محال ہے تو ﴿مما آتاکم المرسل فخذوه، و ما جاءکم عنه فانتهوا﴾ (۲) الایہ (۳) اور ﴿طیعوا اللہ و اطیعوا المرسل﴾ (۴) الایہ (۵) وغیرہ آیات میں تخصیص کے بغیر چارہ نہ ہوگا یعنی یہ کہ فرماں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ قابل قبول اور واجب العمل ہے جس میں قرآن کریم کی کسی آیت کا منسوخ ہونا نہ بتایا گیا ہو، اگر بتایا گیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں، حالانکہ آیات مذکورہ عام ہیں کسی جگہ سے تخصیص کا ثبوت نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح وفات پاگئے اور ان کا جسم زمین میں مدفون ہو گیا اور روح آسمان پر اٹھائی گئی وہ شخص خلاف اسلام عقیدہ رکھتا ہے، وہ اسلام سے خارج ہے (۶)۔

(۱) (سورۃ النجم: ۳)

(۲) (سورۃ الحشر: ۷)

(۳) (النساء: ۵۹)

(۴) (آل عمران: ۳۱)

(۵) (النساء: ۸۰)

(۶) نص قرآن سے ثابت ہے کہ کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید نہیں کر سکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا لیا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبه لهم، و ان الذين احتفلوا فيه لفي شك منه، ما لهم به من علم الا اتباع الظن، و ما قتلوه بقینا بل رفعه اللہ الیہ، و کان اللہ عزیزاً حکیماً﴾ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

و قال العلامة الآلوسی البعدادی عن ابن عباس رضى اللہ تعالیٰ عنہما "لما اراد ملک بنی اسرائیل قتل عیسی علیہ السلام، دخل حوخته و فیها کوة، فرفعہ جبرئیل علیہ السلام من الکوة الى السماء، فقال الملك لرجل مهم حیث: ادخل علیہ فاقبله، فدخل الخوخته، فالقی اللہ تعالیٰ علیہ شبه عیسی علیہ السلام، فخرج الی اصحابه یحیرهم انه لیس فی البیت، فقتلوه و صلبوه و طوا انه عیسی فلما صلب شبه عیسی و اتی علی ذلك سبعة ايام، قال اللہ تعالیٰ لعیسی: اهبط علی مریم، ثم لتجتمع لک الحواریین و ینبئو فی الارض دعاة، فهبط علیها و اشتعل الحبل نوراً فجمعت له =

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں (۱)، دلائل اور تفصیل کی ضرورت ہو تو ان کا مطالعہ کریں، ایسا عقیدہ رکھنے والے سے تعلق ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۶/۵۹ھ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

### آیت منسوخہ کی تلاوت کا حکم

سوال (۱۰۶۱): کیا کلام مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہو مگر صرف تلاوت کی جاتی ہو؟  
۲۔ کیا بعض آیات ایسی بھی ہیں جو موجودہ قرآن مجید میں درج نہیں ہیں مگر ان کا حکم جائز اور باقی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے اقسام، نسخ کی

= الحوارين، وفيه في الأرض دعاة، ثم دفعه الله سبحانه. و تلك الليلة هي الليلة التي تذهن فيها النصارى، فلما أصبح الحواريون، فصد كل منهم بلده من أرسله عيسى إلههم. (روح المعاني: ۱/۷۷، ۱/۷۸، دار إحياء التراث العربي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (صحیح البخاری: ۳۹۰۱، باب نزول عيسى بن مريم، فديسي)

(و البحر المحیط ۴/۷۷۲ دار الفکر)

(و تفسیر اس کثیر ۱۰/۳۱۵۱، دار الفکر)

(و الدر المنثور ۳/۲۰۷ موسسہ الرسالہ)

(و تفسیر اس جریہ ۳/۲۰۷ دار المعرفہ)

(و مصنف اس اسی شبہ ۱۵/۱۹۸، دار السلفیہ، بمبئی)

(۱) مثلاً حضرت انور شاد کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف بزبان عربی "تعییدۃ الإسلام فی حیاة عيسى عليه السلام"۔  
حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی کتاب (اردو) "حیات عیسیٰ علیہ السلام"۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام"۔ اور حضرت کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی جمع کردہ احادیث کا مجموعہ "التصريح بسانواته في نزول المسيح"۔

اقسام منسوخ کے احکام درج ہیں (۱) بطور مثال ایک آیت درج کرتا ہوں:

«كَتَبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ» (الابۃ (۲))

پہلے والدین کے حق میں مال کی وصیت کی جاتی تھی پھر وہ وصیت منسوخ ہو گئی اور والدین کا حصہ بطور میراث متعین کر دیا گیا، اس کے باوجود یہ آیت باعتبار تلاوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تلاوت ہوتی ہے۔

۲ (النسح ونسخة ذریرنا وارحموهم کالآ من اللہ)۔ (الابۃ (۳)) اس آیت کی

تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے۔ فظہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندو نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۸ھ۔

## نسخ کی تفصیل اور حکمت

سوال (۱۰۶): (الف) نسخ آیات قرآنی کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے اور اکابرین کا اس کے

بارے میں کیا خیال ہے؟

(ب) کتنی اور کون کونسی آیتیں منسوخ ہیں؟

(ج) کیا نسخ آیات سے حکمت باری تعالیٰ میں نقص یا اس کی حکمت میں کسی قسم کا انزام نامد ہوتا ہے؟

(د) نسخ آیات قرآنی کی تعداد کے بارے میں علماء اسلام بتدریج کمی کی طرف مائل نظر آتے ہیں،

چنانچہ حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں۔ آخر یہ کس خیال کے

ماحت ایسا ہو رہا ہے؟ اگر چندے یہی رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ نسخ کا مسئلہ ختم ہو جاوے۔

(۱) دیکھئے: (تفسیر قرطبی ۵۵۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(والغزوۃ الکبیر، ص ۳۰، ۳۶، قدیمی)

(الانفان فی علوم القرآن ۳۰۱، ۵۳، ذوی القربی بیروت)

(۲) (سورۃ البقرۃ ۱۸۰)

(۳) دیکھئے (حزب الأوار، مسحت أقسام البان ۲۱۲، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(وکنذا فی التفسیر الکبیر ۲۳۰/۳، سورۃ البقرۃ ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، طہران)

(د) نسخ کی جتنی صورتیں ہیں اور وہ کیا کیا؟

(و) منکرین نسخ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الحواب حامداً و مصلیاً :

(الف) نسخ جائز ہے عقلاً، اور واقع ہے معاً بلا اختلاف، صرف ابو مسلم اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ

منقول ہے کہ نسخ واقع نہیں، "النسخ جائز عقلاً واقع سماعاً لا خلاف فی دلالت بین المسلمین لا ما

یروی عن ابي مسلم الأصفهانی، فإنه قال: أنه حائر غیر واقع"، (إرشاد الفحول) (۱)۔

(ب) اس میں مختلف اقوال ہیں، اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں، الفوز الکبیر (۲) وغیرہ (۳)

کا مطالعہ کیجئے۔

(ج) نہیں (۴)۔

(د) بالکل مسئلہ نسخ کو ختم کرنا نسخ قرآنی، اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے وہ ہرگز قابل قبول

نہیں (۵)، تقلیل نسخ کی مصلحت ظاہر ہے، نفس نسخ کی مصلحت بدرجہ و تدریج و عرف تعلیم احکام ہے۔ کما

(۱) (إرشاد الفحول، الباب التاسع فی النسخ، ص: ۳۱۳، المكتبة المجازية، مكة المكرمة)

(۲) دیکھئے (الفوز الکبیر: ۳۰، ۳۶، قدیمی)

(۳) دیکھئے (الانقار فی علوم القرآن: ۳/۳۰، ۵۳، دوی القریبی)

(۴) اندام اسلام کے نزدیک نسخ، اجماع احکام سے نہیں جڑ ہے، فقہ الاسلام بڑی روشی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں، "والنسخ ی

أحكام التدرع حائر صحیح عند المسلمین أجمع"، (أصول فخر الإسلام علی هامش كشف الأسرار

۱۵۷۳، صف پبلشرز، کراچی)

وقال ابن کثیر "والمسلمون کلهم متفقون علی جواز النسخ فی أحكام الله، لما فیہ من

الحكمة البالغة" (تفسیر ابن کثیر ۲۱۰۰۱، دار الفیحاء دمشق)

(۵) "أنکر طوائف من المنتهین للإسلام المتأخرین حوازه (أی النسخ) وهم محجورون باجماع

السلف علی وقوعه فی الشريعة" (تفسیر القرطبی ۴/۳۴، سورة البقرة: ۱۰۶، دار الکتب

العلمیة بیروت)



صرح به علامہ واری رحمہ اللہ تعالیٰ فی مطالب العالیہ (۱)۔

(۵) علامہ نسفی نے من رمس یہ صورتیں ذکر کی ہیں: "النسلاوة ولحکم جمیعہ، التحکم دون

النسلاوة، النسلاوة دون التحکم" (۲)۔

(۶) سب سے پہلے اور سب کے خلاف اصفہانی ہے جس نے نسخ کا انکار کیا ہے۔ امام رازی، ابواسحاق

شیرازی، شمس رازی، ابن دقیق العید وغیرہ نے اس کے انکار کی توجیہ کی ہے (۳) اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے

"وإذا صح هذا عه فهو دليل على أنه جاهل بهذه الشريعة جهلاً فظعاً" (۴)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) لم أحده في المطالب العالية وذكره الشوكاني بلفظ: "فإن قلت: ما الحكمة في النسخ؟ قلت قال المحرر الرازي في المطالب العالية: إن الشرائع فسمان: منها ما يعرف لشعبا بالعقل في المعاش والمعاد، ومنها سمعية لا يعرف الانتفاع بها إلا من السمع، فالأول يتمتع طرود النسخ عليه كنعرفه الله وطاعه أبداً والثاني: ما مسكن طويان النسخ والتبديل عليه، وهو أمور تحصل في كيفية الطاعات الفعلية والعبادات الحسنة، وفائدة نسخها: أن الأعمال البدنية إذا توطأوا عليها خلفاً عن سلف صارت كالعادة عند الحلق وقيل: الحكمة حفظ مصالح العباد، فإذا كانت المصلحة لهم في تسديل حكم بحكم و شريعة بشرية. كان التسديل لمراعاة هذه المصلحة أهم". (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۴، مصطفى أحمد الباز مكة المكرمة)

(۲) (المبار، ص ۲۱۱، مكتبة حفانيه ملتان)

نیر التسلیل کے لئے، یکمے، (الانفان ۳۸، ۲۰، دوی القریبی)

(۳) "و قد أول جماعة خلاف أبي مسلم الأصفہانی المدکور سابقاً بما يوجب أن يكون الخلاف لفظياً، قال اس دقيق العید: نقل عن بعض المسلمين إنكار النسخ لا بمعنى أن الحكم النابت لا يرتفع بل بمعنى أنه يستهي نص دل على انتهائي. فلا يكون نسخاً ونقل عنه أبو اسحاق الشيرازي والمحرر الرازي، وسليم الرازي لما أنكر الحوار وأن خلافه في القرآن خاصة لا كما نقل الأمدی وابن الحاحب أنه أنكر الوطوع" (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص ۳۱۴، المكتبة التجارية مكة المكرمة)

(۴) (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص ۳۱۴، المكتبة التجارية مكة المكرمة)

## آیت قطب

سوال [۱۰۶۸]: قرآن پاک میں آیت قطب کوئی آیت ہے، اس کو پڑھنے کا طریقہ اور اس کے

اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پارہ ۴۴ میں فرما: ما النصر إلا من عند الله العزيز الحكيم (۱) کو آیت قطب کہتے ہیں، ہر نماز کے بعد سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ اول آخر پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب محمد باقر العلوم، یومہ ۱۳/۲/۸۹ھ۔

## سبع آیات

سوال [۱۰۶۹]: سورہ فاتحہ میں سبع آیات تحریر ہیں جن کے معنی سات آیات، مگر سورہ فاتحہ میں شمار کرنے سے صرف چھ آیات ہیں جیسے سورہ اخلاص پر چار آیات لکھی ہیں اور ”لہ یلد“ کے بعد بھی بنا ہے، اگر اس کو شمار کیا جائے تو پانچ آیات ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ کو بسم اللہ کا جز قرار دیا جائے اور بسم اللہ کی آیت کو بھی شمار کیا جائے، مگر نماز میں اگر بسم اللہ کو مصلی نہ پڑھے تو نماز تو ہو جاتی ہے اور اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھے، محض کوئی سورت پڑھے تو نماز ناقص رہتی ہے۔ قرآن کو دیکھ کر بالخصوص جواب تحریر فرمائیے کہ سورہ فاتحہ پر ساتھ آیات لکھی ہوئی ہیں مگر شمار میں صرف چھ آیات ہیں۔ ایسا کیوں اور کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حذیقہ کے نزدیک بسم اللہ جزء فاتحہ نہیں، بغیر اس کے بھی سات آیات ہیں (۲)۔ سورہ اخلاص میں خود

(۱) (سورۃ آل عمران: ۱۲۶)

(۲) قال الحافظ العینی: ”قوله: ”الحمد لله رب العالمين“ هذا صريح في الدلالة على أن السلسلة ليست من الفاتحة، قوله ”وفي السبع المثاني“ أما السبع فلأنها سبع آيات بلا خلاف إلا أن منهم من عد ”أنعمت عليهم“ دون التسمية، ومنهم من مذهبه على العكس، قاله الزمخشري، قلت: الأول قول الحقبة والعكس قول الشافعية، فانهم يعدون التسمية من الفاتحة ولا يعدون ”أنعمت عليهم“ آيةً، ولكل فريق حجة وبراهين“ (عمدة القاری ۱/۸۸، باب ما جاء في فاتحة الكتاب، إدارة الطاعة المنسوبة) =

اختلاف ہے، بعض چار آیت مانتے ہیں بعض پانچ۔ کذا فی التحللین (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

آیہ الکرسی کہاں تک ہے؟

سوال (۱۰۷۰): آیہ الکرسی کہاں تک ہے اور کتنی آیتیں ہیں اپنے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے تین آیت فرمائی یعنی ”خاندور“ تک۔ اب ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صرف ایک آیت ہے اس کے بارے میں فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

آیہ الکرسی ”سعلی العظیہ“ تک ہے، شرح حصین اور شروح بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب غفر لی عن ذرا العلوم دیوبند، ۶/۲۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بنود نظام الدین غفر لی عن ذرا العلوم دیوبند، ۶/۲۱/۸۷ھ۔

= وقال السيوطي: "سورة الفاتحة مكية، سبع آيات بالسلسلة إن كانت منها، والسابعة "صراط الدرس" إلى آخرها، وإن لم يكن منها فالسابعة "غبر المغضوب" إلى آخرها الخ". (تفسير الحلّالین، ص. ۳، سورة الفاتحة، دار إحياء التراث العربی بیروت) وکذا فی احکام القرآن للحصص: ۳/۱، قدیمی کراچی)

(۱) "سورة الاخلاص، مكية أو مدنية، و آياتها أربعة أو خمسة". (جلالین، ص: ۸۱۴، زبدة الاخلاص، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) "روح المعانی" بھی اس کی تصریح موجود ہے، قال العلامة الآلوسی: "لا إكراه في الدين" قيل: إن هذه إلى قوله سبحانه "خالدون" من بقية آية الكرسي، والحق أنها ليست منها، بل هي جملة مستأنفة حتى بها إثبات دلالة التوحيد الخ". (تفسير روح المعانی ۱۲۰۳، دار إحياء التراث العربی)

(وتفسير اس كثير ۳۰۹/۱ - ۳۱۶، دار الفجاء، دمشق)

(صحيح البخارى. كتاب الوكالة. باب إذا وكل رجلاً فسرک الوكيل شيئاً الخ فافراً أية الكرسي (الله لا اله الا هو الحي القيوم) حتى تختم الآية الخ: ۳۰۱/۱. قدیمی)

دیکھئے (صحيح البخارى. ۳۱۰، كتاب الوكالة. باب وكالة المرأة الإمام في الكاح. قدیمی)=

پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟

سوال (۱۰۷۱): پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا حکم کسی پارے میں نہیں۔ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً :

قرآن کریم میں کوئی بات صاف صاف موجود ہے، کوئی ایسے طریقے پر ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا بلکہ بڑے علم والے سمجھ سکتے ہیں، اس لئے آپ کو خود تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ آپ بہار میں حضرت مولانا منت اللہ صاحب کا خدمت میں جا کر سمجھ لیں، وہ انشاء اللہ تعالیٰ توفیق کر دیں گے، وہ آپ سے قریب ہیں۔ پانچ وقت کی نماز قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہ ہے مثلاً: پندرہویں پارہ میں ہے ﴿أَفَسِمِ الصَّلَاةِ لَدُنْكَ الشَّمْسُ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ (۱) اور ستائیسویں پارہ میں سورہ الطور کے ختم پر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۵ھ۔

"قوله: آية الكرسي (الله لا إله إلا هو الحي القيوم) حتى تختم الآية".

وفى رواية الساسنى والإسماعيلى: "الله لا إله إلا هو الحي القيوم من أولها حتى تختمها"  
(عمدة القارى: ۱۳۶/۱۲، باب وكالة المرأة الإمام فى النكاح، دار إحياء التراث العربى)  
(وكذا فتح البارى ۳۰/۳۸۸، كتاب الوكالة، باب وكالة المرأة الإمام فى النكاح، دار الفكر، بيروت)  
(۱) (سورہ بنی اسرائیل: ۷۸)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يُوسِعُ جَمْدُكَ رَمَكِ حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَابْدِئِ الْحَمْدَ﴾، (الطور: ۳۸، ۳۹)  
ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آیتوں میں نماز کا ذکر آیا ہے

قال الله تعالى: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَى النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ بِذَهَبِ السِّيَّئَاتِ، ذَلِكَ ذِكْرُكَ لِلدَّكْرِينِ﴾ (هود: ۴۱، ۴۲)

تفصیل کے لئے دیکھیے: (روح المعانى: ۱۵۶/۱۳، دار إحياء التراث العربى بيروت)

قال الله تعالى: ﴿فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ مَعَ الْحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ الخ  
(فی: ۳۹، ۴۰)

## حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض

سوال [۱۰۷۲]: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَوَكُن مِّنْ عِندِ رَبِّكَ إِذَا دُعِيَ لَكَ﴾ (سورۃ النحل: ۱۷) لیکن ان دو آیتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، بوجہ ہذا: ﴿وَلَقَدْ عٰهَدْنَا اٰدَمَ مِنْ قَبْلِ﴾ (سورۃ البقرہ: ۲۰) ﴿فَاَزَٰى مَا يٰۤاٰدَمُ اَنْ تَكُوْنَا مَلَٰٓئِكَةً اَوْ تَكُوْنَا مِّنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ: ۳۵) ﴿وَقٰسَمَهُمَا اِنِّیْ نَكْمٰلُکُمَا لِنَاصِحِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ: ۳۵)۔

آیت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو دونوں باتیں یاد تھیں، کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں فرمائی تھیں: ایک یہ کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ، دوسری یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اور شیطان نے دونوں باتیں پورا کیں کہ اس درخت کے کھانے سے یہ یہ فائدہ نہیں اور دوسرے یہ کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تمہارا دوست ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں باتیں یاد تھیں، ان دونوں میں سے بھولے ایک بھی نہیں تھے، خدا کو جو مانا سمجھ اور شیطان کو سچا اور دوست مان کر درخت ممنوعہ چکھ لیا۔ بیوقوف اور جاہل۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت آدم علیہ السلام کو جس وقت شیطان نے اکل شجرہ کی ترغیب دی تو اس وقت یہ باتیں دونوں یاد تھیں: ممانعت بھی، عداوت شیطان بھی، لہذا اس کے کہنے کو قبول نہیں فرمایا، جس پر شیطان نے وجہ ممانعت

تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۲۶/۱۹۳، دار احیاء التراث)

(وَحَلَالِیْ: ۳۳۱، ۲، تفسیر کبیر: ۶۳۵/۷)

وقال الله تعالى ﴿فَسَحَّاحَ اللَّهِ حَيْثُ تَمْسُونَ وَ حَيْثُ تَصْبَحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَ حَيْثُ تَطْهَرُونَ﴾ (روح المعانی: ۱۸۰/۱۷)

دیکھئے (حلالی: ۳۳۲-۲، قدیمی)

(روح المعانی: ۲۱/۲۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (سورۃ النساء: الآیۃ ۸۲)

(۲) (سورۃ طہ: الآیۃ ۱۱۵)

(۳) (سورۃ الاعراف: الآیۃ: ۳۱، ۳۰)

اپنی خبر خواہی کو بیان کیا اور قسم کھائی مگر اس کی قسم کی بھی تصدیق نہیں فرمائی حتیٰ کہ زمانہ دراز گزر گیا اور ممانعت کو بھول گئے، اتنی بات ذہن میں ضرور رہ گئی کہ ملائکہ کو بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں، مثلاً: ہر وقت عبادت میں مناجات کی لذت میں مشغول رہتے ہیں، ضعف و نکان نہیں ہوتا، نوم، مرض، ہرم وغیرہ سے محفوظ ہیں، اس لئے اکل شجرہ کا میلان طبیعت میں پیدا ہوا اور اس کو چکھ لیا، جھکنے کے واقعہ کو آیت نمبر: (۱) میں بیان فرمایا کہ ایسا بھول کر کیا اور ابتداء ترغیب اور قسم کے واقعہ کو آیت نمبر: (۲) میں بیان فرمایا۔ ان دونوں کے درمیان ایک لمبا زمانہ ہے، اگر ایک ہی وقت کے متعلق دونوں باتیں ہوتیں تو تعارض ہوتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام نے اللہ جل شانہ کی تکذیب نہیں فرمائی کہ یہ معمولی درجہ کے مسلم ناقل سے بالکل بعید ہے، ﴿وَمَنْ أَضِدُّقَ مِنَ اللَّهِ قِيْلًا﴾ (۳) اور اللہ پاک کے مقابلہ میں ابلیس لعین کی تصدیق نہیں کی اور اس کو اپنا خیر خواہ نہیں سمجھا، ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مَبِينٌ﴾ (۴) اور قرآن کریم کی دو آیتوں میں تعارض یا اختلاف بھی نہیں کہ اس کا "میں عند غیر اللہ" ہونا لازم آئے۔ جواب مذکور کی اگر تفصیل مطلوب ہو تو شیخ زادہ علی البیضاوی دیکھئے ۵۸/۱ (۵)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۱۱/۵۹ھ۔

صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، صحیح عبداللطیف۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق

سوال [۱۰۷۳]: آج ایک واعظ صاحب نے یہ کیا کہ ابلیس اور آدم دونوں مرتکب حرام ہیں، دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ میری معلومات یہ ہے کہ بغیر معصوم ہوتے ہیں، میں اس کی تشریح چاہتا ہوں۔

(۱) (آیۃ سورۃ طہ ۱۱۸)

(۲) (سورۃ الاعراف: ۲۰، ۲۱)

(۳) (سورۃ النساء: ۱۲۲)

(۴) (سورۃ یوسف: ۵)

(۵) (حاشیۃ محی الدین شیخ زادہ، علی تفسیر البیضاوی: ۵۳۸-۵۳۹، عباس أحمد الباز، مکۃ

## الجواب حامداً ومصلحاً :

حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا گیا تھا ﴿وَلَا تَقْرِبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ (۱) اس درخت کے پاس نہ جان، مگر اس کی پابندی نہ ہو سکی، بھول ہوئی۔ ابلیس نے مجھ کو کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کیا، خدا نے پاک کا مقابلہ کیا ﴿اَیْیَیْهِمْ اَسٰی وَاسْتَكْبَرَ﴾ (۲) ﴿وَقَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ، خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ﴾ (۳) اس لئے ابلیس اس تکبر اور مقابلہ کی وجہ سے کافر ہوا اور توبہ کی توفیق ہی سبب ہو گئی، بخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ اپنی بھول پر ساری عمر روئے اور توبہ فرماتے رہے:

﴿رَبِّیْۤا طَلَعْنَا لْاٰنْسَیۤا وَاِنْ نَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا، لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْحَاسِرِیْنَ﴾ (۴)۔

اور ابلیس کا عمل اس کے مقابلہ میں یہ ہوا:

﴿قَالَ فَبِمَا اَعٰوٰیْتَنِيْ لِاَقْعَدَنَّ لَهُمْ صِرَاطًا الْمَسْتَقِیْمَ، ثُمَّ لَا تَنْبَغِیْهِمْ مِنْ یَّیْنٍ اٰیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِیْهِمْ وَعَنْ اٰیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ، وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِیْنَ﴾ (۵)۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو مغفرت سے نوازا گیا اور ابلیس کی سرکشی پر لعنت اور جہنم کی وعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عہد دارالعلوم دیوبند۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت

سوال [۱۰۷۴]: قصص الانبیاء (اردو) میں حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم الطہر میں کیڑے ہونے کا واقعہ درج ہے، حالانکہ تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک اور کشاف اور دیگر مستند تفاسیر میں اس قسم کے واقعہ کا ذکر نہیں۔ اکابر علماء حضرت شیخ الحدید رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) (البقرة: ۳۵)

(۲) (البقرة: ۳۷)

(۳) (سورة ص: ۷۶)

(۴) (الاعراف: ۲۳)

(۵) (الاعراف: ۱۷)

ترجمہ قرآن پاک حضرت شیخ الہند و فواد از شیخ الہند اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۵۹۲  
 ﴿وَإِذْ كَرِهَ اللَّهُ مُبَاهَاةَ يَدَيْهِ﴾ (۱)۔

**فائدہ** (تنبیہ) ”واضح رہے کہ قصہ گوئیوں نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے، ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استغناء کا موجب ہو، انبیاء علیہم السلام کے منصب کے منافی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَوَاسِيءَ﴾ (سورہ احزاب: ۲) (۲) لہذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔ آیت مبارکہ کے فوائد میں اسی ترجمہ کے، ص ۵۵۳-۵۵۴، میں یوں ارشاد فرمایا ہے: ”لہذا اموی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان کی قوم نے برص وغیرہ جسمانی مرض کا عیب لگایا تھا، اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت ظاہر کر دیا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی طور پر بے عیب ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر و استغناء کے جذبات پیدا نہ ہو کر قبول حق میں رکاوٹ نہ ہو“ (۳)۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اقدس میں کیڑے پڑنے کی تردید حضرت مولانا حفظہ الرحمن صاحب نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب قصص القرآن، و حال ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام (۵)۔ ایسی صورتوں میں قصص الانبیاء وغیرہ معمولی کتاب کے بیان کو من جملہ خرافات اسرائیلی سمجھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصص الانبیاء اردو میں دیر سے ہندوستان میں چھپی ہوئی موجود ہے اور عوام کے لئے کافی جذب

(۱) (سورہ ص: ۴۱)

(۲) (تفسیر عثمانی، ص: ۹۰۷، حاشیہ ۲، پ: ۲۳ حاشیہ ۲۰)

(۳) (سورہ احزاب: ۲۹)

(۴) (تفسیر عثمانی، ص: ۵۶۹، حاشیہ: ۴، سورۃ الاحزاب)

(۵) (قصص القرآن لحفظ الرحمن سیوہاروی، حضرت آیت مہیہ السلام اور قرآن عزیز: ۴: ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰)



کتاب ہے، بعض جگہ مجلس منعقد کر کے اس کتاب کو پڑھا اور سنا جاتا ہے، مگر سند اور حجت کے اعتبار سے یہ اس پایہ کی نہیں کہ اس پر کئی اعتماد کر لیا جائے، اس میں بہت سی غیر معتبر، ضعیف، مرجوح روایتیں موجود درج ہیں بلکہ موضوع اور صریح کلام باتیں بھی درج ہیں، اسرائیلیات بھی درج ہیں۔ تبحر عالم ہی انکی صحیح اور غلط بات کا پتہ چلا سکتا ہے عوام کو پتہ نہیں چل سکتا، اس میں بہت سی باتیں صحیح اور کارآمد بھی ہیں۔

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیمار ہونے کے متعلق بعض کتابوں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، الہدایہ والنہایہ میں کیزے پڑنے کا تو ذکر نہیں اور دوسری حالت اس سے زیادہ خوش نکلی ہے (۱)۔ چنگ کا ٹکنا بھی بعض کتب میں مذکور ہے، بعض کتب میں لکھا ہے کہ سر اور تمام جسم میں زخم ہو گئے تھے۔ مستند چیز تو وہی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو اور جس چیز کی قرآن وسنت میں نفی کر دی گئی ہو وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ قابل رد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ بتفریاشیاء سے یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: ہندو محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۷ھ۔

### استحلاف فی الأرض کا وعدہ

سوال [۱۰۷۵]: سورہ نور میں "استحلاف فی الأرض" کا وعدہ ہے، یہ وعدہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہیں، ان کے ساتھ ہے یا کوئی بھی امت ہو جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہوں ان کے ساتھ رہا ہے، یعنی یہ آیت تعمیر کا حکم رکھتی ہے یا عقیدہ کا اس شرط کے ساتھ جو قوم ہر گز الوقت احکام خداوندی کو پورا پورا بجالائیں گی اس کو تمکن فی الارض حاصل ہوگا، یا صرف امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟

(۱) "وكان له اولاد وأهلون كثير، فسلم من ذلك جميعه. وابتلى في حسده بأنواع الملاء، ولم يبق منه عصور سليم سوى قلعه ولسانه وطال مرضه حتى عافه الجليس، وأوحش منه الاليس، وأحرج من بلده. وألقى على مزبلة حارجها، واسقط عه الناس الخ". (الدايه والنہایہ لامن كثير)

۱۲۱، مکتبہ ریاض الحدیثہ

(وگذا فی تفسیر ابن کثیر ۳۰، ۵۲، دارالسلام ریاض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس آیت میں جو مخصوص وعدہ ہے (۱) وہ اکثر مفسرین کے قول کے موافق شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں پورا ہو چکا (۲) جیسا کہ خطاب ”منکم“ اس پر شاہد ہے اور ﴿کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ سے اشارہ ہے اس طرف کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو بھی استخلاف فی الارض، حبارین کے مقابلہ میں حاصل ہوا تھا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔  
الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ بڈا، ۱۹/شعبان/۵۲ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ، وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ (سورة النور: ۵۵)  
(۲) ”فما استخلف الله أباه بكر وعمر (رضي الله عنهما)، وانجز وعده حين قاتل أبو بكر بنو حنيفة ومن ارتد من العرب، وفتح الشام في خلافة عمر حين غرهم في السنة التاسعة من غلبة الروم الذي كان يوم الحديبية في سنة ست من الهجرة، وكون الوعد متجزاً في خلافة عمر مروى عن علي (رضي الله عنه) حين استشار عمر أصحاب النبي ﷺ في المسير إلى العراق للجهاد، فأشار عليٌ بالجهاد متمسكاً بهذه الآية“۔ (التفسير المظهری: ۵۵۱/۶، سورة النور: ۵۵، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

(وسعدی فی تفسیر ابن کثیر ۳/۴۰۲، ۴۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الفیحاء بیروت)

(وکذا فی روح المعانی ۱۸۰/۲۰۱، ۲۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی معارف القرآن للمفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ: ۳۴/۶، سورة النور: ۵۵، ادارة المعارف)  
(۳) ”(کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ) و هم بنو اسرائیل استخلفهم الله عروجاً فی الشام بعد إهلاك الحاضرة، وكذا فی مصر علی ما قبل من أنها صارت تحت تصرفهم بعد هلاك فرعون وإن لم يعودوا إليها أوهم ومن قبلهم من الأمم المؤمنة الذين أسكنهم الله تعالى في الأرض بعد إهلاك أعدائهم من

الكفرة الظالمين“۔ (روح المعانی ۱۸۰/۲۰۳، سورة النور: ۵۵، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر ۳/۴۰۲، ۴۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الفیحاء)

وعید کی آیتیں زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں؟

سوال [۱۰۷۶]: اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قہر کا ذکر زیادہ فرمایا ہے یا رحمت کا؟ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے غصہ و غضب کا ذکر زیادہ فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نہیں ہے، بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں، عذاب و غضب کے لئے تو، فرمان کی قید ہے اور ثواب و رحمت کے لئے اعمال صالحہ کی قید نہیں، مثلاً، معصوم بچے کچھ کئے بغیر ہی بخشے جائیں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ۔

”أطيعوا الله وأطيعوا الرسول“ کا مطلب

سوال [۱۰۷۷]: ”أطيعوا الله وأطيعوا الرسول“ کا کیا مطلب ہے؟ اور اگر کوئی شخص اس پر عمل نہ کرے تو وہ کیا کہلاتا ہے؟

(۱) ”عر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيمًا﴾“  
أصحاب البیت (سورۃ المدثر، ۳۸) قال: هم أطفال المسلمین۔ زاد الترمذی: ”لم یکسبوا  
فیرتھنوا بکسبهم“ وروی بقیۃ بن الولید عن محمد بن یزید الألمعانی قال: سمعت عبد  
الله بن فیس یقول: سمعت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سألت رسول اللہ ﷺ عن ذراری المسلمین  
فیقال: ”هم مع آبائهم“ قلت: فلا عمل؟ قال: ”واللہ أعلم بما كانوا عاملین“ الحدیث (التذکرۃ فی  
أحوال الموسوی وأموال الأخيرة، ص ۵۹۱، ۵۹۴، باب ما جاء فی أطفال المسلمین والمشرکین،  
مکتبہ أسامۃ الإسلامیہ)

”ومنها الآیۃ الآتیۃ حیث أفادت أن لا تعذیب قبل التکلیف، ولا یفوجہ علی المولود  
التکلیف، ویلزمہ قول الرسول علیہ السلام حتی یبلغ“ (روح المعانی، ۲/۱۵۰، تحت قولہ  
نعالی: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾، دار إحياء التراث العربی)

## الجواب حامداً ومصلیاً :

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے (۱) اور ہر ایک کی اطاعت پر مقدم ہے۔ جس آیت کا مطلب دریافت کرنا ہو اس کو قرآن کریم میں دیکھ کر صحیح نکلیں اور سورت کا حوالہ دیں، سوال میں آیت صحیح نہیں لکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفر لہ و دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

## ”اسجدوا لآدم“ کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے؟

سوال (۱۰۷۸): جب ابلیس مطابق آیت ﴿حَقَّقْنِي مِنْ نَارٍ وَحَقَّقْنِي مِنْ ضَلٰٓئِلِ الْقَوْمِ﴾ جن سے ہوا تو ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ﴾ کا خطاب ہو کر کیسے خاالی بنا؟

## الجواب حامداً ومصلیاً :

اس آیت کی متعدد تفسیریں ہیں اور ابلیس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ ابلیس قوم جن سے ہے، پھر خاالی کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ عہد کا حکم جنات کو بھی تھا اور ملائکہ کی تخصیص خطاب میں شرافت کی وجہ سے تھی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لئے حکم کیا جاتا ہے تو بڑوں کو خطاب کیا جاتا ہے اور چھوٹے جعاً اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو تعظیم کے لئے بڑوں کا خود بخود مامور سمجھتے ہیں اگرچہ خصوصیت سے چھوٹوں کو خطاب نہ کیا جائے جیسا کہ ﴿اقْسِمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (۱) وغیرہ مذکر کے صیغے ہیں حالانکہ حکم عورتوں کو بھی ہے۔ بیضاوی مطبوعہ نظامی دہلی (۲)۔ اگر وہ ملائکہ میں سے ہے تو

(۱) قال العلامة الأئوسى البعداوى "قل أطيعوا الله والرسول": أى فى جمع الأوامر والنواهى، وبدخل فى ذلك الأمر السابق دحولا أولياً، وإيثار الإطهار على الإصمار بطريق الالتفات لتعيين حبيبة الإطاعة والإشعار بعنيتها المح". (روح المعاني ۳۰/۱۳۰ دار احیاء التراث العربی)

(۲) وكذا فى عمدة القارى ۱۷۲۰/۱۸ المطبعة الميرية بيروت

(۳) وتفسير كبير ۱۰، ۱۳۸، مكتبة الاعلام الإسلاميه ايران

(۴) وأحكام القرآن لامن العربى ۱/۳۵۱، دار المعرفه بيروت

(۵) (البقرة: ۳۳)

(۶) قال العلامة البضاوى "وإن ابليس كان من الملائكة وإلا لم يتناوله أمرهم، ولم يضح استناده =

”واسجدو“ کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود بنکوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیور۔

صحیح: عبد اللطیف، عبد الرحمن، ۱۸/۱/۵۲ھ۔

”یسبح لله ما فی السموات وما فی الأرض“ کی تفسیر

سوال [۱۰۷۹]: قرآن پاک کی آیت: ﴿یسبح لله ما فی السموات وما فی الأرض﴾ (۱) ہے اور اس (ارض) کے اندر بول و براز بھی ہے، تو کیا یہ بھی تسبیح کرتے ہیں؟ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ان کی تسبیح ان کی شان کے مناسب ہے، تو بہر حال تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا ذرا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سور (خزیر) بھی تسبیح کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف تسبیح کی نسبت کرنے کے متعلق کیا خیال ہے؟ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود بنکوی دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

= منهم ولا یرد علی ذلک قولہ تعالیٰ: ﴿إلا إبلیس کان من الجن﴾ الحواشی أن یقال: إنه من الجن فعلاً ومن الملائکة نوعاً، ولأن ابن عباس روی أن من الملائکة ضرماً یتولدون: یتولدون یقال لهم الجن، ومن منهم إبلیس. ومن زعم أنه لم یکن من الملائکة أن یقول: إنه کان جنياً نشأ بین أظهر الملائکة، وکان مغموراً بالألوف منهم ففعلوا علیه، أو الجن أيضاً کانوا مأمورین مع الملائکة، لکنه استغنیٰ بدکر الملائکة عن ذکرهم، فإنه إذا علم أن الأكابر مأمورون بالذل لأحد التوسل به، علم أن الأصاغر أيضاً مأمورون به. (بیضاری: ۶۳/۱، نور محمد کراچی)

(وکذا فی تفسیر اس کثیر: ۳۳/۴، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وامداد الفتاویٰ: ۱۴/۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(و تفسیر معارف القرآن کاندھلوی: ۹۲/۱۰، عثمانیہ لاہور)

(۱) (سورة الجمعة: آية ۱)

(۲) قال ابن کثیر فی تفسیر هذه الآية: ”یخبر تعالیٰ أنه یسبح له ما فی السموات وما فی الأرض“ ای من

جميع المخلوقات باطقها وحامدها، كما قال تعالیٰ: ﴿وإن من شیء إلا یسبح بحمده﴾ (تفسیر ابن کثیر =

## ”من لم يحكم بما أنزل الله“ کی تشریح

سوال [۱۰۸۰]: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ فرماتا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے کلام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔ قرآن پاک میں ”کافرون، ظالمون، فاسقون“ ہی عام طور سے کافر کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا قرآن کی روشنی میں منکر ہوتا ہے، رسالت کا منکر ہوتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام کے تابع نہیں رہیں گے۔ مگر جو ایمان لائے ہیں اگر وہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ضرور ہیں، جو ایمان ہی نہیں لایا وہ احکام خداوندی کے تابع کیونکر ہوگا، اس کے لئے قیامت کے دن عذاب ہے جس کا وعدہ ہے۔ بات یہاں اس لئے میرے نزدیک دشوار ہو گئی ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے کیا وہ بھی کافر ہے؟

امید ہے کہ آپ مجھے خط کے ذریعہ روشنی بخشیں گے۔ جہاں تک میں نے قرآن کے مطالعہ سے سیکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر وہ احکام خداوندی اور طریقہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی قدر و منزلت ہے نہیں تو پھر اس کا شمار کافروں، فاسقوں، ظالموں میں ہی ہونا چاہئے، پھر بھی اسے ظالم کی کمی کی بنا پر مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے شخص کو کافر کہوں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

اللہ تعالیٰ نے کتنی جگہ پر فرمایا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، اس آیت کو اصل الفاظ میں لکھیں، اگر آپ کی مراد ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ہے (۱) تو اس کا مطلب مفسرین نے متعدد طریقہ پر بیان کیا ہے (۲)، ایک مطلب یہ ہے کہ جو

= ۳/۳۶۵، ۳۶۶، دار السلام، ریاض

(کدافی روح المعانی، ۱۵/۸۳، دار إحياء التراث العربی)

(۱) المائدة: ۴۴

(۲) قال ابن کثیر عن الحسن البصری و غیرهم: ”نزلت فی أهل الکتاب، زاد الحسن البصری، وھی علیها واجبة وعن علقمة و مسروق أنهما سألا ابن مسعود عن الرشوة، فقال: من السحت =

تخص کوئی حکم کرے اور کہے کہ اللہ کا حکم ہے اور وہ حقیقتاً اللہ کا حکم نہیں، اللہ کے حکم کی جگہ اس نے غلط حکم کو اللہ کا حکم بتایا اس نے کفر کیا۔ تفسیر احکام القرآن (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن بن ابراہیم نے یہی مطلب نقل کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب و مقربہ دارالعلوم دیوبند، ۶، ۹۰، ۹۰ھ۔

غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات، چند آیات کی تفسیر

سوال (۱۰۸۱): درج ذیل آیات کریمہ کے معنی مفصل و مجمل واضح فرمائیں۔

= قال فقالا من الحكمة قال ذاك الكفر، ثم تلا ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾. وقال السدي: " (و من لم يحكم) " الآية، يقول: و من لم يحكم بما أنزلت فتركه عمداً أو جارا و هو يعلم، فهو من الكافرين. وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس، قوله ﴿و من لم يحكم﴾ الآية قال: من جحد ما أنزل الله فقد كفر و من أقر به فهو طالم فاسق وواه ابن حوير، ثم انفرد أن الآية المراد بها أهل الكتاب، أو من جحد حكم الله المنزل في الكتاب، وقال عبد الرزاق عن الثوري عن زكريا عن الشعبي ﴿و من لم يحكم بما أنزل الله﴾ قال للمسلمين. (تفسير ابن كثير: ۵۵/۲، دار الفلم) (و كذا: في تفسير الخازن: ۱، ۹۸، حافظ كتب خانہ كونه)

(و تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع ۱۶۲/۳، اداره المعارف کراچی)

(۱) قال أبو بكر "قوله تعالى: ﴿و من لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾ يحلو من أن يكون مراده كفر الشرك والحدود أو كفر النعمة من غير جحد، فإن كان المراد جحد حكم الله أو الحكم بعينه مع الإحار بأنه حكم الله، فهذا كفر يخرج الملة، و فاعله مرتد إن كان قبل ذلك مسلماً، و على هذا تأوله من قال: إنها نزلت في بني إسرائيل و جرت فيها، يعون أن من جحد ما حكمه أو حكمه بغير حكم الله، ثم قال: إن هذا حكم الله، فهو كافر كما كفرت بنو إسرائيل حين فعلوا ذلك" (أحكام القرآن: ۶۱۶/۲، باب الحكم بين أهل الكتاب، قدیمی کراچی)

(۲) "ونقل في اللسان عن ابن مسعود والحسن والخبي أن هذه الآيات الثلاث عامة في اليهود وفي هذه الأمة، فكل من ارتشى وبطل الحكم فحكمه بغير حكم الله، فقد كفر و ظلم و فسق" (تفسير القاسمي المسمى بمحاسن التأويل: ۲۱۵۳، سورة المائدة: ۳۳، دار الفكر بيروت)

(و كذا في تفسير الخازن: ۱، ۹۹، سورة المائدة: ۳۳، حافظ كتب خانہ كونه)

(۱) ﴿فَإِنْ تَارَ عَنْهُ فِي شَيْءٍ، فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۱)۔

(۲) ﴿وَلَا وَرَيْثَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمَوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (۲)۔

(۳) ﴿مَنْ نَمَّ بِحُكْمِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ، فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۳)۔

(۴) ﴿إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ﴾ (۴)۔

(۵) ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا﴾ (۵)۔

سائل میرا احمد مدرسہ عربیہ عین العلم نانڈہ ضلع فیض آباد یو پی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ اس آیت میں ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ہے ”وہ رسولہ“ نہیں، پوری آیت اس طرح ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَارَ عَنْهُ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ان کتبم تؤمنون باللہ والیوم الآخر، ذلک خیر وأحسن تاویل ﴿۶﴾۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور جو تم میں اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔

۲۔۔۔ ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے: ”پھر قسم ہے آپ کے رب کی ایہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ نہ کر دیں۔ پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پادیں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔“

**شبہ:** ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع

(۱) (سورة النساء: ۵۹)

(۲) (سورة النساء: ۶۵)

(۳) (سورة المائدة: ۴۵)

(۴) (سورة يوسف: ۴۰)

(۵) (سورة المائدة: ۵۰)

(۶) (سورة النساء: ۵۹)





۵۔ یہ آیت بھی آیت نمبر ۳ کے ساتھ مسلسل و مربوط ہے اور اس کے مضمون کو ادا کر رہی ہے، جیسے کہ: ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ سے مستفاد ہے۔ مزید تفسیر و تشریح مطلوب ہو تو روح المعانی (۱)، مظہری (۲)، مفتاح الغیب (۳) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ والعبد المحمود فخر، دارالعلوم دیوبند، ۶/۸/۹۳ھ۔

تفسیر ”استوی“

سوال [۱۰۹۲]: عرض می دارم کہ در معنی ”استواء“ اختلاف شدید واقع شدہ است: ﴿الْأَرْضُ حَرْشٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۱) جمہور علماء می گویند کہ استوی بمعنی غلبہ و قدرت باشد، و ملا عبد الکرم می گویند کہ استوی بمعنی سکونت باشد، یعنی - نعوذ باللہ - معنی آیت مذکورہ بقرار ذیل می کند کہ خداوند تعالیٰ بر عرش مبارک نشسته باشد۔ فلہذا جمہور علماء بر ملا عبد الکرم فتویٰ کفر کردند، از جماعت خود او را خارج نمودند۔ فی الحال از علمائے دارالعلوم دیوبند درخواست است کہ اصل معنی استوی مدلل بحوالہ کتب بیان کنند۔ بینوا توجروا  
الجواب حامداً و مصلياً:

تفسیر استوی با استیلاء نبر کردہ شدہ است، و لکن دریں مسئلہ مسلک اہل  
= أسماء سمیتہا انتم و اباؤکم، ما أنزل الله بها من سلطان، إن الحكم إلا لله، أمر ألا تعدوا إلا إلىہ،  
ذلک الدین الغیم، ولكن أكثر الناس لا یعلمون ﴿ (سورۃ یوسف ۱۲-۲۰)  
(۱) (فاحکم الجاہلیۃ یغنون) انکار و تعجب من حالہم و توجیح لہم ای أتولون عن قول  
حکمکم بما أنزل إلہکم، فیغنون حکم الجاہلیۃ (ومن أحسن من الله حکماً) انکار لأن یکرین  
أحد حکمہ أحسن من حکم الله تعالیٰ أو فساولہ! کما یدل علیہ الاستعمال اہ۔ (روح المعانی  
۳، ۲۲۸، ۲۲۹، دار الکفر، بیروت)  
(۲) (التفسیر المظہری ۳/۱۴۵، حافظ کتب خانہ)  
(۳) (تفسیر القرطبی (مفتاح الغیب) ۳/۱۳۹، ۱۴۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)  
(۴) (سورۃ طہ ۵)

حق اہل است کہ استوی حق است، و ایمان بر آن لازم است، و کیفیت آن غیر معلوم است، و سوال و تعقیبش آن بدعت است، و انکار آن گمراہی است کذا فی تفاسیر الایضہ (۱) و کتب العقائد و (۲) صرح بہ الإمام مالک و غیرہ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد قمریہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۹۱ھ۔

تشریح ”اقر“

سوال [۱۰۸۳: ۱]۔ ”اقر؟“ قرآن مجید کے ۳۰ ویں پارے سے لیا گیا ہے، اس کی تشریح کیجئے، کس علم سے تعلق رکھتا ہے؟

۲۔ ”اقر“ یہ فرض میں ہے یا فرض کفایہ ہے، جو بھی صورت ہو، اس کی آواز کس کو بلند کرنا چاہئے اور اس کا انتظام کس کو کرنا چاہئے، اقرأ کا امام اور مقتدی سے کیا تعلق ہے؟

(۱) ”حکى الاستاذ أبو بكر بن فورك عن بعضه أن (استوى) بمعنى غلا، ولا يراد بذلك العلو المسافة والتميز والكون في المكان متمكناً فيه، ولكن يراد معنى بضح نستة إليه سبحانه، وهو على هذا من صفات الذات، وكلمة (ثم) تعلقت بالمستوى غلبه لا بالاستواء، أو أنها للتفاوت في الرتبة وهو قول من و أنت تعلم أن المشهور من مذهب السلف في مثل ذلك تفريص المراد منه إلى الله تعالى، فهم يقولون استوى على العرش على الوجه الذي عناه سبحانه مرهأ عن الاستقرار والتمكن، وأن تفسير الاستواء بالاستيلاء تفسير مردول، إذ القائل به لا يسعه أن يقول: كاستيلاء ناء، بل لا بد أن يقول: هو استيلاء لائق به عز وجل، فليقل من أول الأمر: هو استواء لائق به حل و علا“ (تفسير روح المعاني، ۱/۳۶/۸، دار إحياء التراث العربي)

(و كذا في معارف القرآن، ۵۰۴: ۵، سورة يونس، إدارة المعارف)

(۲) ”الاستواء معلوم والكيف مجهول، والسؤال عنه بدعة، والإيمان به واجب، وهذه طريقة السلف، وهي أسلم، والله أعلم“ (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص ۳۸، قدیمی)

(۳) ”و هذا كما روى عن مالك رحمه الله تعالى أن رجلاً سأله من قوله تعالى: ”والرحمن على العرش المستوى“ (طه: ۵) قال مالک ”الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وأراك رحل سوء“، (تفسير القرطبي، ۱/۷۶: ۱، سؤارة القرآنية الآیہ: ۲۹، دارالکتب العمیة بیروت)

۳ "اقرأ" کے جزوی انکار کرنے والے کو یا مکمل انکار کرتے والے کو کیا کہیں گے؟

۴ اگر امام "اقرأ" یعنی "پڑھو" کو اپنی ذمہ داری نہیں دیتا یا اس کی مدد یا قفل نہیں کرتا اور مخالفت کم یا زیادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اس کی ذمہ داری نہ لینے کی وجہ سے پورے قصبہ کی حمایت اس کو نہیں ملتی جس کی وجہ سے چندہ، بخوبی وصول نہیں ہوتا اور لڑکوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی۔ اس امام پر کیا فتویٰ ہے؟

الحواب حامداً و مصلیاً :

۱... سب سے پہلے جب جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی خداوندی لکھتے آئے اس وقت مخصوص طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا "اقرأ" اس پر ارشاد فرمایا: "ما انا بقاری" پھر بحکم الہی تدریج کی، جس سے وحی الہی کے پڑھنے پر قدرت حاصل ہو گئی (۱)۔

۲ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ نمبر ۱ میں گزرا، اس کا تعلق امام یا مقتدی سے نہیں، نہ اس سے نماز کی قرأت مراد ہے (۲)۔

۳... جو شخص یہ کہے کہ یہ "سورۃ اقرأ" قرآن پاک کی سورت نہیں، اللہ پاک نے نازل نہیں فرمائی تو وہ غلط کہتا ہے جیسا کہ نمبر ۱ میں مذکور ہے (۳)۔

۴ اگر امام اپنے مقتدیوں کو یہ کہتا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے قرأت مت کرو بلکہ خاموش رہو تو یہ امام "اقرأ" کا منکر و مخالف نہیں وہ صحیح راستہ پر ہے۔ خود مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها قالت: أول ما بُدئ به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم (إلى قوله) حتى جاءه الحق وهو في غار حراء، فجاءه الملك فقال اقرأ فقال ما أنا بقارى" قال: "فأخذنى، فغطى حتى بلغ منى الجبد، ثم أرسلنى، فقال اقرأ، فقلت ما أنا بقارى، قال: فأخذنى فغطى الثالثة، ثم أرسلنى فقال: "اقرأ باسم ربك الذى خلق، خلق الإنسان من علق اقرأ وربك الأكرم". الخ (صحيح البخارى، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ ۳۱۰ قديمي)

(۳، ۴) (راجع صحيح البخارى المصدر السابق)



تفسیر وتاویل کے لحاظ سے مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کے لئے بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسی تفسیر وتاویل کو اختیار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کو چھونا بغیر غلاف جائز نہیں صحیح ہے، یا نہیں؟ بحوالہ تفسیر معتبرہ بیان فرمائیں۔

حاجی قاضی محمد زمان قاضی ایضاً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: اول یہ کہ ضمیر منصوب "لا یمسہ" میں راجع ہے "کتاب مکتون" کی جانب اور "مطہرون" سے مراد مانگہ ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور "مطہرون" سے وہ لوگ مراد ہیں جو بائسل اور با وضو ہوں (۱) تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ من جميع الأدناس أدناس الذنوب وغيرها إن جعلت الحملة صفة "لكتاب مکتون" و هو النوح، وإن جعلتها صفة لقرآن فالمعنى: لا يمسح به أن يمسح إلا من هو على الطهارة من الناس اهـ (۲)۔

تفسیر بیضاوی، میں: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ لا يطلع على النوح إلا المطهرون من الكدورات الحسمائية و هم الملائكة، أو لا يمس القرآن إلا المطهرون من الأحداث، فيكون نعيماً بمعنى النهي اهـ (۳)۔

(۱) "وقال العوفي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: "لا يمسح إلا المطهرون"، يعني الملائكة، وعن قتادة "لا يمسح إلا المطهرون" قال لا يمسح عند الله إلا المطهرون الح، وقال ابن زيد زعمت كفار قريش أن هذا القرآن نزلت به الشياطين، فأحر الله تعالى أنه لا يمسح إلا المطهرون وقال الآخرون: (لا يمسح إلا المطهرون). أي من الجنابة والحدث". (تفسير ابن كثير - ۲/ ۳۹۸، سهيل اكيذمي لاهور)

(۲) دیکھئے (مدارک التنزیل: ۲/ ۶۳۴، قدیمی)

(۳) دیکھئے (تفسیر بیضاوی: ۳۳۵، نور محمد کتب خانہ کراچی)

روکذا روح المعانی ۲/ ۱۵۳، دار احیاء التراث العربی)

اکثر کا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے

”والصمیر فی “لا یمسه” إن عاد إلى “الكتاب المکثور” کان المعنی لا یمس الکتاب المکثور فی الموضع المحفوظ إلا الملائكة المظہرون من الأنداس والکدورات وإن عاد إلى القرآن کان مبیہاً معنی “أی لا یمس القرآن إلا المظہرون من الأحداث (إلی أن قال) “والمقصود أن قوله: (لا یمسه إلا المظہرون) وإن کان یحتمل المعانی ولذا ترکہ صاحب التہذیب ولكن الأكثر علی أنه مفسی سمعنی أنہی، وأن الضمیر المنصوب راجع إلى القرآن، وأن الظہارة هو الظہارة عن الأحداث “أی لا یمس هذا القرآن إلا المظہرون من الأحداث، ولا یمسه المحدث والحجب ولا الحائض ولا المفسد. وقد اشتهر فی کتب أسی حنیفة أنه لا یجوز للمحدث والحائض والمفسد من المصحف إلا بعلاف متحاب منفصل عنه، وأما قرآنہ فجوز للمحدث فقط إن کان حافظاً لا لغيره، وإن کان ناظراً فلا یجوز القراءة للمحدث إلا إذا قلبت الأوراق سلفه أو سکین مع التکرار، هكذا فی الفیة، وذکر فی الحسینی: أن الشافعی ومالك لا یجوزان مسه للمذکورین ولا خملہ، والحائض لا یجوز ونہا حنیفاً للمحدث والحجب دون الحائض والنفساء، وأبو حنیفة لا یجوز مسه للمذکورین إلا بعلاف متحاب. وعن ابن عمر: طس اللہ تعالیٰ علیہما أنه قال: أحب إلی أن لا یقرأ القرآن إلا المظہرون. وقد قبل: لا یمسه “أی لا یقرأه”. (تفسیرات أحمدیہ) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گشتوی، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم، ۱۹/ ذی قعدہ ۵۳ھ۔

”لیس للانسان إلا ما سعى“ الایۃ

سورۃ [۱۰۶]: قول تعالیٰ ھٰذِلِیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۚ الْآیۃ “اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ

جس کام میں خود انسان کی سعی نہ ہو اس کا ثواب نہیں پہنچتا۔ کیا یہ آیت منسوخ ہے یا کسی حدیث سے تحقیق کی گئی ہے؟

## الجواب حامداً ومصلحاً:

معتزل کا مذہب یہی ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں (۱)۔ حافظ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ہدایہ میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں (۲) اور ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الروح میں بہت تفصیل سے معتزل پر رد کیا ہے (۳)۔ اموات کو احیاء کے افعال: دعاء، صوم، صدقہ وغیرہ سے نفع پہنچنا، خود قرآن

(۱) "ويعلم من مجموع ما تقدم أن استدلال المعتزلة بالآية على أن العبد إذا جعل ثواب عمله أي عملي كان لغيره لا يجعل و يلغو جعله غير تام". (روح المعاني ۶: ۲۷۷ دار إحياء التراث العربي)

(۲) "وأما الجواب عن الآية فيمنانية أوجه: الأول: أنها منسوخة بقوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَدْخِلِ آلَهُمُ الْجَنَّةَ بِنِصْلِهِمْ﴾. فالله ابن عباس رضي الله عنهما: الثاني: خاصة بقوله إبراهيم و قوم موسى عليهما السلام، يعني في صحف إبراهيم وموسى عليهما السلام: ﴿أَنْ لَا تَرَوْا وَارِدَةً وَرَزَّوْا أُخْرَى، وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾. فيلحق في صحيفتهما محتص بهما، فأما هذه الآية فلقد ما سعت وما سعى لها غيرها، قاله عكرمة. الثالث: أن المراد بالإنسان الكافر بها، وأما المؤمن فله ما سعى وما سعى له، قاله الربيع بن أنس: الرابع: (أن ليس للإنسان إلا ما سعى) من طريق العدل، وأما من طريق الفضل فحاز أن يريده الله تعالى من فضله ما يشاء، قاله الحسن بن الفضل الخامس: أن معنى ما سعى ما نوى. قاله أبو بكر الرازي. السادس: أن ليس للإنسان الكافر من الخير إلا ما عمله في الدنيا حتى لا يبقى له في الآخرة خير البتة، ذكره الأستاذ أبو إسحق النعماني. السابع: السلام بمعنى "علي": أي ليس على الإنسان إلا ما سعى كقوله تعالى: ﴿وَأِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ أي فعلها، كقوله تعالى: ﴿وَلَهُمُ النِّعَةُ﴾ أي عليهم. الثامن: ليس له إلا سعيه. غير أن الأسباب مختلفة، فثارة يكوّن سعيه في تحصيل الشيء بنفسه، وثارة لتحصيل سبه كسعيه في تحصيل ولد أو صديق يستعقر الله، وثارة يسعي في خدمة الدين والعبادة، فيكسب منه أهل الدين والصلاح، فيكون ذلك سبباً حصل بسعيه اهـ". (البساية في شرح الهداية للحافظ العيني، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مسئلة: إيصال الثواب للأحياء والأموات: ۳۹۶، مكتبة حقائقه ملتان)

(۳) "أما قوله تعالى: ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾، فقد اختلف طرق الناس في المراد بالآية، فقالت طائفة: المراد بالإنسان هنا الكافر، وأما المؤمن فله ما سعى وما سعى له بالأدلة ذكرناها وقالت طائفة في الآية إحصار بشروع من قبلنا، وقد دل شرعنا على أن له ما سعى وما سعى له =



کریم اور احادیث کثیرہ ثابت ہے: ﴿وَالَّذِينَ هَادُوا﴾ من بعدهم یقولون ربنا اعقرنا ولا یؤنسنا الذین سبقونا بالایمان ﴿۱﴾

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِیَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِیَّتَهُمْ﴾ (الایۃ ۲)

صوۃ جنازہ کی مشروریت اسی غرض کے لئے ہے: ”مَنْ سَنَّ سَنَةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“۔ انحدس (۳)۔

قبرستان میں جا کر ”قل ہو اللہ“ شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، صدقہ چارہ کا ثواب پہنچتے رہنا وغیرہ وغیرہ بہت سی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اور عمل بھی تھا کہ وہ ثواب پہنچایا کرتے تھے (۴)۔ آیت ﴿لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ (الایۃ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ و قالت طائفة: اللام معنی ”علی“: ای و لیس علی الإنسان إلا ما سعی۔۔۔ و قالت طائفة أخرى: الآية منسوخة بقوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِیَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ، أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِیَّتَهُمْ﴾ و هذا منقول عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: ”(کتاب الروح، المسئلة السادسة عشرة) و هی: هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعی الأحياء أم لا: ۲۰۱، ۲۱۰، دار الکتاب العربی) (۱) (سورة الحشر ۱۰۰)

(۲) (سورة الطور ۲۱)

قال الإمام أحمد: ”أما العلاء عن أبيه، عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إذا مات الإنسان، انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو“۔ (مسند الإمام أحمد: ۳/۶۵، رقم الحديث ۸۶۴۷، دار إحياء التراث العربی) ”وعنه“ (عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا یقص ذلك من أجورهم شيئاً إلح“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل ۱۰۹۳، رقم الحديث: ۹۹۱۵، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۳) (الصحيح لمسلم ۳۴۱۴ کتاب العلم، باب من سن سنة، قدیمی کراچی)

(۴) ”عن عائشة رضي الله عنها أن رجلاً أتى النبي ﷺ، فقال: يا رسول الله! إن أمي أفلتت نفسها ولم تروى و أظنها لو تكلمت تصدقت، أفلها أحر إن تصدقت عنها؟ قال: ”نعم“۔ قال: ”وأي تحنه“۔ وفي هذا الحديث أن الصدقة عن الميت تنفع الميت و یصل ثوابها، و هو كذلك باجماع العلماء، و كذا۔

فرماتے ہیں کہ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ سے منسوخ ہے (۱)۔ لفظ واللہ ہیما نہ تعالیٰ اعلم۔

### ”صربت علیہم الذلۃ والمسکنة“ کا مطلب

سوال ۱۰۸۶: قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿صربت علیہم الذلۃ والمسکنة﴾

= اجمعوا علی وصول الدعاء وقضاء الذین بالنصوص الواردة“. (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووی، کتاب الزکاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إلیه ۱/۳۲۳، قدیمی)

قال العلامة الکاسانی رحمه الله تعالى: ”فإن من صام أو تصدق أو صلى وجعل ثوابه لغيره من الأموات أو الأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، وقد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ضحى بكيتين أملحين: أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن آمن بواحدية الله تعالى ورسالته صلى الله عليه وسلم، وروى أن سعيد بن أبي وقاص وطى الله عنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمي كانت تحب الصدقة فما تصدق عنها؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”تصدق“. و عليه عمل المسلمين من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من زيارة القبور وقراءة القرآن عليها والشكفين، والصدقات، والصوم، والصلوة، وجعل ثوابها للأموات“ (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: الحج عن الغير: ۳/۴۷۰، ۴۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

قال الحصفكى رحمه الله: ”كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فروروها“ ويقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإن شاء الله بكم لاحقون، و يقرأ يس. وفي الحديث: ”من قرأ الإخلاص أحد عشرة مرة، ثم وهب آخرها للأموات، أعطى من الأجر بعدد الأموات“. قال الشامي رحمه الله: ”صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بأن الإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها ..... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات، لأنها تصل إليهم، ولا ينقص من أجره شيء، هو مذهب أهل السنة والجماعة اهـ“. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجنائز، مطلب في الفقرة للميت وإهداء ثوابها له: ۲/۲۳۲، ۲۳۳، سعيد)

(۱) قال العلامة الألوسى رحمه الله تعالى: ”و عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن الآية مسوغة بقوله تعالى: (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ)“. (روح المعاني ۶۶/۴۷۰، دار إحياء التراث العربی)  
(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۳۰، دار الفیحاء دمشق)

الصبح، یہود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے ان کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔ میرا ایمان یہی ہے اور یقین بھی ہے، لیکن آج جب کہ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ جناب واللہ ان کی آج حکومت ہے، فلسطین پر قابض ہیں، عرب مسلمان پریشان ہیں۔ یہ اعتراض سن کر میں تو بغض جھانکتے لگا اور پسینہ آ گیا۔ میں تمہارے کیا، کچھ پر حاکم شاہی نہیں، صرف مولوی نما ہوں، کیا جواب دیتا، وہی سبق کا سنا ہوا ایک جواب کہ ان کی حکومت مستقل نہیں بلکہ امریکہ کے رحم و کرم پر ہے اور یہاں بالذات حکومت کی نفی ہے۔ لیکن سیاسی معترض نے کہا کہ یہ بتائیے کہ حکومت کوئی مستقل ہے، سب ایک دوسرے کے تعاون سے چلتی ہیں، کوئی بھی بالذات نہیں، آج پاکستان کا ساتھ امریکہ چھوڑ دے تو ہندوستان اسے بڑپ کر جائے اور ہندوستان کا ساتھ روس چھوڑ دے تو چین اسے جینے نہ دے، سعودی عرب، مصر، اردن وغیرہ جتنی حکومتیں ہیں سب پر ایک دوسرے کا سایہ ہے، اسی طرح کا تعاون امریکہ بھی اسرائیلیوں کا کر رہا ہے۔ اسرائیلی نمائندہ ہر عالمی میٹنگ میں موجود ہوتا ہے ان کو سب تسلیم کر رہے ہیں، آخر یہ بھی انسان ہیں، ان کا بھی حق ہے، یہ بھی اپنے لئے کوئی مستقل جائے قیام چاہتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے اپنی پرانی جگہ توبہ کی اور عربوں کو بھگا کر فلسطین پر قابض ہو گئے، آج ان کی حکومت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا قرآن کی پیشین گوئی درست ثابت نہیں ہوئی۔ برائے مہربانی جلد جواب سے نوازیں تاکہ ان معترض صاحب کو بتایا جاسکے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاسکے؟

نجم الرحمن قاضی چاکا نہ سہارنپور

الجواب حامداً و مصلياً :

﴿حضرت علیہم الذلۃ و الممکنۃ العجل﴾ (۱) میں سلطنت کی نفی کہاں ہے کہ موجودہ حالات سے معارضہ کیا جائے، جب تک کسی آیت یا قوی روایت سے سلطنت یہودی ہمیشہ کے لئے نفی ثابت نہ ہو قرآن و حدیث کی تکذیب نہیں کی جاسکتی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں جو یہودی تھے اول

(۱) (سورۃ البقرۃ: ۶۱)

(۲) تفسیر جلالین میں ہے "الذلۃ الذل، والھوان و الممکنۃ أى اثر العقر، من السكون، والحزى، فہی لازمة لھم و ان كانوا اعیاء لروم الدرھم المصروب لسكنہ"۔ (جلالین، ۱۰۱۰، قدیمی کراچی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے "لا ہر الون مستذلین، من وجھہم استذلھم و ضرب علیہم الصغار"۔ =



نے بہت ہی کمینہ حرکات کیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کعب بن اشرف قتل ہوا، اور ارفع قتل ہوا (۱)۔

اوس و خزرج کی لڑائیوں سے بھی گزر گئے، عہد شکنی کی بنا پر بنو قریظہ قتل کئے گئے، بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا۔ سورہ حشر میں ان کے حالات پر بھیے کس طرح اپنے گھروں کو اجاڑ کر رکھے ہیں، یہ ان کی ذلت و مسکنت سب کی نظروں میں تھی (۲)، ہو سکتا ہے آیت مذکورہ میں اسی کو بیان کیا گیا ہو (۳) نہ کہ آئندہ کے حالات کو جیسا کہ مکہ مکرمہ کو (واو عسر ذی زوجہ) قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کو لیکر وہاں تشریف لائے اس وقت اس مقام پر یہی حال تھا، آج وہاں باغات، درخت، سب چیز موجود ہے جو کہ آیت کے منافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ ام۔

(۱) "فلما استمكن منه. قال: دوكم، فقتلوه، ثم اتوا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاجبروه".

(صحیح البخاری، کتاب المعازی، باب قتل کعب بن اشرف، ۵۷۷/۲، قدیمی)

"عن البراء بن عازب قال: "سعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رھطاً إلى ابي رافع،

فدخل علیہ عبد اللہ بن عصبک بیتہ لیلًا و هو نائم، فذنبه". (صحیح البخاری، باب قتل ابي رافع، ۵۷۷/۲)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے روح المعانی: ۳۹/۲۸، ۳۰، ۳۱، ۳۲، دار احیاء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۲۳، دار الفیحاء بیروت)

(۳) یہودی موجودہ حالت اور اسرائیلی حکومت کا قیام، یہ بھی نہ صرف قرآن کریم کے قطعی ارشادات کے منافی نہیں بلکہ قرآن

کریم کے قطعی ارشادات کے عین مطابق ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿حَسْرَتٌ عَلَيْهِمْ الذَّلَّةُ اِیْسَ مَا

تَقَفُوا اِلاَّ لِحُلِّمٍ مِنَ اللّٰهِ وَ حُلِّمٌ لِّلنَّاسِ الْخَبْرُ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۱۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "بہت سے حضرات مفسرین نے

اس کو اشتیاع منقطع قرار دیا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ذات اور اپنی قومی حیثیت سے تو ذلیل و خوار ہیں گے، گو قیام

الہی کی وسعت میں آسمان کے بعض افراد اس سے محفوظ ہو جائیں گے، یہ دوسرے لوگوں کے مبارکے کر ذلت و خواری پر پردہ

ڈال دیں۔" (معارف القرآن ۱/۱۹۳، ادارۃ المعارف)

تفصیل کے لئے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/۵۲۶، دار الفیحاء دمشق)

(و کذا فی تفسیر روح المعانی: ۱۹/۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تفسیر حلالین، ص: ۵۹، قدیمی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵۰/۳۶۸، مادہ "ف، فلسطین" دانش نگاہ لاہور)

## ”إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى“ پر اشکال اور اس کا جواب

سوال [۱۰۹۷]: مومن ہونے کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں، اللہ و رسول میں سے اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے تو مومن نہیں ہو سکتا لیکن آیت: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا، وَالَّذِينَ هَادُوا، وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مِنْ آمَنَ بَأَنَّهُ وَتِلْكَ الْأَیْمَةُ صَالِحَةٌ، فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ، وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ میں ایمان بالرسول کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں، اگر ضروری ہے تو عدم ذکر کی وجہ تحریر فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتاب بھی ضروری ہے، نیز ایمان بالقدر بھی ضروری ہے (۱) لیکن ہر بات میں تمام چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا، موقع اور مقام کے لحاظ سے کہیں تمام چیزوں کا ذکر کر دیا گیا، کہیں بعض کا، اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا گیا جس کی حکمت بیان کی جاسکتی ہے، مثلاً: یہ کہ جتنے فرستے اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے، یہود و نصاریٰ کا حال تو ظاہر ہے، صائبین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے (۲)۔ جس طرح عدم ذکر سے ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔ ایک کلیہ یاد رکھئے کہ عدم ذکر عدم کو مستلزم نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) وفی حدیث جبریل ”قال: فأخبرني عن الإيمان قال: أن تؤمن بالله و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ و شرہ“۔ (المشکوٰۃ: ۱/۱، کتاب الإيمان، قدیمی)

(و کذا فی الصحیح لسنن: ۲/۱، کتاب الإيمان، قدیمی)

(و کذا فی سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر: ۲/۲۹۷، ادبیۃ ملتان)

(۲) قال العلامة الآلوسی: ”الإمام أبو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: إبتهم (الصائبین) لبسوا بعدہ أوثان، وإنما یعظمون النجوم کما تعظم الکعبة، و قيل: هم قوم موحدون یعقدون تأثیر النجوم و یقرّون بعض الأشیاء کبحی علیہ السلام، و قيل: إبتهم یقرّون بالله تعالیٰ، و یقرّون الزبور، و یعبدون الملائکۃ، و یصلون إلی الکعبۃ فی حوار ما کتبتهم و اکل ذلک ہم کلام للفقهاء“ (روح المعانی: ۲/۹۷، دار احیاء التراث العربی)

(والفقہ الإمامی: ۸۰ و أدلّٰہ: ۶۴۲۰، وشیدہ)

## ﴿جاعل الذین اتبعوک﴾ کی تفسیر

سوال (۱۰۸۸): ﴿جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو﴾ اسی يوم الغیامۃ میں ”الذین اتبعو“ سے مراد تقریباً سارے مفسرین نے عیسائی اور مسلمان لئے ہیں، لیکن آج کل قرآن کی یہ حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے اور سیاق و سباق میں ”الذین کفرو“ سے اسرائیل ہی کی تخصیص کر دیا ہے۔ اگر کافرین سے مطلق مراد دنیا جائے تو لکھنؤ، ریوانہ پر مسلمانوں کی پستی مسلمہ نہیں تو بعد از تخصیص اسرائیل سے مسلمانوں کی پستی واضح ہے۔ مفسرین ”الذین کفرو“ سے عیسائی بھی مراد لیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ آج کل عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عیسے قبیح مانے جاسکتے ہیں جب کہ وہ تثلیث پرستی اور مختلف گمراہ کن نظریات و عقائد کی دنیا میں گم نظر آتے ہیں تو پھر مفسرین کا یہ خیال کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے؟

نوق سے کیا مراد ہے؟ اور حکومت کے معاملہ میں یا کسی اور چیز میں آیت مذکورہ ”الذین اتبعوک“ سے مسلمان مراد لئے جائیں تو ”حد من اللہ و حد من الناس“ کی آیت اس کے لئے ناخ مانا جاسکتی ہے یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر مفسرین کی نگاہی ہوئی کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا آپ کی معلومات پر منطبق نہ ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ”آج کل قرآن کی حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے“ کہنا تک درست ہے اور آپ غور کریں کہ اس سے ایک مؤمن کا ایمان کس حد تک مجروح ہو جاتا ہے، قرآنی صداقت جس قلب سے کھو جائے کیا وہ قلب بھی مسکن ایمان رہے گا؟ ایسے کلمات کے کہنے اور لکھنے سے کلی اجتناب لازم ہے، یہود و نصاریٰ کے واقعات کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع نہ کیا جائے، تحقیق کے لئے دوسرا عنوان بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اجتناب ایک حقیقی ہوتا ہے، ایک ادعائی ہوتا ہے یعنی دعویٰ یہ ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیح ہیں اگرچہ اعتقاداً و عملاً بے شمار امور میں مخالفت کرتے ہیں، مگر ادعا سب ہی نصرانی ہیں جیسے کہ اسلام کے مدعی بھی دونوں قسم کے ہیں۔ اگر یہاں یہ مراد ہو کہ جو لوگ نصرانی ہونے کے مدعی ہیں، ان کو غلبہ ہوگا اس جماعت پر جو ان پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ان کا منکر ہے یعنی یہود پر تو آپ کا اشکال ختم ہو جائے گا، یہ قول بھی تفسیر۔

مظہری، جس ۵۷۵ میں موجود ہے (۱) کو فیصل: "ترادہم النصاری فہم فوق الیہود الی یوم القیامۃ" (۲) اور فوق کی تفسیر کی ہے۔ بالحدیث والسیف فی غالب الاحوال۔ اب "حل من اللہ حل من الناس" (۳) سے تعرض کی بھی حاجت نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بعد نزول شادی کریں گے: "فتزوج بعد النزول و یولد له، و یمکت أربعین سنة، ثم یتوفی" الی آخرہ (۴)۔ عقیدۃ اسلام (۵)۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس میں انہوں نے اتباع کی مذکورہ دونوں صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فتح البیان میں بھی ہے (۶)۔

(۱) "(و جاعل الذین السعوک) الخ یعنی یعلمونہم بالحجۃ والسیف فی غالب الاحوال و متعہدہ الحواریون، و من کان من سبی اسرائیل علی دینہ الحق قل معث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمسلمون من أمة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذین صدقوہ و اتعوا دینہ فی التوحید، و وصیتہ بالتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث قال: (و مشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ أحمد) و قبل أرادہم النصاری، فہم فوق الیہود الی یوم القیامۃ الی الآن، لم یسمع علیہ الیہود علیہم"۔ (التفسیر المظہری، ۵۷/۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) (التفسیر المظہری: ۵۷/۴)

(۳) (سورۃ آل عمران ۱۰۳)

(۴) "عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یزول عیسیٰ بن مریم الی الأرض یتزوج، و یولد له، و یمکت حمساً و أربعین سنة، ثم یموت فیدفن معی فی قری، فاقوہ أنا و عیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر"۔ رواہ اس الحوزی فی "کتاب الوفاء"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۸۰، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ، قدیمی کراچی)

(۵) (عقیدۃ الإسلام لشیخ أنور شاہ الکاشمیری، ص: ۳۵، ۳۶، اداریۃ القرآن)

(۶) "وعلی کل حال فعلة النصاری لطائفہ الکفار أو لكل طوائف الکفار لا ینافی کو لہم مقہورین معلومین لطوائف المسلمین، كما یفید الآیات الكثيرة بأن هذه الملة الإسلامية ظاهرة علی کل الملل، فاهرة لها، مستعلية علیها ثم بعد العنة المحمدية لا شک أن المسلمین هم المتعصون لعیسی لإفراة لسوة محمد ﷺ و تنشیرہ بها کما فی القرآن الکریم و الإنجیل، بل فی الإنجیل الامر لاتباع عیسی باتباع محمد ﷺ۔"



حافظ ابن حجر (۱) ابن کثیر (۲) ابن تیمیہ (۳)، علامہ آلوسی (۴) وغیرہ کی کتابوں میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا بھی ایک مضمون مفصل رسالہ دارالعلوم میں اسی سال شائع ہوا ہے، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب و غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۸۹ھ۔

۱۱۔ فائتمسون لعیسی بعد البعثة المحمدية هم المسلمون في أمر الدين، ومن بقى على الصراية بعد البعثة المحمدية، فهو وإن لم يكن متبعاً لعيسى في أمر الدين و معظمة، لكنه متبع له في الصورة، وفي الإسم، وفي الجرنیات من أجزاء الشريعة العيسوية، فقد صدق عليهم أنهم متبعون له في الصورة وفي الإسم وفي شيء مما جاء به. وإن كانوا على صلال و وبال و كفر، فذلك لا يوجب خروجهم عن العموم المذكور في القرآن الكريم ..... والأولون هم الأنباغ حقيقة، وغيرهم الأنباغ في الصورة". (تفسير فتح البیان: ۶۸/۲، سورة آل عمران: ۵۵، مطبعة العاصمة، شارع الفلكي بالقاهرة)

(۱) دیکھئے، (الملخص الجبیر للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۳۱۹، دار نشر الکتب الإسلامیہ لاہور)

(۲) دیکھئے، (تفسیر ابن کثیر ۳۸۷/۱، ۳۹۳، دار البیضاء دمشق)

(۳) والطبقات الكبرى للشعراني: ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) "و أما قوله تعالى: ﴿يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ خُذْ وَكِتَابَكَ﴾ و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة" فهو حق كما أخبر الله تعالى به، فمن اتبع المسيح عليه، جعله الله فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، وكان الذين اتبعوه على دينه الذي لم يبدل قد جعلهم الله فوق اليهود و أيضاً فالنصارى فوق اليهود الدیس کفروا به إلى يوم القيمة، و أما المسلمون فهم مؤمنون به ليسوا كافرين به، بل لما ندل النصارى ذبه و بعث الله محمداً ﷺ بدين الله الذي نزل به المسيح و غيره من الأنباغ جعل الله محمداً ﷺ (رأته فوق النصارى إلى يوم القيمة اهـ)". (التفسير الكبير لابن تیمیہ، فصل موقف الامم من الرسل ۳، ۱۸۸، ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) (روح المعاني ۱۰: ۵۹۵، ۱۸۳۳، دار إحياء التراث العربی)

(۶) و كسر العيال ۶۱۸، ۱۱۳، مكتبة التراث الإسلامي (حلب)

(۷) و تفسير الحارثي لعلي بن محمد خازن ۱۰: ۳۳۳، دار المعرفة بیروت)

### ﴿إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۸۹]: ﴿إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز منع کرتی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں، اگر یہ ہے کہ روک دیتی ہے تو کیا اس سے مقبول نماز مراد ہے؟  
الجواب حامداً و مصلياً :

اگر پورے خشوع سے اس کے اوپر ثواب کا تصور کرتے ہوئے اور تاثیرات کا استحضار کر کے پڑھی جائے تو روک بھی دیتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

### ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۹۰]: "وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ" کا کیا مطلب ہے (۲)؟ اور پھر یہ بھی ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُشَاءْ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ﴾ الخ ﴿الآيَةُ (۳)﴾ پھر جزاء و سزا کیوں مرتب ہوتی ہے؟ جب کہ سب کچھ مشیت ایزدی ہی سے ہوتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ مسئلہ تقدیر ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، بحث و تفتیش کی اجازت نہیں (۱) کہہ دامن تسمیٰ

(۱) وقال اس كثير أسى العالمة: في قوله تعالى: (إِنْ الصَّلَاةُ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ)، قال: إن الصلاة فيها ثلاث خصال، فكل صلاة لا يكون فيها شيء من هذه الخصال فليست بصلاة: الإخلاص والخشية و ذكر الله، فالإخلاص يأمره بالمعروف، والخشية تنهاه عن المنكر، و ذكر الله القرآن يأمره وينهاه" (تفسير اس كثير، ۵۵۰۳، ۵۵۱، المكتبة الصحاء دمشق)

(و كذا في روح المعاني: ۲۰/۱۶۳، دار إحياء التراث العربی)

"حدثنا وكيع أخبرنا الأعشى قال: أخبرنا أبو صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: "سأله رجل إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: إن فلاناً يضلّي الليل، فإذا أصبح سرق. فقال: إنه سيهاه ما تقول" (مسند الإمام أحمد: ۱۹۸۳، رقم الحديث: ۹۳۸۶، المكتبة الإسلامية بيروت)

(۲) (الذهبي: ۳۰) (۳) (الكهف: ۲۹)

(۳) "قال في شرح السنة: الإيمان بالقدر فرض لازم الخ" (مرواف، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر

ہستیار ماش رحمۃ اللہ علیہ واندا علم۔

حررہ العبد محمد غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۸۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۸۰ھ۔

### ﴿لئن شکرتم لأزيدنکم﴾ کا مطلب

سوال (۱۰۹۱): قرآن پاک کی آیت ﴿لئن شکرتم لأزيدنکم﴾ ہے اور آدمی کو جب تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی ایک نعمت خداوندی ہے، اس پر اگر شکر کرے گا تو اس کے اندر زیادتی ہوگی حالانکہ انسان یہ نہیں چاہتا کہ جس بدوقت تکلیف میں مبتلا رہوں، اس صورت میں اس آیت شریفہ کا کیا مطلب ہوگا؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

اس نعمت اجر و ثواب ہے تکلیف، رنج، مرض، مستحکم پر صبر بھی اس کا ذریعہ ہے، راحت، صحت، شادمانی، مافیت پر شکر بھی اس کا ذریعہ ہے۔ ایک ذریعہ سے بچ کر دوسرا ذریعہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک مقصد تک پہنچنے کے واسطے ہوں ایک آسان دوسرا دشوار، دشوار کو چھوڑ کر آسان اختیار کرنا مذموم نہیں (۱)،

"عن نبی ہريرة - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال : حرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن ننازع في القدر، فعصب حتى احمر وجهه حتى كأنما فلق في وجهه حب الرمان، فقال: "أبهذا أمرتم، أم بهذا أرسلت إليكم؟" إسماعيل بن علقمہ من كان فليكم حين ننازع فيه" رواه الترمذی، وروی ابن ماجہ  
سحرہ عن عمر وبن شعیب عن أمیہ عن حدہ، (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثانی، ص ۳۲، قدیمی)

"وأصل القدر سر الله تعالى في خلقه، ثم يطلق على ذلك منك مقرب ولا نى مرسل، والنسب والسطر في ذلك أربعة: الأول، وسلم الحرمان، ودوحة الطغيان، فالحدز كل الحدز من ذلك سطر، وذكر أو وسوسة الخ" (شرح العقيدة الطحاوية، أصل القدر، ص ۱۹۰ - ۱۹۴،  
مكنه الغرباء، الجامعة السنانية، كرتشي)

(۱) قال الله تعالى ﴿لَا يَكْفِ اللَّهُ عَساً إِلَّا وِعْياً﴾، البقرة (۲۱۶)

قال العلامة الآنوسی فی شرحه (الوسع) ما تسعه قدرة الإنسان أو ما يسهل عليه من المقدور، =

لہذا تکلیف کا علاج بھی مشروع بلکہ منسوخ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

## حضرت مسیح کی فضیلت ”کلمتہ“ اور ”روح منہ“ سے

سوال [۱۰۹۲]: قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَرَسُولُ

اللّٰهِ، وَكَلِمَتُهُ الْفَاخَا إِلَى مَرْيَمَ، وَرُوحَ مَنْهَ﴾ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک تو ”کلمہ“ کہا گیا ہے یہ تو اس معنی کر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”کن“ کہہ کر پیدا فرمایا ہے اور ”کن“ اللہ تعالیٰ کا کلمہ تجلّی ہے، دوسری بات یہ کہ آپ کے بارے میں یہ ”روح منہ“ فرمایا گیا ہے۔ اس جملہ سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ روح بدن کا ایک حصہ ہوا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے شایان شان بدن فرض کر کے اس سے روح کو اگر مانا جائے تو شاید یہ۔ نعوذ باللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انہیت کی طرف مشیر ہوگا اور یہ بولا بھی جاتا ہے اردو میں جینے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ میری روح رواں ہے یا پھر حد درجہ قریب والے کے لئے کہتے ہیں جیسے بیوی کو کہتے ہیں میری روح، میری روح کی تسکین وغیرہ۔

= وهو سادون مدى طاقته. أي سنه تعالى أنه "لا يكلف نفساً" عن النفوس إلا ما تطيق وإلا ما هو دون ذلك كما في سائر ما كلفنا به من الصلاة والصيام مثلاً، فإنه كلفنا خمس صلوات والطاقة تسع ستار زيادة، وكلفنا صوم رمضان والطاقة تسع شعبان معه، وفعل ذلك فضلاً منه ورحمةً بالعباد أو كرامةً منه على هذه الأمة خاصة". (روح المعاني: ۶۹/۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير ۱/۳۵۷، دار الفیحاء دمشق)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً" قال العلامة العيني: "نحته" وفيه إباحة للدواي وجواز الطب". (عمدة القاري، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ۳۱/۳۳۲، رقم الحديث: ۵۶۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله". قال القاري رحمه الله تعالى: "نحته" فيه إشارة إلى استحباب الدواء، وهو مذهب السلف وعامة الخلف. وحاصله أن رعاية الأسباب بالدواي لا يفي التوكل" (مرفقة المفتاح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول: ۲۸۹/۸، رقم الحديث: ۳۵۱۵، وشيخه)

دوسری بات یہ ہے کہ روایت ہے: ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو تمام ارواح کی آپ کو صلب میں ڈال دیا اور پھر آپ کی صلب سے تمام ارواح پیدا کی گئیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اللہ تعالیٰ نے الگ رکھ لی تھی، جو کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلب سے نہیں نکالی گئی۔“ اس معنی کو لے کر یہ کہا جائے گا کہ آپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے پیدا شدہ ہیں، اللہ کی روح سے ہیں یا روح ہیں۔

بہر صورت اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے خاص گہرا جزا کا سا لگاؤ اور ساتھ ہے، تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے، غیر انسان پر تو انسان کو فضیلت ہے ہی، غیر انسان چاہے فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر جب کہ انسان نبی اور جلیل القدر نبی ہو تو اس کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن یہاں سے یہ آگ سلگتی ہوئی آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی پہنچتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فضیلت ہے، کیونکہ آپ نے اپنی فضیلت ابن آدم پر بتائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابن آدم نہیں، اس لئے اس طرح تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اب رہ جاتی ہے یہ حدیث قدسی کہ آپ باعث تخلیق کون و مکان ہیں تو اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ جیسے ہم نے کوئی کارخانہ لگا دیا اور وہ اپنے دوست کی وجہ سے لگا یا یعنی اسے اس کا فیجر یا نگران بنانے کے لئے تاکہ اس کی عزت اس طرح دوہلا ہو اور دوست کا خرچ پانی بھی لکھتا رہے، لیکن اس کی تمام آمدنی کس کے لئے، بیٹے کے لئے ہے، تو قرب زیادہ بیٹے کو ہوگا اور محبت بھی اس سے زیادہ ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ بیٹے ہی کو ہوگی، تو اس معنی کو لے کر خاص لگاؤ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روح ہونے کے ناطے مانا جائے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا نگران، یا فیجر ہونے کے ناطے سے آوروں پر فضیلت کہی جاسکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کا بھی حق حاصل ہوگا، اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے تو اس کو یوں سمجھئے کہ جب دوست کا رخاندہ کا فیجر ہے تو کسی کو ملازم رکھے یا اگر مالک کسی سے ناراض ہے تو اس کی سفارش دینا یا بیوی یا نور کوئی خاص رشتہ دار تو کرنے سے رہا، یہ کام فیجر ہی کرے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی چونکہ کارخانہ میں فضیلت کے اعتبار سے آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ

طیہ وسلم بڑے ہوئے ہیں، اس لئے آپ گناہگاروں کی سفارش کریں گے کہ خانہ کے ٹیجر کی حیثیت سے، لیکن جو منہ، وہی فضیلت، بڑائی، اشرافیت کا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ غرض کہ آیت مذکورہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت پر طرح طرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ برائے کرم جہد جواب عنایت فرمائیں۔

الحواب حامداً و مصلیاً :

اگر یہ تقریر عیسائی معترض کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم و حدیث شریف کو بھی مانتا ہے، پھر اس نے مجتہدانہ استنباط سے اشکال کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ قرآن کریم کی جو تفصیل و تشریح حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور حضرت نبی اکرم کے افضل الرسل ہونے کی جو روایات حدیث میں موجود ہے (۱) ان سب کے ہوتے ہوئے برگز برگز استنباط و اجتہاد سے کام نہ لے، کیونکہ نص صریح کے مقابلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں (۲)۔ یہ بات کوئی روایت میں ہے کہ صلب آدم میں ارواح ڈالتے ڈکالتے وقت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روح میں رکھ لی تھی۔

(۱) "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انا سید ولد آدم یوم القیامۃ، وأول من یشق عہ القبر، وأول شافع، وأول مشفع." (الصحيح لمسلم ۲۰/۲۳۵، کتاب الفضائل، قدیمی کراچی)

"قولہ : انا سید ولد آدم یوم القیامۃ" قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ : "قال الہیروی - السید : هو الذی یعقو لومہ فی الحبر" وأما قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "یوم القیامۃ" مع أنه سید ہم فی الدنیا والآخرة الحج" (تکملہ فتح الملہم : ۳/۳۷۷، دار العلوم کراچی)

(وگدا فی شرح مسلم للنووی علی هامش مسلم : ۲/۲۳۵، کتاب الفضائل، قدیمی کراچی)

(وقض الماری : ۱۹۸، خضراء بکدہو دیوبند)

(۲) "أما ما لا یجوز الاحتیاد فیہ : فهو الأحکام المعلومۃ من الدین بالضرورة والبداهۃ، أو الی نسب سدیل قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ، مثل وجوب الصلوٰۃ الخمس والصيام والتركاه والحج فإنه

لا محال للاحتیاد فیہا" أصول الفقه الإسلامی، المسحٹ الثالث محال الاحتیاد

معراج میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز کس نے پڑھائی (۱)، کیا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھائی اور حدیث میں ہے ”آدم مس دو سو تحت بوالہی“ (۲)۔

بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اشکال کیا گیا تھا تو اس کا قرآن کریم میں جواب دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا گیا، مگر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے (۳)۔ نیز عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بشارت دی: ﴿مُشْرَأُ بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (۴) اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت نبی اکرم کے مناقب و فضائل معلوم ہونے پر درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ان کی امت میں بندے مگر چونکہ وہ نبی تھے امتی کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے، اس لئے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور زمانہ اخیر میں بطور مہمان آسمان سے نازل ہوں گے کہ ان کی

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: "لما كان ليلة أسرى برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى بيت المقدس، أتاه جبريل بدهاء فوق الحمار دون البغل، حمله جبريل عليها ينهيه علفها حيث ينهيه طرفها، فلما بلغ بيت المقدس وبلغ المكان الذي يقال له: باب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، أتى إلى الحجر الذي ثمة ثم انصرفت فلم ألث إلا يسيراً حتى اجتمع ناس كثير، ثم أذن مؤذن وأقيمت الصلاة، قال: فقمنا صفوفاً ننظر من يؤمننا، فأخذ بيدي جبريل عليه الصلاة والسلام، فقدمني فصليت بهم، فلما انصرفت، قال: جبريل: يا محمد! أتدري من صلى خلفك؟ قال: "فليت. لا، قال: صلى خلفك كل نبي بعثه الله عروجل". (تفسير ابن كثير ۱۰/۳، ۱۱، سورة الإسراء، مكتبة دار الفحاء دمشق)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۱/۴۶۳، ۴۶۴، رقم الحديث: ۲۵۳۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)  
(۳) قال الشيخ محمد أنور شاه الكشميري رحمه الله تعالى: "وإن قالوا: خلق عيسى عليه الصلاة والسلام من غير ذكر، فقد خلق آدم من تراب بملك القدرة من غير أبى ولا ذكر، فكان كما كان عيسى لحماً ودماً وشعراً وبشراً، فليس خلق عيسى من غير ذكر بأعجب من هذا". (عقيدة الإسلام ۱۳۶، إدارة القرآن کراچی)

وقال الله تعالى ﴿إِنَّ مِنْ مِثْلِ عِيسَى عَدَدُ اللَّهِ كَمِثْلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾. (آل عمران ۵۹)  
(۴) (سورة الصف ۶)

خوابش بھی ایک معنی کو لے کر پوری ہو جائے گی کہ وہ امت میں آ کر شامل ہو جائیں گے اور ان کی نبوت بھی برقرار رہے گی، اس کو ان سے سلب نہیں کیا جائے گا اور جس حدیث میں ان کے نزول من السماء کی بشارت ہے، اس میں یہ بھی ہے "إمامکم منکم" کہ ان کے آنے کے باوجود امامت کی فضیلت اسی امت کو حاصل ہوگی (۱)۔

اس سب کے علاوہ غور طلب یہ بات ہے کہ جس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، عیسائی تو اس کے قائل ہی نہیں، ان کو جانتے ہی نہیں بلکہ وہ عیسیٰ کو "الہ" مانتے ہیں، "ابن اللہ" مانتے ہیں، ایسے عیسیٰ کا تذکرہ تو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں بلکہ اس کی پوری پوری تردید موجود ہے جس عیسیٰ کو "الہ" اور "ابن اللہ" کہا جاتا ہے ان کا جب وجود ہی نہیں تو اس کی فضیلت کا کیا سوال، ان عیسائیوں کا تو ایمان ہی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور جس عیسیٰ پر ایمان ہے اس کا وجود نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ وارالعلوم دیوبند۔

### "قال هي عصاى" کی عجیب تشریح و تفسیر

سوال [۱۰۹۳]: واعظ زید نے وعظ کرتے ہوئے حسب ذیل آیت ﴿وَمَا تَلَكَ يَمِينُكَ يَا مُوسَىٰ، قَالَ هِيَ عَصَايَ، أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا، وَأَهْشَىٰ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي، وَلِيَ فِيهَا مَأْزَبٌ أُخْرَىٰ﴾ - تاج سیرتہا الأولى ﴿طہ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک جلیل القدر نبی کے ساتھ شائستہ لفظوں کو منسوب کر دیا

(۱) "ذكر الملا علي القاري في المرقاة" عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "والله! لن ينزل ابن مريم حكماً عادلاً، فليكسرن الصليب، وليقتلن الخنزير، وليضعن الجزية، وليهركنن القلاص، فلا يسعى عليها أحد". وواه مسلم، وفي رواية لهما: قال: "كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم؟"

قال القاري في شرحه "وإمامكم منكم" أي من أهل دينكم. وفيل من فريش وهو الميهدي والحاصل أن إمامكم واحد منكم دون عيسى، فإنه بمنزلة الخليفة ويحتمل أن يكون معنى "إمامكم منكم" كيف حالكم وأنتم مكرمون عند الله تعالى، والحال أن عيسى ينزل فيكم وإمامكم منكم وعيسى يفندى بإمامكم نكرمة لدينكم، ويشهد له الحديث الأتي الخ. "مرقاۃ المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۳۴۰/۹، كتاب الفتن، حقاہیہ پشاور)

(وأيضاً فی عقیدۃ الإسلام للشیخ نور شاہ کشمیری: ۸۲، ۸۳، إدارة القرآن کراچی)



کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ”موسیٰ تیرے واسطے ہاتھ میں کیا ہے؟“ موسیٰ نے کہا ہا۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ”وایا ہو، وایا“  
 گھیر کر کرتے پھرتے ہو۔“ ایسا بہتان عظیم ذات باری تعالیٰ پر باندھنے اور اس طرح تفسیر پالرائے کرنے والے  
 کے متعلق از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور اس واعظ کو اس کے رد عمل کے طور پر کیا کرنا چاہئے؟  
 الجواب حامداً و مصلیاً:

جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑی غلطی و جرأت ہے (۱) بہتان  
 ہے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جائے، بغیر علم کے وعظ ہرگز نہ کیا جائے، ہاں کوئی معتبر کسی عالم حقانی کی کتاب ہو جس  
 کے مضامین بیان کرنے اور سننے کی واعظ میں صلاحیت ہو اور مجمع میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو اس کتاب  
 کے سننے میں مضائقہ نہیں، مگر اس کی کوئی تشریح بغیر علم کے اپنی طرف سے نہ کی جائے، ورنہ غلطی کا اندیشہ ہے  
 جس سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ۔

”ارض“ کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

سوال [۱۰۹۴]: قرآن مجید کے اندر جمع کا لفظ ”ارض“ یعنی زمین کے متعلق وارد نہیں ہوا بلکہ واحد  
 آیا ہے اور آسمان کے لئے جمع کا لفظ آیا ہے جیسے آیہ انگری میں ہے ”لہ ما فی السموات وما فی الارض“  
 کیا زمین کے طبقات نہیں ہیں جیسے سات آسمان کے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین صرف ایک اور  
 جز سات ہیں یا متعدد و متعدد سات طبق ہیں مثل آسمان کے؟ شعراء و علوم عام طور سے چودہ طبق کہتے ہیں مثلاً:  
 کے چودہ طبق پیدا خدانے دکھائے معجزے خیر اور بنے  
 اور احادیث میں ہے کہ سات دور زمین میں ہیں اور سات جنت آسمان میں۔

(۱) احادیث میں اس کی تحت و تفسیر آئی ہے، چنانچہ مسند احمد میں ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتوا مقعدہ من النار“ (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۸۵/۱، رقم الحديث: ۳۰۷۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(دکھنا فی مرفاة المفاتیح ۱۰۹۱، کتاب العلم، رشیدیہ)

(روح المعانی ۲، ۹۵، کتاب العلم، سعید)

## الجواب حامداً ومصلحاً:

سات زمین ہونا حدیث سے صراحتاً ثابت ہے (۱) اور قرآن کریم میں بھی سورہ طلاق کے آخر میں ہے ﴿وَاللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ﴾ (۲)، اس کی تفسیر جلالین شریف میں ہے ”سبع ارضیں“ سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمانوں کی طرح ہیں (۳)۔

بعض روایات میں ہر زمین کے کچھ حالات بھی متحدہ منقول ہیں، کذا فی الطر اسس (۴)،

(۱) قال الإمام أحمد: "حدثنا عبد الله، حدثني أبي. ثنا يحيى عن هشام و ابن نمير، ثنا هشام، حدثني أبي عن سعيان بن زيد بن عمرو رضى الله تعالى عنه عن النسي صلى الله تعالى عليه وسلم قال ابن نمير: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من أخذ شراً من الأرض ظمناً، طوّفه يوم القيامة إلى سبع ارضين" (مسند الإمام أحمد: ۱۸۸/۱ دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۲) (سورۃ الطلاق: ۱۲)

(۳) (جلالین، ص: ۳۶۳)

"وعلى الہامش قوله: يعنى سبع ارضين اعلم أن العلماء اجمعوا على أن السموات سبع طباق بعضها فوق بعض، و أما الارضون فالحمهور على أنها سبع كالسموات بعضها فوق بعض، وفي كل أرض سكان من خلق الله، و عليه دعوة الإسلام بأهل الأرض العليا، لأنه الثابت والمنقول، ولم يثبت أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لا أحد ممن بعده نزل إلى الأرض الثانية ولا غيرها من مافي الأرضين و بلعنه الدعوة"، (هامش الجلالین، ص ۳۶۳، قدیمی)

(۴) یہ کتاب میں لی البتہ روح المعانی وغیرہ میں ایسی روایات موجود ہیں:

"أى و خلق من الأرض مثلہن و المثلية تصدق بالاشتراك فى بعض الأوصاف، فقال الحمهور: هى ههنا فى كونها سبعاً و كونها طباقاً بعضها فوق بعض بين كل أرض و أرض مسافة كما بين السماوات والأرض، و فى كل أرض سكان من خلق الله عزوجل، لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى، و عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: أنہما إماما ملائكة أوحى، و أخرجه ابن جرير و اس أبى حاتم - - - - -  
انہ قال فى الآية: سبع ارضين، فى كل أرض نبي كبيكهم، و آدم كآدم، و نوح كنوح، و إبراهيم كإبراهيم، و عيسى كعيسى - - - - - و أخرج ابن أبى حاتم و الحاكم و صححه عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما  
مرفوعاً: "أن بين كل أرض و التى تليها خمس مائة عام، و العليا منها على ظهر حوت قد التقى طرفاه فى =

وبدائع الظهور (١) ومحموعة الفتاوى (٢) -

« السماء، والحيوات على صخرة، والصخرة بيد ملك، والثانية سجن الريح، والثالثة فيه حجارة، والرابعة فيها كبريتها، والخامسة فيها حياتها، والسادسة فيها عتارها، والسابعة فيها صقر وفيها إبليس مصغر بالحديد، يذ أمامه ويد خلفه، يطلقه الله تعالى لمن يشاء اهـ ». (روح المعاني ١٢٨/١٢٤، ١٢٣، سورة الطلاق ١٤، دار إحياء التراث)

(و كذا في تفسير ابن كثير ٣/٣٩٣، ٣٩٥، سورة الطلاق ١٣، دار الفحياء)

(١) « (قال وهب بن مسهر): لما خلق الله الأرض وجعلها سبعاً كان اسم الطبقة الأولى أديماً، والثانية سيطراً، والثالثة ثقيلاً، والرابعة طليحاً، والخامسة حيناً، والسادسة مسكة، والسابعة الثرى، وفي بعض الروايات تختلف أسمائها. قال الشعلي: إن الأرض الثانية تحرق منها الريح، وسكانها أمم يقال لهم الطمس، وضماهم من لحومهم، وشرابهم من دمائهم، والطبقة الثالثة: سكانها أمم وجوههم كوجوه بني آدم، وأموالهم كأموال الكلاب، وأيديهم كأيدي بني آدم، وأرجلهم كأرجل البقر، وأذانهم كأذان البقر، وعلى أقدامهم شعر كصوف الغنم وهو مسمي ثياب ويقال: إن لبنا يهاهم ونهارهم ليلاً، والطبقة الرابعة: سكانها أمم يقال لهم الحلياء، وليس لهم أعين ولا أقدام، بل لهم أجنحة مثل أجنحة القسطنطين، والطبقة الخامسة: بها أمم يقال لهم الحشن وهم كأمثال الغال، ولهم أذنان كل ذنب نحو ثلثمائة ذراع، وفي هذه الأرض حيات كأمثال السخل الطوال، ولهم أنياب مثل الجمال، والطبقة السادسة: بها أمم يقال لهم الحنوم وهو سود الأمدان، ولهم مخالب كمنخال السباع. ويقال: إن الله تعالى يسلطهم على يأحوح وأحور حين يخرجون على الناس اهـ ». (بدائع الزهور في وقائع الدهور، ذكر مبدأ خلق الأرض، ص ٨٠٤، مكتمه السامع ميزان ماركيت كونه)

(٢) «ع ابن عباس رضي الله تعالى عنه في قوله تعالى: ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهَا﴾ قَالَ سَعِ أَرْضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ سَيَ كَيْفِيكُم، وَ أَدَمَ كَأَدَمِكُمْ. وَ نوح كَنوح، وَ إبراهيم كإبراهيم، وَ عيسى كعيسى. هذا حديث صحيح الإسناد.

وفي الدر المنثور: «أخرجه ابن أبي حاتم سَعِ أَرْضِينَ وفي أحسن التلخيص للسررقاني السؤال الخامس والسادس والأربعون: هل الأرض سبع طبقات كالسماء، وهل فيها خلق الله؟ الجواب قال الله: (وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهَا) وقال في آية أخرى: (أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا) فأفاد أن طباقاً في الآية الأولى مراد وإن لم يذكر، فيكون المثلية في الأرض كذلك وكذا الحديث الآخر: «ما السموات السبع وما فيها من مائتين في الكروى إلا كحلقة ملقاة =

جمع کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اور قرآن کریم میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ آئے ہیں، غیر فصیح نہیں آئے (۱)۔ نیز لفظ ارض اسم جنس ہے، قلیل کثیر سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے (۲) اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے جس کا واحد نہیں آتا ہے، کذا فی منتهی الأرب (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

= سارص قلاۃ“ و فی تفسیر محمد بن علی الشوکانی المسمى “فتح القدير“ (اللہ الذی خلق سبع سموات و من الأرض مثلین): أى و خلق من الأرض مثلین یعنی سبعاً، و قد اختلف فی کیفیة طبقات الأرض، قال القرطبی فی تفسیرہ: اختلف فیہن علی قولین: أحدهما وهو الجمهور علی سبع أرضین طباقاً، بعضهم فوق بعض، یس کل أرض مسافة کما بین السماء والأرض، و فی کل أرض سكان خلق الله اھـ“۔ (مجموعۃ رسائل الذکوی، زحر الناس علی إنکار اثر ابن عباس، الباب الأول فیمن تکلم علی الآثار: ۳۹۷/۱، ۳۰۰)

(احکام القرآن للقرطبی: ۱۸/۱۵، سورة الطلاق: ۱۲۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)  
(۱) "وقال الإمام فخر الدين: وجه الإعجاز الفصاحة و عرامة الأسلوب و السلامة من جميع العيوب و مثال ان عطية: الصحيح والذي عليه الجمهور و الحذاق في وجه إعجازه أنه بنظمه و صحة معانيه و توالى فصاحة ألفاظه، و ذلك أن الله أحاط بكل شيء علماً" و قال حازم في منهاج السلفاء: وجه الإعجاز في القرآن من حيث استمرت الفصاحة و البلاغة فيه من جميع أنحاءها في جميعه استمراراً لا يوجد له فسرة اھـ"۔ (الإتقان في علوم القرآن، النوع الرابع و الستون في إعجاز القرآن: ۲۳۲/۲، ۲، دار ذوی القربی)

(و کذا فی مساهل العرفان فی علوم القرآن، الخامس: إعجاز القرآن و بلاغة النبی ﷺ: ۲۸۹/۱، ۲۹۰، دار إحياء التراث العربی)

(۲) "أرض" اسم جنس، قاله الجوهري: "تاج العروس، مادة: "أرض" ۲۲۳/۱۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(ولسان العرب، ۱۱۰/۷، نشر أدب الحوزة)

(۳) "أرض" بالفتح زمين و مؤنث است، و اسم جنس یا جمع بدون واحد۔ (منتهی الأرب: ۲۲۱، مادة: "أرض" مطبع اسلامي لاهور)

## ﴿یوم ندعو کل أناس بامامهم﴾ کی تفسیر

سوال [۱۰۹۵]: ﴿یوم ندعو کل أناس بامامهم﴾ امام ”ام“ کی جمع جملہ کرا ایک عالم صاحب ترجمہ یں فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی ماؤں کے من سے پکارے جائیں۔ کیا ”م“ کی جمع بھی بہن درست ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

”ام“ کی جمع امہات آتی ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ہے ﴿احرمتم علیکم امہاتکم﴾ (۱) بعض لوگ اس کی جمع ”امات“ بغیر باء کے بھی بولتے ہیں۔ ”فأما الجمع، فاکثر العرب علی امہات، و مسہم من یقول: امات“۔ لسان العرب (۲)۔ امام راغب اصفہانی نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ جانوروں کے حق میں ”امات“ اور انسانوں کے حق میں ”امہات“:

”والام قبل، فسمی امہة لقولہم: امہات وامہیة، وفیل: امہة من المصاعف لقولہم: امات وامہة قال بعضہم: اکثر ما یقال: امات فی البہائم ولحواء وامہات فی الإنسان“۔ (المفردات فی عرب القرآن) (۳)۔

تفسیر و شروع حدیث، لغت و محاورات ادب میں ام کی جمع امام آئی ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے۔ ﴿یسوم ندعو کل أناس بامامہم﴾ (۴) میں لفظ امام سے مراد نبی ہیں، یا وہ کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی، یا ائمہ اعمال کی کتاب ہے، یا ہر جماعت کا مقتدی ہے۔

یہ سب اقوال محدث کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں (۵)۔

(۱) (النساء: ۲۳)

(۲) (لسان العرب: ۳۰/۱۲، مادة ”امم“، نشر ادب الحوزة)

(۳) (مفردات القرآن: ۳۲، اہل حدیث اکیڈمی لاہور)

(۴) (سورة نبي اسرائيل: ۷۱)

(۵) (یسوم ندعو کل أناس بامامہم) الخ۔ بخیر نیارک و تعالیٰ عن یوم القیامۃ انه بحسب کل امة بامامہم، و قد اختلفوا فی ذلک، فقال مجاہد وقنادۃ بیہم و ہذا کقولہ تعالیٰ (و لکل امة رسول فاذا جاء رسولہم فہم بہیم بالقسط)۔ الابد، و قال بعض السلف: ہذا اکثر شرف لأصحاب الحدیث، لان امامہم الی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و قال ابن زبد: لکتابہم الذی أنزل علی سبہم من التشریع -

امام سے والدہ مراد لیتا اور ماں کی طرف منسوب کر کے پایا جانا کس تفسیر میں ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ وہ دریافت کر کے آپ ہمیں بھی مطلع کریں، بلا دلیل ایسی بات کہتا قرآن کریم کا ترجمہ یا تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے جس پر سخت وعید ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عثمانی عزد دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۲ھ۔

اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

سوال [۱۰۹۲]: ﴿رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ یہ بتائیے کہ اس

کو وکیل کیسے بنایا جائے؟ اس کی کچھ تشریح فرمائیں، غالباً صرف زبان سے تو کہنا کافی نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے

جس طرح چاہے وہ کام بنادے (۲)، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود لنگوٹی۔

= واختاره ابن جرير عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما في قوله: (يوم ندعو كل اناس باسمهم)؛ أى بكتاب أعمالهم ويحتمل أن المراد بإمامهم أى كل قوم بمن يأتمرون به الخ". (تفسير ابن كثير: ۳/۷۳، دار الفقيه دمشق)

وقال العلامة الألوسي: "وأخرج ابن مردويه عن علي كرم الله وجهه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الآية: "يدعى كل قوم بإمام زمانهم، وكتاب ربهم، وسنة نبهم". وأخرج ابن أبي شيبة وابن المنذر وغيرهما عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه أنه قال: إمام هدى وإمام ضلالة". (روح المعاني: ۱۵/۲۰۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من قال فى القرآن بعير علم، فليتوأ مقعده من النار". (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۸۵، رقم الحديث ۲۷۰، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) قال العلامة الألوسي "فاتخذوه وكيلاً لترتيب الأمور وموجه على اختصاص الألوهية والربوبية =

کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟

سوال [۱۰۹]: سورہ فتحنا میں ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ کو ﴿لِيَعْمَلَ لَكَ اللَّهُ﴾ الآية (۱) کے ساتھ کیا ربط ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مغفرت اس فتح کی وجہ سے ہوئی؟ اور سورہ مزمل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ كَمَا أَرْسَلْنَا هَٰؤُلَاءِ فِرْعَوْنَ رَسُولًا﴾ (۲) میں کس امر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ربط کو امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفاہج الغیب: ۳۸۲/۷ میں چار طرح بیان کیا ہے: اول "إن الفتح لم يجعله سبباً للمغفرة وحدها، بل هو سبب لاجتماع الأمور المذكورة، وهي المغفرة وإتمام النعمة والهداية والنصرة كأنه تعالى قال: ليعمل لك الله ويتم نعمته ويهديك وينصرك، ولا شك أن الاجتماع لم يثبت إلا بالفتح، فإن النعمة به تمت، والنصرة بعده قد عمت الخ" (۳)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کی تکذیب پھر اس کے ہلاک کا قصہ اہل علم کے نزدیک مشہور و مسلم تھا، اسی بنا پر فرمایا کہ اسی طرح رسول برحق کو تمہاری طرف بھیجا جا رہا ہے، اگر تم تکذیب کرو گے تو عذاب کے منتظر رہو۔ ہکذا فی حاشیۃ الجلالین (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ۔

= عزوجل، وکیل فعل بمعنی مفعول: ائی ہو کول الیہ، والمراد من إتخاذہ سبحانه وکیلاً أن يعتمد علیہ سبحانه، ویفوض کل أمر إلیہ عزوجل۔ (روح المعانی: ۶/۲۹، ۱۰۷، ۱۰۷، دار احیاء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ: ۵۲۳/۳، دار السلام ریاض)

(۱) (پارہ ۲۶، آیت ۲۰۱)

(۲) (پارہ ۲۹، آیت ۱۵)

(۳) (مفاتیح العقب، الموسوم بالتفسیر الکبیر، (سورۃ الفتح، ۲) ۷۸/۲۸)

(۴) "قولہ۔ (کما أرسلنا إلی فرعون) حص موسیٰ و فرعون بالذکر، لأن قصتهما مشہورۃ عند أهل مکة"

(حاشیۃ الاحلال، ص ۸۰، مطبوعہ قدیمی)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵۲۳/۳، دار السلام، ریاض)

حیاتِ طیبہ کون سی زندگی ہے؟

سوال [۱۰۹۸]: دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی۔ اب رہی یہ بات کہ جو زندگی عالم برزخی میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کی ایک آیت: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اٰمَنَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾، فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰٓةً طَيِّبَةً ﴿الایہ﴾ میں حیاتِ طیبہ کا مصداق حیاتِ برزخی بھی ہے، جیسا کہ تفسیر مفاہیح الغیب میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

وقتِ شام سے کیا مراد ہے؟

سوال [۱۰۹۹]: قرآن شریف میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے صبح، شام اپنی تسبیح و تحمید کا حکم دیا ہے تو شام سے کونسا وقت مراد ہے؟ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت یا غروب کے بعد کا وقت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عصر کے بعد غروب سے پہلے کا وقت مراد ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۳ھ۔

(۱) "(والقول الثاني) وهو قول السدي: إن هذه الحياة الطيبة إنما تحصل في القبر". (التفسير الكبير، الجزء ۲۰، ص ۱۱۳، دارالكتب العلمية، طهرات)

(۲) "المساء وهو إقبال الليل بظلامه، وعند الصباح وهو إسفار النهار عن ضيائه". (ابن كثير: ۲۸۳، الجزء الحادي والعشرون، مكتبة دار السلام)

(روكداھی روح المعانی، ۱۵۲/۳، دار احیاء التراث)



قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مقہوم

سوال [۱۱۰۰]: ۱۔ کیا ان آیات مقدسہ میں اللہ عزوجل نے جو الفاظ فرمائے ہیں وہ واقعی عظیم رسالت کی سبکداری، عصمت نبوت کی دراندگی، یا انبیاء علیہم السلام کی کفار و مشرکین کے ساتھ ہابست، پامالی اور بے وزنی ظاہر کرنے کے لئے فرمائے گئے ہیں، یا پھر ان ہی لفظوں کو بطور اظہار کے عظیم رسالت و نبوت فرما کر مرسلین کے صادق الصدوق و مقہوم محمود میں ہونے کی شہادت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱)۔ ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَنَقْطَعَنَّ مِنْهُ أُنُوفًا﴾ الخ (۲)۔ (ای طرح دیگر آیات مقدسہ)

وہا کے الفاظ والی صفات کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھیں؟ (نعوذ باللہ)

سوال [۱۱۰۱]: ۲۔ کیا ان دعاؤں میں ذات اقدس ﷺ نے جو الفاظ ادا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں سے بچانے اور جس جس نیکی کی زیادتی کے لئے فرمایا ہے، کیا نعوذ باللہ ذات رسالت ﷺ میں حقیقی ان باتوں کی کسی بیشی تھی؟ پھر جیسے ”انی ذلیل“ وغیرہ فرمایا ہے تو کیا حقیقی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہی ذات مقدسہ کو کما حقہ ان الفاظ سے متعفف تصور فرما کر بطور شہادت ان کا اظہار فرمایا ہے؟ یا ہم کنگاروں کو دعا کرنے کے طور پر طریقے اور سلیقے سمجھا لے؟ ”اللہم انی أعوذ بک من عذاب الکفر والفقر، ومن عذاب النقص“ (۳)۔ ”اللہم انی ضعیف فقوئی، وانی ذلیل فأعزنی، وانی فقیر فأرزقنی“ (۴)۔ ”ایک رنی فحینی، وفی عسی لک فذللی، وفی أعین الناس فعضمی، ومن سئی الأحلاقی فحنی“ (۵)۔

(۱) (الأَنْعَام: ۸۸)

(۲) (الحَافَةِ: ۳۳-۳۶)

(۳) (عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول فی دبر صلاۃ الصبح، رقم ۱۱۱، ص ۱۰۰، مکتبہ الشیخ)

(۴) ”رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ أبوداؤد الأعظمی وهو ضعیف حدیثاً“۔ (مجمع الزوائد، باب الاجتهاد فی الدعا ۱۰/۴۹۱، ۱۸۴، دار الفکر)

(۵) ”عن ابن لال فی مکارم الأخلاق۔ وسندہ ضعیف“ (کنز العمال: ۲۰/۲۸۸، رقم ۵۰۸۷، مکتبہ التراث الاسلامی)

”اللهم اجعلني صبوراً، واجعلني شكوراً، واجعلني في عيني صغيراً وفي أعيني الناس كبيراً“ (۱)۔ اسی قبیل کی دیگر دعائیں۔

ہم نے باطنی قرآن مجید سے اس آیت مقدسہ کا مطلب و مفہوم یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے امراض اور شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لئے اور اپنے مرسلین کی عظمت و رفعت کی شہادت کے طور پر فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ نبی من و عن تمہارے رب کی باتیں تمہیں سناتے ہیں، اس میں ذرہ برابر پھیر نہیں کرتے، نہ وہ غبی ہیں نہ خائن کہ کئی بیشی کرتے، اس لئے تم ان کی ہر بات کو وحی سمجھو، یقین رکھو کہ یہ تمہارے رب ہی کی طرف سے ہے وہ اس لئے کہ ہمارا خیال ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس میں لفظ ”اگر“ شرط ہے اگر ایسا کرتے تو ہم ایسا کرتے، مگر نہ نبی نے ایسا کیا، نہ کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے قریب ان کا وہ مقام ہے جس کو ہم ہی جانتے ہیں اور اس لفظ شرط ”اگر“ نے ہمارے نفس خیال کے تحت اس آیت کی بڑی وضاحت کے ہمراہ تشریح و تفصیل ظاہر کر دی ہے کیونکہ شرط کے ٹوٹنے پر مشروط کا مقام بھی بدل جاتا ہے، جیسے جرم ثابت ہو تو سزا واجب ہے ورنہ باعزت بری ہے یا پھر جیسے ﴿إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الظَّالِمِينَ حَبِطَ أَجْرُهُمْ﴾ میں ظلم و جہول ہی تحسین و تعریف کے مظہر و ضامن بن کر رہ گئے ہیں یعنی بار امانت اٹھانے پر بطور سرزنش، تاویب و اظہار ناراضگی کے ظلم و جہول نہیں فرمایا گیا بلکہ بڑائی اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اس کی نادانی و نا سمجھی نے بھی اتنا بڑا کام کیا کہ جس بار امانت کو زمین و آسمان نہ اٹھا سکے اس نادان و کمزور نے اٹھا لیا۔

مزید دعائیں ان دعاؤں کے سلسلہ میں ہم آج بھی اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرک، کفر، فسق، فجور، گناہ، کبر، نخوت، غرور، خود رائی، بے صبری، ناشکری وغیرہم قسم کی مقہورانہ خصائیس، معتبہ بانہ عادتیں ایسی ہیں جن کے ملعونانہ و مردودانہ جراثیم ہم ہی میں پیدا ہو سکتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ ان معذوبانہ و مغضوبانہ خباثت سے ہمیشہ منزہ و مبرا رہی ہے اور ایسی کہ سبواً بھی اس کا سایہ اسوہ مرسلین پر نہ پڑ سکا، نہ پڑ سکتا تھا، اس لئے ہی ہمیں اس بات پر یقین ہے، نہ صرف یہ کہ نبی معصوم ہوتا ہے بلکہ معصوم صرف نبی ہی ہوتا ہے، پھر یہ کہ حالات

(۱) (مجمع الروائد بلفظ: ”اللهم اجعلني شكوراً واجعلني صبوراً“۔ الحديث. رواه الترمذی، وفيه عقة

س عبدالله الأصم وهو ضعيف، وحسن البزار حديثه“۔ باب الاجتهاد في الدعاء: ۱۸۱/۱)

ہمارے ہی موبید نظر آرہے ہیں یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اس قدر اور بے اندازہ عطا فرمایا تھا کہ پوری دنیا بھی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی بعض امتیں کو جنت کی بشارت دیدی گئی، فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے، تخت و تاج قدموں پر آکر گرے۔

پھر اس صورت حال کے پیش نظر عذاب قبر، کفر، فقر، ذلت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا ان دعاؤں کے الفاظ کا صحیح رخ پر براہ راست رسالت و نبوت کے منصب و مقام کی طرف کس طرح ہو سکتا ہے، اس لئے بالیقین رب ارحم الراحمین نے ہمیں اپنے نبی کے ذریعہ دعائیں لگنے کے طریقے سکھائے تاکہ ہماری تمام تر ذلتوں اور رویسیابیوں کے بعد بھی ہم پر فضل و کرم، عطا و بخشش، عنود و درگزر کے باب کھل سکیں، لیکن ہمارے بعض بزرگ ہمارے خیال کی قطع نفی کر رہے ہیں اور اس امر پر مصر و بضد ہیں کہ ان آیات کا رخ براہ راست مقام رسالت کی طرف اس انداز و احوال سے ہے جس سے اہانت سبکی کا اظہار واضح اور ظاہر ہے۔ بیٹو! تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

خدائے جل و علا نے جس مادے سے انسان کے اعضاء کو پیدا کیا اس کے قلب کو اس سے لطیف مادے سے پیدا کیا، اس وجہ سے قلب میں لطافت زیادہ ہوتی ہے اور جس مادے سے عامہ مومنین کے قلوب بنائے جاتے ہیں خواص و اولیاء کے اجسام اس مادے سے بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف مادے سے بنتے ہیں جن میں الہامات و معارف کے برداشت کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور جس مادے سے خواص و اولیاء کے قلوب بنتے ہیں اس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں جن میں وحی الہی اور نزول ملائکہ کی برداشت ہوتی ہے اور جس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب بنے اس مادے سے سید الانبیاء و مرکز نبوت امام المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر تیار ہوا تو آپ کا جسد اطہر اور زیادہ لطیف مادے سے بنا جس میں معراج، اوادنی، وقاب قوسین اور رویت کے برداشت کی طاقت تھی، وہاں حیات طیبہ نورانی نور ہے، شک و وہم معصیت کی ظلمت کی محال نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا پڑھی: یا مقرب القلوب ثبت قلبي علی دینک (۱) وغیرہ

(۱) "ام سلمة تحدث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكثر في عداثة أن يقول: "اللهم مقرب القلوب ثبت قلبي على دينك". قالت: قلت: يا رسول الله! أو أن القلوب لتقلب؟ قال: "نعم، ما من

تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو ہم پر کچھ ذرہ بدل جانے کا؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی ان دعاؤں کا محمل یہی قرار دیا کہ تعلیمات امت کے لئے ہیں۔ جہاں جہاں "لنفس انفس کنت" وغیرہ ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دوسرے آدمیوں کو خطاب ہے، نیز نہ ماننے والوں کو تبدیہ ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ آیات قرآنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں، یہ بات نہیں کیوں کہ جو شخص ایسا کرے گا ﴿لَا يَخْدُنَا مِنْهُ بَاطِلٌ﴾، نیز منطقی قاعدہ سے مقدم اور تاہی کے درمیان تاہی کا تحقق لازم نہیں صرف علامت بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر فلاں چیز ہو تو اس پر فلاں چیز مرتب ہوگی جیسے: ﴿وَإِنْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (۱) تاکہ اگر تعدد والہ ہوگا تو اس پر تعدد مرتب ہوگا حالانکہ نفس الامر میں تعدد والہ نہ محال ہے، نیز تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ جل جلالہ کے سامنے حقیر اور ذلیل سمجھے، حدیث قدسی میں ہے: "الكبرياء ردائي" (۲)۔ نیز دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ "جس کے دل میں ذرا بربار تکبر ہوگا اس کو جہنم کی آگ میں جلا کر جب تک سارا تکبر ختم نہیں کر دیا جائے گا وہ جنت میں جانے کا اہل نہیں ہوگا" (۳)۔ امید ہے کہ آپ کے اشکالات کی تفسی کے لئے یہ مضمون کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلاء العہد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۹۹ھ۔

= خلق الله من نسي آدم من بشر إلا أن قلبه بين أصبعين من أصابع الله". الحديث. (مسند الإمام أحمد رقم الحديث ۳۲۸۷، دار احیاء التراث العربی)

"وعن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول: "يا مغلب القلوب أبيت قلبی علی دیک"، فقلت يا نبي الله! فهل تخاف علينا؟ قال "نعم، إن القلوب بين إصبعين من أصابع الله يشلها كيف شاء". رواه الترمذی وابن ماجه". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالغدر، الفصل الثاني، ص: ۲۲، قدیمی)

(۱) (الأنبياء ۲۲)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الاول، ص: ۳۳، قدیمی)

(۳) "ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". رواه مسلم". (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق)

کیا ﴿تَبْتَ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ کو سنا ہے؟

سوال [۱۱۰۲]: سورہ لہب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو کوسا ہے اور کوسا وہ ہے جس کو سزا دینے پر قدرت نہ ہو جیسے کہ ”تیرا بیڑا غرق ہو، تیرا ناس ہو“ وغیرہ۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قادر ہے تو اس کو کوسنے کی کیوں ضرورت پیش آئی، سزا دینا۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ﴾ (۱) نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب کو بلایا، اہل خاندان جمع ہو گئے، اول اپنے صدق کا اقرار ان سے لیا پھر عذاب خداوندی سے ان کو ڈرایا، اس پر ابولہب نے کہا تھا: ”نَسَا لَكَ سَائِرُ الْيَوْمِ، الْهَذَا حِمَمَتُنَا“، اس کے اس مقولہ کا جواب اللہ پاک نے دیا ﴿تَبْتَ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ یہ کوسنا نہیں بلکہ اس کی سخت بات کا جواب ہے (۲) اور اس کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ سے کر دکھایا کہ اس کو اور اس کی بیوی کو کس طرح ہلاک کیا اور: ﴿رَأَىٰ ذَاتُ لَهَبٍ﴾ آخرت کے لئے ہے، اس کا وہاں میں یقین اور حق یقین حاصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب دین محمد دیوبند، ۵/۳/۹۱ھ۔

(۱) (الشعراء: ۲۱۵)

(۲) قال الإمام أحمد: ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ”لما نزل الله عز وجل: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ قال: أتى السبي صلى الله تعالى عليه وسلم الصفا، فصعد عليه، ثم نادى ”يا صاحبا“ فاجتمع الناس إليه بين رجل يحمي إليه، وبين رجل يبعث ورسوله، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”يا بني عبد المطلب! يا بني فهر! يا بني لؤي! أرايتكم لو أحررتكم أن خلائ سفح هذا الجبل تريد أن تعبر عليكم، صدقتموني“ قالوا: نعم. قال: ”فإني نذير لكم بين يدي عذاب شديد“ فقال أبو لهب: نسا لك سائر اليوم، أما دعوتنا إلا لهذا؟ فأُنزل الله عز وجل: ﴿تَبْتَ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبْ﴾.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۰۷/۱، دار إحياء التراث العربی)

(وكذا في تفسير روح المعاني: ۲۶۰/۳۰، دار إحياء التراث العربی)

(و تفسير ابن كثير ۳/۷۳، دار الفحاء دمشق)

## قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل

سوال [۱۱۰۳]: عام طور سے مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف واقع نہیں ہے مگر ہم ذیل میں وہ اسباب درج کرتے ہیں جس سے شروع زمانہ میں قرآن میں تحریف واقع ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم جو سورہ بکمل کی تیسویں آیت کا جزا اور وحی ہے، قرآن کی ترتیب دینے میں ہر سورہ (سوائے سورہ توبہ کے) شروع میں اضافہ تحریر کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید خدا کا نام لے کر شروع کیا جائے، ورنہ وہ نہ وحی ہے، نہ کسی سورت کی آیت ہے اور نہ قرآن نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ "بسط" (۲۰۲۴۵)، "بسط" (۷-۶۹)، "ہم المصبطرون" (۳۷-۵۲)، "المصبط" (۸۸-۲۴) ان الفاظ کا صحیح الٹا "س" سے ہونا چاہئے۔ اور قرأت نماز میں "س" ہی کا تلفظ صحیح ہے، مگر کاتبان وحی نے ان کو "ص" سے لکھا۔

۳۔ قرآن کے ۲۵/مقامات جن میں الف کا نہ پڑھنا ضروری ہے، اگلے صفحہ میں نقشہ میں ملاحظہ

فرماویں:

بسم اللہ	ملانہ	لشائ	ثمود	بنس الاسم
۳-۱۹۲	۷-۱۰۳	۱۸-۲۳	۲۹-۳۸	۴۹-۱۱
افانن مات	لا او ضعوا	لکنا هو اللہ	لیو موافی	ثمودا
۳-۱۴۴	۹-۴۷	۱۸-۳۸	۳-۳۹	۵۳-۵۱
لا الی اللہ	ان ثمودا	افانن مات	لا الی الحیم	لا انتم
۳-۱۵۸	۱۱-۶۸	۲۱-۳۴	۳۷-۶۸	۵۹-۱۳
ان تووا	أعم لتتلوا	ثمودا	لیلوا	سلسلا
۵-۲۹	۱۳-۳	۲۵-۳۸	۴۷-۳	۷۶-۴
من نبائ	لن ندعوا	لا اذبحہ	یلوا	فواریرا
۶-۳۴	۱۸-۱۴	۲۴-۲۱	۴۷-۳۱	۷۶-۱۵

ان مقامات میں کاتبان وحی نے الف کو بے ضرورت زیادہ لکھ کر وحی میں تحریف واقع ہونے کا

موقع دیا۔

۴ "سبحی نسومیں" کو قرآن میں اس طرح لکھا ہوا ہے: "سبح المؤمنین" (۸۸-۱۲) یہاں اخیر کی یہ حذف آروی گئی ہے۔

۵ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ﴿لَا يَسْتَوِي السَّاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسَاهِدُونَ﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے درمیان میں ﴿غَيْرِ أُولَى الضَّرَرِ﴾ کا اضافہ فرمایا۔

۶ علامہ یہ قوت نے معجم البدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے "وَالْأَزَى وَمَنَاةُ ثَلَاثَةَ الْأَخْسَرِ، هُوَ لَا يَغْنِيكَ نَعْمِي، وَإِنْ شِئْنَا عَيْنُ لُتْرَحِي" (۱) بعد میں اس عبارت کے اندر تحریف واقع ہوئی، آخر کے حصہ کو مطلق نکال دیا گیا اور بقیہ عبارت کے الفاظ کو بدل کر موجودہ قرآن کی آیات (۱۹-۵۳) اور (۲۰-۵۳) کی شکل میں بدل دیا گیا۔

۷ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿غَيْرِ الْمَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کو "غیر المعضوب علیہم وغیر الضالین" پڑھا ہے۔

۸ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الذَّنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱۰۴-۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "یعبدون" کو "بہر فون" پڑھا ہے، کیا قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے؟

۹ جو حضرات قرآنی آیتوں کی منسوخیت کے قائل ہیں وہ منسوخیت پر ذیل کی آیات سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ صریحاً غلط ہے، یہاں صرف اس طرف اشارہ ہے کہ اگلی کتابوں کے احکام منسوخ ہوئے نہ کہ قرآن کی آیات یا ان کے احکام، نسخ کے معنی زائل، یا رفع کرنے کے ہیں یعنی ایک آیت کی غلط فہمی کو دوسری آیت نسخ (زائل) یا رفع کر دیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنی پوشیدہ ہوں اور وضاحت کے ساتھ نہ ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو ظاہر اور واضح کر دیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنی عام ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو خاص کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسخ کے یہی معنی ہیں۔ صراحت فرمائیں کیا نسخ کے یہ معنی صحیح ہیں؟

۱۰ لفظ اللہ لغت کے اعتبار سے نہ کسی دوسرے لفظ کا مخرب و مشتق ہے، نہ دو لفظوں کا مرکب ہے، نہ اس کی تدکیر و تانیث ہے، نہ اس کی جمع ہے۔ جتنی ذات ہے ویسا ہی اس کا نام ہے۔ یا مذوات ہے صحیح فرمائیے۔

۱۱۔ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال کر چکے، ان کی وفات کے بارے میں جو آیات صاف صاف دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۳-۵۵) (۵-۱۳) (۵-۱۱۷) اور (۱۹-۳۳) اور جو آیات ان کی وفات کے بارے میں کنایہ دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں (۳-۱۹۹) اور (۵-۷۵) اور (۱۵-۲۱)۔ ہاں صلیب پر ان کی وفات کی نفی قرآن میں موجود ہے (۹-۱۵۹)، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان پر سرے سے طبعی موت واقع نہیں ہوئی، اوپر کی آیات کے تحت ان پر طبعی موت لاحق ہوتی ہے، اسی طرح حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام انتقال کر چکے۔

آیت: (۱۶-۵۷) میں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف مرتبہ نبوت پر فائز کرنا مراد ہے نہ کہ زندہ مع جسم آسمان پر اٹھالینا یا اٹھالینے سے مراد ان کی معراج جو جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھائے گئے معراج میں، ہاں قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ عام طور پر کل انبیاء کرام اور شہداء کرام طبعی موت کے بعد بھی اس عالم میں زندہ اور حیات ہیں مگر اس حیات کا علم صرف خدا کو ہے (۲-۱۵۹)۔

ہر ذی حیات اپنی طبعی موت کے بعد اس عالم میں تو فانی ہو جاتا ہے مگر دوسرے عالم میں زندہ رہتا ہے، مگر انبیاء کرام اور شہداء کرام اس عالم اور اس عالم دونوں میں زندہ رہتے ہیں تو ان دونوں عالم میں انبیاء کی اس حیات کا منکر ہوں کہ ان کی پیدائش سے لے کر اب تک بدون طبعی موت کے زندہ ہیں، میں اس حیات کا قائل ہوں کہ وہ پیدا ہوئے زندہ رہے، طبعی موت واقع ہوئی، اس کے بعد بھی دنیا و آخرت دونوں میں زندہ ہیں جیسے کل انبیاء کرام، شہداء کرام، صحیح عقیدہ سے مطلع فرماویں۔

۱۲۔ فرعون غرق ہوتا ہوا ایمان لاتا ہے اور با ایمان غرق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاش کو دریا میں ختم ہونے کے بجائے دریا سے نکال دیتا (۹۲-۹۱) (۹۰-۱۰)۔ چونکہ وہ آخری وقت پر ایمان لا کر شہید ہوا ہے، اس لئے اس کی لاش جوں کے توں ایک نشانی کے لئے اب تک محفوظ ہے اور وہی ایک (mummy) (مسئلہ لگا کر محفوظ رکھی ہوئی لاش) ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۱۳۔ ﴿یَا سَاحِبِ کُرْسِیِّ﴾ (۹۰-۱۸) اور (۱۹-۱۸)۔ کیا ان آیات کے تحت قرآن کریم بھی رسول کا کام ہے؟

۱۴۔ ﴿وَمَا مَنَعَكَ یَا کَافِرٌ﴾ (۱۰۸-۱۰)۔ کیا حکم قرآن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم





۳۔ "الحطان لا يقاسان: خط العروض وخط القرآن"۔ خط قرآن کو دوسرے عام خط پر قیاس کرنا درست نہیں، یہ تو قیسی ہے (۱) اور اس کو تحریف کہنا قاطع ہے۔

« الفن فی ست قواعد: وھی الحذف، والزیادة، والهمز، والبذل، والفصل والوصل، وما فیہ قراءتان فقیء علی إحدهما - - قاعدة الحذف: حلاصتها أن الألف تحذف من باء النداء نحو: يا أيها الناس - - وتحذف الواو: إذا وقعت مع واو أخرى فی نحو (لا یسترون) قاعدة الزیادة قاعدة ما فیہ قراءتان: حلاصتها أن الكلمة إذا قرئت علی وجهین، تكتب برسم أحدهما، كما رسمت الكلمات الآتية بلا ألف فی المصحف و فی: (مالک يوم الدين) الخ - - الفائدة الأولى: الدلالة فی القراءات المتشعبة فی الكلمة والواحدة بقدر الإمكان، وذلك أن قاعدة الرسم لو حظ فیها أن الكلمة إذا كان فیها قراءتان أو أكثر كتبت بصورة تحتل هاتین القراءتین أو الأكثر، فإن كان الحرف الواحد لا یحتمل ذلك بأن كانت صورة الحرف تختلف باختلاف القراءات جاء الرسم علی الحرف الذی هو خلاف الأصل، وذلك لیعلم جواز القراءة به وبالحرف الذی هو الأصل، وإذا لم یکن فی الكلمة إلا قراءة واحدة بحرف الأصل رسمت به الخ"۔ (مناهل العرفان فی علوم القرآن، ۳۶۶، ۳۶۷/۱، دار إحياء التراث العربی)

(وقال البيهقي في شعب الإيمان من يكتب مصحفاً فيسقى أن يحافظ على الهجاء الذي كتبه هذا المصحف ولا يخالفهم فيه، ولا يغير مما كتبه شيئاً فإنهم كانوا أكثر علماً وأدق قلباً ولساناً وأعظم أمانة مما فلا ينبغي أن تطعن بأنفساً استدلالاً عليهم، الإتيان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الحظ: ۳۶۸، ۳۶۸/۲، مشورات ذوي القربى)

(وكذا في مناهل العرفان: ۳۷۱/۱، دار إحياء التراث العربی)

(۱) "هل رسم المصحف توقيفي؟ - - الرأي الأول: أنه توقيفي لا تجوز مخالفته، وذلك مذهب الجمهور، واستدلوا بأن النبي ﷺ كان له كتاب يكتبون الوحي، وقد كتبوا القرآن فعلاً بهذا الرسم، وأقرهم الرسول على كتابتهم الخ" (مناهل العرفان في علوم القرآن: ۳۷۰/۱، دار إحياء التراث العربی)

"إن الحظ توقيفي لقوله تعالى: (عَلِّمُوا الْقَلَمَ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ) (سورة العلق ۵، ۳) (ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ) (سورة القلم ۱)، وإن هذه الحروف داخلية في الأسماء التي علم الله آدم الخ"۔

(الإتيان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون: ۳۶۸/۲، ذوي القربى)

وفي مناهل العرفان: "إنه توقيفي، لا تجوز مخالفته، وذلك مذهب الجمهور"۔ (مبحث هل

رسم المصحف توقيفي؟: ۳۷۱/۲، دار إحياء التراث العربی)

۴ مثل ۳ نمبر ہے۔

۵ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "عمر بن ابی الصرور" بذریعہ وحی فرمایا ہے، اپنی طرف سے بلا وحی کے نہیں فرمایا ہے (۱) پس اس کو تحریف کہنا قطعی ہے۔

۶ امامہ آنوی (۲)، علامہ بغوی، امام رازی (۳)، حافظ ابن کثیر (۴)، حافظ عینی (۵) رحمہم اللہ

(۱) "الصرور" المصروض والعلیل النبی لا سبیل معہا إلی الجہاد، وقد نزلت الآية و لیس فیہا (عمر أولی الصرور) ثم رسول بعد، قال زید بن ثابت کنت أکعب بین یدی النبی ﷺ فی کتب: (لا یستوی الفاعدون من المؤمنین والمجاهدون) وابن أم مکتوم عبد النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ! قد أنزل اللہ تعالیٰ فی فصل الجہاد ما أنزل و أنا رجل صریح، فهل لی من حصص؟ فقال النبی ﷺ "لا أدری" قال زید، و قلمی رطب ما حف حنی غشی النبی ﷺ الوحی، و وقع فحذه علی فخذی حتی کادت تدق من ثقل الوحی، ثم حلی عند، فقال لی: "أکعب یا زید: (غیر أولی الصرور)" (تفسیر روح المعانی، سورة النساء ۱۲۱: ۵، دار الفکر)

(و کذا تفسیر ابن کثیر، ۱: ۸۸، دار السلام، ریاض)

فقال الإمام ابن کثیر "عن الرء، قال لما نزلنا: (لا یستوی الفاعدون من المؤمنین) دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، زیداً فکتبها، فحاء ابن أم مکتوم فشکا ضاررته، فأمر اللہ (غیر أولی الصرور)" (تفسیر ابن کثیر، ۱: ۸۸، دار السلام، ریاض)

(۲) "وقد أنکر کثیر من المحققین هذه القصة و قال القاضي عیاض فی الشفاء یکفیک فی توہین هذا الحدیث أنه لم یجرحه أحد من أهل الصحة هدامن وضع الزنادقة"، (روح المعانی، ۱: ۲۶۲، ۲۶۳، دار الفکر)

(۳) "أما أهل التحقيق فقد قالوا: هذه الرواية ماطلة موضوعة، و احتجوا علیہ بالقرآن والسنة و المعقول الخ"، (التفسیر الکبیر للرازی، ۱۳: ۵۰، دار الکتب العلمیة)

(۴) "قد ذکر کثیر من المفسرین ههنا قصة العریق و لکنها من طرق کلها مرسلة، ولم ارها مسندة من أحد صحیح، و قد سألها بغوی فی تفسیرہ ثم سأل ههنا سؤالا کبف وقع مثل هذا مع العصمة المضمونة من اللہ تعالیٰ الخ"، (تفسیر ابن کثیر، ۳: ۱۹۹، دار العلم)

(۵) "و قال ابن العریمی: ذکر الطبری فی ذلك روايات كثيرة باطلة لا أصل لها، و قال عیاض هذا =

تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے۔

۸۷۔ یہ تفسیر ہے، تحریف نہیں (۱)۔

۹ نسخ کے معنی مذکور بیان کرنے سے اگر یہ مقصد ہے کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ نہیں ہوئے تو یہ غلط ہے، کتب حدیث اور تفسیر میں منسوخ شدہ الفاظ بھی سند کے ساتھ منقول ہیں (۲)۔

» الحديث لم يحرره أحد من أهل الصحة، ولا رواه ثقة بسند سليم متصل مع ضعف بقلته واضطراب رواياته وانقطاع إسناده قلت الذي ذكره هو الدلائل محالة قدر السيوطي، فإنه قد قامت الصحة واجتمعت الأمة على عصمته » نراه عن مثل هذه الرواية الخ. (عمدة القاري للنبي. كتاب تفسير القرآن، سورة الحج. ۵/۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(و کذا فی فتح الباری لاس حجر، کتاب التفسیر: ۵۶۱/۸، ۵۶۲، قدیمی)

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "عن الأسود عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه أنه كان يقرأ. وغير السمعطوب عليهم وغير الضالين). وكذلك حكى عن أبي بن كعب أنه قرأ كذلك، وهو محمول على أنه صدر منهما على وجه التفسير". (تفسير ابن كثير: ۵۳۱، ۵۳، دار السلام)

» وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون« . وقال محاهد: "إن معنى (ليعبدون) ليعرفون، وهو محاذ مرسل هي المعرفة الحاصلة بعبادته تعالى لا ما يحصل بغيرها كمعرفة الفلاسفة" (روح المعاني: ۲۰، ۲۱، دار احیاء التراث العربی)

(۲) "والنسخ في أحكام الشرع جائز صحيح عند المسلمين أجمع". (أصول فخر الإسلام على هامش كشف الأسرار: ۱۵۷، ۳، صدف پبلشرز)

"وفي هذا النوع مسائل: الأولى: يرد النسخ بمعنى الإزالة، ومنه قوله: ﴿فإنسخ الله ما بقلی الشیطان لم یحکمہ الله آیاتہ﴾ ومعنى التبديل، ومنه: ﴿واذا بدلنا آية مكان آية﴾ ومعنى

التحويل ومعنى النقل من موضع إلى موضع وقد أجمع المسلمون على حواجة السابعة النسخ في القرآن على ثلاثة أضرب: احدها مانسخ تلاوة وحكمه معا الصرب الثاني مانسخ حكمه دون تلاوته الصرب الثالث مانسخ تلاوته دون حكمه اهـ. (الاتقان في

علوم القرآن، النوع السابع والأربعون في نسخه ومسوحه: ۳۰-۳۷، دوى القرني)

(و کذا فی فوز الکبیر، ص ۳۰-۳۶، قدیمی)

۱۰۔ قول راجح یہی ہے، دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہیں (۱)۔

۱۱۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے، وہ پھر اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور کافی مدت قیام کریں گے، اس کے بعد ان پر موت طاری ہوگی ”عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ (۲) میں اس پر نہایت قوی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

۱۲۔ موت کو دیکھ کر ایمان لاتا معتبر نہیں، قرآن پاک اور حدیث شریف اور فقہ سے ایسا ہی ثابت ہے، فرعون کا ایمان بھی معتبر نہیں ہے۔ اس کی لاش کو بابر نکال کر چھینک دینا اس واسطے تھا کہ دنیا دیکھے کہ یہی ہے جو خدا کی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کا جسم سیسے بس اور سبے جس و حرکت پڑا ہوا ہے، اور آج بھی وہ ہر ت کا ذریعہ ہے، تاکہ کوئی ذی عقل اس قسم کا دعویٰ نہ کرے (۳)۔

(۱) (تفسیر البیضاوی، ص ۳، ۵، میر محمد کتب خانہ)

”اللہ غلّم علی الرب نیارک وتعالی، فقال: إنه الاسم الأعظم، لأنه بوصف جميع الصفات وقد احتار الراوی أنه اسم غیر مشق الذنة، قال: وهر غیر الخلیل و سیبویه وأکثر الاصولیس والفقہا“ اھ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱، ۱۹، ۲۰، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(۲) (عقیدۃ الاسلام للشیخ ابو الکشمیری، ص: ۳۵، ۳۶، من مجموعۃ رسائل الکشمیری، المجلد الاول، (دار القرآن)

(و کذا فی التفسیر المطہری: ۲/۵۷، حافظ کتب خانہ)

(و الملخص الحبر للناظر ابن حجر، ص ۳۱۹، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

”انی متوبک ووافک الی“ فقال قتادة وعبره هذا من السقدم والمؤخر، تقدیر: ”انی رافعک الی“ ومتوبک بعد ذلک۔“ وقال الاکثرون المراد بالوفاة ههنا اليوم۔ (تفسیر ابن کثیر ۳۶۶/۱، سہیل اکیڈمی،

(۳) ”وتر اکمت الامواج فوق فرعون، وغشیه سكرات الموت، فقال وهو کذا الک۔“ آمنت انه لا إله الا الذي آمنت به بنو إسرائيل، وأنا من المسلمين۔“ قامن حيث لا يبعثه الإيمان، ولا تكون لمن حلفك أبداً، ای لشکون لنی اسرائیل دلیلاً علی مولک و هلاکک، وأن الله هو القادر الذي ناصبه کل دابة مبددة، وأنه لا یقوم بعضه شیئ۔“ (تفسیر ابن کثیر ۵۶۶/۲، ۵۶۷، دار السلام ریاض)

۱۳۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی کتاب ہے، اس نے نازل فرمائی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو لوگوں کو سنایا، سمجھایا اور اس پر عمل کیا۔ قرآن پاک میں اس کی جگہ تشریح ہے، اپنی طرف سے بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا (۱)۔ ایسا کرتے تو سخت گرفت میں آجاتے، یہ بھی صراحت مذکور ہے (۲)۔

۱۴۔۔۔ روزِ جزاء میں شفاعت قرآن پاک (۳) اور حدیثوں سے ثابت ہے (۴)۔

۱۵۔ آپ نے اس کا حدیث ہونا کہاں سے معلوم کیا ہے؟ یہ حدیث نہیں ہے۔

**تنبیہ۔** قرآن پاک کا بغیر استاذانہ، ماہر کے از خود مطالعہ کرنے اور ترجمہ دیکھنے سے نیز بغیر دین

(۱) ”(وہ یستطیع عن الہوی)“ ای ما یقول قولاً عن ہوی وغرض (إن ہو إلا وحی یوحی)؛ ای لما یقول ما أمر بہ یملغہ الی الناس کاملاً موفوراً من غیر زیادة ولا نقصان“ (تفسیر ابن کثیر، ۳/۵۱۵، دار السلام ریاض)  
(کذا فی مسند أحمد: ۲/۱۶۲، دار احیاء التراث العربی)۔

وقولہ تعالیٰ: ”انہ لقلول رسول کریم“ یعنی أن هذا القرآن لتبلیغ رسول کریم، ای ملک شریف حسن الخلق بھی النظر، وهو جبریل علیہ الصلاۃ والسلام، کذا فی مسند الإمام أحمد“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۶۱۷، دار السلام ریاض)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ﴾؛ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم لو کان کما یزعمون مفتراً عَلَيْنَا، فَرَادَی الرِّسَالَةَ أَوْ نَقَصَ فِيهَا، أَوْ قَالَ شَيْئاً مِنْ عِنْدِهِ فَفَسَدَ إِلَيْنَا وَلَيْسَ كَذَلِكَ لِعَاجِلِنَا بِالْعُقُوبَةِ، لِهُذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَا حِجْنَاهُ بِالْيَمِينِ﴾ قیل: معناه لا نمنعنا مہ بالیمین؛ لأنها أشد فی الطش“۔ (تفسیر ابن کثیر، ۳/۵۳۷، دار السلام)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَوْمَئِذٍ لَّنَفْعُ الشَّفَاعَةُ لِأَمِّنْ أذن له الرحمن ووصى له قولا﴾ (سورة طه: ۱۰)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿لَمَّا تَفَعَّلَ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (المذثر: ۳۸)

(۴) ”عن أنس أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”شفاعتی لأهل الکبائر من أمتی“؛ ای شفاعتی النبی تنجی الہالکین محتضہ بأهل الکبائر، وقد جاء الاثار الذی بلغت محمود عا الثورات لصحة الشفاعۃ فی الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السنة والجماعة“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۵۶۳/۹، رشیدیہ)

اسلام میں مہارت حاصل کئے اس باطل کی کتاب میں مطالعہ کرنے سے اس قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اس سے پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن محمد بن عبد اللہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۶/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین عثمانی عنہ۔

تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے

سوال [۱۰۰۳]: کیا تعلیم یافتہ مسلمان مرد جس کو اردو انگریزی، ہندی تھوڑا بہت عربی سے تعلق ہو وہ آدمی تفسیر قرآن کو بیان کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے بیان القرآن یا ان کثیر مظہری وغیرہ کا، یعنی دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو یا مسجد میں چند آدمیوں کو پڑھ کر سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح درج قرآن وغیرہ اس کے پڑھنے کے لئے کیا عالم ہونا شرط ہے، یہ تعلیم یافتہ مرد بھی کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کا ترجمہ یا تفسیر، شخص بیان کرے جس نے ترجمہ یا تفسیر استاد سے حاصل کیا ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے قرآن کریم کی تفسیر کو حاصل کرنا اور پھر بیان کرنا مناسب نہیں (۱)۔ قرآن کریم کو دیگر کتب کی طرح نہ سمجھیں اس کی شان بہت بلند ہے، اس کے لئے بہت علوم کی ضرورت ہے (۲)۔ جو حضرات ذاتی مطالعہ سے اس کو سمجھتے ہیں اور سمجھاتے ہیں وہ بہت غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الامام العبد محمد بن محمد بن عبد اللہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۶/ ۱۴۰۶ھ۔

(۱) قال العلامة السبوطی رحمہ اللہ تعالیٰ: "ختلف الناس فی تفسیر القرآن هل یجوز لكل أحد الحول فیہ؟ فقال قوم لا یجوز لأحد ان یناطی تفسیر شیء من القرآن وإن کان عالماً أدباً متبعاً فی معرفۃ الأدلة واللفظ والنحو والآثار، ولیس له إلا ان ینتہی الی ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک". (الإتقان فی علوم القرآن ۲/ ۳۵۹، ذوی القربی)

(۲) (تقدیم تحریر تحت عنوان "قرآن تفسیر")

۴ یہ تفسیر کے لئے دیکھئے: روح المعانی: ۱/ ۱۳، فتح الباری: ۸/ ۱۵۵

## شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا

سوال [۱۱۰۵]: کوئی طالب علم شرح جامی و کنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے، کیا ان کے لئے یہ جائز ہے کہ قرآن مجید تلاوت کرتے وقت قرآن کا ترجمہ کرنا خود سمجھتا ہے اور دوسروں کو سمجھاتا ہے، اگر یہ امر جائز ہو تو اس تقدیر پر حرام ہے یا مکروہ؟

مولوی ولی اللہ احمد رکانی فرماتے ہیں یہ امر جائز ہے اور وہ فرماتے ہیں اگر قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہو تو میرے خیال میں عدم جواز نہ ہوگا، کیونکہ تفسیر پڑھنے کی غرض قرآن کے معنی سمجھنا ہے، جب اس شخص کو تفصیل خود سمجھنے کی توفیق ہے، فلا حاشا ذی التفسیر۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کون سی تفسیر پڑھے ہوئے تھے، وہ حضرات کیا قرآن کا ترجمہ کر کے تبلیغ دین نہیں فرماتے تھے۔

عبدالحفیظ اس امر کو ناجائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے ہزار بیغ فصیح کیوں نہ ہو جب تک تفسیر نہیں پڑھی ہو، یہ امر بھی جائز نہیں ہو سکتا، یہ طالب علم معنی سمجھتا ہے تسلیم کرتا ہوں، لیکن لہجہ غالب ہے کہ غلط سمجھا ہو، اس لئے قرآن شریف میں اکثر جگہ مجاز پر حمل کر لیا ہے، مجاز مراد ہے، ظاہری معنی مراد نہیں۔  
بتائے اس طالب علم کو کیا خبر، کہاں معنی مجازی پر محمول ہے، کہاں معنی حقیقی پر، اور قرآن شریف ایسی شے ہے بلاغت، فصاحت سے بڑے، طاقت بشریہ سے خارج ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

لغوی معنی، صرفی صیغ، نحوی ترکیب اپنی معلومات کے مطابق بیان کرتا جائز ہے، لیکن مراد خداوندی کو بیان کرنا حرام ہے، کیونکہ اس کا مدار بہت سے علوم پر ہے۔ شرح جامی اور کنز پڑھنے والے عارضہ ان علوم سے واقف نہیں ہوتے۔ تفسیر اللہ: ۱۸۰/۲ پر ان علوم کو ذکر کیا ہے (۱)۔ اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر کرنے

(۱) (ومنبہم من قال: يحوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها. وهي خمسة عشر علماً: أحدها: اللغة الثاني: النحو الثالث: التصريف الرابع: الاستقفاق الخامس: السادس: السابع: المعاني والبيان والبدیع الثامن: علم القراء التاسع: أصول الحديث العاشر: أصول الفقه الحادي عشر: أسباب النزول والقصص الثاني عشر: المسح والمسح الثالث عشر - الفقه الرابع عشر: الأحاديث المنية للتفسير =



والے کے متعلق صحاح میں بہت سخت وعید آئی ہے (۱)۔ اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب و اذہان کی مثالیں آج موجود نہیں و حضرات اہل لسان ہونے کی وجہ سے مستغنی تھے، نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت سے ان پر علوم کثیرہ فائز ہوتے تھے، بایں ہمہ وہ حضرات مروءۃ و اندی کو اپنی رائے سے نہیں بیان فرماتے تھے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر کے اور سن کر بیان فرماتے تھے۔ ان کو آیات کا شان نزول، قصہ کا مجمل، مطلب سب کچھ معلوم تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر مطلب بیان فرمایا ہے (۲)۔ نیز احادیث سے ثابت ہے وہی مروءۃ و اندی ہے، آج کل شرح جامی، کنز پر ہنے والوں کو قرآن شریف پڑھنا بھی صحیح نہیں آتا، اگر اعراب موجود نہ ہو تو خدا جانے نفس عبارت میں کس قدر غلطیاں کریں، پھر اپنے آپ کو

= المجممل والمبہم . الخامس عشر : علم الموهبة الخ . (الإنسان في علوم القرآن :

۳۵۹-۳۶۱، مطبع ذوی القربی)

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما : قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من قال فی

القرآن بغير علم، فليتيوا مقعده من النار". أخرجه الترمذی فی سننه . و قال : هذا حديث حسن صحيح"

(جامع الترمذی : ۱۳۳۴)، أبواب تفسير القرآن ، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن مرأبه ، سعید)

(ومشکوۃ المصابیح : ۳۵۱/۱، کتاب العلم ، الفصل الثانی ، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد : ۱۵۸۲، کتاب العلم ، باب الکلام فی کتاب اللہ ما علم ، امدادیہ)

(۲) فی الإنسان فی علوم القرآن : "و قال ابن تیمیہ فی کتاب ألفہ فی هذا النوع : "یحب أن یعلم أن

السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبین لأصحابہ معانی القرآن . كما تبین لہم الفاطہ ، فقوله تعالیٰ : "تبیین

للسناس ما نزل إلیہم" (الحل ۳۴۰) ، تناول ہذا و هذا ، وقد قال أبو عبد الرحمن السلمی . حدثنا الذہبی

كانوا یقرؤون القرآن کعثمان بن عفان وعبد اللہ بن مسعود وغیرہما وحی اللہ تعالیٰ عنہم أنہم كانوا إذا

تعلموا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر آیات ، لم يتجاوزوا حتی یعلموا ما فیہا من العلم

والعمل ، قالوا : فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جميعاً ، ولہذا كانوا یقرون مدۃ فی حفظ السورۃ . و قال

ابن رضی اللہ تعالیٰ عنہ : کان الرجل إذا قرأ السورۃ و آل عمران حدّ فی آعبا . رواہ أحمد فی

مسندہ . (۳۵۲۴) فی معرفۃ شروط المعسر و آدابہ ، ذوی القربی)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قیاس کرنا انتہائی جسارت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس لئے محض عبارت کلام اللہ شریف پڑھ کر تفسیر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعظم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۲۰/۸/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ شعبان/ ۵۸ھ۔

ہجر جمیل کیا ہے؟

سوال (۱۱۰۲): ﴿وَأَحْرَهُمْ هَجْرًا كَمِذَا﴾ کا کیا مطلب ہے، کیا رہبانیت ہے؟ اگر یہ

اختیار کرتے ہیں تو پھر تبلیغ دین و فرائض رسالت کیسے ادا ہو سکتے ہیں؟ کیا اس آیت کے دوسرے لوگ بھی

مصدق ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے حقوق کے مطالبہ نہ کرنے، درگزر کرنے، انتقام نہ لینے سے اس پر بخوبی عمل ہو جائے گا (۱)

۔ ایسے موقع پر اپنے معاملات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی

کارساز وہی (ذات وحدہ لا شریک) ہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنادے، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنین کے ساتھ قرب معیت ایک آیت کی تفسیر بالرائے

سوال (۱۱۰۳): ایک واعظ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب معیت نیک بندوں کے ساتھ جو میل

ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ رحمۃ اللہ ہیں اور کلام مجید میں: ﴿بَانَ رَحِمَتِ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ہے، لہذا

اوسط گرا کر مشرق کی شکل اول سے یہ ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسنین سے قریب ہیں۔ یا استدلال کیسا ہے؟ فقط۔

(۱) قال العلامة الألوسی: ﴿وَأَحْرَهُمْ هَجْرًا كَمِذَا﴾ بَانَ تَجَانُّهُمْ وَتَدَارُیْهِمْ، وَلَا تَكْفَانُهُمْ، وَتَكَلَّ

أُمُورَهُمْ إِلَى رِبِهِمْ۔ (روح المعانی: ۲۹/۱۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی تفسیر اس کثیر: ۳/۵۶۳، دار السلام ریاض)

الجواب حامداً ومصلحاً:

بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، کیا اس کو بھی قرب معیت نیک بندوں کے ساتھ ثابت ہوگا، کیا اس آیت میں رحمت اللہ کا مصداق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جب تک اس کا ثبوت پیش نہ کیا جائے، یہ تفسیر بالرائی ہوگی جس پر بہت بہت سخت وعید ہے (۱)۔ آیت شریفہ کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوف (قہر) اور ظلم (حرم) کے ساتھ پکارتے رہو، اس کی رحمت نیک بندوں کے قریب ہے، وہ دعا کو قبول کرے گا۔ فقط۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب وغفر لہ۔

کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟

سوال [۱۱۰۸]: اللہ تعالیٰ نے نافرمان مسلمان سے کتنے غصے کا اظہار فرمایا ہے اور کفار سے کتنا؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

کفار پر اتنا غصہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے، ان کے مذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی (۲)۔

(۱) "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قال في القرآن برأيه، فليتبوا مقعده من النار". وهي رواية: "من قال في القرآن بغير علم، فليتبوا مقعده من النار" (رواه الترمذی)

"وعن جندب رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قال في القرآن برأيه فاصاب، فقد اخطا". رواه الترمذی وأبو داؤد". (مشکوٰۃ المصابیح مع المرقاة، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحديث: ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۸۹، ۴۹۱، رشیدیہ، کوئٹہ)

"إن التفسير علم نعیس خطیر، لا یلیق بكل أحد أن یتکلم فیہ، ولأن یحوض فیہ الخ". (التناوی الحدیثیہ، باب الأحکام المتعلقة بالقرآن، مطلب: هل يجوز لأحد أن یفسر شیاً من القرآن؟، ص ۳۰۱، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: "إن الذين كفروا وامتوا و هم كفار، أولئك علیهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعین، خالدین فیہا، لا یخفف عنهم العذاب". (سورة البقرة: ۱۶۹، ۱۷۲)۔

وقال الله تعالى: "من کسب سیئة و احاطت به حطینته، فأولئک اصحاب النار، هم فیہا خالدون". (البقرة: ۸۱)

مسلم گنہگاروں پر اتنا غصہ نہیں وہ شفاعت کے ذریعہ بھی بخشے جائیں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۲/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تفسیر مودودی و تفسیر حقانی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر

[۱۱۰۹] استفدت: مولانا مودودی صاحب کی تفسیر میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے قرآن کی

تفسیر سمجھائی گئی ہے، اسی طرح تفسیر حقانی میں بھی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے حوالوں سے قرآن کی تفسیر سمجھائی گئی ہے۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ اور قرآن کو سمجھنے کے لئے کون سی تفسیر مفید ہے؟ یہود و نصاریٰ کے احوال و اقوال اور ان کی کتابوں کے بغیر قرآن کی ہر آیت کی اچھی طرح شریعت کے مطابق کون سے اشخاص تفسیر کہتے ہیں؟ ان کی تفسیر کا نام پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں جو چیزیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، ان کو تفسیر قرآن کے لئے بطور تائید پیش کرنا درست نہیں، بلکہ گمراہی ہے اور جو چیزیں خلاف نہیں ہیں ان کو پیش کرنے میں مضائقہ نہیں (۲)۔ اس تفصیل کے بعد فرق کا سمجھ لینا آسان ہوگا۔ اگر کسی معتبر تفسیر میں بھی استدلال کے لئے کوئی غیر معتبر بات

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (سورۃ طہ: ۱۰۷)

”وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”شفاعتي لأهل الكسائر من أمي“ وقال العلامة علي القساري في شرحه: ”وقد جاء الإنذار الذي بلغت محصورها الثواب لصفحة الشفاعة في الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السلة والجماعة“ (مرقاة المفاتيح: ۹/۵۶۳، وشيديه)

(۲) ”عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”بلغوا عني ولو آية“، وحذروا عن بني إسرائيل ولا حرج“۔ الحديث۔

قال الحافظ: ”وقال مالك: المراد جواز التحدث عنهم بما كان من أمر حسن، أما ما علم كذبهم فلا، وقيل: المعنى حدثوا عنهم بمثل ما ورد في القرآن والحديث الصحيح“ (فتح الباری، کتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل: ۶۱۷-۶۱۸، قدیمی)

آجائے تو وہ بات بہر حال غیر معتبر ہے۔ اگر کسی تفسیر میں غیر معتبر چیزیں کثرت سے ہوں تو اس کی برجہ کو پرکھنے کی ضرورت ہوگی، البتہ یہ کہ مصنف ان کو رد کر دے، مجموعی حیثیت سے اس پر معتبر ہونے کا حکم نہیں ہوگا۔ تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا مومن علیہ السلام سے گندی چیز منگانا اسرائیلیات میں سے ہے

سوال (۱۱۱۰): دریافت طلب یہ امر ہے کہ میں نے چند مسلمانوں کی زبانی یہ سنا کہ مومن علیہ السلام کو کوہ طور پر تحکم ہوا تھا کہ تم دنیا میں جاؤ جو سب سے گندی چیز ہے اس کو لاؤ، وہ دنیا میں آئے اور ایک ستارہ پڑا تھا جس میں سے زیادہ تیز تعفن آرہا تھا، اس کو اٹھا کر لے گئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب منایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ مع حوالہ تحریر ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ قرآن شریف یا اور کسی دینی معتبر کتاب میں موجود نہیں، حدیث شریف کی بھی کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا اور عقل سے بھی یہ فیصلہ منطوق معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ گندی چیز سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ تو پاک صاف اچھے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے تو شاید یہ اسرائیلیات یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہو گا اور ان کی کتابیں جھوٹ اور بہتان سے بھری ہوئی ہیں، جب تک ہماری شریعت ان کی تصدیق نہ کرے وہ قابل اعتماد نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد انکلبی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۵۸/۴/۲۸



## تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان

قرآءات سب سے بھی منقول ہیں محدث نہیں

سوال [۱۱۱]: ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا، جیسا اور جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا ویسی آج بھی بین الدفین موجود ہے۔ قرآء سب سے روایات میں زیر، زبر، پیش کا حتیٰ کہ الفاظ کا بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کیا اس سے عقیدہ پر زدن نہیں پڑتی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآء سب سے قرأتیں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، ان کی خود کی ایسا نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حسن قرأت کی محفلوں کا حکم

سوال [۱۱۲]: یہاں دلی میں ایک اجتماع قراء کا قراء پایا ہے جس میں نامور اور مشہور قاری حضرات تشریف لاویں گے، وزراء اور اُمراء بھی شرکت کریں گے، مختلف قاری جو سنانے کے لئے تجویز کئے جائیں گے ان کی قرأت سن کر ان کو انعام بھی قرأت کے موافق دیا جائے گا۔ ایسے اجتماع میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی

(۱) قال السيوطي عن الزركشي: "فالقرآن: هو الوحي المصروف على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم للبيان والإعجاز، والقراءات اختلاف ألفاظ الوحي المذكور في الحروف أو كيفيتها، من تحفيف و تشديد وغيرهما، والقراءات السبع متواترة عند الجمهور، وقيل: بل مشهورة. قال الزركشي: والتحقيق أنها متواترة عن الأئمة السبعة". (الإتقان: ۱/۲۶۰، النوع الثاني إلى السابع والعشرين معرفة المتواتر والمشهور: دار ذوى القربى)

(وگذا فی مباحل العرفان للزرقانی: ۱/۳۰، دار احیاء التراث العربی)

بشارت ہے، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو، خوف و خشیت طاری ہو، حیرت الہی سے کانچنے ہوئے، اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں (۱)۔ صحابہ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی، بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے (۲)۔

چیرہ کمانا یا اپنی تعریف و شہرت ہرگز مقصود نہ ہو (۳)، اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدا نخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے خواہ وہ اہل قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو، یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو، یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو، یا اپنی تعریف و شہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھنا چاہوے، یہ موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب و فراز اور

(۱) "عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "زیو القرآن بأصواتکم"، (مسند الإمام أحمد: ۴، ۲۸۳، دار احیاء التراث العربی)

"وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً: "أحسن الناس قراءة من قرأ القرآن بتحریر منہ"، و قال الشیخ طغر أحمد العنسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ، قوله: "عن ابن عباس" الخ، قلت: فیہ استجابات الصحن بالقرآن، و معناه أن یقرأ بحسب بظہر من تلاوته حزن فله دون أن یتمتع فی تحزین الصوت فقط"، (إعلاء السنن: ۱۵۵/۳، أبواب القراءة، إدارة القرآن)

(و أيضاً سیاتی تحت عنوان: "کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے")

(و کذا فی کتاب الآثار، للإمام محمد، ص ۵۵، إدارة القرآن)

(۲) "و کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول لأبی موسی الأشعری: یا أبا موسی! اذخرننا ربنا، فیرأ و ہم یسمعون و یرکون، و کان أصحاب محمد ﷺ إذا اجتمعوا، أمرؤ واحداً منهم أن یقرأ القرآن و السامی یستمعون، و قد نت فی الصحیح أن السی صلی اللہ علیہ وسلم من أئمتنا موسی الأشعری و هو یقرأ، فجعل یستمع لقراءتہ اہ"، (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۵۱/۵، مکتبۃ العبدکان، بیروت)

(۳) "قال السی ﷺ: "من سنع صنع اللہ بہ، و من یوانی برانی اللہ بہ" (ملکوتہ المصابیح، کتاب الرقاق، مات الرہبان و السمعة، رقم الحدیث: ۵۳۱۶، ۲، ۲۶، دار الکتب العلمیہ)

زیروہم کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی بزرگزاہازت نہیں، اس پر سخت وعید ہے (۱)۔ حدیث شریف میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جن کو سب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور دوزخ کو ان سے دھونکا یا جائے گا، ان میں سے ایک قاری کو بھی شمار کیا گیا ہے جو اس لئے تلاوت کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں کہ بہت اچھا قاری ہے (۲)۔ اب آپ خود ہی منطبق کر لیں کہ آپ کے یہاں کے اجتماع کی شان کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟

س۔ ذیل [۱۱۱۳]: ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو آج کل قاری لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، لہجہ سیکھنے اور اس کے مطابق پڑھنے کو حرام کہتے ہیں۔ سورہ کہف میں لفظ ”عوھا“ کو توین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کیا لہجہ سیکھنا اور اس کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

(۱) ”إقرأوا القرآن ولا تكلوا به، ولا تحموا به، ولا تلعوا به، ولا تستكثروا به“ عن عبادۃ بن الصامت رضى الله عنه قال علمت ناساً من أهل الصفۃ القرآن فأهدى إلیّ فقال: ”إن أردت أن يظوفك الله طوفاً من نار فافعلها“ وقال: ”من قرأ القرآن يأكل به الناس، جاء يوم القيامة ووجهه عظيمة ليس عليه لحم“.

”اقرأوا القرآن وسلوا الله به، فإن من بعدكم قوم يقرأون القرآن بمسألون الناس“ (رسالة شفاء العليل و مل العليل في حكم الوصية بالاحتمات اهـ، في صمن رسائل ابن عابدین: ۱۵۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

”والنفسى بالقرآن لا يجوز على الإطلاق بل هو مفيد بقيد عدم إحراج القرآن من العربية إلى

غيرها“ (اعلاء السنن، أبواب القراءة: ۱۵۵/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن أول الناس بفضي عليه يوم القيامة رجلٌ تعلم العلم وعلمه، وقرأ القرآن، فأتى به، فعرفه نعمه، فعرفها، قال فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم وعلمته، وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال: إنك عالم، وقرأت القرآن ليقال: هو قارئ، فقد قيل: ثم أمر به، فسحب على وجهه حتى ألقي في النار اهـ“ (الترغيب والترهيب، في إحلاص اللب في الجهاد ۲۹۶، دار إحياء التراث العربی)



## الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اسی طرح آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سکھایا، پھر اسی طرح بعد کے لوگوں کو سکھایا گیا۔ اصل لہجہ حدیث پاک سے ثابت ہے (۱)۔ ایک صحابی بالکل اسی لہجہ میں دوسروں کو پڑھ کرتا ہے، جس طرح سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے، آپ کی اور صحابہ کرام کی تلاوت قواعد کے مطابق ہوتی تھی۔ اس وقت تک قواعد کتابی صورت میں نہیں تھے، بعد کے حضرات نے ان کو لکھا ہے اور یہ سب قواعد ان حضرات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سے ہی بنائے گئے ہیں۔

فن تجوید ایک مستقل فن ہے جو بغیر استاد کے سیکھے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کسی چیز کو حرام کہنا جب تک اس کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہو جائز نہیں ہے، اور جو چیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا تو انتہائی جسارت ہے (۲)۔ بعض لوگ جو حقیقتاً قواعد تجوید سے واقف نہیں، قواعد

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَوَقَّلَ الْقُرْآنَ تُرْتِلاً﴾: اُی افراء علی تمثیل، فانہ یکون عوناً علی فہم القرآن و تدبرہ و قد قدمنا فی اول التفسیر الاحادیث الدالة علی استحباب الترتیل و تحسین الصوت بالقرأة الخ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵۵۹/۳، دارالسلام)

”قالت عائشة رضى الله تعالى عنها: “كان يقرأ السورة، فيرتلها حتى تكون أطول من أطول منها“ ”عن أنس رضي الله تعالى عنه أنه سئل عن قراءة رسول الله ﷺ فقال: كانت مداً، ثم قرأ (بسم الرحمن الرحيم) يمد بسم الله، ويمد الرحمن، ويمد الرحيم“ جاء في الحديث: ”يؤا القرآن بأصواتكم“، و ”ليس منا من لم ينع بالقرآن“.

”و عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه قال: لا تنشروا نثر الرمل، ولا نهضوه هذا الشعر، فقرأ عند عهائنه، و حرّكوا له القلوب الخ“، (تفسير ابن کثیر: ۵۵۹/۳، دارالسلام)

(۲) وقال السیوطی ”عن الجزری۔ القراءات السبع“ متواترة معلومة من الدين بالضرورة، و کل حرف منفردة واحد من العشرة معلومة من الدين بالضرورة أنه منزل علی رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا یکابر فی شیء من ذلك إلا جاهل“، (الانفان: ۱/۱۶۳، معرفة المتواتر والمشهور، دار ذوی القربی)

”عن الثراء رضى الله تعالى عنه مرفوعاً: ”زبنوا القرآن بأصواتكم، فإن الصوت الحسن يريد =

موسیقی کے مطابق مُر ملا کر پڑھتے ہیں جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں، حالانکہ وہ مد نہیں، بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے۔ اور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے، اس سے معنی میں کافی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہو جاتے ہیں (۱)۔

سورہ ہنف میں ”عو جا“ دونوں طرح پڑھنا درست ہے: سکتے سے بھی اور بغیر سکتے کے بھی، جب سکتے سے پڑھیں گے تو اس پر تنوین نہ ہوگی اور بغیر سکتے کے اگر پڑھیں گے تو اس پر تنوین پڑھیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

### وقفِ غفران کا مطلب

سوال [۱۱۱۴]: قرآن مجید کے حاشیہ پر چاہا وقفِ غفران لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطلب ہے کہ اس مقام پر وقف کرنا بھی درست ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے۔ دونوں میں کسی بات پر مواخذہ نہیں بلکہ دونوں فعلِ مفعول ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد ننگوی، عفا اللہ عنہ، مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۶/۶۱ھ۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/۶/۱۳۶۱ھ۔

= القرآن حساً۔ رواہ الحاكم في مستدرکه، و قال الحافظ في الفتح: ”فان لم يكن حسن الصوت، فليحسنه ما استطاع“۔ (فتح الباری لابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یحسن بالقرآن: ۹/۷۲، دار المعرفہ)

(و كذا في إعلاء السنن: ۱۵۳/۳، أبواب القراءة، إدارة القرآن)

(۱) قال العلامة طهر أحمد العثماني رحمه الله تعالى: ”دَلَّ الحديث على أن التعليل بالقرآن لا يجوز على الإطلاق، بل هو مقيد بقيد عدم إخراج القرآن من العربية إلى غيرها بأن يفرط في اللمة، وفي إشاع الحركات حتى يتولد من الفتحه ألف — ونحوها، والصحيح أن الإفراط على الوجه المذكور حرام، يفسق القاري، و يأنم المستمع“۔ (إعلاء السنن: ۱۵۵/۳، أبواب القراءة، إدارة القرآن)

کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟

سوال [۱۱۱۵]: قرآن شریف میں جو گول آیت (oo) جگہ جگہ بنی ہوتی ہیں، اس گول آیت پر کسی جگہ ”الف“ کسی جگہ ”میم“ کسی پر ”جیم“ کسی پر صل۔ تو اس صورت میں جس جگہ دل چاہے ٹھہر جائے اور جس جگہ دل نہ چاہے نہ ٹھہرے جیسے ”ع“۔ زید کا فرمانا ہے کہ ہر گول آیت پر ٹھہرنا ضروری ہے کیونکہ ان گول آیتوں میں ترمیم نہیں ہوتی۔ یہ بحثہ وقتی کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحثہ ترتیب دیا ہے اور بحثہ ایسے ہی نازل ہوئیں۔ کیا ہر گول آیت پر ٹھہرے یا جہاں جہی علامت حروف کی بودیہ عمل کرے جیسے ”ط، ج، ص، ق، ل، و، م، وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء کے نزدیک ان میں سے کسی مقام پر ٹھہرنا واجب نہیں، یہ قراء کی اصطلاحات ہیں، ان کی رعایت محض مستحب ہے، واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سورۃ قدر میں ”امر“ یا ”سلام“ پر وقف

سوال [۱۱۱۶]: سورۃ قدر میں امر پر ٹھہرے یا سلام پر یادوں جگہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں جگہ میں اختیار ہے، جہاں چاہے وقف کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱۱/۲۵ھ

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾: أى اقرأه على تمهّل. فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره وقد قد ما فى أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل وتحسين الصوت بالقرآن الخ. (تفسير ابن كثير ۳/ ۵۵۹، دارالاسلام)

(۲) قال فى الهدية: ”إذا وقف فى غير موضع الوقف أو ابتداء فى غير موضع الابتداء إن لم يتغير المعنى تعبيراً فاحشاً نحو: أن يقرأ ”إن الدين أمتوا و عملوا الصالحات“ ووقف ثم ابتداء بقوله: ”اولئك هم خير السرية“ لا تفسد بالإجماع بيس علمائنا، هكذا فى المحيط.“ (الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارى ۸۱۱، رشيديه)

## تحقیق ضاؤ

سوال ۱۱۱: اکثر لوگ حرف ضاد کو ”وال“ پر ”یا“ طاء کی آواز پڑھتے ہیں اور بعض حفاظ و جہلاء کہتے ہیں کہ اسی طرح سے پڑھنا چاہئے، عربی میں ”دواذنی پڑھا جاتا ہے اور اردو میں ”ضاد“ پڑھا جاتا ہے، مگر جب دواذنی ثبوت کسی معتبر کتاب کا ان سے مانگا جاتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دیتے حالانکہ تجوید کی کتاب میں لکھا ہے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے یعنی حلقہٴ لسان اور متصل کی دواڑھوں سے نکالنا چاہئے خواہ پائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اور بندہ اسی طرح ادا کرتا ہے گو کہ بندہ عالم یا قاری نہیں ہے اور نہ حافظ ہے، مگر علمائے دین کے تصدیق میں تجوید سے کسی قدر واقف ہے۔ بندہ کے پاس رفع التھاد، فیض المعزیز، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن، تجوید القرآن، جزری، مقدمۃ، الجزری، فتاویٰ ضاد، تبیین الضاد، فوائد سیدہ وغیرہ موجود ہیں، لہذا یہ کہنا میں غلط نہیں یا غلط تھیں اور ضاد کو اس کے مخرج سے منع اس کی صفات کے پُر ادا کرنا چاہئے یا بصورتِ وال؟ مستند اور معتبر کتب مع نام کتب تحریر کیا جائے۔

اور مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تبیین الضاد (۱) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو وال پُر یا طاء پُر عداً پڑھنا غلط ہے، ایسا پڑھنے والا گمراہ اور گنہگار ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے فتاویٰ میں مرقوم فرماتے ہیں کہ جو شخص بچہ و قاری ہو اور مخارج و صفات سے واقف ہو اگر وہ عداً وال یا طاء پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہے، قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر صفات و مخارج سے واقف نہ ہو، اگر وہ بلا قصد وال یا طاء پڑھے تو اس کی نماز ہو جائیگی اور قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے (۲)۔

= (و کذا فی التناویح، کتاب الصلاۃ، الفرائض، الفصل الثامن فی الوقف والوصل والانداء:

۱۳۹۹، ادارۃ القرآن)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قرأتہ القرآن عطا و فی الأحکام المتعلقۃ بالفراء: ۱۵۵۱،

رشیدیہ)

(۱) (سبب الصاد، ص ۳۸، میر محمد کتب خانہ)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ (از تالیفات و شہیدہ)، ص ۱۸۹۰، ۲۸۹، کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں؟

ادارہ اسلامیات لاہور)

مولانا عبدالوحید صاحب ہدیۃ الوحید (۱)، میں مولانا اشرف علی صاحب جمال القرآن (۲) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال یا ظاہر ہونا غلط ہے اس سے معنی میں تغیر فاحش پیدا ہوتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ قصبہ کتھور ضلع رجنم میں کوئی قاری صاحب مدینہ شریف کے آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں ضاد کا پڑھنا غلط ہے دواد پڑھنا چاہئے، عربی زبان میں ضاد نہیں پڑھا جاتا ہے، لہذا کیا قاری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے اور فتویٰ ضاد (۳) میں جو حدیث مرقوم ہے کہ: ”من زاد حرفاً فی القرآن أو نقص منه، أو بدل حرفاً بحرف متعمداً، فقد کفر“ (۴)، یہ دونوں حدیث صحیح ہیں یا غلط؟ اول تو حدیث اور فقہاء کبر کی عبارت تو مطلقاً قاری کی کھسی ہے مگر صحیح ہے یا غلط؟ رفع الضاد میں مرقوم ہے (۵) کہ ”جو شخص مخارج وصفات سے واقف نہیں ہے، اگر دال یا ظاہر پڑھتا ہے تو اس صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جب تک وہ کوشش کرتا رہے گا

(۲) (ہدیۃ الوحید، ص: ۱۸، آنہواں مخرج صابہ معجمہ، رقم الحاشیہ: ۳۲، ص: ۲۸۰، صفت استطاعت، رقم: ۷، قرأت اکیڈمی لاہور)

(۳) (جمال القرآن، ص: ۸، دوسرا المعہ، مکتبہ حمادیہ گھوالمندی لاہور)

(۳) ”استفتاء من علماء الحرمین الشریفین۔ ... الجواب من شیخ الفراء بالمدینۃ المنورۃ  
أن نهایۃ القول فی الضاد هو أنها أقرب إلى الطاء فقط كما فی الرعاۃ وجہد المقل وغیرهما،  
فقرأ الفرقۃ الثالثۃ المسئلۃ فی الاستفتاء صحیح، و أما كون الضاد شیبۃ بالدال أو الغین، فما سمعنا به  
قط، ولا وُجد فی کتاب، فمس صلی خلف الإمام یعتقد ذلك فصلاحيهما باطلۃ. والله علی ما نقول وکیل  
الجواب من علماء المکة المکرمۃ فنقول: ان الذي استفر علیه رأى جميع أهل الأداء  
من كنهم أن الضاد والطاء اتفقتا فی الاستعلاء والإطاق والتفحيم والحبر والرحاوة، واحتلفتا فی  
المخرج، وانصردت الضاد بالاستعلاء، فإذا أعطيت للضاد ههنا من مخرجها وصفاتها، فقد أثبت  
بالنواب الذي لا محبد عنه عند علماء القراءة المدققين، وحينئذ يكون بها أثر شبهه الطاء فی التلفظ كما  
فی نهایۃ القول المفید، و أما كون الضاد قریبۃ من الدال أو العین فی التلفظ یبعد عن الحق، والله أعلم“  
(وسائلہ إعلام العباد بحقیقۃ اللفظ بالضاد مع استفتاء علماء الحرمین الشریفین و نظم الضاد ص: ۲۷، ۲۸،  
۲۸، مذہبی کتب خانہ پشاور)

(۳) (ثم أحد کتابہ)

(۵) (رفع الضاد فی احکام الضاد للمفتی محمد شفیع، ص: ۱۱، دار الاشاعت دیوبند)

تب تک اس کی نماز جائز قرار دینا چاہیے اور جب کوشش کرنا چھوڑ دینا تب اس کی نماز فاسد ضرور قرار دینا چاہیے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا غلط؟ جہاں تک ہو سکے معتبر اور مستند کتب کے موافق اس کا جواب تحریر کیا جائے اور ان کتب کا نام بھی تحریر کیا جائے کہ جن کے مطابق جواب لکھا جائے یا علماء دین خود یہاں تشریف لاکر یہاں کے چالوں کو سمجھائیں۔

بندہ تو دو سوال سے سمجھا رہا ہے مگر میرا کہنا سب غلط سمجھتے ہیں، جو شخص باوجود علم ہونے فقہ اور حدیث کے اور جوید کے اگر تو چہاں تک کہ بیان کرے اور حدیث و فقہ کا منکر ہو اور کہے تمام زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے تو ہم کیوں نہ کریں اور حدیث و فقہ کا کسی طرح قائل نہ ہو حالانکہ وہ جانتا ہے کہ فلاں چیز شرعاً حرام ہے اور ناجائز ہے، مگر اتباع نفس سے اس کو طلال اور جائز قرار دے تو اس کو مولانا عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ جلد اول میں کافر لکھتے ہیں تو جب کافر ہو تو شرعاً اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگی (۱)۔ فقط والسلام مقبول احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضاد، ضاء، وال تینوں علیحدہ علیحدہ مستقل حروف ہیں، ضاد اور ضاء اکثر صفات میں شریک ہونے کی وجہ سے مشابہ ہیں، تاہم دونوں کا تخریج علیحدہ ہے اور ضاد میں صفت استطالات زائد ہے جو ضاء میں نہیں: "وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّجْعَلُهَا ضَاءً نَّحْنُ هَذَا لَيْسَ بِمَعْيِبٍ لِّثَبُوتِ التَّنَابُهِ وَعَسَى التَّمْيِيزُ بَيْنَهُمَا، فَإِنَّهُ يَشَارِكُ ضَاءً، فِي صِفَاتِهَا كُلِّهَا، وَيَرِيدُ عَلَيْهَا بِاسْتِطَانَةٍ، فَلَوْلَا اِخْتِلَافُ الْمَخْرَجِينَ وَالِاسْتِطَانَةُ فِي الضَّادِ لَكُنْتَ ضَاءً، اه"۔ جہد المفل (۲)۔

ملاحظی قارئ شارح جزریہ اس شعر کے تحت:

مِنْ وَالضَّادِ بِاسْتِطَانَةٍ وَمَخْرَجٍ مَنِيرٍ عَنِ الضَّاءِ كُلِّهَا نَحْنُ

(۱) فتاویٰ عربیہ، ص ۳۹۵، باب العقائد، استحلال الحرام و استحرام الحلال، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲

تحریر فرماتے ہیں: ”عسا كان نصيره عن الظاء مشكلاً ناسية إني عبره أمر الناظم بميزه  
 لفظاً“۔ جب کہ باوجود اس کثیر تشابہ کے دونوں میں تیز کرنا اور ظاء کی جگہ ضا دیا اس کے عکس قصداً پڑھنا درست  
 نہیں (۱) تو پھر ضا کی جگہ وال پڑھنا یا ضا کو مشابہ وال پڑھنا ایسے درست ہوگا (۲)، کیونکہ دونوں کی اکثر صفات  
 متحدہ علیحدہ اور ممتاز ہیں، لہذا ضا کو اس کے مخرج سے مع جمع صفات کے حسب الظاہ ادا کرنا ضروری ہے، البتہ  
 اگر ادائیگی پر قدرت نہ ہو تو معذوری ہے (۳) تاہم اگر اس سے بہتر امانت کا اہل ادائیگی پر قادر ہو جو وہ تو اس  
 کو امام بنانا چاہئے۔ سب مذکور فی السوال مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ  
 درست ہے۔ شرح فقہ اکبر میں عبارت مندرجہ فی السوال نظر سے نہیں گزری، البتہ یہ عبارت موجود ہے ”مسئل  
 الإمام الفضلي عن بقر الضاء المعجمة مكان الضاد المعجمة، أو بقرأ: (أصحاب الحنة) مكان  
 (أصحاب النار) أو على العكس، فقال: لا يجوز إمامته، ولو تعدد يكفر. قلت: أما كون تعدده  
 ككفر فلا كلام فيه إذ لم يكن فيه لعنان، ففي (ضمين الحلاف) (سامي). وأما تبديل الظاء مكان  
 الضاد فمبہ تفصیل، وكذا تبديل (أصحاب حنة) في موضع (أصحاب النار) وعكسه، ففيه  
 خلاف وبحث طويل اه“ (۴)۔

حدیث: ”من زاد حرفاً“ الخ کا مضمون درست ہے۔

اور نماز کی صحت و فساد کے متعلق رفع الضاد میں صحیح لکھا ہے: ”ہم ما دام فی التصحیح ولم یقدر

(۱) ”وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالأطاء مع الصاد، قال أكثرهم: لا تعدد صلاته،  
 ومن لا يعرف بعض الحروف بسبعي أن يحيد ولا يعدر في ذلك“. (الفتاوى العالسكرية، الباب  
 الخامس في زلة القاري: ۷۹، رشیدیہ)

(۲) ”فی الفتاویٰ الحدیثہ“ للشیخ أحمد المکی: ”لو أبدل الضاد بغير طاء، لم يصح قرأته قطعاً، فليعلم  
 من هذا أنه لم يقع خلاف في إبدالها دالاً كسا وقع في الطاء، فالنطق بها دالاً، لم يقل أحد بصحته“.  
 (ص ۲۰۹، مصر)

(۳) ”مادامہ فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فصلانہ جائزہ، وإن ترکہ جهادہ فصلانہ فاسدة، کذا فی  
 المحيط“ (رد المحتار، مطلب فی الالاع: ۵۸۴:۱، معبد)

(۴) (شرح الفقہ الاکبر، ص ۱۶۷، قدیمی کتب خانہ)

عبدہ فصلانہ جائزۃ، وإن ترك جهده فصلانہ فاسدة۔“ رد المحتار (۱)۔

حدیث و فقہ کا انکار کرنا جہالت اور سخت خطرناک ہے، اندیشہ کفر ہے، توبہ کرنا ضروری ہے، حرام قطعی بعینہ کو حلال قطعی کہنا بھی کفر ہے، لہذا توبہ کرنا فرض ہے اور احتیاطاً تجہیہ نکاح و تہذیبہ ایمان بھی کرنا واجب ہے (۲)۔ ایسے لوگوں کے درپے، ہونا اس طرح پر کہ وہ حدیث کا انکار کر بیٹھیں مناسب نہیں۔ بلکہ ان کو نرمی اور احتیاط سے سمجھا دینا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نسوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور  
صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰ شوال ۱۴۳۵ھ۔

”نون قطنی“ کے ساتھ نماز

سوال (۱۱۱۸): امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا ہے کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گزیر ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیونکہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس پر فتویٰ منکائیے، متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

(۱) (رد المحتار، مطلب فی الاصلح: ۵۸۲/۱، سعید)

(۲) ”امکان فی کونہ کفر اختلاف، فإن قالہ یؤمر بتحدید النکاح وبالتمیۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۸۳، الباب السابع فی احکام المرتدین، مہما ما يتعلق بتلقین الکفر والأمر بالارتداد، رشیدیہ)



الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب نے یہ قولہ تجوید کے موافق پڑھا ہے، کسپ تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

معروف و مجہول کا تلفظ

سوالی [۱۱۱۹]: ایک مدرسہ میں بچوں کو ”بہ“ کے بجائے ”بیے ہ“ پڑھاتے ہیں اور دوسرے مدرسہ میں ”سہ“ کے بجائے ”سی“ پڑھاتے ہیں۔ اب دونوں میں سے کون سے الفاظ صحیح ہیں کیوں کہ دونوں کے الفاظ الگ الگ ہیں، اصل میں کس طرح پڑھایا جائے، دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے؟ اور معنی میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح پڑھانے سے معنی میں کوئی فرق نہیں آتا (۲)، البتہ عربی تلفظ ”ب“ معروف ہے مثلاً: ”ب“ اور ”سی“ کو ملا کر پڑھیں گے تو ”بی“ پڑھیں گے، ”بیے“ نہیں پڑھیں گے، یہ چیز تحریر سے سمجھانی مشکل ہے، تلفظ سے زبانی سمجھ میں چل دے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۴ھ۔

(۱) لیکن فقہاء نے اس کو خلاف اولیٰ کہا ہے تاکہ عوام اور جبلا میں انتشار پیدا نہ ہو۔

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "لكن الأولى أن لا يقرأ عند العوام صيانة لدينهم". وقال ابن عاصدين: "أما الروايات الغربية والإمالات؛ لأن بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون، فيقعون في الإلثم". (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب السنة تكون سنة ۵۳۱/۱، سعيد)

(وكداهي الحلي الكبير، ص ۳۹۵، سهيل اكيذهي)

(وكداهي الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۷/۱، رشديه)

(۲) "ويحوز بالروايات السبع، بل يجوز بالعشرة أيضاً كما نص عليه أهل الأصول". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب السنة ۵۳۱/۱، سعيد كراچی)

بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ

سوال [۱۱۲۰]: سورہ بقرہ رکوع نمبر ۱۳ میں ہے ﴿ثُمَّ اضْطَرْهٖ﴾ (۱) بعض ہمزہ کو حذف کر کے میم کو ضاد سے ملا کر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور بعض ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون سا صحیح ہے؟

۲۔ سورہ مائدہ رکوع نمبر ۱۳ میں ہے ﴿ثُمَّ اَصْحَوْا بِهَا﴾ (۲) میں بعض ہمزہ کو حذف اور بعض اثبات کر کے پڑھتے ہیں، کونسا صحیح ہے؟

۳۔ سورہ مائدہ رکوع نمبر ۲ میں ﴿اَنْ لَا تَعْلَنُوْا اِعدَلُوْا﴾ (۳) میں بعض حالت وصل میں "اعدلو" اور بعض وقف کر کے "اعدلو" پڑھتے ہیں۔ کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے؟

۴۔ سورہ توبہ رکوع نمبر ۴ میں ﴿يَوْمَ حَسْبُنَا اِذْ اَعْبَجْتُمْ﴾ (۴) میں بعض ہمزہ کو حذف کر کے نون کو ذال سے ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض وقف کر کے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں۔ کونسا صحیح ہے، کونسا غلط ہے؟

۵۔ سورہ طہ رکوع نمبر ۱۰ میں ﴿مِنْ اٰيَاتِنَا الْكُبْرٰى اِذْ هَبْنَا فِرْعَوْنَ﴾ (۵) میں بعض ہمزہ کو حذف کر کے نون قطعی لگ کر پڑھتے ہیں اور بعض ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں، آیا کونسا صحیح ہے؟

۶۔ سورہ حج رکوع نمبر ۹ میں ﴿وَذٰلِكُمْ اَلنَّارُ﴾ (۶) میں بعض وقف کر کے پڑھتے ہیں اور بعض ﴿ذٰلِكُمْ النَّارُ﴾ پڑھتے ہیں، کونسا جائز ہے؟

مزید عرض ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے یا اپنی رائے کے مطابق محض اپنے کو قاری مشہور کرنے کی غرض سے بلا قانون کہیں حذف، کہیں اثبات، کہیں ادغام، کہیں وصل،

(۱) (آیت ۱۲۶)

(۲) (آیت ۱۰۲)

(۳) (آیت ۸۷)

(۴) (آیت ۲۵)

(۵) (آیت ۲۳، ۲۴)

(۶) (آیت ۷۲)

کیس تغیر پڑھنا ہو تو جائز ہے؟ اور ایسے قاری کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی جوابات مع دلیل و حوالہ کتب مرحمت فرمائیں، بے حد ممنون ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱۔ یہ ہمزہ وصل نہیں بلکہ واحد شکم کا ہے، اس لئے یہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ ثابت رہے گا۔
  - ۲۔ یہ ہمزہ باب افعال کا ہے جو کہ قطعی ہے وصلی نہیں، اس لئے یہ بھی ثابت رہے گا۔
  - ۳۔ وقف کر کے "اعذوا" پڑھنا چاہئے، وقف نہ کرنا ہو تو "اعذوا" کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔
  - ۴۔ یہ ہمزہ ساقط نہیں ہوگا، باقی رہے گا۔
  - ۵۔ نون قطعی تو توحین کی حالت میں آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے، اس لئے نون قطعی تو یہاں غلط ہے، اس کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر "الکسری" پر وقف کیا جائے تو "اذھب" کا ہمزہ پڑھا جائے گا، وصل کی حالت میں ساقط ہو جائے گا۔
  - ۶۔ یہاں وصل بھی صحیح ہے اس صورت میں "انار" کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا اور "ذکک" کے میم پر ہمزہ آئے گا۔ وقف نہ کرنا زیادہ اچھا ہے، اس صورت میں "ذکک" میں میم پر سکون ہوگا اور "انار" کا ہمزہ پڑھا جائے گا۔
- قرآن کریم کو قواعد کے موافق پڑھنا چاہئے، اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کیا جائے، یہ خطرناک ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۹۵ھ۔

زیر، زیر، پیش

سوال [۱۱۲۱]: زیر کے کیا معنی ہیں اور زیر اور پیش کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے "الف" پیدا ہوتا ہے، زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے

(۱) عن اس عباس وحی اللہ علیہما، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قال فی القرآن بغير علم،

فلیسوا بمفعدہ من النار" (مسند الإمام أحمد ۱: ۳۶۵، رقم الحدیث ۲۷۰، دار إحياء التراث العربی)

(وکنذا فی مرفاۃ المتابع، کتاب العللہ ۱: ۳۸۹، رقم الحدیث ۲۳۳، رشیدیہ)

”یا“ پید اہوتی ہے، پیش ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے ”وا“ پیدا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ فقہ مہالدین حفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

غیر قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا

سوالی (۱۱۲۲): غیر قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قواعد عربیت کی رعایت سے پڑھے تو ٹھیک ہے، مگر قرآن کے ساتھ غیر قرآن متمسک نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۸/۲/۹۰ھ۔

قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث وفقہ کی تدوین

سوالی (۱۱۲۳): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تکلام اللہ اس طرٹ مس اولہ الی آخرہ اوراق میں لکھا ہوا تھا، نہ اس زمانے میں زیر، زبر، جزم اور تشدید ایجاد ہوئے تھے، نہ کتب احادیث یوں تصنیف ہوئیں، نہ تدوین کتب فقہ، اصول فقہ اور تفسیر کا دستور تھا؟۔ (یہ عبارت سوانح قاضی، ۲/۲۵، کی ہے)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوانح قاضی تو میرے پاس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ صحیح ہے، اس پر آپ کو کیا دریافت کرنا مقصود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد تقی مہالدین حفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۵ھ۔

حرکات و نقاط قرآن میں کب سے ہیں؟

سوالی (۱۱۲۴): قرآن کریم میں زیر، پیش اور نقطے عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے

زمانہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو اب اس میں یہ نقطے اور اعراب لگانا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قروان مشہور ہونا بالآخر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کروایا گیا، تاکہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے، یہ بدعت نہیں، بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تدبر اور بلا تدریس تلاوت میں فرق

سوال [۱۱۲۵]: دو آدمی ہیں ایک ناظرۃ قرآن شریف پڑھنے والا، اور ایک عالم آدمی ہے جس نے عربی تعلیم صرف و نحو کے ساتھ پڑھا ہے، وہ تلاوت کرتا تو ناظرہ پڑھنے والے کو دس نیکیاں ایک حرف پر، یہ اگر ترجمہ ایک ساتھ پڑھے تو ایک حرف پر کتنی نیکیاں ملیں گی؟ دوسرے وہ شخص جو عالم ہے اب تلاوت کرنے پر کتنا ثواب ہے ہر حرف پر؟ اگر ترجمہ کو خیال و تصور میں لائے اور اگر نہ لائے اور حافظوں کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ پڑھ رہا ہے اور خیال کہیں اور ہے تو کتنا ثواب ملے گا، کیا پہلی صرف و نحو والی کمائی اب کام دے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جس قدر زیادہ تدریس کے ساتھ عظمت قرآن کریم کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے گا اسی قدر زیادہ ثواب پائے گا۔ تدریس کے لئے صرفی صیغوں اور نحوی ترکیبوں کا ذہن میں آنا ضروری نہیں، بلکہ کلام اور محکم کی حالاتِ شان اور آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب پر رجاء و خود اور اُمر و نواہی پر عزمِ عمل و اجتناب وغیرہ اثرات کا پیدا ہونا تدریس کا ثمرہ ہے۔ بڑا زبردست علم بھی اگر بے دھیانی سے تلاوت کرتا ہے تو وہ ان ثمرات

(۱) قال العلماء: "يستحب لفظ المصحف وشكله، فإنه صيانة من اللحن فيه، وما كرهه الشعبي والنعمي السقط، وإنسا كرهاه في ذلك الرمان خوف من التغير فيه، وقد أمم ذلك اليوم فلا يمنع من ذلك لكونه محدثاً، فإنه من المحدثات الحسنة، فلا يمنع منه كقوله: مثل تصيف العلم وبناء المدارس وغير ذلك"

(صاہل العرفان: ۳۰۲/۱۰، حکم فقط المصحف وشكله، دار احیاء التراث العربی)

(و کذا فی التفسیر القرطبی، مقدمة المؤلف: ۱۰، ۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(والانقار: ۱۰، ۳۶، ۸، ۳۷، النیسوی، دار ذوالقربی)

سے خالی رہتا ہے۔ عُرف و نحو سے ناواقف آدمی اگر دھیان سے تلاوت کرتا ہے تو اس کے قلب میں بھی رقت پیدا ہوتی ہے اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ عالم اگر دھیان سے کام لے تو اس کے لئے زیادہ موقع ہے اس کا درجہ ہی بلند ہے۔ پھر ایک اور دس کا حساب بھی عام حساب ہے، ورنہ خزانہ غیب سے بے شمار و بے حساب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے

سوال (۱۱۲۱): سورہ ملک میں لفظ "یقلب" کی "ب" پر جزم کیوں آیا ہے جبکہ عامل جازم نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جواب امر ہے جو کہ امر کی طرح مجزوم ہوتا ہے (۱)۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۷ھ۔

قرآن کریم کی سند

سوال (۱۱۲۷): قرآن کریم کے لئے صرف تواتر طبقتی ہے یا تو اترا سنادی ہے؟ اگر تو اترا سنادی

ہے تو سند کیا ہے؟ بطریق "عن عن" یا کسی اور طریقے سے ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

تواتر طبقتی تو ظاہر ہے، اسی کی وجہ سے ہر شخص نے اپنی سند کو "عن عن" سے پہنچانے کی کوشش نہیں کی،

(۱) "یحرم الفعل المضارع إذا كان جواباً للطلب (يشمل الطلب الأمر، والهي، ودعاء، نحو: "صب

عن الفیح تکریم" (موسوعة النحو والصرف والإعراب، مسحت الفعل

المضارع، ص ۵۰۲-۵۰۳، دارالعلم للملایین، بیروت)

(کذا فی أوضح المسالک إلى ألفية ابن مالك، فصل جازم الفعل نوعان ۱۸۵/۳، دار احیاء التراث

العربی بیروت)

نہ ضرورت تھی۔ حضرت مرقد اس اعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقلاً تدیس قرآن کریم فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں ایک وقت میں سولہ سوطلبہ تھے۔ اور بعض حضرات نے اپنی عمر تدیس قرآن کریم میں صرف کردی، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "حسبکم من تعلم القرآن وعلمہ" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۵ھ۔

### قرآن کریم کی ترتیب عثمانی

سوال [۱۱۲۸]: ایک عزیز نے ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب بحوالہ اتقان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کس طرح سورتیں پڑھی جاتی تھیں؟ مجھے یہ معلوم تھا کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ کیا یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیشتر سورتوں کی کیا ترتیب تھی؟ کیا اتقان معتبر کتاب ہے اور واعظ صاحب کا بیان صحیح ہے؟

مکلف خدمت بابرکت شاہ حبیب اللہ، از غافقہ ناکپور ضلع پرتاپ گڑھ، ۱۳/رجب/۵۷ھ۔

### الجواب حامداً و مصلياً:

اتقان، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، معتبر ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ترتیب سے قرآن کریم کو جمع فرمایا ہے، ترتیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی یہی لیکن کچھ لکھا ہوا عام طور پر نہ تھا، بلکہ طرق مختلف لغات میں کہ ابتداء سہولت کے لئے عرب کی کئی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی، کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا تھا، کسی کے پاس کچھ، باقی ذہنوں میں ترتیب یہی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو یکساں لغت قریش میں لکھا دیا اور اس ترتیب سے لکھایا جس ترتیب سے اب موجود ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت نزول فرمایا کرتے

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۱۸۳، کتاب فضائل القرآن، قدیمی)

(والمسند الإمام أحمد بن حنبل، ۱/۹۵، رقم الحدیث ۵۱۳، دار احیاء التراث العربی)

تھے کہ ”اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو“۔ لکھنے کا رواج کم تھا، زیادہ تر حافظہ پر مدار تھا اور عام رواج کھائی کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بوا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیوہ ۱۸/۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۲/رجب/۵۷ھ۔

### پارہ عم کی طہاعت خلاف ترتیب

سوال [۱۱۲۹]: ہندوستان میں پارہ عم (تیسواں پارہ) جو قرآن سے الگ طبع کر لیا جاتا ہے وہ قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف طبع ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ طریق عمل کب سے جاری ہوا اور کس نے جاری کیا؟ کیا قرآن پاک کی طہاعت مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو پارہ عم کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کیوں عملاً جائز قرار دی جاتی ہے؟ یہ فرما کر مطمئن نہ فرمائیں کہ بچوں کی آسانی کے لئے ایسا کیا گیا، یہ آسانی مصحف عثمانی کی ترتیب کو باقی رکھ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صریح جزئیہ کتب فقہ میں نہیں ملتا، اولاً یہ عاجز چند عبارات نقل کرتا ہے، اس کے بعد جو کچھ اس سے مستفاد ہے صریحاً یا اشارۃً یا دلالتاً یا لزوماً وہ عرض کرے گا، ان کان صواباً فمن اللہ فالحمد للہ علی

(۱) وقال المحاکم فی المستدرک: جمع القرآن ثلاث مرات: إحداهما بحضرة النبی صلی اللہ علیہ

وسلم الثانية: بحضرة أبي بكر رضى الله تعالى عنه. . . الجمع الثالث. هو ترتيب السور فی

زمان عثمان رضى الله عنه . . . کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تنزل علیہ السور دوات العدد،

فکان إذا نزل علیہ الشئ دعا بعض من کان یکتب، فیقول: "ضعوا هؤلاء الآيات فی السورة التي یذكر

فیها کذا وکذا الخ". (الإنشاق فی علوم القرآن للمیسوطی: ۱/۱۶۱، النوع الثامن عشر فی جمعه و

ترتبه، دار ذوی القربی)

(وکذا فی مآهل العرفان فی علوم القرآن للزرقانی، ۲۳۸: ۱، جمع القرآن علی عهد عثمان رضى الله

تعالى عنه، دار إحياء التراث العربی)

(و تفسیر القرطبی، مقدمة المؤلف: ۱/۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)



ذلك، وإن كان خطأ فمضى ومن الشيطان، فاستغفر الله العلي العظيم، والفقهاء يراء منه  
 "ويكره قراءة سورة فوق التي قرأها، قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "من قرأ  
 القرآن منكوساً، فهو منكوس الرأس". وما شرع تعليم الأطفال إلا لتيسير الحفظ بقصر  
 سمواه" - (مرافى الفلاح) (١) -

"ويكره قراءة سورة، وكذا الآية فوق الآية مستنقاً، سواء كان في ركعتين، أو ركعة،  
 واستثنى في الأشياء الثابتة فلا يكره فيها ذلك، وأقر عليه الثوري والحموي، ونقله عن أبي البسر،  
 وجزم به في البحر والندر وغيرهما، فإن بعض الفضلاء: وفيه تأمل لأن المنكس إذا كره خارج  
 النصوة كما يرشد إليه قوله: "ما شرع تعليم الأطفال الخ، تكون الترتيب من واحيات التلاوة  
 ففي السابعة أولى، وكون باب السفل واسعاً لا يستلزم العمود بل في بعض الأحكامه".  
 (صحطاوى ص ١٩٣) (٢) -

"يحب الترتيب في سور القرآن، فلو قرأ منكوساً، أ. ه. شامى ٣٠٧/١ (٣) -  
 "وجاز كسب المصحف وعشره ونقظه: أى إظهار إعرابه، وبه يحصل الرق حدأ  
 خصوصاً للعجم فبسبحس، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي سور وعدد الاى وعلامات الوقف  
 ونحوها، فهي بدعة حسنة، در وقتية ه. (٤) - قوله: وعشره هو جعل العواشر في المصحف،  
 وهو كتابة العلامة عند منتهى عشر آيات. عناية ٨٠/١٣٠ (٥) -

"قوله: أى إظهار إعرابه تيسير للنقط. قال في القاموس: تلفظ الحروف أعجم، ومعلوم  
 أن الإعراب لا يظهر به الإعراب، إنما يظهر بالشكل، فكانهم أراد وما بعد إفادة. قوله: وبه

(١) (مرافى الفلاح حاشية الطحطاوى، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ٣٥٢، قدیمی)

(٢) (حاشية الطحطاوى على مرافى الفلاح، ص: ٣٥٢، قدیمی كتب خانه)

(٣) (رد المحتار، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية ٥٣٦٠١، سعيد)

(٤) (لم أظفر بهذا الكتاب)

(٥) (العناية شرح الهداية للعلامة الباری علی هامش فتح القدير ١٠٠، ٦٢، كتاب الكراهية، مسائل  
 متفرقة، مصطفى الباني الحلبي مصر)

بحصل الفرق النح إشار إلی أن ماروی عن ابن مسعود: "حردا" والقرآن کان فی رسمیه، وکم من شیء یختلف باختلاف الزمان والمکان كما یسطه الثریلعی وغیره. قوله: وعلى هذا: أى علی اعتبار حصول الفرق. قوله: ونحوها کانسجدة ورموز اثنجويد اه. وبکرة تصعیر مصحف وکناشه قسم رفیق. أى تصعیر حجم، وسیعی أن یکتبه بأحسن خط وأنیبه علی أحسن ورق، وأنیطه بأفخم فم وأرق مداد. وبفرح السطور، وبفخم الحروف، وبفخم المصحف اه. فیه، ص: ۱۵۶، در مختار وشامی: ۲۴۷/۵ (۱)۔

"(والتعشیر المصحف ونقطه)، لأن القراءة والآی توقيعية، ليس لرأى فيها مدخل، فبالتعشیر حفظ الآی، وبالنقط حفظ الإعراب، فكانا أحسنين، ولأن العجمی انذی لا یحفظ القرآن لا یقدر علی القراءة إلا بالنقط فكان حسناً، وماروی عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه أنه قال: "حردوا القرآن"، فذاك فی زمنهم؛ لأنهم كانوا یقتونونه عن النبی صلی الله علیه وسلم كما أنزل، وكانت القراءة سهلة علیهم، وكانوا یرون النقط محلاً بحفظ الإعراب، والتعشیر حفظ الآی، ولا كذلك العجمی فی زماننا، فیسحسن لعمر العجمی عن التعلیم إلیاه. وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآی فیه وإن كان محدثاً فمستحسن، وکم من شیء یختلف باختلاف الزمان والمکان اه". زیلعی شرح کثر: ۶۰/۶ (۲)۔

"قال فی شرح الفتحاوی لأبی بکر الرازی فی کتاب الکراهية: وكان الشیخ أبو النحس یقول: لا یکره ما یکتب فی تراجم السور حسب ما جرت به العادة؛ لأن فی ذلك إبانة عن معنی السورة، وهو منزلة كتابة التسمية فی أجزائها لتفصل اه"۔ حاشية الشیخی علی تبیین لمریعی اه: ۳۰/۶ (۳)۔

عبارات منقول سے چند امور مستفاد ہوئے: ۱۔ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب واجب ہے، اس کے

(۱) (رد المحتار، فصل فی البیع: ۳۸۶/۶، سعید)

(۲) (تبیین الحقائق ۶۶/۷، کتاب الکراهية، دار الکتب العلمیة)

(۳) (حاشیة الشیخی عن التبیین: ۶۶/۷، کتاب الکراهية، دار الکتب)

خلاف پڑھنا گناہ ہے، سورتوں اور آیتوں کی موجودہ ترتیب کے خلاف نماز میں پڑھنا مکروہ ہے، فقہاء کی بڑی جماعت نے نوافل میں خلاف ترتیب قراءت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

۲- منجی کتابت میں چند تغیرات ہوئے: اعراب، نقطے، سورتوں کے نام، سورتوں کے کئی ومدنی ہونے کی تعیین، تعداد آیات، ہر سورت پر علامت، علامت وقف، جملہ تلاوت، و موزون جو یہ۔

۳- بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ فقہاء نے ان کو مکروہ لکھا ہے، مثلاً: ہر ایک قلم سے قرآن پاک کو لکھنا، حجر و چھوٹا کرنا، بلکہ فقہاء کی تکید ہے کہ مومن قلم سے بڑے بڑے حرفوں میں کشادہ کشادہ طور لکھ کر جمع ہوا کیا جائے، مگر یہ چیزیں بلا تکثیر شائع ہیں، ہند میں بھی اور بیرون ہند میں بھی، چنانچہ نہایت خوشنما ہر ایک حرفوں میں لکھے ہوئے جیسی بلکہ اسی سے بھی چھوٹے چھوٹے قرآن شریف مطابع سے چھپ کر آرہے ہیں، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چھوٹے حرفوں میں لکھنا خلاف احترام تھا، اس سے تحفظ کے لئے فقہاء نے تاکید کی تھی اور اب یہ چیز نہیں، پس غلبہ کراہت باقی نہیں رہی۔

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد ہے کہ "حزب القرآن" لیکن منجی کتابت کے جو تغیرات منقول ہوئے، ان سب کی فقہاء نے اجازت دی ہے بلکہ مستحسن لکھا ہے، اس لئے کہ پہلے ان کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ محض حفظ تھے پھر ان کی حاجت پیش آئی اور یہ معین حفظ قرار پائے (۱)۔

۵- ترتیب واجب ہونے کے باوجود بچوں کی سہولت کی خاطر خلاف ترتیب تعلیم دینا درست ہے، یہ امر ظاہر ہے کہ یہ غرض منزل من اللہ نہیں البتہ منزل من اللہ پر وال ہیں۔ یہ بھی مسلم ہے کہ موجودہ ترتیب اور ہے اور نزولی ترتیب اور، نزولی کے وقت جس طرز پر کتابت کرائی گئی تھی اب کلی طور پر وہ طرز باقی نہیں، لیکن

(۱) "وتعشیر المصحف ونقطه بعضي يجوز لأن القراءة ذوالآية توقیف، ليس للراي فيها مدخل. فالنعشیر حفظ الآيات، واللفظ حفظ الإعراب، فكأما حسن. ولأن العجمي الذي لا يحفظ القرآن لا يقدّر على القراءة إلا باللفظ فكان حسناً، وما روى عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه من قوله "أخردوا القرآن" فذلك في زمانهم، لأنهم كانوا يتقلدوه عن النبي صلى الله عليه وسلم كما أثبت، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآيات، وإن كان محزوا فهو حسن، وكم من مني يختلف باختلاف الرمان والمكان" (البحر الرائق - ۳۹، ۳۰، ۳۱، كتاب الكراهية، مكتبة وشيدیه)

الفاظ وحی ہیں، ان میں سرمنہ فرق نہیں اور ﴿إِنَّا نَحْنُ رَبُّنَا الذِّكْرُ وَإِنَّا لَهُ نَحَاقُطُونَ﴾ (۱) کا مددہ بالکل صادق ہے۔

۶۔ جب الفاظ کو خلاف ترتیب سہولت کی خاطر تعلیم دینا حسب تصریح فقہاء درست ہے حالانکہ الفاظ منزل من اللہ ہیں اور موجودہ دور میں تعلیم اطفال کو یا کہ موقوف ہے نقوش کی شناخت پر، تو جو نقوش خود منزل من اللہ نہیں بلکہ منزل من اللہ پر دال ہیں تو ان کا اس سہولت اور توقف کی خاطر پارہ عمر کو مرہبہ طریقہ پر طبع کرنا بھی بظاہر درست ہوگا، البتہ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بچے یہ نہ سمجھیں کہ اصل ترتیب یہی ہے، بلکہ ذہن نشین کرا دیا جائے کہ تم کو خلاف ترتیب پڑھایا جا رہا ہے، اصلی ترتیب وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے، پارہ عمر کے بعد حاجت باقی نہیں رہتی، بلکہ عہدہ اتنی شناخت ہو جاتی ہے کہ سہولت شروع سے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔  
بائیں ہمہ ترتیب کے ساتھ پڑھانا اور طبع کرانا اصل کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد غفرلہ مدرس جامع العلوم کانپور۔

سورتوں کی ترتیب تو یقینی ہے

سوال (۱۱۳۰): قرآن حکیم کی ترتیب آیات اور سورتوں کی ترتیب قطعی ہے یا ظنی؟ اس ترتیب موجودہ کا منکر کا فر ہوگا یا نہیں؟ بیواہ تو جروا۔  
عشق علی دہلوی

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ترتیب تو یقینی ہے، بعض جگہ اختلاف بھی ہے، اس کا منکر کا فر نہیں، گنہگار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ بی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۳۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (سورۃ الحجر: ۹)

(۲) "انعمت إجماع الأمة على أن ترتيب آيات القرآن الكريم على هذا السط الذي يراه الروم بالمتصحف، كان يتوقف من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن الله تعالى أنه لا محال للرأي والاجتهاد فيه." (مراحل العرفان في علوم القرآن ۳۳۹، ۱، ترتيب آيات القرآن، دار إحياء التراث العربي) =

کیا قرآن کے چالیس پارے ہیں؟

سوال (۱۱۳۱): اگر مزید کہے کہ قرآن پاک تو مولوی لوگوں کے لئے ۳۰ پارے ہیں، حالانکہ اصل قرآن پاک ۴۰ پارہ کا ہے، پوچھنے پر میر نے جواب دیا کہ ۱۰ پارے میر کے قلب میں ہیں۔ تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص کیسا ہے؟

الحواب حامداً و مصلياً:

یہ عقیدہ رحمتِ نخت گمراہی اور بدعتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب و غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۵/۴/۸۹ھ۔

قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم

سوال (۱۱۳۲): یہ قرآن کریم فرقانِ حید کے مکمل تیس پارے ہیں، مگر ایک فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کل چالیس پاروں میں اترا ہے، ظاہر تیس پارے اور مشائخ کے سیزہ میں پوشیدہ دس پارے سیزہ سیزہ چٹے آ رہے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے، یہ غلط ہے تو اس جماعت کو کیا کہنا چاہئے؟

= "وقال السيوطى ما نصه : الذى ينسرح له الصدر ما ذهب إليه البيهقى، وهو أن جميع السور تسريها نون قمتى إلا براءة والأنفال". (ماهل العرفان : ۳۵۰/۱، ترتيب السور، دار إحياء التراث العربى)

(و کذا فی الإیمان: ۱۱۶/۱، ۱۳۰، النوع الثامن عشر، دار ذوی القربی)

(ومعرفة المفاتيح: ۳/۶۲، ۶۳، کتاب فضائل القرآن، رشیدیہ)

(۱) "اعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف أو شيء منه أو سيهما، أو ححده أو حرفاً منه أو آية، أو كذب به أو نسيء منه، أو كذب بشيء مما صرح به من حكم أو خبر، أو أثبت ما نفاه أو نفي ما أثبت عليه عليه من ذلك، أو شك في شيء من ذلك، فهو كافر عند أهل العلم باحتماع، قال الله تعالى ﴿ لا تأتبه الساطل من بين يديه ولا من خلفه ﴾ تنزيل من حكيم حميد ﴿﴾ (الشقاء بتعريف حقوق المصطفى، الفصل التاسع، الحكم بالنسبة للقرآن: ۲۹۲، دار الأرقم)

## الجواب حامداً ومصلیاً :

یہ فرق قرآن کریم کو محرف ماننا ہے، اس کا ایمان قرآن پر نہیں (۱)، جب پورا قرآن بھی اس کے پاس نہیں تو یہ اہل کتاب بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفر لہ ۹/۲۳/۹۰ھ۔

## سورہ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟

سوال (۱۱۳): سورہ فاتحہ قرآن مجید کی سورہ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کون سے پارہ کی سورہ ہے؟ نیز یہ کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھنے سے نماز میں تو کوئی قصور واقع نہیں ہوتا؟ نیز شان نزول وغیرہ مفصل تحریر فرمائیں۔

## الجواب حامداً ومصلیاً :

سورہ فاتحہ (الحمد شریف) بالیقین کتاب اللہ قرآن شریف کی سورت ہے، مصحف عثمانی میں سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہے، اس کے بعد سورہ بقرہ ہے، بچوں کی تعلیم میں سہولت کی خاطر پارہ عم میں خلاف ترتیب سورتیں لکھی گئی ہیں۔ سورہ فاتحہ نماز میں (امام، مفرد کے لئے) پڑھنا واجب ہے، اور اس کے ساتھ سورت یا تین آیات کی مقدار پڑھنا بھی واجب ہے (۲) اور نفس قرأت فرض ہے، اگر صرف فاتحہ پر کفایت کی تو نفس قرأت کا فریضہ اور سورہ فاتحہ کا وجوب تو ادا ہو گیا (۳) مگر ضم سورہ کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ اگر بھولے سے واجب ترک ہو جائے تو سجدہ ہو لازم ہوتا ہے، گمراہ واجب ترک کرنے سے اعادہ نماز واجب ہوتا ہے (۴)۔ شان نزول اور مزید معلومات

(۱) "الجواب این مطعن راجع تالی خود شکفل شد، جائے کہ فرمودہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُو الذِّكْرِ﴾ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿﴾ ہر چہ در حمایت و کفایت ایسی باشد بشرایچہ امکان کہ در ان نقص و کمی را راہ دہد۔ اھ۔ (تخفہ اشاعریہ، باب دوم در مکاتیب و طریق اخلال و تلبیس، بکیریز و ہم، ص ۳۸، سبیل الیتری لاہور)

(۲) "سبح قرأۃ الفاتحۃ و ضم السورۃ أو ما یقوم مقامها من ثلاث آیات فصار أو آتۃ طویلۃ فی الاولیٰ بعد الصلوۃ، کذا فی النہر الہانیق۔" (الصناوی العالمگیریہ، کتاب الصلوۃ، الفصل الثانی فی واجبات الصلوۃ: ۱/۷، و شہیدہ)

(۳) "الفصل الاول فی فرائض الصلوۃ و مہا القراءۃ و فرضها عند أبی حبیقۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ینادی بآیۃ واحدۃ الخ۔" (الصناوی العالمگیریہ، کتاب الصلوۃ: ۱/۲۹، و شہیدہ)

(۴) - - - الأصل فی هذا المتروک ثلاثۃ أنواع: فرض وسنة و واجب و فی الثالث إن ترک =

”باب الحمت ل” الدر المنثور“ (۱)، ”مفتاح الغیب“ (۲) وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر العبد محمود قنبر، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۰ھ۔

### کتاب سماویہ کی زبان

سوال (۱۰۳۰): تورات، زبور، انجیل، صحیفہ ابراہیم و موسیٰ کس زبان میں تھیں، عربی یا سریانی؟  
سوائے تاریخ کے قرآن حدیث سے ان کتابوں کی زبان کی تحقیق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو تحریر فرمائیے اور اگر صرف تاریخ ہی سے پتہ چلتا ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیے، جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و حضرت داؤد علیہم السلام پر مازل ہوئی تھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نزول ہر کتاب کا عربی زبان میں ہوا پھر ہر رسول نے اس کتاب کا اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو سمجھایا، قیامت کو سب کی زبان سریانی ہوگی پھر لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان کی زبان عربی ہو جائے گی، سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۷۳ (۳)۔

«سأهبأ بحمر سعدني السهو وإن تركت عامداً لا . لايجب السهو في العمد، وإنما تجب الإعادة جبراً لسقائه كذا في البحر الرائق . وإذا ترك الفاتحة في الأولين أو أحدهما يلزمه السهو» (الفتاوى العالمية المكيبة: ۱۴۶۱، رشديه)

(۱) (الدر المنثور في التفسير المأثور، سورة الفاتحة ۵۰۳۰۱، مؤسسة الرسالة، بيروت)  
(و كذا راجع لتفصيل الإنفاق للسبوطي، المسئلة الخامسة . الزول الآتية أساناً متعددة الخ الإنفاق، النوع التاسع معرفة سب الزول ۶۰۰۱، ذوى القربى)

(۲) (التفسير الكبير: ۱: ۲۱۹-۲۱۸، اشراط الفاتحة في الصلاة، دار الكتب العلمية، طهران)  
(و كذا في الحنفى الكبير، ص ۹۵۰، تنمات فيما يكره من القرآن، سهيل اكيه مي)  
(و الفتاوى العالمية المكيبة الباب الخامس في آداب المسح والمصحف ۳۴۳۵، رشديه)

(۳) ”وقال سفیان النوی۔ لم یسرق وحی إلا بالعربیة، ثم ترجم كل نبی لقومه، واللسان يوم القيامة بالسریانیة، فمن دخل الجنة تكلم بالعربیة. رواه ابن أبی حاتم“. (تفسير ابن کثیر، ۳/۲۳۳، الشعراء، بحث قوله تعالى «بلسان عربي مبين» رفع الآية ۱۹۵، دار السلام ریاض)

عبدالوہاب شعرانی نے البیواقیۃ والحواهر ۹۴/۱۰ میں لکھا ہے: کہ قرآن تورات، انجیل، سب کلام اللہ ہیں، اول عربی میں، ثانی عبرانی میں، ثالث سریانی میں (۱)۔ فقط واللہ بحمدہ تعالیٰ العظم۔  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ۔

### غیر عربی میں قرآن لکھنا

**استفتاء سوال ۱۱۳۵:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع تین اس بارے میں کہ متدی ایک نیم عالم صاحب نے قرآن حکیم کو بنگلہ خط میں اور ترجمہ میں لکھا ہے، جس کے شروع میں کہتے ہیں ”کہ یہ حروف بنگالیوں کے لئے ہیں“۔ لفظ بنگالی کی تشریح نہیں کی، آیا بنگالی مسلمانوں کے لئے ہے یا اور کسی کے لئے ہے۔ یہ تو سنی ہوئی، دوسرے صفحہ پر انھوں نے لکھا ”کو“ (لفظ) اس شکل میں لکھا ہے، لوگوں نے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ ہماری چیز تھی جو ہندوؤں نے لی، نیز ”ذہب اسلام کیا ہے“ اور ”مسلمان کسے کہتے ہیں“ عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ ”مسلمان اسے کہتے ہیں جو مومن، یمنی، محمد، کرشن جی پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو نبی مانتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”حاکر“ یعنی ڈاکیر، برکارے بتلایا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تکریم کے مناسب الفاظ بھی لانا اپنی دانست میں مناسب نہ سمجھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ: بنگلہ خط میں قرآن حکیم لکھنا کیا ہے؟

### الجواب حامداً ومصلیاً:

”قال انھب رحمہ اللہ تعالیٰ: مثل مالک هل یکتب المصحف علی ما احدثہ الناس من الہجاء؟ فقال: لا الا علی الکتابۃ الاولى۔ رواہ الدارانی فی المقنع۔ ثم قال: ولا محالف لہ من علما، الامة وفال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی واو او با، او ألف او غیر ذلک۔ وقال البیہقی فی شعب الایمان: من یکتب مصحفاً سعی أن یحافظ علی الہجاء، انشی کتوبا بہ ثلث المصاحف، ولا یخالفہم، ولا یغیر مما کتبہ شیئاً فزاہم کتالوا اکثر علماً وأصدق قللاً ولساناً وأعظم أمانة منہ، فلا یسعی أن یظن بأحدنا مستدرکاً عنہم“۔  
(۱) ”فان عسر عن کلام اللہ تعالیٰ بالعربیۃ کان قرآناً، وبالسرانیۃ کان انجیلاً، وبالعربیۃ کان توراتاً“۔

(البیواقیۃ، الحواہر للشعرانی، ص ۹۳۰، مکتبہ عباس بن عبد السلام، مصر)



الفتاویٰ، النوع السادس والسیعون: ۱۹۶۲ (۱)۔

"وشرح تحریر کتابہ بالعجمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ: ۳۸/۱ (۲)۔ قال بعض أئمة الفراء: ونسبہ بلی مائت؛ لأنه المستول عن الحسنة، وإن لا فهو مذهب الأئمة الأربعة، وقال أبو عمرو: ولا مخالفة له فی ذلك من علماء الأمة، وقال بعضهم: والذي ذهب إليه مائت هو الحق؛ إذ فيه بقاء الحالة الأولى إن أن يتعلمه الآخرون، وفي خلافها تحجیل الحر الأمة أو لهم وإذا وقع الإجماع كما نرى على مع ما أحدث الناس أنيهم من مثل كتابة الربو بالآلف مع أنه موافق لفظ الهجاء، فسع ما ليس من جسر الهجاء، أولی، ورعه أنه كتابته بالعجمیۃ فيها سهولة للتعلم كدث مخالفة للواقع والمشاهدة، فلا يلتفت لذلك على أنه لو سلم صدقه، لم يكن مباحاً لإخراج ألفاظ القرآن عما كتبت عليه وأجمع عليه السلف والخلف اهـ"۔ والمسئلة المذكورة فی أحكام النفاثس ایضاً، ص: ۲۴ (۳)۔

عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصنف عثمانی کے رسم خط کی رعایت و متابعت لازم و ضروری ہے اور اس کے خلاف لکھا اگرچہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی ہلکہ و غیرہ رسم خط میں لکھا کیسے جائز ہو سکتا ہے، اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ بالا جماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے طاء، حاء، ض، ظ، وغیرہ، یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل و صورت ہے تو لا محالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ ہلکہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف و تغیر ہے جو کہ حرام ہے۔ البتہ اگر متن قرآن کریم تو

(۱) (الإشعان فی علوم القرآن: ۳۲۸۳، النوع السادس والسیعون، فی موسوم الخط و آداب کتابتہ، دار ذوی القربی)

(۲) (الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیۃ ۳۸۰۱، باب النحاسة، المکتبۃ الإسلامیۃ، ترکی)

(۳) (أحكام النفاثس، ص: ۵۳، فی ضمن رسائل الکنوی: ۳/۳۸۵، إدارة القرآن)

(و کما فی الانفاث فی علوم القرآن، للسیوطی: ۱۱۲۱-۱۲۹، النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبہ، دار ذوی القربی)

عربی اصل رسم خط میں ہو، اور اس کا ترجمہ و تفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ۔

صحیح عبداللطیف: ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، کیم جمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مطلب صاحب کا اتباع اور پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہماری فلاح اور سعادت ہے۔ فقط۔ ذکر کیا قدوسی  
الجواب صحیح: بندہ منظور الحق عفی عنہ مدرسہ ہذا۔ ہذا الجواب ہوا الحق و بالاتباع الحق، امیر احمد کاندھلوی کان اللہ  
الجواب صحیح: عبدالرحمن غفرلہ۔ احقر علیم اللہ مظاہری عفا اللہ عنہ۔

اردو میں قرآن پاک پڑھنا

سوال (۱۱۳۶): آج کل لوگ اردو قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، ایسے قرآن شریف پڑھنا یا  
خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مخلص اردو میں قرآن پاک لکھتا اور چھاپتا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ  
ترجمہ بھی ہو تو درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد المحمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام۔ عین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

(۱) قال المحقق ابن حمام: "و فی الکافی: إن اعداد القرآن بالفارسیة أو أرامیة لکن مصححاً بها

یسمع، فإن فعل أیة أو ابنین لا، فإن کتب القرآن و تفسیر کل حروف و نوحته حذ الح"، (فتح القدیر،

ماہ صفة الصلاة ۴۸۶، مصطفیٰ البیہی الحلبي مصر)

(و کذا فی رد المحتار: ۸۶۱، مطلب فی بیان المتواتر و النسخ، سعید)

(و کذا فی ماہل العرفان ۳۸۰، ۲، احیاء التراث العربی)

## ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے

سوال [۱۱۳۷]: قرآن شریف کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے، اتقان میں اس پر اثر اربعہ کا اجماع نقل ہے (۱)۔

قال العلامة الشامي: "في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع اهـ". شامي: ۳۲۶/۱ (۲)۔

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب شفیق الرحمن دارالعلوم دیوبند۔

## قرآن کریم ہندی میں لکھنا

سوال [۱۱۳۸]: ہندی میں جو قرآن کریم جماعت اسلامی ہند نے شائع کیا ہے اس کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور عربی رسم الخط عربی قرآن جو ہے، اس کو تلاوت کرتے ہیں تو ان میں افضل کون ہے، عربی رسم الخط یا ہندی، کس کی تلاوت کا ثواب زیادہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں (۳)۔ اتقان

(۱) (الإنفاق في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في موسوم الحظ الخ: ۳۲۸/۲، دوی القوی)

(۲) (رد المحتار: ۳۸۶/۱، مطلب فی بیان المتواتر والشاذ، سعید)

(کذا فی فتح القدیر، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱۰، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(ومما هل العرفان: ۳۸/۳، دار إحياء التراث العربی)

(۳) 'و فی الکافی، إن اعتاد القرآن بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن فعل آية أو آيتين لا، فإن

كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جاز الخ". (فتح القدیر، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱، مصر) =

میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے (۱)۔ ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت منج ہو جائیگی، ج، ذ، ز، ض، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا۔ سب کی صورت یکساں رہوں، اصل مخارج و صفات سے ان کو اونٹ نہیں لیا جائے گا۔  
استعمل، اصطلاح، استقامت، سب کچھ ضائع نہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب مفتی محمد ابراہیم دہلوی: یومہ ۲۴، ۱۳۹۰ھ۔

### اُردو زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا

سوال [۱۳۹]: جو رے علاقے میں اپنی صوبائی زبان اُردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو عام طور پر بولتے ہیں جیسے کہ اکثر لوگ دوسری زبان سے بالکل ہی ناواقف ہیں، خاص طور پر عربی اور اردو زبان سے بالکل نااہل ہیں، لہذا احکام اسلام سیکھنے کے مشتاق ہونے کے باوجود سیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے ان لوگوں کی خواہش ہے کہ احکام اور ارکان اسلام اور تمام ضروری مسائل اُردو زبان میں شائع کرائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، لہذا کیا اس مجبوری کی صورت میں مندرجہ ذیل مسائل و احکامات اُردو زبان میں لکھ سکتے ہیں؟

- ۱ کیا کام اللہ کی چھوٹی چھوٹی سورتیں جو نماز کے لئے ضروری ہیں اس کو اُردو زبان میں لکھ سکتے ہیں؟
- ۲ کیا کام اللہ کی اسلام اور ارکان اسلام کی فہرست والی آیتیں اور دعائیں بھی لکھ سکتے ہیں؟
- ۳ کیا احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فضائل و احکام سے متعلق ہیں، نیز دوسری دعائیں ان کو بھی لکھ سکتے ہیں؟

۴ کیا اس مجبوری کے تحت کام اللہ کی تفسیر وتر جمہ اس متعلقہ زبان میں کر سکتے ہیں؟ براہِ نرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مع دلائل وحوالہ کتب و مضامین کے ساتھ بیان فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

= (و کذا فی رد المحتار: ۳۸۶: ۱، مطلب فی بیان المینواتر والشاذ، سعید)

(۱) "وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء فقال لا، إلا على الكنية الأولى وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة حط مصحف عثمان رضي الله عنه في واو، أوياء أو ألف أو غير ذلك". (الاتقان في علوم القرآن النوع السادس والسعرون، في مرسوم الحط وادب كتابه ۲، ۳۲۸، دار ذوی القربی)

(و کذا فی مناهل العرفان فی علوم القرآن ۲، ۳۸، دار احیاء التراث العربی)

فتی

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم اور احادیث کی دعائیں اصل عربی رسم الخط میں لکھ کر ان کا ترجمہ اور تفسیر اور تشریح اپنی اُریہ زبان میں کر سکتے ہیں۔ فتح القدیر اور دیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے (۱)۔ محض اُریہ یا کسی اور زبان میں (عربی کے علاوہ) قرآن پاک کو لکھنا بالاجماع ناجائز ہے، کدافی الاِتيقان (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب غفر لی عندہ دارالعلوم دیوبند، ۳۴/۴/۸۹ھ۔



- 
- (۱) قال المحقق ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ: "وہی الکافی: إن اعداد القرآن بالفارسیۃ، أو أراد أن یکتب مصحفاً بہا بجمع، فإن فعل ائمة أو ائیین، لا، فإن کتب القرآن و تفسیر کل حرف و ترجمتہ حاز الح". (فتح القدیر، باب صفۃ الصلاۃ: ۲۸۶/۱، مصطفی النابی الحلبي مصر)
- (و کذا فی رد المحتار: ۳۸۶/۱، مطلب فی بیان المتواتر والشاد، سعید)
- (۲) "وفال أشهب۔ سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثہ الناس من الہجاء؟ فقال، لا، إلا علی الکتابۃ الأولى۔ وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفتہ خط مصحف عثمان رضى الله عنه الح (الاِتيقان، ۳۲۸/۲، النوع السادس والسبعون،، فی مرسومہ الخط و آداب کتاتہ، دار ذوی القربی، و کذا فی ماسأل العرفان فی علوم القرآن: ۳۸/۲، دار إحياء التراث العربی)

## حفظ قرآن کا بیان

حفظ قرآن اور ختم فرض ہے یا سنت؟

سوال [۱۱۴۰]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدنيا والاخرة: ہر شخص پر عمر بھر میں ایک

ختم قرآن شریف پڑھنا یا سننا فرض عین ہے یا سنت موکدہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حفظ قرآن کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے (۱)، تراویح میں ہر سال پڑھنا یا سننا سنت موکدہ ہے

اور ہر چالیس روز میں ایک مرتبہ ختم کرنا مستحب ہے، کذا فی الدر المختار: ۷۲۹/۱ (۲)، والہدیہ: ۳۱۷/۱ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوای عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیوہ ۶۰/۱۱/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ذیقعدہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۲۹/ذیقعدہ/۶۰ھ۔

کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مضر ہے؟

سوال [۱۱۴۱]: بزرگتا ہے کہ کل کلام پاک کا حفظ کرنا - نعوذ باللہ - ایسا ہے کہ جیسے گندی نالی میں

(۱) "قولہ: وحفظ جميع القرآن الح. أقول: لا مانع من أن يقال: جميع القرآن من حيث هو يسمی

فرض کفایہ وإن كان بعضه فرض عین وبعضه واجباً." (رد المختار: ۵۳۸/۱، مطلب فی الفرق بین

فرض العین و فرض الکفایہ، سعید)

(و کذا فی الحلی الکبیر ص ۳۹۵، صہیل اکیلمی لاہور)

(۲) "یسعی لحافظ القرآن فی کل أربعين يوماً أن یختم مرة" (الدر المختار: ۵۵۷/۲، مسائل شنی

عقید کتاب الفرائض، سعید)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فی التراویح، ۱۱۷۰، رشیدیہ)

حفظ کا چکر لگ کر کہ بعد حفظ تکلم پاک کا احترام کیا جاتا ہے نہ یہ ورکھا جاتا ہے جس کی ذمہ داری استاذ پر ہے ممکن ہے کہ قیامت میں استاذ کی کچر ہو۔

تم، بکرو کہتا ہے کہ ایسے پر فتنہ زدہ نے میں مسلمانوں کو کلام پاک کا حفظ کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بچے دین سے واقف رہیں، اور کلام پاک کو بھلا دین یہ ان کا اپنا فضل ہے، استاذ پر کوئی ذمہ داری نہیں، استاذ کو حفظ کلام پر آمادگی دینا، ذمہ داروں کی ہے اور وہ اس تہذیب و تمدن کو جو بڑے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمرہ کامل درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعظم بالصواب۔

حررہ العبد محمد رفیع منہ دار احمد مریو بند۔

جس کو کلام پاک کچا یاد ہو، کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟

سوال [۱۱۴۲]: ایک آدمی نے حفظ کرنا شروع کیا اور پورا کر لیا، اب کیا کہ جو پارہ استاذ کو سنانا ہوا اور نہ یاد کر سکتا ہے، وقت دیوں غلطیاں ہوں گی اور کبھی غلطیوں کی وجہ سے بھگا دیا کہ جاؤ یاد کرو، ابھی یاد نہیں ہے، ایسے ہی قرآن شریف ختم ہو گیا اور رمضان میں کبھی قرآن شریف (تراویح) پورا نہیں کیا، بس دو چار پارے سنایا اور حفظ وغیرہ کی پگڑی وغیرہ کچھ نہیں بندھی۔ ایسے شخص کون حفظ مان جائے گا یا نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ حافظ وہ آدمیوں کو بخشش کا حقدار ہے یا نہیں؟ یہ حافظ بہت بیمار رہتا ہے یعنی زکام اور خواب ہو جانے کا بہت بڑا مرض ہے، لگاتار اس مرض میں مبتلا ہے، اس لئے دماغ کی کمزوری بہت رہتی ہے، صحیح یاد نہیں ہوتا چھوٹی چھوٹی سورتیں تک بھول جاتا ہے۔ قیامت کو یہ حافظ اللہ تعالیٰ کے ہاں اندھا تو نہیں اٹھایا جائے گا؟ قرآن شریف دیکھ کر روزانہ پڑھتا ہے ایک دو پارہ، مانغ نہیں کرتا، شیخ وقتہ نماز پڑھتا ہے، امام بھی ہے۔

(۱) حضرات فقہائے کرام نے قرآن مجید کے حفظ کے فرض کا یہ لکھا ہے۔ قال العلامة التبرسناشی: "حفظ جميع

الفقرآن فرض کفایہ" (الدر المحتار، ۳۸۱، مطلب فی الفرق بین فرض العین و فرض الکفایہ، سعید)

(و کذا فی الحلی الکبیر ۳۹۵، سہیل اکبمی)

(وفتاویٰ قاضی حسان علی حامش العالم المکبوتہ ۲۳۸۰۱، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح، مکتبہ

سیدہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ روزانہ دیکھ کر تلاوت کرتا رہتا ہے اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے محنت کے باوجود یاد نہیں ہوا تو وہ اندھا نہیں بنایا جائے گا (۱) اور اس کو محنت کا پورا اجر ملے گا (۲) اور امید ہے کہ وہ بخشش بھی کرا دے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔  
الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا حافظ کو غیر حافظ پر فوقیت ہے؟

سوال [۱۱۴۳]: زیہ کہتا ہے کہ حاجی مقتدی پر حافظ قرآن کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر حافظ پر حافظ کو فوقیت حاصل ہے، امام کو مقتدیوں پر فوقیت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۵ھ۔

(۱) اندھا منہ سے جانے کی وعید ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جو قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو، ورنہ تو یہ وعید نہیں "والنسیان عذاباً ان لا یقدر ان یقرأ بالنظر، کذا فی شرح شرعہ الإسلام"۔ (مذلل المجہود فی حل ابی داؤد: ۲۶۶/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قالت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال، "الماهر بالقرآن مع السقرۃ الکرام البرۃ، والذی یقرأ القرآن، ویستنع فیہ، وهو علیہ شاق، لہ اجران"، (الصحيح للبخاری، کتاب فضائل القرآن، رقم الحديث: ۴۹۳۷، دار السلام، ریاض)

(۳) "الأولیٰ بالإمامۃ أعلمہم بأحكام الصلاة فإن تساوا فأقرؤہم: أي أعلمہم بعلم القراءة"۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ: ۸۳/۱، رشیدیہ)  
(وکذا فی رد المحتار، باب الإمامۃ: ۵۴۷/۱، سعید)

وقال علیہ الصلاة والسلام: "یوم القوم أقرؤہم لکتاب اللہ، فإن کانوا فی القراءة سواء الخ"

(الحلی الكبير، فصل فی الإمامۃ، ص: ۵۱۴، سہیل اکیڈمی لاہور)



بہت سی میں کوئی حافظ نہیں

سوال [۱۱۳]: ہماری بہت سی میں کوئی حافظ نہیں ہے، زید کہتا ہے کہ حفظ کرنا فرض کفایہ ہے، اس بہت سی کے سب لے گنہگار ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑی خوبی کی بات ہے کہ وہاں پر کوئی حافظ نہیں، کوشش کر کے حفظ کی طرف توجہ دلائی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد ونفر لہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۵ھ۔

قرآن شریف بھول جانے پر وعید

سوال [۱۱۴]: ایک شخص نے قرآن شریف کو حفظ کیا تھا لیکن غفلت سے بھول گیا، اب شیعی میں اس کو ذلیل ہوا، لیکن یاد نہیں ہوتا، اگر اس کے بھائے ٹپس نمازوں کی کثرت کرے تو کیا اس وعید سے بچ سکتا ہے جو یاد کر کے بھلا دینے پر ہے یا یاد کرنے میں لگا رہنا بہتر ہے، خواہ یاد ہو یا نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ووعید اس وقت ہے کہ دیکھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو، بذل المحمود: ۱/۲۶۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد ونفر لہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال العلامة السمرقانی: "و حفظ جميع القرآن فرض كفاية". وقال ابن عابدین "فرض الكفاية" معناه فرض ذو كفاية: أي يكفي حصوله من أي فاعل كان". (رد المحتار، مطلب في الفرق بين فرض العن وفرض الكفاية، ۵۳۸، سعيد)

(و کذا فی الحلی الکسر ۳۹۵، سہیل اکیڈمی)

(۲) "والنسبان عسداً ان لا یقدر أن یقرأ بالبطر، کذا فی شرعہ الإسلام" (بذل المحمود فی حل أسی داود ۲۶۶، باب فضل کس المسحد، ممکنہ امدادہ ملتان)

رہی الحلی الکسر، "والنسبان أن لا یمکنه القراءة من المصحف" (ص: ۳۹۸، لسانات فیما یکرر من القرآن، سہیل اکیڈمی)

## قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا

سوال (۱۱۳۶): جو شخص حافظہ ہے قرآن مجید بھول گیا، کیا حافظہ کھلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بھول جانے والا کتنا گارے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن مجید کو یاد کر کے بھلا دینا بہت بڑی ناقدری ہے اور ایک نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری ہے اور ناشکری پر ہمید آئی ہے: ﴿لَنْ تَشْكُرَهُ دَرْيُدُ نَكْمَةً وَلَنْ يَكْفُرَهُ إِنْ عَذَابِي تُشْدِدُ﴾ (الآیہ) (۱)۔

ایسے شخص کو خود حافظہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، اگر لوگ اس اعتبار سے حافظہ کہیں کہ اس نے حفظ کیا تھا تو گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد رکن گنوی مبین مفتی مدرسہ مظاہر علوم مہار پور، ۱۰/شوال ۱۴۰۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم مہار پور، ۱۲/شوال ۱۴۰۶ھ۔

درجہ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا

سوال (۱۱۳۷): معبود مدرسہ خمد دراز سے بغرض ترویج امور دینیہ قائم ہے، حفظ قرآن کی تعلیم تھی، اس کے ساتھ ساتھ بغیر درجہ بندی اردو کی بھی تعلیم ہوتی تھی مگر حفظ قرآن کو غلبہ رہا۔ اسی درجہ میں طلبہ کی کثرت رہی اور محمد اللہ حفظ کا اچھا خاصا کام ہو رہا تھا، سرکاری ہندی وغیرہ کے پرائمری اسکول تھے جو خالص دنیوی اور عقائد دشمن تھے، ایسی صورت میں مسلم لڑکوں کا کتنا عقیدہ خراب ہوتا تھا نا گفتہ یہ ہے۔ حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے سرپرستانہ مدرسہ نے معبود مدرسہ کے اندر باقاعدہ درجہ بندی کرا کے پرائمری کا

(۱) (سورۃ ابراہیم: ۷)

فقال الحافظ اس کثیر: "(ولئن کفرتم) ای کفرتم النعم و سرتموھا و ححدثموھا (ان عذابی لشدید) و ذلک بسلبھا علیہم و عقابہ ایامہم علی کفرھا". (تفسیر اس کثیر: ۹۰۲، دار السلام، ریاض)

لیکن قرآن کریم بخلا دینے کا معیار یہ ہے کہ قرآن کریم نہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے "إذا حفظ الإنسان القرآن، ثم نسبه، فإنه يأنس، و نفسیر السیاس ان لا یسکھ القراءۃ من المصحف الخ" (فتاویٰ العالمگیریہ)

۵۳۱، الباب الرابع فی الصلاۃ و التسخیر و فرائض القرآن، رشیدیہ،

نصاب قائم کرایا اور انجمن سے الحاق کرایا تاکہ لڑکے پرائمری تک اس میں تعلیم حاصل کریں عقائد کی درستگی کے ساتھ، پھر آگے انگریزی میں داخل ہوتا چاہیں تو الحاق ہونے کے ناطے اسی سرٹیفکیٹ سے بلا رکاوٹ داخلہ لے لیں تاکہ کم از کم ابتدائی تعلیم تو ایسی رہے کہ ان کے اندر اسلامی داغ نیل پڑی رہے۔ ظاہر ہے اس نظریہ کے فوائد سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ سارے اخراجات کی تکمیل انہیں رقوم سے کی گئی جو خالص قرآن کی تعلیم و دینیات کے لئے آتی رہیں۔ اور پرائمری تعلیم کے لئے یہ تصنیف انہیں طلباء کے اندر کی گئی جو غالب طور پر حفظ قرآن کے لئے رہتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درجہ پرائمری کو عروج و فروغ ہوا اور عوام بھی کسی حد تک زمانے کے ساتھ ہو جانے کے باعث مطمئن ہو گئے اور پرائمری کے وجود سے طلبہ کی تعداد میں بھی غیر متوقع اضافہ ہوا، گو کہ یہاں سے نکل کر انگریزی مدرسہ میں داخل ہو جانے کے بعد نہ تو اس کی زبردلی فضا سے وہ بچ سکے اور نہ خود اپنی بنیادی سادگی پر انہیں چند سال تک باقی رکھا گیا تھا محفوظ رہ سکے، اس طرح درجہ پرائمری کے وجود کا اولین مقصد تقریباً فوت ہو گیا۔

اس کے برعکس درجہ حفظ و دینیات پر یہ اثر پڑا کہ اس درجہ میں طلبہ انتہائی قلیل و محدود رہ گئے، جہاں سال میں کئی جدید طلباء داخل ہوتے رہے وہ درجہ بندی کی زد میں آ گئے اور جو پرائمری سے نکلے وہ انگریزی کے پیچھے دوڑ پڑے، اس کے لئے گویا کہ مدرسہ نے ہی راستہ ہموار کیا۔ مزید غصہ یہ ہوا کہ طلباء قدیم ماحول نہ پا کر نیز درجہ کا شیرازہ بکھر جانے کے باعث خود درجہ حفظ والے بھی چھٹنے لگے اور مدرسہ کے غیر تجربہ کار اراکین کا موبہم ارتقائی فلسفہ قیام مدرسہ کے اولین مقصد عظیم کے لئے ماسور بن گیا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ نہ تو انہیں اس کا احساس ہے نہ اس پہلو سے وہ سوچنے کے عادی ہیں۔ ایسی صورت میں مدرسہ کا موجودہ طریقہ تعلیم باقی رکھ کر حفظ قرآن کی زیاں کاری برداشت کی جائے، یا سابق طریقہ تعلیم کو کمر معرض وجود میں لایا جائے؟ حضرات مفتیان کرام! آراء عالیہ سے بہرہ ور فرمائیں۔ تفصیل پر مجموعی حیثیت سے روشنی ڈالیں اور مغرب کا اجمال درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن پاک اور عربی تعلیم کے طلبہ کے لئے آنے والی زکوٰۃ و صدقات کی رقوم سے پرائمری درجوں کو چلانا اُس زمانے کے اعتبار سے وہ انگریزی کا زینہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

۲۔ درجہ پرائمری کے قیام سے گو وہ مصلحت ہی ہو اور علامہ المسلمین کے اصرار و خواہش کے مطابق ہی ہو مگر درجہ حفظ کی تعلیم پر غیر معمولی اثر نہ پڑے تو کیا حکم ہے؟

۳ مدرسہ کا ایسا عمل جس میں فساق و فجار غالب ہوں اور مدرسہ کے تعلیمی و تربیتی نشوونما کے طریقوں سے بکسر ناواقف ہوں، ان کی عہدہ داری کیا حیثیت رکھتی ہے؟  
 نسیم اللہ مظاہری، مدرسہ باب العلوم، مقصد پاپوش، پربتاپ گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

انداز سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کے متعلق سوال کر کے کوئی جواب حاصل کیا گیا ہے، اگر ایسا ہے تو بہتر ہوتا کہ وہ سوال و جواب بھی بھرشتہ ارسال کر دیا جاتا، نوعیت سوال کے پیش نظر جواب کا بدل جانا کچھ مستبعد نہیں۔ موجودہ سوال کا جواب نمبر وار تحریر ہے

۱ جائز نہیں (۱)۔

۲ اجازت ہے (۲)۔

۳ مضروومنونوع ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

(۱) قال الله تعالى ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال الحافظ ابن كثير في تفسير هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات و ينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم الخ" (تفسير ابن كثير: ۱۰/۲، سورة المائدة، مكتبة دار السلام، رياض)  
 (و كذا في أحكام القرآن ۴/۲۹۱، قديمي)

(۲) "وإن عرس للمسجد لا يحوز صرفها إلا إلى مصالح المسجد .. الأهم فالأهم كسائر الوقوف" (البحر الرائق ۵/۳۴۲، كتاب الوقف، رشديه)

(۳) "إذا وُسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة". (مرفقة المفاتيح: ۹/۳۳۳، كتاب الفس، رشديه)

"في الإسعاف: لا يؤلّى إلا أميس قادر بنفسه أو ناله أو مستوى فيه الذكر والائتي الخ"  
 (الفتاوى العالمكبرية ۲/۸۰۸، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، رشديه)

(و كذا في البحر الرائق ۵/۳۷۸، كتاب الوقف، رشديه)

## آداب قرآن کا بیان

قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

سوال (۱۱۴۹): قرآن کو بے وضو چھونا کیسا ہے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ﴿لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ ہے یا وضو چھونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ”المطہرون“ سے فرشتے مراد ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ تفسیر وحدیث تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

﴿لَا يَمْسُهُ﴾ کو اگر خبر مانا جائے تو ﴿مطہرون﴾ سے مراد ملائکہ ہیں اور ضمیر مفعول راجع ہوگی ﴿کتاب مکتوب﴾ کی طرف جس سے مراد نوح محفوظ ہے۔ اگر اس کو نفی مانا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ قرآن پاک کو بلا طہارت کے مس نہ کیا جائے (۱)۔ حافظ ابو بکر بصرہ ص رحمہ اللہ نے اس کو اولیٰ قرار دیا ہے اور حدیث عمرو بن حزم کو استدلال میں پیش کیا ہے:

”إِنَّهُ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ لِعَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ: وَلَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ“. فَوَجِبَ أَنْ يَكُونَ يَهْبِيهِ دَلِيلٌ مَا لَا يَهْدِيهِ“ (أحكام القرآن (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا

سوال (۱۱۴۹): اگر کوئی معلم قرآن شریف پیتے کا مریض ہو، اس کا وضو نہ دودے تک نہ رہتا ہو،

(۱) ”وقال العوفي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما (لا يمسها إلا المطهرون) يعني الملائكة، وعن قتادة (لا يمسها إلا المطهرون) قال: لا يمسها عبد الله إلا المطهرون الخ. وقال ابن زيد: وعمت كفار فريس أن هذا القرآن نزلت به الشياطين. فأحبر الله تعالى أنه لا يمسها إلا المطهرون وقال الآخرون (لا يمسها إلا المطهرون) أي من الخائبة والحدث“. (تفسير ابن كثير، ۲/۴۸۸، سهيل اكيدي لاهور)

(۲) (أحكام القرآن ۲/۲۴۱، قديمي)

(کذا فی رد المحتار ۸/۹۹۱، مطلب فی اعتبارات المركب النام، سعید)

اس کے لئے بغیر وضو کے یا تیمم سے قرآن شریف چھونے میں کچھ گنجائش ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص ردائے ناہل ہاتھ میں لے کر اس سے چھولیں کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ دارالعلوم دہلویہ بند۔

طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا

سوال (۱۱۵۰): طلبہ کو قرآن شریف وضو سے پڑھنا چاہئے یا بلا وضو، اگر پانی کا طلباء کے لئے

انتظام نہ ہو تو شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو طلبہ بالغ ہوں ان کو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر یا وضو پڑھنا چاہئے (۲) اور جو نا بالغ ہوں ان کو بلا وضو بھی ہاتھ میں لیکر پڑھنا درست ہے (۳)، بالغ طلبہ کو اگر پانی کا انتظام دشوار ہو تو بلا وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے، بلکہ کپڑے یا قلم وغیرہ سے ورق الٹنا چاہئے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب وغفرلہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۶/رجب المرجب/۵۲ھ۔

(۱) فی مجمع الزہیر: "لا یحوز لمحدث من مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل فی الصحیح"

(۲/۱، کتاب الطہارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۴۳۰، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی النہر اللیق: ۱/۴۳۰، کتاب الطہارۃ، امدادیہ ملتان)

(۳) "و یحرم من تلاوة القرآن مقصده و منہ بالاکبر وبالأصغر من المصحف، إلا بغلاف

متحاف غیر مشرؤ أو مصرۃ، بہ فتنی" (الدر المحتار: ۱/۴۳۰، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی الضحطواوی، ص ۱۴۳، قدیمی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۸۱، رشیدیہ)

(۴) "و لا یکرہ من صلی لمصحف و لوح، و لا بأس بدفعه إلیہ و طلبه منہ للضرورة، إذ الحفظ فی

الصغر کالفتی فی الحجر" (الدر المحتار: ۱/۴۳۰، کتاب الطہارۃ، سعید)

(۵) "و لا یحوز لمحدث من مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل فی الصحیح، کالحریطۃ و نحوہا" =

ہے وضو پکوں کو قرآن کریم دینا

سوال [۱۱۵۱]: وہ نابالغ بچے جو پیشاب کرنے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے انہیں قرآن

شریف پڑھنے کے لئے دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

منجائش ہے (۱) مگر ان کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور مادی بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ العزیز۔

ریاحی مریش کے لئے قرآن کا چھونا

سوال [۱۱۵۲]: زید نے قرآن پاک حفظ کر لیا ہے، اب وہ بچا کرنا چاہتا ہے، چونکہ اسے تجارت کی

فرض سے اکثر سفر کرنا پڑتا ہے اور وہ ریاچی مریش بھی ہے کہ اکثر ریاچہ روج ہوتی رہتی ہے تو اس صورت میں

کیا وہ ایک مرتبہ وضو بنا کر بار بار قرآن چھو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں وہ شرعی معذور نہیں، اس کو چاہئے کہ وہ مال یا تولیہ ساتھ رکھے اس سے قرآن کریم کو

پکڑے، بلا وضو پاتھ نہ لگائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب، شرف الدار العلوم، یوہند۔

= (مجمع الأنهر مع ملئقی الأبحر، کتاب الطہارۃ ۴۰، ۴۲، مکتبہ غفرانہ کونہ)

(و کذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطہارۃ: ۱/۱۷۳، ۱/۱۷۴، سعید)

(۱) فی الدر: "(ولا) یکوہ (مس صلی لمصحف و لوح) ولا یأس بدفعہ (الیہ و طلبہ مہ للضرورة، إذ

الحفظ فی الصخر کالقیس فی الحجر)" (الدر المختار ۱/۱۷۴، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی الطحطاوی علی مواقی الملاح، ۱۴۶، قدیمی)

(و کذا فی الحلی الکبیر، ص ۵۹۰، مطلب فی أصح القولین، سہیل اکیدمی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۱/۳۹، الفصل الرابع فی أحكام الحيض والنفاس، رشیدیہ)

(۲) "لا یحوز لمحدث من مصحف إلا بغلافه المفصل لا المتصل فی الصحیح" (مجمع الأنهر،

کتاب الطہارۃ، ۱/۳۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۱۷۳، کتاب الطہارۃ، سعید)





## کتاب تفسیر کو بلا وضوح کرنا

سوال [۱۱۵]: قاضی مفتی، طلبہ خصوصاً کتب تفسیر و حدیث پڑھنے والے اگر صاحب اذکار ہوں تو ان وان کتابوں کا مس کرنا بڑا کراہت جائز ہے یا نہیں، اگر مکروہ ہے تو کس وجہ کا، مکروہ، نہیں تو کیوں، جو بھی متعین ہو اس کے مرتکب پر شرعاً کیا حکم ہے؟ تفسیر اذکار موصوفہ کے رات و دن اکثر اوقات میں ماریت و مزاحمت کتب مذکورہ ہوتی رہتی ہیں مثلاً بوقت مطالعہ و تکرار سبق غلا و اس کے مثلاً مطالعہ کر رہا ہے اتفاق سے فہم آتی دوپہر وضو کیا، پھر غلٹا و غلٹا اس قسم کا واقعہ پیش آتا رہا۔

فرض کیجئے اگر مقام وضو نیز دور ہو اور موسم سردی بھی ہو اور ان اوقات میں اگر وضو کے پابند ہوں گے تو مذکورہ امور میں سخت نقصان واقع ہوتا ہے اور ان پر غلی نہ رہے کہ اذکار مسطورہ ہوتے ہوئے عزم کر لینا کافی ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورت مسئلہ میں مس کرنا مکروہ نہیں:

"ويذكره أيضاً للمحدث ونحوه من تفسير القرآن و كتب الفقه وكذا كتب السبب لأهلها لا تخلو عن إيات، وهذا التعليل يجمع من شروح النحو أيضاً، وفي الخلاصة: وكذا كتب الأحاديث والفقه عندهما، والأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى النهي. ووجه قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يمسى ما سأل للقرآن؛ لأنه ما فيه منه بمنزلة التامع، فكان كما أن نوسد خير مما فيه مصحف أو ركب عرق في السفر وإن أحده: أي التفسير و كتب الفقه كره لا بأس به لأن فيه ضرورة لتكرار الحاجة إلى أخذه زيادة على الحاجة إلى أخذ المصحف، لأن القرآن يقرأ حفظاً في الغالب بخلاف التفسير والفقه، وهذا الفرق بما يحتاج إليه على قول من كره من القرآن بأنكره"۔ عية المستمعي بحلبی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عبد اللہ عین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۹۔ ۱۲۔ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد العاطف۔

(۱) (الحلی الکبیر، ص ۵۹ مطلب فی اصح القولین، سہیل اکیڈمی لاہور) =

بے وضو و غسل کتابیں پڑھنا

سوال [۱۱۵۶]: وہ کتاب جس میں قرآن وحدیث لکھی ہوئی ہوں اور وقت و اصول کے مثلاً انھوں کتاب ہو تو انہی کتاب کو بے وضو پڑھنا کیسا ہے؟ اور وہ کتاب جس میں بجز مسئلہ کے اور قرآن وحدیث لکھی ہوئی نہ ہو مثلاً منطق کی کتاب ہے تو انہی کتاب کو بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز مفسرین کو بے وضو چھوٹا کیسا ہے؟ فقط۔  
الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی غلو کی کتاب کو بغیر وضو پڑھنا درست ہے، ایسی کتاب جب پڑھ سکتا ہے، بروقت ضرورت چاہے مگر بہتر نہیں (۱) اور جب چھوٹے تو جس جگہ قرآن شریف لکھا ہے اس جگہ پر ہاتھ نہ لگائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲/ ذی الحجہ ۱۴۵۷ھ۔

بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ سے معافی

سوال [۱۱۵۷]: ایک آدمی نے بے وضو قرآن پاک اکثر چھوا ہے اور بغیر غسل مسجد میں داخل ہوا ہے اور اکثر ایام حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا ہے، لہذا اب وہ توبہ ہے، ڈرتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ تو اس کا گناہ توبہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر معاف ہوئے کی کوئی اور صورت ہو تو جواب غایت ہو، جو صورت اس کے لئے مفید ہو حکم فرمایا جاوے تاکہ عذاب سے چھوٹے۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۴۳۰، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/ ۱۷۷، کتاب الطہارۃ، سعید)

(۱) "والمسند فی بیف وثلاثین موضعاً"، وفي الرد: فمنها عند دراسة علم = ومن كتب شرعية تعطيها لها"، (الرد المحتار مع رد المحتار: ۱/ ۹۹، کتاب الطہارۃ، سعید)

(و کذا فی مداد الفلاح: ص ۸۹، کتاب الطہارۃ، فصل فی صفة الموضوء، احیاء الترات العربی)

(۲) "وفي السراج عن الإيضاح: إن كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره و کذا كتب الغفر إذا كان فيها شيء من القرآن"، (رد المحتار: کتاب الطہارۃ ۱/ ۶۰۱، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کے سامنے ترئے، عاجزی کرے اور سچی توبہ کرے، اللہ تعالیٰ تو اب رؤف رحیم ہیں، معاف فرمادیں گے (۱)۔ حسب وسعت کچھ صدقہ بھی دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

حماک شریف لئے ہوئے بیت الخلاء جانا

سوال (۱۱۵۸): کسی شخص کے پاس حماک شریف ہے اور بڑے اشتیاق کی حاجت درپیش ہے، اب

وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حماک شریف کو اپنے سے الگ کر کے ادب و احترام کے ساتھ کہیں رکھ دے، پھر فراغت حاصل کر لے۔ کہیں جگہ نہ ہو اور حماک شریف جیب میں ہو اور ہنگل میں صاف جگہ بیٹھ کر ضرورت پوری کر لے تب بھی گناہ نہ ہوگا۔

"إذا كان عليه خاتم، وعليه شئ من القرآن مكتوب، أو كتب عليه اسم الله، فدخل المحرج معه يكره، وإن اتخذ لنفسه مبالاً طاهراً ففى مكان طاهر لا يكره، كذا فى

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ (التحريم - ۸)

وقال الله تعالى: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ، إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ (هود: ۹۰)

(۲) "(ويستحب أن يصدق بدینار إن كان) الحماح (فى أول الحيض ويصفه إن كان فى آخرة) أو وسطه كذا قال بعضهم، وقيل: إن كان الدم أحمر فدينار، أو أصفر فبصفه سراح". (مجموعه رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱۱۳، الرسالة الرابعة، مهمل الواردین من بحار الفیض على دحر المتأصلین فى مسائل الحيض، مکتبه قاسمیہ)

"ثم هو كبرية لو عادماً مختاراً عالماً بالحرمة، لا جاهلاً أو مكرهاً أو ناسياً، فلتزومه التوبة، ويندب تصدقه بدینار وبعقه". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ۱/ ۲۹۸، سعید)

المحیط". (عالمگیری: ۴، ۹۴، ۹۵) - فقط والنداءم۔

حرر: العبد محمد وغفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۲۵ھ، ۹۲ھ۔

## قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال [۱۱۵۹]: کمرہ کے دروازے کے سامنے اندر الماری میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، نکتے وقت اس کی جانب پشت ہو جاتی ہے تو کیا یہ خلاف ادب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ادب و احترام کے ساتھ رکھا ہوا ہے تو اس طرح نکتے وقت اس کی جانب پشت ہو جانا خلاف ادب نہیں (۲) فقط۔

## قرآن شریف کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال [۱۱۶۰]: قرآن کریم اونچی الماری یا دیوار کے طاق پر رکھا ہے تو چارپائی پر اسی کمرہ میں اس کی طرف پیر کر کے بیٹھا کیا ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وماکتب فیہ شیئ من القرآن نحو الدررہم والقرطاس: ۳۲۳/۱، وشیدیہ)

"رقیۃ فی خلاف متحاف لم یکرہ دخول الحلاء، والإحتراز أفضل". (الدر المحتار)

وفی رد المحتار: "قولہ: رقیۃ، والظاهر أن المراد بها ما یسمونه الآن بالهکسل والحمائل المشتمل علی الآیات القرآنیۃ الخ". (الدر المحتار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، قیل باب المیاء ۱/۸۸، سعد)

(۱) قال العلامة الحصکفی: "کرہ مد رجلیہ فی نوہ أو غیرہ إليها أو إلی مصحف أو شیء من الکتاب الشرعیۃ، إلا أن یكون علی موضع مرتفع عن المحاذاة، فلا یکرہ". (الدر المحتار ۱۰/۲۵۶، مطلب فی احکام المسجد، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۴/۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف، وشیدیہ) وقال ابن حجر المکی: "والأولی أن لا یتدبره ولا یتخطاه ولا یرمه بالأرض". (الفتاویٰ الحدیثیہ: ۳۰۷، مطلب حکم مد الرجل للمصحف، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً :

اگر قرآن شریف پیروں کی سیدھ میں نہیں بلکہ بلند ہے تو اس میں گجاش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہم بستری کرنا

سوال [۱۱۶۱]: جس کمرہ میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ اس کمرہ میں بیوی سے ہم بستری نہ ہونا چاہئے کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

اگر قرآن شریف طاق یا الماری میں اونچی جگہ حفاظت سے رکھا ہوا ہے تو اس کمرے میں بیوی سے ہم بستری میں کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

ایک شخص چار پائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے

سوال [۱۱۶۲]: ایک شخص چار پائی پر بیٹھا ہے اور نیچے اسی کمرہ میں ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو کیا یہ درست ہے یا اس شخص کو چار پائی سے نیچے بیٹھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

چار پائی پر ایک شخص بیٹھے اس طرح کہ قریب ہی نیچے ایک آدمی قرآن پاک لے کر تلاوت کر رہا ہے تو

(۱) "مئة الرجلین إلى جانب المصحف إن لم يكن محذاه لا يكره، وكذا لو كان المصحف، معلقاً في التود و هو قند مئة الرجل إلى ذلك الجانب، لا يكره، وكذا في الغراب". (الفتاوى العالمگیریة، ۳۲۲/۵)

(و كذا في رد المحتار، ۶۵۵/۱، مطلب في أحكام المسجد، سعید)

(والفتاوى الحديثية، ص: ۳۰۷، مطلب حكم مد الرجل للمصحف، قديمی كراچی)

(۲) "يجوز قريان المرأة في بيت فيه مصحف مستور، وكذا في القنية". (الفتاوى العالمگیریة، ۳۲۲/۵)

(الباب الخامس في آداب المسح والقبلة والمصحف، رشديه)

(و كذا في الدر المختار: ۸/۱، كتاب الطهارة، سعید)

(والفقه الإسلامي وأدلته، ۴۵۱/۱، رشديه)

ہمارے عرف میں یہ چیز خلاف ادب سمجھی جاتی ہے (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۴ھ۔

زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا

سوال [۱۱۶۳]: زید مسجد کے فرش پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کے قریب چار پانچ گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اور زینہ ہے اور زینہ مسجد کی حدود میں ہے، آیا اس صورت میں جب کہ اس زینہ سے اترتے چڑھتے رہتے ہیں اور زید نے قرآن شریف پر کپڑا ڈال دیا ہے قرآن شریف کی بے ادبی ہوگی؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسی حالت میں زینہ پر اترنا چڑھنا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف دور بیٹھ کر پڑھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد و لنگوہی عفا اللہ عنہ ضمن مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبداللطیف۔

کرسی پر بیٹھنا جب کہ قرآن نیچے رکھا ہو

سوال [۱۱۶۴]: اگر نیچے قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو اور کوئی شخص کرسی پر یا چارپائی پر بیٹھنا چاہے تو کتنی دور ہو کر بیٹھنا ضروری ہے؟

(۱) "ولا یقعوا علی مکان ارفع مما علیہ القرآن"۔ (حیوۃ المسلمین لحکیم الامۃ، ص: ۵۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "اگر ایک ہی مکان اور ایک ہی جگہ ایسی صورت ہو تو غرض عام میں اس کو بے ادبی قرار دیا جاتا ہے۔۔۔" کتب فقہ میں تلاش کرنے پر اس صورت کی تصریح تو نہیں ملی مگر عرفی بے ادبی کا مدار عرف عام پر ہے۔" (کفایت المفتی، ۱۳۶/۱، کتاب الاعتقاد، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (راجع رقم الحاشیہ: ۱)

وفی الفتاویٰ العالمیہ: "لا یلقی فی موضع یخل بالعظیم"۔ (۵/۳۲۳، الباب الخامس فی

آداب المسجد والقرآن، وشیدہ)

الجواب حامداً ومصلیاً :

مفتی دور سے دوہرا مکان شروع ہوا اور قرآن شریف کی ہے ادبی نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن محمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶، رجب، ۱۴۱۶ھ۔

کری پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم

سوال (۱۱۶۱): امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں کری پر بیٹھ کر تعلیم دیتے ہیں جہاں پر قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس طرح کری پر بیٹھ کر تعلیم دینا کہ قرآن پاک نیچے رہے، احترام کے خلاف ہے (۲) اس طریق کو ترک کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن محمد دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۹ھ۔

استاذ کری پر بیٹھے اور نیچے ٹاٹ پر، اس کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۱۶۲): ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے اس میں مولوی صاحب تو کری پر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے بچے قاعدہ بغدادی اور قرآن شریف وغیرہ لے کر نیچے ٹاٹ پر بیٹھے ہیں، یہ طریقہ تعلیم خلاف شرع ہے یا نہیں؟ بچے آتے ہیں اور کھڑے ہو کر میز پر قرآن شریف رکھ کر سبق لے کر چلے جاتے ہیں۔ قرآن

(۱) (راجع رقم ۲)

(۲) "ولا تقعدوا علی مکان ترفع معا علیہ القرآن" (حیوة المسلمین لحکیم الامۃ: ۵۳، ادارہ انسابیات لاہور)

وفی الفتاویٰ العالمگیریہ "لا یلقی فی موضع یخلیہ التعلیم"، (۳۳۵، الباب الخامس فی آداب المسجد والقرآن، رشیدیہ)

(و کذا فی کفایت المفسر ۱۲۶۱، کتاب العقائد، دار الانشاعت کراچی)

عظیم کی بے حرمتی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

تعلیم کا یہ طریقہ کہ قرآن کریم لے کر بچے ٹاٹ پر یا فرش پر بیٹھیں اور استاد وہیں کرسی پر تشریف رکھیں خلاف سنت ہے اور احترام قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اس کی اجازت نہیں (۱) ایسی حالت میں استاد محترم کو چاہئے کہ کرسی وہاں سے ہٹا دیں اور نیچے ہی بیٹھ کر تعلیم دیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۷ھ۔

ٹیچران کا کرسی پر بیٹھنا جب کہ کتب دینیہ نیچے ہوں

سوال [۱۱۶۷]: کچھ مدارس دینیہ جن میں دیانت کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور دنیاوی بھی اور ٹیچران

کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور دیانت کی کتابیں پےچہ رکھی ہوتی ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ادب واحترام کے خلاف ہے، اس کی اصلاح کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۱/۱۳ھ۔

(۱) "ولا تفعدوا علی مکان أرفع مما علیہ القرآن". (حیوۃ المسلمین لحکیم الامۃ: ۵۳، ادارہ

اسلامیات لاہور)

وفی الفتاویٰ العالمگیریہ: "لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم". (۳۲/۵، الباب الخامس فی

آداب المسجد والقبلة والقرآن، رشیدیہ)

(و کذا فی کفایت المصنی: ۱۲۶/۱، کتاب العقائد، دار الاشاعت کراچی)

(۲) مذکورہ طریقہ ادب واحترام کے خلاف اس لئے ہے کہ اس میں دینی کتابوں کی تعظیم مفقود ہے، جب کہ دینی کتابوں کی تعظیم

واجب ہے۔

"رحل أراد أن یقرأ القرآن، فینبغی أن یکون علی أحسن أحوالہ: یجلس صالح لیباه، یتعمم

و یتستقل القبلة، لأن تعظیم القرآن والفقه واجب، کذا فی فتاویٰ قاضی خان". (الفتاویٰ العالمگیریہ

۳۱۶/۵، رشیدیہ)





## تفہیل مصحف

سوال [۱۷۰]: اکثر تلاوت شروع کرنے سے قبل عوام قرآن کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

تبرکاً ایسا کرتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی منقول ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا

سوال [۱۷۱]: ایک شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا، بعد میں آکر قرآن شریف کو چوم کر اور سر پر رکھ کر اور آنکھوں سے لگا کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھنے والے پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں، میں اُن پڑھ ہونے کی وجہ سے اس طرح ثواب حاصل کرتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ یہ فعل بدعت ہے، کیوں کہ یہ فعل رواج پکڑ جائے گا اور لوگ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ لہذا قابل تحقیق بات یہ ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والا بھی اس فعل کو کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ یا دونوں قسم کے لوگوں کے لئے صحیح ہے؟ اگر اُن پڑھ کے لئے بھی ناجائز ہے تو اُن پڑھ لوگ کس طرح قرآن شریف سے ثواب حاصل کریں؟

= المصحف و یمسحہ علی وجہہ". (الدر المختار : ۶/۳۸۳، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

(و کذا فی "نفع المفسی والسائل للکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعۃ رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ج: ۳، ادارۃ القرآن کراچی)

(۱) "تفہیل المصحف قبل بدعة، لکن روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه کان يأخذ المصحف کل عذاق و یقبلہ و یقول: عهد رمی و منثور رمی - عزوجل - و کان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل المصحف و یمسحہ علی وجہہ". (الدر المختار : ۶/۳۸۳، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی "نفع المعنی والسائل للکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۷۶، فی ضمن مجموعۃ رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ج: ۳، ادارۃ القرآن کراچی)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض حضرات صحابہؓ بنیم الرضوان سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور اس کو چومتے تھے یہ احترام ہے (۱) مگر محض چومنے پر کفایت کرنا اور تلاوت سے اعراض کرنا ناطق ہے، بڑی ناقدری ہے، زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

قبرستان میں قرآن پاک لے جانا

سوال (۱۱۷۲): قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے لے جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں چاہئے، وہاں جا کے جو حفظ ہو وہ پڑھ دے، جو حفظ نہ ہو وہ مکان یا مسجد میں پڑھ دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد و غفرلہ، عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

- 
- (۱) "تقبیل المصحف قبل: بدعة، لکن روى عن عمر رضى الله تعالى عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربي و منشور ربي - عز وجل - و كان عثمان رضى الله تعالى عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه". (الدر المختار: ۶/۳۸۳، كتاب المحظر والإباحة، سعيد)  
(و كذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، ص ۳۲۰، فصل في صفة الأذكار، قدمي)  
(و كذا في "نفع المفتي والسائل للكنوز رحمہ اللہ تعالیٰ، ص ۱۷۰، في ضمن مجموعة رسائل الکنوز رحمہ اللہ تعالیٰ، ج: ۲، ادارة القرآن كراچی)  
(۲) "و كان الصبر أبو إسحاق الحافظ يحكي عن أستاذہ لا بأس أن يقرأ على المقابر سورة الملك سواء أحمى أو جهر". (الفتاوى العالمكبرى، ۵/۳۵۰، الباب السادس عشر في زيارة القبور، رشيدية)  
(و كذا في رد المختار، ۲/۲۳۳، مطلب في زيارة القبور، سعيد)  
(و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۵۸۰، المكتبة الرشيدية)

ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے

سوال [۱۱۷۳]: ریشمی کپڑے کا جزدان بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ریشم کے کپڑے کا جزدان قرآن پاک میں لگایا جاسکتا ہے اس میں کوئی منع نہیں (۱)، ریشم کا پہنا مردوں کے لئے حرام ہے (۲)، مطلقاً ریشم حرام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدہ محمد عقیل دارالعلوم دیوبند۔

اخبارات میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ شائع کرنا

سوال [۱۱۷۴]: بعض اخبارات و رسائل میں قرآن پاک کی آیات شائع ہوتی رہتی ہیں جن کو لوگ عام طور سے ردی میں فروخت کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ردی میں فروخت کرنا اور اخبارات و رسائل میں آیات کا شائع کرنا کیسا ہے؟ نیز اگر صرف اردو یا ہندی ترجمہ شائع کریں تو صورت مذکورہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

دین کی اشاعت کے لئے آیات کا لکھنا اور ان کا ترجمہ کرنا اور ان کا چھاپ کرنا درست ہے (۳) لیکن

(۱) قال العلامة الحصفی: "حار تحلیۃ المصحف لمافیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد" (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ ۶/۳۸۶، سعید)

(کذا فی نفع المغنی والسنن، ص: ۱۷۲، فی صمن رسائل اللکوی، المحلہ الرابع، ادارۃ القرآن کراچی)

(وامداد الفتاوی: ۵۶/۳، دار العلوم کراچی)

(والإنفاق فی علوہ القرآن ۳۴۲، ذوی القربی)

(۲) "عن أنس بن مرسى الأشعري، رضى الله تعالى عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال "أحل المذهب والحبر للثلاث من أمتی، وحرم علی ذکورہا". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الثیاب، الفصل الثانی ۲/۴۷۵، قدیمی)

"حرم للرجل لا للمرأة لس الحبر إلا قدر أربع أصابع". (الحج الرائق، فصل فی اللبس،

کتاب الکراہیۃ ۶/۳۵۱، رشیدیہ)

(۳) "تحور کتابة آية أو آيتين بالغارسية، لا أكثر". (الدر المختار، کتاب الصلوة ۱/۳۸۶، سعید)

ان کا ردی میں استعمال کرنا درست نہیں، احترام۔ کئے خلاف ہے، محض ترجمہ کا بھی احترام لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

خط میں بسم اللہ لکھتے

سوال [۱۱۷۵]: خط کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برکت کے لئے جائز ہے۔ اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر احتیاط

کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی نفع المعنی والسائل للکوی ص ۱۷۶، إدارة القرآن کراچی)

(۱) "و لا یجوز لفت شیء فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقه، و فی الکلام الأولی أن لا یفعل"، (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳۲۳/۵، الباب الخامس فی آداب المسحود والمصحف، رشیدیہ)

(۲) "عن أبی مالک رضى الله تعالى عنهما قال كان النبی صلی الله علیه وسلم یکتب "باسمک اللہم

فلما نزلت ﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ كَتَبَهَا". (مراسیل ابی داؤد، ص: ۶، سعید)

"قال العلامة الآلوسی: "و کتابۃ السملۃ فی أوائل الکتب مما جرت بہ سنة نبینا صلی الله علیه

وسلم بعد نزول هذه الآية بلا خلاف۔ کان اهل الجاهلیۃ یکتوبون باسمک اللہم، فکتب النبی صلی

الله علیه وسلم أول ما کتب باسمک اللہم حتی نزلت: (بسم الله محوها ومرساها) فکتب بسم الله،

ثم نزلت: (ادعوا الله أو ادعوا الرحمن)، فکتب بسم الله الرحمن الرحیم الخ"، (روح المعانی

۱۹/۱۹ ط. دار احیاء التراث بیروت)

"وعن عمر بن عبد العزیز أن النبی صلی الله علیه وسلم مرّ علی کتاب فی الأرض فقال لفتی

معه "ما هذا؟" قال سم الله: قال "لعمرك الله من فعل هذا؟ لا تضعوا اسم الله إلا فی موضعہ" قال: فرأيت

عمر بن عبد العزیز رأى اماله كتب ذكر الله فی الحائط فضربه"

(مراسیل ابی داؤد، ص ۲۰، سعید)

منقول محمد حقیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں "حضرت سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ خط سے نیز =

## قرآن کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا

سوال [۱۱۷۶]: قرآن کریم کلینڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں پر لگاتے ہیں بہ نیت زیبائش جو کچھ دنوں میں دیواروں سے گر کر تالوں، کوڑھ خانوں کی نذر ہو جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، اخبارات میں بکثرت کلام اللہ چھپتا ہے جو دوکانوں پر پنساری استعمال کرتے ہیں ان کی پڑ یہ بناتے ہیں، پھر ان کو تالیوں میں ڈال دیتے ہیں یا چولہوں میں جلا دیتے ہیں یا کوڑے کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں، اس سے کتاب اللہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا یہ حکم شرع ہے کہ اشاعت قرآن اخباروں و کلینڈروں کی بند کی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ صورت حال یقیناً احترام قرآن کریم کے خلاف اور موجب وبال ہے، اس کی اصلاح اور روک تھام ضروری ہے۔ اگر آیات قرآنیہ کو محض ذریعہ زیبائش بنایا جائے اور ان سے کمرہ سجایا جائے تو اس کی بھی اجازت نہیں (۱) چہ جائیکہ انجام کار غلاظت بھر کر چھپائی جائے یا ان آیات کو غلاظت میں پھینکا جائے (۲)۔ (العیاذ باللہ۔) عداً ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۲ھ۔

= رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکاتیب سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا سنت انبیاء ہے۔ لیکن۔ آج کل جو عوام ایک دوسرے کو خطوط لکھتے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں، یہ تالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ اداۓ سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہے تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن ۶/۵۷۹، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "ولو كتب القرآن علی الحیطان والحدادان، بعضهم قالوا: برحی أن يجوز، و بعضهم کبر هو ذلک مخافة السقوط تحت اقدام الناس، کذا فی فتاویٰ قاضی خان"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ ۵/۳۲۳، رشیدیہ)  
(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان ۳/۲۲۴، فصل فی النسیج والتسلیم، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الحصکفی: "و نہیںنا عن إخراج ما یحب تعظیمه و بحرم الاستحقاق به کمصحف و کتب فله و حدیث" (الدر المختار ۳/۱۳۰، سعید)

(۳) "کما لو سجد لصوم أو وضع مصحفاً فی قافرة، فإنه یکفر" (رد المحتار ۳/۲۲۴، کتاب الجہاد، باب المرتد، سعید)

خط میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اس کا ادب

سوال (۱۱۷۷): آپ نے میرے ۲۳/۳/۹۱ء کے چند سوالات کے جوابات اس طرح دیئے تھے کہ ایسے اخبارات و رسائل و خطوط جن پر اردو یا کسی زبان میں اللہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام لکھے ہوں، ان کے زمین پر گرنے یا رزئی والے کو دینے سے بے حرمتی ہوتی ہے اور قرآنی آیات کے اردو ترجمہ کی بھی حرمت مثل آیات کرنی چاہیے اور ایسی چیزوں کو پانی میں وزن دار چیز کے ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذخیر سے اخبارات بار بار جمع ہوتے ہیں اور کسی کو پھر تبلیغ کا خط بھی نہیں لکھ سکتے اور تاریخ گواہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو بھی خط جو بھیجے ہیں، ان میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھا تھا، غیر مسلم نے حرمت کیسے کی ہوگی؟ ہاں البتہ کام الہی اور اس کی آیات کی بات علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں شک نہیں کہ پریس اور مشین کے رواج عام سے آج کل اسمائے الہیہ و آیات قرآنیہ وغیرہ کا احترام باقی نہیں رہا، اخبارات و رسائل میں آیات و احادیث ہوتی ہیں اور وہ ردی اور نالی میں، غرض بے ادبی کی جگہ پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جو تبلیغی خطوط کفار و مشرکین کے پاس ارسال فرمائے ان میں اللہ پاک کا نام اور نبی ﷺ کا نام بھی اور کبھی آیات قرآنی کا ہونا بھی ثابت ہے (۱) اور جن کے خط بھیجے ہیں بعض نے اتنا ادب کیا کہ سر پر رکھ کر اور بعض نے بے ادبی کر کے چاک کر دیا، اس کی حکومت بھی چاک ہو گئی (۲)۔ ترجمہ کا حال اصل عربی آیت کے برابر نہ ہو تو اس کے قریب ہوگا۔ تبلیغی خطوط جو بذریعہ ذاک بھیجے جائیں ان میں بھی احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۱ھ

(۱) "تم كتب الی مسیلمة: بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى مسیلمة الکذاب السلام علی من اتبع الهدی. اما بعد! فإن الأرض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین". (السورة السویة لاس هشام، کتاب مسیلمة الی رسول الله والحواب عنه: ۳/۲۳۷. مصطلقی البانی الحلبي مصر)

(۲) "عبدالله من حذافة السهمی" معنه یکتابه الی کسری. فمزقه فدعا علیهم ان یسرقوا =

جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال (۱۱۷۸): خطوط جن پر احادیث نبوی یا قرآنی آیت کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو قن کر دیا جائے یا پانی میں بہا دیں، جلانے کی بھی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ ہی نہ تعالیٰ اعلم۔

دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا

سوال (۱۱۷۹): ایک صاحب کہتے ہیں کہ تحریری دینی خدمت جو کی جارہی ہیں وہ غلط ہے، مثلاً

= کل ممزق". ومہم: دحية بن حلیفة الکلبی رضى الله عنه بعثه بكتابه إلى قیصر، فوجد عنده أما سفیان، فاستدعا قیصر فسأله عن صفات النبی صلی الله علیه وسلم، وشرايع دينه، فأخبره أبو سفیان بها فاعترف قیصر بسوته الخ". (صدائق الأنوار ومطالع الأسرار، كتب الرسول صلی الله علیه وسلم، إلى ملوک الأقالیم: ۱، ۵۷، ۵۸، صاحب السموالشیخ حلیفة بن حمد آل ثانی، مطابع قطر الوطنية قطر)

"عن عبدالله بن عباس رضى الله عنهما، أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى مع عبدالله بن حذافة السهمي، فأمر أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى فليسا قراءه، فرفقه فدعا عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يمزقوا كل ممزق". (صحيح البخاري، كتاب المعازي، باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى كسرى وقیصر ۶۳۲/۲، قدیمی)

"عن ابن مسعود أن عبدالله بن عباس أخبره أن أما سفیان بن حرب أخبره أن هرقل أرسل إليه ركب ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي بعث به مع رجة الكلبی إلى عظيم البصري، فدفعه عظيم بصری إلى هرقل، فقراءه، فإذا فيه: بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد بن عبدالله ورسوله إلى هرقل عظيم بصری، سلامه على من تبع الهدى الخ". (صحيح البخاري، قيل كتاب الإيمان ۵۰۳/۱، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، قدیمی)

(۱) فی الدر المختار "الكتب التي لا ينتفع بها يمحي عنها اسم الله وملائكته ورسله، ويحرق النافي، ولا بأس بأن تلتقى في ماء حار كما هي، أو تدفن، وهو أحسن أهد". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ۳۲۲/۶، سعيد)



کوئی ماہنامہ یا اخبار اور ان میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث لکھی ہوئی ہوتی ہیں، بہت سے واقف اور ان پر مہلک ان کو پھاڑ کر کوڑا کرست پر ڈال دیتے ہیں تو اس کا گناہ اس کے لکھنے والے پر پڑتا ہے، بے ادبی کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں۔ ایک اہل علم جن کو اپنے علم پر ناز ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم، سچا رہے، حدیث شریف، فقہ سب ہی کی طاعت و اشاعت ہوتی ہے، اگر ناواقف یا بے دین ادب و احترام کا معاملہ نہیں کرتے تو وہ خود ذمہ دار ہیں (۱)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و دعوت نامہ شاہ فارس کے پاس بھیجا، اس بد نصیب نے اس کو چاک کر دیا کوئی احترام نہیں کیا تو اس کا وبال خود اس پر پڑا، نہ کہ بھیجنے والی ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (۲)۔ معاذ اللہ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

خط لکھنے کے بعد اس کو مٹی سے خشک کرنا

سوال [۱۱۸۰]: مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب کی ایک تصوف کی کتاب میں لکھا ہے کہ خط لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنے میں ایک راز ہے، لیکن راز کا انکشاف نہیں فرمایا۔ براہ کرم اس راز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے خط میں لکھی ہوئی حاجت پوری ہوتی ہے، اتنی بات تو ظاہر ہے کہ

(۱) "ولا يجوز لفت شي في كاغذ فيه مكتوب من الفقه الخ". (الفتاوى العالمة المكيية ۳۳۳/۵،

الباب الخامس في آداب المسجد والمصحف، ورشديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى، مع عبد الله بن حذافة السهمي رضي الله تعالى عنه، فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى، فلما قرأه مرقه، فحسب أن ابن المسيب قال: فدعا عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن يمرقوا كل ممزق: (صحيح البخاري ۶۳۷/۲، كتاب المغازي، كتاب النسي صلى الله عليه وسلم، فذهبي)

تنزيل کے لئے دیکھیے (فتح الباری: ۱۲۷/۸، کتاب المغازی، دار الفکر)

(وعمدة القاری ۵۸، ۱۸، إدارة المطبع المشرية، بيروت)

اگر روشنائی خشک نہ کی جائے تو ہاتھ وغیرہ لگ کر اس کے پھیل جانے اور تحریر کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر ایسی حالت میں مکتوب الیہ اس کو پڑھ نہیں سکے گا، کاتب کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، لہذا روشنائی خشک کر دی جائے تاکہ حروف اصلی صورت پر باقی رہیں اور مکتوب الیہ سہولت صحیح پڑھ لے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ واراہطوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۳ھ۔

دستر خوان یا مصلیٰ پر آیات یا اسمائے الہیہ لکھنا

سوال [۱۱۸۱]: حامد ایک دسترخوان پر کچھ آیات قرآنی تحریر کر کے اس پر خورد و نوش کرنا چاہتا ہے، مثلاً: یہ آیات: ﴿كُلُوا حَلٰلًا طَيِّبًا﴾، ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾، ﴿لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّىٰ تَسْكُمَلَ رِزْقُهَا﴾۔ حامد کی نیت میں یہ غلوں سے ہے کہ جو بندہ خدا بھی اس دسترخوان سے کھانا تناول کرے اس کی اصلاح ہو جائے، حلال و حرام کی تیز کرے۔ آیا اس قسم کی حرکت از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا کرنے والا آثم ہوگا یا نہیں؟ نیز جلالین شریف بغیر وضو چھوٹا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس میں آیات قرآنی سے زیادہ شرح ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو کام شرعاً ناجائز ہے، ضروری نہیں کہ نیک نیت سے جائز بھی ہو جائے، قرآن کریم کی آیات و اسمائے الہیہ واجب الاحترام ہیں، دسترخوان پر لکھ کر ایسے دسترخوان کو استعمال کرنے سے ان کا احترام باقی نہیں رہے گا:

"کتابہ القرآن علی ما یفترش و یسط مکر وہة، کذا فی العرائب، بساط او مصلی کتب علیہ المثلک یکرہ یسطہ و القعود علیہ و استعمالہ الخ" (فتاویٰ عالمگیری) (۲)۔ اس لئے اس کی

(۱) "عن حابر رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تربوا! صحفكم أنجح لها، إن التراب مازك". (ابن ماجه، كتاب الآداب، باب تتریب الكتاب، ص: ۲۶۷، قدیمی)

"قال المحشى: قوله: تربوا! صحفكم: أى اسقطوها على التراب اعتماداً على الحق تعالى فى إيصاله إلى المفسد، أو أراد ذر التراب على المكتوب ليحذف من الحروف كان وطأ". (إنحاح الحاجة على هامش ابن ماجه، ص: ۲۶۷، قدیمی)

(۲) (الفتاوى العالمگیریة: ۳۴۳/۵، الباب الخامس فى آداب المسجد والقلة والمصحف، رشیدیہ)

اجازت نہیں، تذکیر کے دیگر طرق ماثورہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ تفسیر کی کتاب کے متعلق خواہ جلالین ہو یا کوئی اور ہونقیہاء نے لکھے ہیں کہ کبھی ہوئی آیات کو بغیر وضو کرنا جائز نہیں (۱)، ہاں مضمون تفسیر یا خالی جگہ کے مس کرنے میں وقول ہیں اولیٰ اذحت، دوم کراہت، واولوں توسع و التانی نورع (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۰ھ۔

اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے؟

سوال [۱۱۸۲]: اگر کسی شخص کے ہاتھوں سے غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟  
الجواب حامداً و مصلیاً :

استغفار و توبہ کہ غلطی ہوئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۸۳]: اگر قرآن شریف بوسیدہ ہو جائے تو کیا کیا جائے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ آگ میں چلا کر اٹھ کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔ کیا ایسا کرنا بہتر اور جائز ہے؟  
الجواب حامداً و مصلیاً :

جو قرآن شریف بوسیدہ ہو کر تلاوت کے قابل نہ رہے تو اس کو پاک پکڑے میں لپیٹ کر قبر خود کو اس میں دفن کر دینا چاہئے یہی بہتر ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) "و لا یحوز لہم من المصحف الثیاب النی ہم لا سواہا، و یکرہ لہم من کتب التفسیر والفہم والسنن"، (الفتاویٰ العالمیہ المکبریہ: ۳۹۱، الفصل الرابع فی احکام الحیض، وشدیدہ)

(۲) "وأما کتابة القرآن، فلا بأس بها إذا كانت الصحیفة علی الارض عند أمی یوسف، لأنه لم یس بحامل للصحیفة، و کثرہ ذلک محمد، و نہ أخذ مشایخ بخاری" (حاشیۃ الطحطاوی، ص ۱۳۳، قدیمی)

(۳) (کذا فی امداد الفتاوی: ۶۰۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۴) قال فی الدر: "المصحف اذا صار محال لا یقرأ فیہ، یدفن کالمسلم"

رہی رد المحتار: "قولہ: (یدی)۔ ای یجعل فی خرقۃ ظاہرہ، و یدفن فی محل عمر متین لا -

## بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا

سوال [۱۱۸۲]: ایک شخص نے قرآن شریف کو جلادیا، کیا وہ ایمان سے خارج ہو گیا؟ اگر ایمان سے خارج ہو گیا تو کیا اس شخص کا نکاح بھی فاسد ہو گیا؟ ایسی حالت میں کیا اس کی زوجہ کو عدت کے دن گزارنا لازم ہے؟ اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو رجوع کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

قرآن کریم کو جلانا اگر اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ بوسیدہ ہو گیا تھا اور تلاوت کے قابل نہیں رہا تھا، اس کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلادیا تب تو ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا (۱)، البتہ اس نے غلطی کی، ایسی حالت میں پاک پڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر دفن کر دینا چاہئے تھا (۲)۔ اب استغفار کرے، اس کا نکاح قائم ہے ختم

= بوطا، و فی الذخیرۃ : و ینمی أن یلحد له، و لا یسق له، لانه یحتاج إلی إهالة التراب علیہ  
..... الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب ینزل الدعاء علی ما یشمل الدعاء  
۱/۷۷۷، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع : ۳۲۲/۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالیہ المکیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة  
والمصحف: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

”وأمر بما سواه من القرآن فی کل صحیفۃ أو مصحف أن یحرق“.

قال المحشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”و إنما جاز حرقہ؛ لأن المحروق هو القرآن المنسوخ، أو المحتسب بغيره من التفسیر، أو لغة غیر قریش اھ“. (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ۷/۲، ۷۳۶، قدیمی کراچی)

اس لئے کہ یہ جلانا اختلاف بالقرآن کی نیت سے نہیں ہے، اگر اختلاف اور توہین کی نیت سے ہوتا تو کفر ہوتا۔ ”من استخف بالقرآن - - - أو بنحوہ مما یعظم فی الشرع یکفر“. (شرح الفقہ الأکبر، فصل فی القراءۃ والصلاۃ، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۲) فی الدر - - - المصنف إذا صار بحال لا یقرء فیہ، یدفن کالمسلم. وہی الرد: ”قولہ یدفن: آی =

نہیں، ہوا اگر کسی اور وجہ سے جلا یا ہے تو تفصیل کچھ کر دے یا قیادت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۹۲ھ۔

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا

سوال [۱۱۸۵]: قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو اگر کوئی آگ میں جلا دے تاکہ بے حرمتی سے بچ جائے تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کوئی گناہ نہیں (۱) لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا اس سے بھی بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وعفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، یکم/ربیع الثانی/۱۴۱۷ھ۔

”بحمل فی عرفہ طاهرة، ویدفن فی محل غیر مستہن لا یوطأ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، ۱/۷۷۱ مطلب یطلق الدعاء، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۳۴۳، الباب الخاص فی آداب المساجد والقلۃ والمصحف، رشیدیہ)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

”وأمر بما سواه من القرآن فی کل صحیفۃ أو مصحف أن یحرق“۔ (صحیح البخاری ۲/۷۳۶، قدیمی)

(و کذا مرق حریجہ تحت عنوان ”بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا“)

(۲) ”المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیہ، یدفن کالمسلم“۔ وہی الرد: ”(قولہ یدفن): ای یجعل فی خرفہ طاهرة، ویدفن فی محل غیر مستہن لا یوطأ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۷۷۱ مطلب یطلق الدعاء علی ما یتصل بالشاء، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۳۴۳، الباب الرابع، رشیدیہ)

دفن کے لئے بوسیدہ قرآن کریم کو لپیٹ کر رکھ دینا ہے اور بی نہیں

سوال [۱۱۸۶]: زید نے پرانے قرآن پاک کو جو کہ بہت ہی خستہ ہو گیا تھا اکٹھا کر کے ایک کپڑے میں اس نیت سے باندھ کر رکھ دیا کہ اس کو کسی کنویں یا تالاب میں ٹھنڈا کر دیا جائے گا، اس پر زید کی بیوی نے بہت فریاد شور و غل کیا اور زید کو برادری میں بدنام کیا کہ زید نے قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ زید کا اور اس کی بیوی کا کسی اور معاملہ میں اختلاف ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں زید نے کسی قسم کا گناہ کیا یا نہیں؟ یا اس کی بیوی نے گناہ کیا یا نہیں؟ بیوی کے اس الزام سے برادری والوں نے زید کو برادری سے نکال دیا اور یہ کہا کہ جب تک فتویٰ نہ آئے گا اس وقت تک ہم تمہیں گاؤں میں نہ رہنے دیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو قرآن پاک بہت بوسیدہ ہو جائے اور استعمال میں نہ آ سکے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر اس میں محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے، کسی کنویں یا تالاب وغیرہ میں بھی اس طرح ٹھنڈا کر دینا درست ہے کہ اس کے اوراق نیچے چھ جائیں اور بے ادبی نہ ہو (۱)۔ اگر زید کا مقصود یہی تھا تو اس نے یہ کوئی جرم کا کام نہیں کیا۔ ذاتی اختلاف کی وجہ سے بیوی کو اس کا بدنام کرنا بڑا جرم ہے اور برادری کا اس کی وجہ سے بطور سزا کے برادری یا گاؤں سے نکالنا غلط اور بڑا وجہ ہے، برادری کو لازم ہے کہ زید کو گاؤں میں آنے اور رہنے سے ہرگز نہ روکے اور اپنا فیصلہ واپس لے، بیوی کو بھی توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "(قوله يدفن) أي يجعل في خرفه طاهره، و يدفن في محل غير ممتهن لا يوطأ". (الدر المختار مع رد المحتار ۱۰/۷۷، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل النساء، سعيد)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۳/۵، الباب الخامس، و ضمیمہ)

وقال العلامة و هبة الزحيلي: "و يدفن المصحف كالمسلم إذا صار بحال لا يقرأ فيه"

أو تلقى في ماء حار، والأول أحسن". (الفتحة الإسلامية وأدلتها ۱۰/۳۵، المطلب التاسع، و ضمیمہ)

## قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنے اور سننا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۸۷]: ایک شخص صاحبِ حشمت کے مکان میں فونوگراف رکھا ہوا ہے اس کے اندر غایت درجہ خوش الحانی کے ساتھ میں کلامِ پاک کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تقریر اور اظہارِ کافِی طرز سے بیان کیا جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے احوال، جائز قسے، صوفیائے کرام کی تعریف، خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کو پسند کیا ہے۔ لہذا اس کا سننا اور مکان کے اندر رکھنا جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہ ہو تو پورا پتہ مع حوالہ حدیث نوشتہ فرمادیں تاکہ اس باب سے لوگ باز رہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

فونوگراف لبو و لعب کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ سے عیش پرست، دنیا دار، دین سے غافل، بیکار لوگ اپنا دل بہلاتے اور وقت گزارتے ہیں، اس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے، فحش اور نہ اذیت غزلیں بھی پڑھی جاتی ہیں، قرآن کریم خدا کی کلام سب سے زیادہ معزز اور واجب الاحترام ہے اس کا گراموفون میں بھرنے اور سننا ناجائز ہے (۱)، اس سے احترام لازم ہے، اگر قرآن شریف کو آلہ لبو و لعب بنایا جائے تو یہ کلام اللہ کا استہزاء اور استخفاف ہوگا جو کفر ہے:

"وفی الخلاصة: من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضب، یکفر، قلت: و یغرب مہ ضرب الدف والقضب مع ذکر اللہ تعالیٰ و نعت المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و کذا النصیف علی الذکر". اہد شرح فقہ اکبر (۲)۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ جو اشیاء قابل احترام ہیں ان کا اس میں بھرنے اور سننا ناجائز ہے خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ مبارکہ ہوں یا دوسرے بزرگانِ دین کے احوال حسنہ۔ خواجہ معین الدین

(۱) "وفی السراج۔ ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام الخ"۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والایاحۃ: ۳۳۸، ۶، سعید)

(۲) (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۶۷، فصل فی القراءة والصلاة، قدیمی)

(و کذا فی رد المختار، کتاب الحظر والایاحۃ: ۳۳۹، ۶، سعید)

چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس بابے کو پسند فرمانا کس کتاب میں لکھا ہے اور وہ کتاب کس درجہ کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود لنگوی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۲۶، محرم، ۱۳۹۹ھ۔

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنانا اور اس کی تجارت کرنا

سوال [۱۱۸۸]: گراموفون کے ریکارڈوں میں آیات قرآنی ذغیہ غزلیں کہ جن میں حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور آپ کے محمد و معجزات ہوں، بھرنایا بھرنانا اور پھر ان کو حسن فروش طوائفوں کے کونٹوں اور شراب خانوں میں اور بازاروں میں یا عیش و نشاط کے وقت کوٹھی بنگلوں میں بجائے جاتے ہیں کیسا ہے؟

۲ ... جو لوگ قراء یا حفظ سے آیات قرآنی کو اجرت دے کر بھرواتے ہیں، ان کا فعل کیسا ہے اور یہ اجرت لینا دینا جائز ہے یا حرام ہے؟

۳ جو لوگ اجرت دے کر ایسے ریکارڈ بھرواتے ہیں اور پھر اس کی تجارت کرتے ہیں، یہ تجارت جائز ہے یا حرام ہے؟

۴ جو لوگ ایسے ریکارڈ سنتے ہیں، وہ لوگ ان ریکارڈوں کا بھرنایا بھرنانا، اس کی تجارت کرنا جائز سمجھ کر کرتے ہیں، وہ مرتکب کبیرہ ہیں یا صغیرہ؟ کل سوالوں کا جواب مہربانی فرما کر مدلل تحریر فرمادیں۔

قاضی محمد بشیر الدین صدیقی فاضل شہر میرٹھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ گراموفون، آلات ابوالعب میں سے ہے اس لئے قابل احترام مضامین اس میں بھرنانا اور محض تفریح طبع کے طور پر سننا اور بھانا، ناجائز ہے، خصوصاً مذکورہ مقامات پر بھانا نہایت بیک حرمت کا باعث ہے، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

۲ یہ فعل اور اجرت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی بیک اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۳ اسی طرح یہ تجارت بھی ناجائز ہے۔



۵۴۔ جس فعل سے قرآن کریم کے احترام میں فرق آتا ہو، بلکہ قرآن شریف کو اذیت تفریح اور لہو ولعب بنایا جاتا ہو وہ فعل کبیرہ گناہ ہے، اگر اس میں استہزاء و استخفاف بھی شامل ہو تو نہایت خطرناک امر ہے، ایمان کا باقی رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جو شخص قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کرے، فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

”إذا أُنكرية من القرآن، أو تسخر بأية من القرآن، وفي الخزائن. أو عاب، كحمر، كذا في التاتار حانية“ (۱)۔ ”إذا قرأ القرآن على ضرب الدف والقصب، فقد كفر“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۸۸۷ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی، ۱۱/۱/۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/محرم/۱۳۵۴ھ۔

قرآن کریم کو آلات لہو اور ریڈیو میں تلاوت کرنا

سوال (۱۱۸۹): قرآن کریم کا عربی الفاظ میں جن الفاظ میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یعنی

”الحمد لله رب العالمين“ کو گانے کے آلات میں جن آلات میں راگ دیا جاتا ہو سننا و سنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس حد پر ناجائز ہے، حرمت کیسی ہے اور سننے و سنانے والوں کو شرع شریف کیسا سمجھتی ہے؟ ریڈیو پر قرآن کریم کا عربی الفاظ میں سننا و سنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کے مبارک عربی الفاظ کو راگ اور گانے کے آلات میں پڑھنا اور سننا جیسے سارنگی، بارمونیوم وغیرہ میں انتہائی بے حرمتی اور توہین ہے، شرعاً برز جائز نہیں، فقہاء نے بہت سخت حکم لگایا ہے (۳)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ المکریۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مکتب موحات الکفر انواع، ومنہا ما یعلق بالقرآن اھ: ۲/۲۶۶، ۲۶۷، رشیدیہ)

(۲) (وکدا فی التاتار حانہ، کتاب احکام المرتدین، فصل فیما یعلق بالقرآن، ۵/۴۹۰، إدارة القرآن)

(۳) (الفتاویٰ العالمیہ المکریۃ، المصدر السابق: ۲/۲۶۷، رشیدیہ)

(۴) ”قرآۃ القرآن علی ضرب الدف والقضب، یکفر لاستخفافہ، و ادب القرآن ان لا یقرأ فی مثل هذه المساحات والمجلس الذی اجتماعوا فیہ للغناء والرقص لا یقرأ فیہ القرآن کما لا یقرأ فی البیع =

ریڈیو گانے اور راگ کا اصالہ آ کر نہیں ہے بلکہ خبر کو بہت دور تک پہنچانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے، اس میں گانا بجانا بھی ہونے لگا جیسے انسان کی زبان ہے کہ اس سے گانے کا کام بھی لینا ہے اور اس کی وجہ سے زبان سے قرآن کریم کی تلاوت بھی ممنوع نہیں ہوگی، اسی طرح ریڈیو کا حال ہے تاہم جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں تلاوت نہ کی جائے۔ "وفی الحلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف وناقصيب يكفر"۔ (۱)  
شرح فقہ اکبر (۲)۔ "و يكفر بقراءة القرآن على ضرب الدف وناقصيب"۔ البحر الرائق (۳)۔  
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عطاء اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو میں قرآن پاک کا پڑھنا

سوال [۱۱۹۰]: ریڈیو پر قرآن شریف پڑھنے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریڈیو دراصل مخصوص خبروں کی اشاعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہاں اس کا استعمال بھی اگر بالکل فوٹو گراف کی طرح سے نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے جس میں بہت سی لغویات بھری رہتی ہیں مختلف قسم کی تقریریں مختلف قسم کے اشعار اور طرح طرح کا گانا بجانا ہوتا ہے، مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں، ابھی ایک بازاری عورت گارہی ہے، ابھی ایک قاری صاحب نے قرآن شریف شروع کر دیا، یہ یقیناً احترام کلام اللہ کے خلاف ہے۔ فقہاء نے مباح لغو اور بازار میں کلام اللہ شریف پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سے ایسے لوگوں

= والکناس، لأنه مجمع الشيطان". (الزيارة على هامش الفتاوى العالمكيرية ۳۳۸/۶، وشيدیه)

"وفی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام الخ". (الدر المختار، کتاب الحظر

والإباحة: ۳۳۸/۶، سعید)

"قلت: و يظهر من هذا ما كان دليل الاستخفاف، يكفر به". (رد المختار: ۲۲۲/۶)

"والاستهزاء بشي من الشرائع كفر". (رد المختار: ۳۷۵/۵، سعید)

(۱) (حلاصة الفتاوى ۳۸۸:۳، الجنس الثامن، امجد اكيڈمی لاہور)

(۲) (شرح الفقہ الأكبر، ص ۱۶۷، فصل في القراءة والصلوة قديمي)

(۳) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين ۲۰۵/۵، وشيدیه)

کے سامنے جو اپنے کاموں میں مشغول ہوں، زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے:

”لا يقرأ أحد المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي

مواضع اللغو، كذا في الفتنہ اھ“۔ فتاویٰ عالمگیریہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد منگلو سی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۲۶/محرم/۱۴۵۹ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال [۱۱۹۱]: قرآن پاک صحیح پڑھنے کے لئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر

ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے مجدد آئے تو کیا ایک ہی مجدد کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب

ملے گا (۲) اور مجدد ایک ہی کافی ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمد منگلو غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۵: ۳۱۶، الباب الرابع من آداب المسجد والسمیع والقراءة، وشہیدہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۵۳۶، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(و مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش حلاصۃ الفتاویٰ: ۴: ۳۳۰، امجد اکہڈمی)

(۲) قرآن کریم کی تلاوت کے لئے جو بھی کوشش ہوگی اس پر اجر ملے گا ”عن عائشۃ - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الماہر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذی یقرأ القرآن و

یتنصت فیہ، وهو علیہ شاق، له اجران“۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۳۷، ص: ۱۰۶، دار

السلام، بیروت)

(۳) ”نیپ ریکارڈ کے ذریعہ جو تلاوت مجدد کی جائے اس پر مجدد تلاوت واجب نہیں ہوتا، کیونکہ مجدد تلاوت کے، وجوب کے

لئے شرائط صحیح شرط ہے اور آلہ ہے چنانچہ شعور سے تلاوت مقصور نہیں“۔ (آیات جدیدہ) مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

فصل ہس، ۲۰۷، ادمۃ المعارف کراچی)

## آداب تلاوت کا بیان

منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا

سوال [۱۱۹۲]: منبر کے پہلے درجہ پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جزو دان، غلاف، تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا تقاضائے ادب ہے۔ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہوں اس جگہ بغیر غلاف و تکیہ کے نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مجبوراً لیٹے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا

سوال [۱۱۹۳]: ضعف شدید کی وجہ سے بیٹھ کر تلاوت نہیں کر پاتے، کیا جائز ہے کہ چٹ لیٹ کر یا کروٹ لیٹ کر تلاوت کریں اور پیروں کو نہ سکڑیں کہ پیروں کو زبردستی سکڑنے میں گھٹنوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے، کیا پیر کو سکڑنا لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں بغیر پیر سکڑے بھی تلاوت جاری رکھیں، جب سہولت ہو سکڑ لیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة - ۲۸۶)

وقال الحافظ ابن كثير: "أي لا يكلف أحداً فوق طاقته، وهذا من لطفه تعالى بحلقه و رافعه

بهم و إحسانه إليهم". (تفسير ابن كثير: ۱/۳۵۷، دار السلام، رباح)

برہنہ سر تلاوت کرنا

سوال [۱۱۹۴]: برہنہ سر تلاوت قرآن کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

افضل یہ ہے کہ حسب حیثیت عمدہ لباس پہن کر تمامہ باندھ کر تلاوت کرے۔ عالمگیری (۱) لہذا برہنہ سر خلاف افضل ہے۔

تلاوت قرآن کریم بازار میں جبراً اور مسجد میں سرّاً

سوال [۱۱۹۵]: قرآن شریف کو بازار میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ بعض حافظ صاحبان

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ تلاوت کرنا درست اور موجب ثواب ہے، بازار (مواضع لغو) میں بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور کوئی تلاوت نہ سنتا ہو درست نہیں، منع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "رحل أراد أن يقرأ القرآن، فينعمى أن يكون على أحسن أحواله، يلبس صالح ثيابه، و يتعظم، ويستقبل القبلة؛ لأن تعظيم القرآن والقبه واجب". (الفتاوى العالمگیریہ ۳۱۶/۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع، وشہدہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی حان ۳۱۶/۵، الباب الرابع فی الصلاة والنسیح و قرأۃ القرآن، وشہدہ)

(وامداد الفتاویٰ: ۳۹/۳، دارالعلوم کراچی)

(۲) "یحجب علی الفزازی احترامہ بأن لا یقرأ فی الأسواق و مواضع الاشتغال، فإذا قرأ فیہا کان ہو النضیع لحرمتہ، فیکون الإنثم علیہ دون أهل الاشتغال، دفعاً للحرج". (رد المحتار: ۵۴۶/۱، مطلب)

الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید

## متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا

سوال [۱۱۹۶]: زید و عمرو و کبر و خالد جمع ہو کر با واز بلند تلاوت قرآن مجید فرماتے ہیں آیا یہ جائز ہوگا یا نہیں، قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ الخ۔

اس آیت سے سننا واجب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے فقہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت مستحب ہے، اس لئے شبہ ہوتا ہے۔

## الجواب حامداً و مصلياً :

”وفى الدرة المنيفة عن السنية: يكره للقوم أن يقرأوا القرآن حملة، لنظمها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لا بأس به اهـ“۔ طحطاوی (۱)۔ ”ولا بأس ما اجتماعهم على قراءة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن، ولو قرأوا واحداً واستمع الساقون فهو أولى اهـ“۔ ہندیہ (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولی و احوط بلا اختلاف یہ ہے کہ ایسی حالت میں سب آہستہ پڑھیں جہر نہ کریں تاکہ استماع واجب میں ظلل نہ ہو، اگر جہر کریں تو ایک جہر سے پڑھے باقی نہیں سب کا جہر کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء اس حالت میں بھی عدم کراہت کے قائل ہیں۔

آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ الخ (۳) کو ایک جماعت نے نماز کے ساتھ مخصوص مانا ہے، اس لئے خارج صلوٰۃ یہ آیت اس کا حکم نہیں دیتی، اور ایک جماعت نے عام مانا ہے اگرچہ سب نزول خاص ہے۔

”عن طلحة - رضي الله تعالى عنه - قال: رأيت عبيد بن عمر، وعطاء بن أبي

≈ (و كذا في الفتاوى العالمية: ۵/۳۱۶، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبيح والقرأة، رشديه)

وفى المحيط: ”يكره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال“۔ (مجموعه

الفتاوى، على هامش خلاصة الفتاوى: ۳/۳۳۰، أمجد اكيڈمی لاہور)

(۱) حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، فصل في صفة الاذكار، ص: ۳۱۸، قديمی)

(۲) الفتاوى العالمية: ۵/۳۱۶، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح والقرأة، رشديه)

(۳) (الأعراف- ۲۰۴)

رساح رحمہ اللہ تعالیٰ يتحدثان والقاص يقص، فقلت: ألا تستمعان إلى الذكر و تستوحبان الموعود؟ قال: فنظرا إلى ثم أقبلا على حديثهما، قال: فأعدت فنظرا إلى وأقبلا على حديثهما، قال: فأعدت الثالثة قال: فنظرا إلى فقال: إنما ذلك في الصلوة: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾. وكذا قال سعيان الثوري عن أبي هاشم إسماعيل بن كثير عن مجاهد في قوله: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ قال: هي الصلوة، وكذا رواه غير واحد عن مجاهد. وقال عبد الرزاق: عن الثوري عن ليث عن مجاهد قال: لا بأس إذا قرأ الرجل في غير الصلوة أن يتكلم (إلى قوله) عن أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من استمع إلى آية من كتاب الله، كتبت له حسنة مضاعفة، ومن تلاها كانت له نورا يوم القيمة" - ابن كثير (۱).

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ضاهره وجوب الاستماع والإصغاء وقت قراءة القرآن في الصلوة وغيرها، وقيل: معناه: إذا تلا عليكم الرسول القرآن عند نزوله، فاستمعوا له، وجهه وصور الصحابة رضي الله تعالى عنهم أنه في استماع المؤمنين، وقيل: في استماع الخطبة، وقيل: فيهما وهو الأصح أنه: مدارك التنزيل (۲).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ استماع اور سکوت کو فرض عین قرار دینا اور وقت تلاوت قرآن تکلم کو حرام قرار دینا اور اس حکم کی تعمیل کرنا کہ حالت صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ ہر دو کو شامل ہو دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد منکوبی عفا اللہ عنہ عین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، ۴/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

چند آدمیوں کا قرآن کریم کو جہر پڑھنا

سوال (۱۱۹): چند لوگ ایک جگہ بیٹھ کر تلاوت قرآن جہر کے ساتھ کریں اور دوسرے نے ایسا کرنا

(۱) (تفسیر ابن کثیر: ۳، ۴۷۳، (سورة الاعراف: ۲۰۳)، دار الفیحاء دمشق)

(۲) (مدارک التنزیل: ۱۰/۳۵۸، (سورة الاعراف)، (قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱۰/۵۳۶، الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

درست ہے یا نہیں؟ ایک مقامی عالم اس طریقہ کو درست فرماتے ہیں حالانکہ اس طریقے سے تلاوت قرآن کرنا درست نہیں ہے، جب کہ علماء حق نے منع کیا ہے، مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اُعلیٰ بات یہ ہے کہ سب آہستہ آہستہ تلاوت کریں تاکہ ایک کی آواز دوسرے سے نہ ٹکرائے اور قرأت قرآن کو سننے کا فریضہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو، لیکن اگر جبراً پڑھیں تب بھی ایک قول پر اجازت ہے۔ جب ایک شخص خود ہی تلاوت میں مشغول ہے اور دوسرے کی تلاوت کو نہیں سن رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی طرف سے اعراض کرنے والا شمار نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے؟

سوال (۱۱۹۸): ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا خاموشی سے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر خاموشی سے پڑھنے کو کہتے تھے۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

(۱) "وفی الدرۃ المسیغة عن النسیة: یکبرہ للقوم أن یقرؤوا القرآن حملةً لتعظیمها ترک الاستماع والإنصات، وقیل: لا بأس به". حاشیة الطحاوی علی مواقی الفلاح، کتاب الصلاة، قبیل باب ما یفسد الصلاة، ص: ۳۱۸، قدیمی)

"وحکی ابن المنذر الإجماع علی عدم وجوب الاستماع والإنصات فی غیر الصلاة والحطبة، وذلك أن یحایها علی کل من یسمع أحداً یقرأ فیہ حرج عظیم، لأنه یفتنی أن یتربک له المشتغل بالعلم علمه، والمشتغل بالحکم حکمه، والمتاعان مساعدهما فی تعالدهما، وکل ذی شغل شغله". (تفسیر المنار، ۵۵۳/۹، ۵۵۳)

"(وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) المؤمن فی سعة من الاستماع إلیه إلا فی صلاة مفروضة". (أحكام القرآن للحصاوی، ۳۹/۳، باب القراءة خلف الإمام، دارالکتب العربی، بیروت) (وکذا فی روح المعانی: ۱۵۳/۹، ۱۵۳، داراحیاء التراث العربی بیروت)



الجواب حامداً ومصلیاً :

افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ مجمع قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھیں لیکن زور سے پڑھیں تب بھی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العید محمود وغفرلہ۔

لوگوں کی رعایت میں قرآن سُنا کر پڑھنا

سوال [۱۱۹۹] : حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو تعریف فرمائی، جب ان کو پتہ چلا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں تو اور اچھا پڑھتا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی فرمائش پر قرآن پڑھا جائے اور خوب سنوار کر پڑھا جائے تو جائز ہے، لہذا اگر نماز تراویح میں کسی کی رعایت سے خوب سنوار کر اس کا دل خوش کرنے کے لئے پڑھا جائے تو کیا حکم ہے کہ مؤمن کا دل خوش کرنا بھی ثواب ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً :

اس میں شک نہیں کہ مؤمن کا دل خوش کرنے میں بھی ثواب ہے، لیکن جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے کی جاتی ہے اس میں نیت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ہی ہونی چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کو خوش کرنا ہے: ﴿وَمَنْ يَطْعَمْكَ الْيَوْمَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ﴾ (۲) ورنہ اللہ تعالیٰ کی

(۱) "ولا بأس ساحتسماعہم علی قراۃ الإخلاص جہراً عند ختم القرآن، ولو قرأوا وحداً واستمع السامعون فیہو أولى"۔ (الفتاویٰ العالمگیری ۳/۵، الباب الرابع فی الصلاة والسیح والقراۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مواہی الفلاح، ص: ۳۱۸ فصل فی صفۃ الأذکار، قدیمی)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۴/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی مدارک التنزیل: ۳۵۸/۱، سورۃ الأعراف، قدیمی)

(۲) (سورۃ النساء: ۸۰)

وقال ابن کثیر: "بحر تعالیٰ عن عبده ورسوله محمد صلی اللہ علیہ وسلم أن من أطاعه فقد أطاع اللہ، ومن عصاه فقد عصی اللہ، وما ذاک إلا لأنه ما ینتطق عن الهوی إن هو إلا وحی یوحى"  
(تفسیر ابن کثیر: ۳/۱، دار السلام ریاض)

عبادت اگر مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کی جائے تو شرک کا خطرہ ہے: ﴿فمن كان يرحل لقاء ربه، فيعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحد﴾ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۳ھ۔

بوقت مطالعہ تلاوت کرنا

سوال (۱۲۰۰): ایک ایسے کمرہ میں بائجر تلاوت کرنا جس میں کئی آدمی اپنی کتب دینیہ زور سے پڑھ رہے ہیں یا سرامطالعہ کر رہے ہیں مگر تلاوت کی طرف توجہ بالکل نہیں ہے تو اس صورت میں تلاوت بائجر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسرا شخص پہلے سے دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہے تو آہستہ تلاوت کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عند دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟

سوال (۱۲۰۱): اگر مسجد میں کوئی ورد یا وظیفہ پڑھ رہا ہو تو باوازا بلند تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= "وعن أبي هريرة رضى الله عنه قال - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أطاقى فقد إطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، ۴/۲۷۰، دار إحياء التراث العربی) (۱) (سورة الكهف: ۱۱۰)

(۲) "یکسر من الفقه وغيره یقرأ القرآن لا یلزمه الاستماع وحل یکنب الفقه وحبسه وحل یقرأ القرآن ولا یسکنه استماع القرآن، کان الإنجم علی القاری ولا شیء علی الکاتب" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۵/۳۱۸، الباب الرابع، رشیدیہ)

(کذا فی رد المحتار ۱۰/۵۳۶، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(ومجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۰/۳، امجد اکبدمی لاہور)

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر تلاوت پہلے سے کوئی شخص پآ و از بلند کر رہا ہے اور پھر کسی نے آ کر اپنا وظیفہ شروع کر دیا تو تلاوت کرنے والے کو روکا نہیں جائے گا اور اگر وظیفہ پہلے سے کوئی شخص پڑھ رہا ہے تو بعد میں آنے والا آہستہ تلاوت کرے مگر مجبور پھر بھی نہیں کیا جائے گا، محض استحضانی چیز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۸ھ۔

جلسہ کی ابتدا کلام پاک سے

سوال [۱۲۰۲]: ..... مسلم یونیورسٹی مسلمانوں کا ادارہ ہے، جس کی مجلس (مسلم یونیورسٹی کورٹ) خالصہ مسلمانوں کی جماعت ہے اور کوئی غیر مسلم ثانوئاس کا ممبر نہیں بن سکتا۔ مجلس مذکورہ کے جلسہ خصوصی منعقدہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۳۹ء میں ایک ممبر نے یہ تجویز پیش کی کہ کورٹ کے جلسوں کی ابتداء تلاوت کلام سے ہوا کرے، اس پر ایک دوسرے ممبر نے مخالفت کی اور کہا کہ آج اس جلسہ میں تلاوت کلام ہوگی کل دوسرے جلسوں میں ہوا کرے گی اور جلسہ میں ناظم و جزیات کو کلام پاک پڑھنے کے لئے بلانا ہوگا، اس لئے اس تجویز کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ واضح رہے کہ اس مجلس میں کافی تعداد میں ممبران حافظ جی اور مذہبی پیشوا ہیں، مزید ممبران ہر ممبر مسلمان ہی ہے اور تلاوت کلام پاک کر سکتا ہے اور ناظم و جزیات کا اس کام کے لئے مامور ہونا ضروری نہیں ہے۔

چونکہ یہ تجویز شامل ایجنڈہ تھی اور ہر ایسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے جو خارج ایجنڈہ ہو، دو تہائی

(۱) "حسی بقرا فی البیت وأهله مشغولون بالعمل، یعلنون فی ترکب الاستماع إن افترضوا العمل قبل القراءة وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن، مدرس بدروس فی المسجد وفيه مقری، یقرأ القرآن بحیث لم یسکت عن درسه یسمع القرآن یعلن فی درسه". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۱، الباب الرابع فی الصلاة والنسیح و قراءة القرآن، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۱/۵۴۶، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ، سعید)

(و کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ ۳/۳۳۰، امجد اکیڈمی لاہور)

ممبران موجودہ رہنما مدق غمہ می ہوتے ہے اس لئے اس مخالفت کی بنا پر اس تجویز کو دو تہائی ممبروں کی تائید حاصل نہ ہوئی اور تجویز پیش کی جاسی۔ تحریک آئندہ اجلاس میں پھر اس تجویز کو باضابطہ نوٹس کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ من است کے ماتحت اس تجویز کو پیش کرنا شریعت حقد کی رو سے کیسا ہے اور کیا اس مخالفت کے بعد اس تجویز کو پیش کرنا اور جلسہ تلاوت کلام سے شروع کرنا لازمی ہو گیا؟ مفصل اور مشروح جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

{۱۳۰۳} ۲ نیز تلاوت کلام پاک کے لئے وضو کا ہونا ضروری ہے، بلا وضو کلام پاک ممنوع ہے؟

الحواب حامداً و مصلياً :

۱ اہل اسلام کے جلسہ فی ابتداء امر تلاوت کلام اللہ شریف سے ہوتا نہایت مستحسن ہے اور باعث برکت ہے، لیکن یہ فرض واجب کے درجہ میں نہیں کہ اس سے ترک کرنے سے گناہ ہو بلکہ محض استحسان اور استیجاب کا درجہ ہے کہ اس نے خلاف کرنے سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی (۱) اور بفضلہ تعالیٰ مسلمان قرآن شریف سے اس قدر تعلق اور لگاؤ رکھتے ہیں کہ ہر جہد و ہمیشہ اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والے ضروری میسر آ جاتے ہیں اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

اگر کوئی مجلس مسلمانوں کی قانوناً منع کر دے کہ ہمارے جلسہ میں تلاوت کی اجازت نہیں تو یہ قانون عیناً اسلام اور اسلامی احکامات کے مخالف ہوگا، ایسی صورت میں اس قانون ساز جماعت کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ خود ہی اس قانون و منسوخ کرے اور کلام الہی کی تلاوت پر ایسی پابندی نہ لگائے کہ اسے اگر وہ نہ مانے تو ایسے قانون کی پابندی شرعاً ناجائز ہے (۲)، اس کے خلاف کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح تلاوت کو ایسا لازم کر کہ بغیر اس کے کوئی اجلاس ہی نہ ہو سکے اس کو فرض کا درجہ دینا یہ بھی ناجائز ہے (۳)، اس لئے ایہ

(۱) "کل امر دی مال لا بدایہ مذکور فہو اقطع" "کل امر دی مال لم بدایہ مذکور فہو اقطع" (۲) "لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ اللہ" (مسند الإمام أحمد : ۲۱۴، ۱، وفہ الحدیث : ۱۰۹۹، دار

علیٰ فہو اقطع" (مرفاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، مقدمہ : ۳۸، ۳۷، وضیہ)

(۲) "لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ اللہ" (مسند الإمام أحمد : ۲۱۴، ۱، وفہ الحدیث : ۱۰۹۹، دار

احیاء التراث العربی)

(۳) "من أصر علی أمر مندوب و جعله عزمًا و لم یعمل بالخصصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال =

کرنا چاہئے کہ اکثر تو افتتاح تلاوت سے ہوا اور کبھی بغیر اس کے بھی۔

۲ قرآن شریف کو ہاتھ لگانے کے لئے تو وضو کا ہونا ضروری ہے اور محض تلاوت کے لئے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اور بلا وضو کبھی تلاوت جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح، عبداللطیف، مدرسہ ہذا، ۶/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

سیاسی غیر مسلم بندوں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح

سوال (۱۲۰۴): ایک سیاسی مجلس میں ہندو مسلم شریک ہوں اور یہ مجلس ہندو لیڈروں کی آمد پر منائی گئی ہو اور چند ہندو مجلس کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ کرنے کے متمنی ہیں۔ دریں صورت تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نوٹ: تلاوت نہ کرے تو تعصب کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس مقصد سے تلاوت کی جائے کہ اللہ کے کلام سے ان کے قلوب متاثر ہو کر اسلام سے قریب ہو جائیں تو گنجائش ہے، اگر محض رسمی طور پر ہو یا اس کے اعزاز میں ہو تو اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

— و جاء فی حدیث ابن مسعود: "إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه"

(السعاية، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة، ۲۶۳، ۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "و لا تکر۔ قراءة القرآن للمحدث طاهراً"، ای علی ظہر لسانہ حفظاً بالإجماع" (الحلی الکبیر،

مطلب فی اصح القولین، ص ۶۰، سہیل اکیڈمی)

(کذا فی مجمع الأملیر، ۳۴/۱، کتاب الطہارة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(والنہر العائق، کتاب الطہارة، ۱۳۴، ۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "قال الإمام محمد فی السیر الکبیر: وإذا قال الحربی أو الذمی للمسلم: علمی القرآن، فلا بأس

أن یعلمہ و یفتیہ فی الدین لعل الله یقلب قلبه إنما یمنع منه إذا حیف منهم إهانتہ، أما إذا لم یکن =

تلاوت کے وقت سر ہلانا

سوال [۱۲۰۵]: تلاوت کا مایک یا کتب حدیث پڑھتے وقت سر ہلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرعی حکم نہیں طبعی چیز ہے، بعض ہلاتے ہیں بعض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد بن محمد بن دار العلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۵ھ۔

انک انک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر

سوال [۱۲۰۶]: نسائی اور ابن ماجہ کے باب فضائل قرآن شریف میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ

انک انک کر پڑھنے والے کو دہرا ثواب اور جو تیز پڑھتا ہے اس کو اکبر ثواب ملتا ہے (۱) یہ عقل کے خلاف اور انصاف کے خلاف ہے یا نہیں؟ محدثین نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ مہربانی فرما کر جواب صاف اردو میں مفصل و مدلل دینا چاہیے۔ فقط بیوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ انک انک کر پڑھنے میں مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو دہرا ثواب ملے گا۔ ایک پڑھنے کا اجر، دوسرا مشقت کا اجر۔ جو شخص روانی سے پڑھتا ہے اس کو مشقت نہیں ہوتی تو اس کو صرف پڑھنے کا اجر ملے گا اور اس سے مقصود قرآن شریف کی طرف توجہ اور رغبت دلانی ہے۔ جو شخص ماہر ہے انک انک نہیں پڑھتا

= مثل هذا الحرف فلا بأس بذلك (تكملة فتح الملهم شرح صحيح المسلم، باب الهی ان سافر بالمصحف الخ ۳/۳۸۶، مكنه دار العلوم)

(وكذا في المحلى الكبير، ص: ۶۰، مطلب في أصح القولين، سهيل اكيذمي)

(وفي رد المحتار، ۱/۴۷۱، مطلب يطلق الدعاء، الح، سعيد)

(۱) "عن عائشة رضى الله عنها قالت. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " الماهر بالقرآن مع السفره الكرام البررة، والذي يقرؤه، ينفع فيه، وهو عليه شاق، له اجران اثنان "، (سنن ابن ماجه، باب ثواب القرآن، ص: ۲۷۶، مير محمد كتب خاتہ)

(دوسرے آئی داراد مع بذل المحمود، باب فی ثواب قراءۃ القرآن: ۲/۳۷۷، مکتبہ قاسمیہ، ملتان)

وہ افضل ہے اگرچہ اس کو مشقت کا اجر نہیں ملتا، لیکن اس کا اجر بھی الگ کر پڑھنے والے سے یکسو نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا اگرچہ اکہرا لے: "فمنه اجران: اى أجر لقراءته وأجر لتحمل مشقته، وبعد: تحرص على تحصيل القراءة، وليس معناه أن الذى يتتبع فيه أجره أكثر من العاقر، بل العاقر أخص وأكثر أحسن حبث المدوح فى سنك للعامة المقرئين والأسماء المرسلين والتصحاحه المقرئين اه". (مجموعہ ۳۳۸/۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد کشتلوی عطا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم بہار پور، ۱۲/۲/۵۷ھ  
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۵۷ھ۔

تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟

سوال (۱۲۰۷): تقریباً دس بیس نمازی مسجد میں تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے، ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ مجھے تحیۃ المسجد پڑھنی ہے تلاوت بند کر دو۔ تو یہ فعل افضل ہے یا تلاوت کرنا افضل و بہتر ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں جبکہ لوگ تلاوت کر رہے ہیں تو اس کے بعد میں آنے والے کو مناسب یہ ہے کہ تلاوت سننے میں مشغول ہو جائے دوسروں کو تلاوت سے نہ روکے، اگر تحیۃ المسجد پڑھنی ہی چاہے تو الگ کسی جگہ پڑھ لے تلاوت کرنا، سنت تحیۃ المسجد پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے: ﴿وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له﴾  
الایہ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد کشتلوی عطا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

(۱) (مذلل المجموعہ فی حل ابی داؤد، الجزء التاسع، باب ثواب قراءة القرآن: ۳۳۸/۲، مکتبہ قاسمیہ، ملتان)

(۲) (سورة الاعراف، آیت ۲۰۴)

"صلى بقرائى البيت وأهله مشغولون بالعمل، يعذرون فى ترك الإستماع إن اقتضوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا فراءة الفقه عند فراءة القرآن." (رد المحتار، فروع فى القراءة، فخر ج الصلوة ۵۲۶۱، سعید)

دس دفعہ ”قل هو اللہ“ پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہوں گے؟

سوال [۱۲۰۸]: بعض تو تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ جو شخص دس بار ”قل هو اللہ“ پڑھے گا ایک محل جنت میں تعمیر ہوتا ہے تو کیا وہ محل صرف اسی کے لئے ہے یا اس کے ساتھ حور و غلمان بھی رہیں گے؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

دس مرتبہ ”قل هو اللہ“ پڑھنے پر جہنم میں ایک محل کا تیار ہونا کس روایت میں ہے؟ ان سے دریافت کر کے لکھیں تاکہ اس پر غور کیا جائے، اتنا ثابت ہے کہ جنت میں جو کچھ آدمی چاہے گا اس کو ملے گا ﴿و فیہا ما تشہیہ الأنفس وتلذ الأعین﴾ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد المحمود فرید الدار العلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت کرنا  
سوال [۱۲۰۹]: پان میں تمباکو کا کر مسجد یا دوسری جگہ تلاوت قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لئے پان کھایا گیا ہو کہ اس سے نیند نہ آئے۔

= (روکذا فی الفتاویٰ العظام مکبریۃ: ۵/۴۱، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءۃ القرآن، رشیدیہ)  
(مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۲۳، امجد اکیڈمی لاہور)  
(۱) (الترغیف، آیت: ۷۱)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر، ۳/۱۷۱، دار السلام، ریاض)  
وقال الإمام أحمد رحمه الله تعالى: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن أدنى أهل الجنة منزلة أن له تسع درجات، وهو على السادسة، و هو في السابعة، وإن له ثلثمائة خادم، ويغذى عليه ويراح كل يوم بثلاث مائة صفحة إلخ". (مسند الإمام أحمد، ۲/۵۰۳، دار إحياء التراث العربی)



الجواب حامداً ومصلیاً:

ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ صاف کر کے تلاوت کی جائے (۱) اور یہ تصور کیا جائے کہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو سنارہا ہوں، پھر انشاء اللہ تعالیٰ نیت نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۴ھ۔

دنیاوی غرض کے لئے بھی ذکر قرآن پراجربے

سوال (۱۲۱۰): بعض اوراد جن کے فضائل احادیث سے ثابت ہیں مثلاً: قرآن شریف علی

الاطلاق اور اس کی بعض سورت و آیات بالخصوص ”سبحان اللہ، والحمد للہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ“  
الح۔ لا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ“ وغیرہ وغیرہ جن کے فضائل منصوص ہیں، اس قسم کے اوراد اگر ایسی ترکیب سے  
پڑھے جائیں جو مشائخ نے بیان فرمائی ہیں یا عالموں نے بتلائی ہیں یا خاص اس کیفیت اور کیفیت سے پڑھی  
جائیں جو حکمت اور کیفیت ان کی احادیث سے ثابت ہے، مگر ان کے پڑھنے سے کسی دنیوی غرض کا پورا کرنا ہے  
مثلاً: یہ کہ رزق میں فراخی ہو جائے یا بچہ پیدا ہو یا فلاں مرض دفع ہو جو وے، یا فلاں غائب واپس آ جائے یا  
تجارت میں نفع ہو یا فلاں عورت سے نکاح ہو جائے یا فلاں فلاں میں محبت ہو جائے یا فلاں گمشدہ مال واپس مل  
جائے یا فلاں مصیبت اور تنگی دور ہو جاوے یا تسخیر عالم ہو جائے یا تسخیر جنات وغیرہ ہو جائے یا تسخیر کوکب مثلاً  
زہرہ، مشتری، عطارد، شمس وغیرہ ہو جائے یا فلاں فلاں مقدم ختم ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک حاجت کے لئے  
خاص خاص ترکیب کتب عملیات میں موجود ہیں اور مشائخ عظام سے منقول ہیں اور قرآن شریف کی مختلف  
آیات اور سور سے بتلائی گئی ہیں اور بعض مفسرین نے بعض بعض آیات کی خاصیت تحریر فرمائی ہیں کہ ان میں یہ  
فوائد ہیں جو کہ دنیوی اغراض سے تعلق رکھتے ہیں اور حالانکہ قرآن شریف کے نصوص میں وارد ہے کہ ایک ایک  
حرف کے بدلہ میں ۱۰۰ نیکیاں ملتی ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن شریف کی بعض آیات یا اذکار مذکورہ میں سے کسی کو اگر کوئی شخص

اس قسم کی دنیوی حاجت کے لئے پڑھے تو پڑھنے والے کو اس پر کوئی ثواب مرتب ہوگا یا نہیں؟

(۱) کتب فقہ میں صریح جزیہ نہیں ملا، البتہ عرف عام میں اس کو سب ادنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

اگر ہوگا تو کیا وہی منصوص یا اس سے کم اور اگر حاجت دنیوی کے لئے پڑھا جائے کہ آثار میں صراحتاً ذکر ہیں مثلاً: سورہ واقعہ کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر رات میں پڑھنا دافع فقر ہونے منقول ہے (۱)، اسی طرح پر "لا حول ولا قوة الا باللہ" السبح ولا منجاء من اللہ الا اللہ" (۲) کا حدیث مرفوع میں ننانوے بلا کا دافع ہوتا جس کا ادنیٰ فقر ہے مروی ہے تو اگر کوئی اس وظیفہ کو دفع فقر اور فاقہ تنگدستی کے لئے دائمی پڑھتا ہے تو کیا اس کو اس دنیوی حاجت کے قضاء کے لئے پڑھنے سے ثواب جو مطلقاً تلاوت قرآن شریف کے متعلق یا "لا حول ولا قوة" پر پڑھنے پر روایات میں وارد ہے موصول ہوگا یا نہیں؟

اور اگر کوئی شخص ایسا وظیفہ جن کے فضائل نصوص سے ثابت ہیں بالفاظہا نہیں پڑھا کرتا مگر ایسا ہی جن اوراد کے فضائل روایات سے ثابت ہیں، مثلاً: دعاء، ثناء حمد باری عز اسمہ وورد بالفاظہا ثورہ، ان کے فضائل منصوص ہیں، اب کوئی شخص فارسی، ہندی وغیرہ زبان میں کوئی ورد، دعاء، ثناء کا کسی حاجت کے لئے پڑھتا ہے تو کیا اس کو وہ ثواب بھی مل سکتا ہے جو دعاء، ثناء وغیرہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ بالتفصیل بیان فرمادیا جائے۔

### الجواب حامداً ومصلیاً:

جو خواص و فوائد آیات و سوراہا ذکر کے منصوص ہیں ان کے لئے پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں آئے گی، کیونکہ جس نے ثواب بتایا ہے اسی نے خواص و فوائد بتائے ہیں اور ان خواص و فوائد کے لئے پڑھنے کی تعلیم دی ہے اور ثواب کو شرط نہیں کیا خواص و فوائد کی نیت نہ ہونے کے ساتھ۔

نیز خواص و فوائد اور نیت ثواب میں تزام بھی نہیں کہ اجتماع دشوار ہو، گونا گلی اور افضل درجہ یہ ہے کہ محض رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو کیونکہ خواص و فوائد کا ترہب تو بہر حال ہوگا پھر ثواب کو تابع اور خواص و فوائد کو متبوع بنانے کی کیا ضرورت ہے، تاہم اس سے ثواب منصوص میں کمی نہ ہوگی اگرچہ یہ درجہ مفضول ہونے کی وجہ سے افضلیت کا ثواب نفل سمجھا گیا، اپنی مشروع اغراض کے لئے دعا کرنا خود مامور ہے جو کہ موجب ثواب ہے اور

(۱) "عن عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من قرأ سورة

الواقعة کل لیلۃ، لم تصبہ فاقۃ أبداً". (تفسیر ابن کثیر: ۳: ۳۶۰، سورۃ الواقعة، دار السلام، ریاض)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۲: ۵۹۵، رقم الحدیث: ۸۰۴۳، دار احیاء التراث العربی)

(وحسن حصین: ۳۵۳، رقم: ۵۳، خزینۃ علم وادب، لاہور)

غیر مشروح اغراض کے لئے پڑھنا جائز ہے:

”من قرأ حرفاً من كتاب الله، فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: آلم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف اه“۔ ترمذی شریف (۱)۔

”من شغله القرآن: أى لفظاً أو حفظاً أو معنى أو عملاً، وتحلف عن ذكرى: أى من سائر الأدكار ومسئلتى: أى من بقية الأدعية، أعطيه أفضل ما أعطى: على صيغة المضارع اسمعونه المنكته الواحد: أى أفضل ما أعطيه السائلين: أى والذاكرين فهو من باب الاكتفاء، أو السمراد بالسائلين الظالمون فى ضرس الذكر والدعاء بنسب القول أو بيان الحال. وقال المظهر: سعى إن اشتعل نفاة القرآن ونم يفرغ إلى الذكر والدعاء، أعطاه الله مقبولة ومراة أحسن وأكثر ما يعطى الذين يطلبون من الله تعالى حوائجهم، والمعنى أنه لا يظن القارى أنه إذا لم يطلب من الله حوائج لا يعطيه إياها، بل يعطيه أكمل الإعطاء، فإنه من كان لله كان الله له اه“۔  
الحرر الميسر مختصر، ص: ۲۵۲ (۲)۔

”قلو قصد بالذكر القربة إلى الله تعالى لكان أكثر ثواباً، ومن ثم قال الغزالي: حركة السلسل بالذكر مع الغلبة منه تحصل الثواب؛ لأنه خير من حركة اللسان بالغلبة، بل هو خير من السكوت مطلقاً: أى المنحرد من التفكير. قال: وإنما هو ناقص بالسبب إلى عمل القلب اه“۔ فتح الباری ۱/۱۴۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شہاب الدین عفا اللہ عنہ۔

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۳/۳/۵۹ھ۔

صحیح عبداللطیف، الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ۔

(۱) جامع الترمذی، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الاجر: ۱۱۹/۲، سعید

(۲) لم اظفر علیہ

(۳) فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب: ۱، ۱۸/۱، قدیمی

## مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا

سوال (۱۲۱): ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ عمل بتلایا کہ مصیبت کے وقت یا کسی پریشانی کے وقت پریشانی دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی رکھتے جائیں اور بسم اللہ پڑھتے جائیں چاہے قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بھی قرآن پاک کی لائنوں پر انگلی رکھتا جائے اور بسم اللہ پڑھتا جائے تو کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

الحواب حامداً و مصلیاً:

مصیبت دور کرنے کا علاج توبہ و استغفار ہے، گناہوں سے نادم ہو کر معافی مانگنا اور آئندہ کو عید کرنا ہے، حقوق اللہ: نماز، زکوٰۃ، صدقہ، روزہ جو بھی ذمہ میں باقی ہیں ان کو پورا کرنا ہے (۱)، بندوں کے حقوق و ادا کرنا ہے اور ان سے معافی مانگنا ہے (۲)۔ قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھ کر بسم اللہ پڑھنا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علاج توبہ نہیں فرمایا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، یکم محرم ۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: ہندو نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم محرم ۱۳۹۳ھ۔

## قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا

سوال (۱۲۲): قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور ہر سطر پر محض بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) "عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يا كعب بن عاص، إذا الصلاة قرأت، والصوم جئت، والصدقة نطقت، الحطبة، كما يطفى الماء النار". (المسند للإمام أحمد، ۳/۳۹۹، دار إحياء التراث العربی)

(وصحیح البخاری، ۱/۵۵، دار الفکر بیروت)

(والسنن للنسائی، ۱/۶۶، دار الکتب)

(۲) "وأبصاراً قد نصوا على أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في المستقبل" و إن كانت عما يتعلق بالعماد - فتوقف صحة التوبة معها مع ما قدمناه في حقوق الله تعالى على الخروج عن عهدة الأموال و إرضاء الحشم في الحال والاستئصال بأن يتحلل منهم أو يردها إليهم" - الح. (شرح الفقه الأكبر، بحث التوبة، ص: ۱۵۸، قدیمی)

تبرکات و تین اور عدم طہر قرآن کی وجہ سے بردوک کیا حکم ہے؟

۲۔ اس طریقہ کو ختم قرآن سے تعبیر کرنا کیسا ہے؟

۳۔ اگر وظیفہ کے لئے ایسا عمل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

۴۔ اگر جائز ہے تو محض امر دینی و مقصد شرعی کے لئے جائز ہے یا حصول غرض دنیاوی یعنی غیر شرعی

کے لئے بھی جائز ہوگا؟ نیز حصول دولت جبکہ ضرورت سے زائد ہو امر دینی ہوگا یا دنیاوی و غیر شرعی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱۔ قرآن کریم کی بر سطر پر انہی پیچہ کر بسم اللہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بسم اللہ ہے، یہ غلط ہے، محض بسم

اللہ پڑھنے کا ثواب مستقل ہے۔

۲۔ اس طریقہ کو ختم قرآن کہنا اور سمجھنا غلط ہے۔

۳۔ اگر کوئی وظیفہ ایسا ہو کہ قرآن کریم کی سطور کے عدو کے موافق بسم اللہ پڑھی جائے تو اس کی

گنجائش ہے۔

۴۔ خلاف دین کسی مقصد کا حاصل کرنا اور اس کے لئے وظیفہ پڑھنا درست نہیں، غیر شرعی

امور سے تو بچنے کا حکم ہے، ضرورت سے زائد نامور کی کے لئے دولت حاصل کرنا امر دنیوی اور غیر شرعی

ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک شب میں قرآن کریم ختم کرنا

سوال [۱۲۱۳]: زید نے کہا کہ تلاوت قرآن پاک ایک شخص ایک شب میں نہیں کر سکتا، اگر کسی

نے کیا تو سنت کے خلاف کیا، قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، ایک شب میں جس نے

تلاوت کر کے لوگوں کو سنا یا وہ قرآن کا قاری ادا کیا خلاف سنت ہے، قرآن کی بعض آیات یا تمام آیات کو چند جلد

(۱) "علی سلمة قال: سمعت حذیباً ورضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: قال النبی ﷺ: "من سمع سمع اللہ بہ و

من براء براء اللہ بہ". (صحیح البخاری، کتاب الوفاق، باب الریاء والسمعة ۹۶۲/۴، قدیمی)

پڑھنے کا حکم شرعاً نہیں ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کم از کم وہ گنہگار ہے۔ اس پر بکھرے کہا کہ ایک شب میں تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے، ہمارے علاقہ میں حافظ چند گھنٹے میں قرآن ختم کرتے ہیں۔ اس پر زید نے کہا کہ وہ شیطان ہیں جو چند گھنٹے میں جیسا ویسا پڑھ دینا۔ تمام آبادی زید پر ناراض ہے کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا گزید نے حدیث نہ ماننے کی وجہ سے کہا۔

زید کی مندرجہ باتیں کس حد تک درست ہیں اور بکھر کی بات کہاں تک درست ہے؟ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں اس بات پر شدید اختلاف ہے۔ بکھر نے کہا کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا، زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو نہ مانے اس بناء پر کہا۔ دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ شرعاً جواب دیں۔

### الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیثِ پاک میں تین شب سے کم میں ختم قرآن پاک کو ناپسند فرمایا گیا ہے (۱)، اس میں پورے تدبر کا عموماً موقع نہیں ملتا، اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیائے عظام سے تین شب سے کم میں بلکہ ایک شب میں بلکہ ایک رکعت میں پڑھنا بھی منقول ہے بلکہ ایک رات میں کئی کئی مرتبہ قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے (۲)۔ اب بھی جو شخص قرآن پاک سے شوق و دلچسپی رکھتا ہو اور اس کو پختہ یاد ہو، صحیح پڑھتا ہو، دل جمعی سے تین شب سے کم میں ختم کر لے تو وہ گنہگار نہیں اور ایسے آدمی کو شیطان کہنا زیادتی ہے، جس نے کہا وہ اپنی

(۱) "وعن عبدالله بن عمرو رضى الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لم يلقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث" ای: لیالی لأنہ إذ ذاک لم یتمکن من التدریولہ والتفکر فیہ بسبب العجلة والملاحة" (مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکاة المصابیح، کتاب فضائل القرآن: ۲۰۱/۲، رقم الحدیث ۲۲۰۱، وشبذیہ)

(۲) قال العلامة اللکوی: "ان قیام اللیل کلہ، وقراءة القرآن فی یوم وليلة مرة ومرات، وأداء ألف رکعات أو ازید من ذلک، ونحن ذلک من المجاہدات والریاضات لیس بدعة، ولیس بمسوی عنہ فی الشرع، بل هو امر حسن مرغوب الیہ، لکن بشروط إلخ"۔ (إقامة الحجة علی أن الإکتاف فی التبعذ لیس بدعة، فی ضمن مجموعة رسائل اللکوی: ۲۰۱/۳، إدارة القرآن)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیہ، ص: ۸۳، ۸۴، قدیمی)

خطی کا اعتراف کر کے رجوع کر لے، اس نے بھی حدیث شریف کی وجہ سے کہا ہوگا مگر کہتے ہیں حدیث کی رعایت نہیں کی، غلطی سے خط لفظ کہہ یا، اپنی غلطی کا اقرار کر کے اصحاح کرنا بہت عمدہ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۹۴ھ۔

ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال [۱۲۱۲]: میرے بچے نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترقیبی جلسہ کر کے شیرینی تقسیم کروں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک اللہ پاک کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کر لینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب و متعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء و احباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدر دانی ہے ممنوع نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب و تبلیغ میں معین ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۃ البقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کر کے احباب و غرباء کو کھلایا تھا (۱)، اس لئے سب صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے، ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ قبول نہیں (۲) اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے (۳)،

(۱) "قال السيوطي" في الدرر. أخرج الخطيب في رواة مالك والبيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: "تعلم عمر رضي الله تعالى عنه البقرة في النسي عشرة سنة، فلما حتمها نحر جزوراً" (أوجز المسالك: ۱۳۴، ۱۳۵، إدارة التليقات الشرفية)

(۲) "وعن حنبل - رضي الله تعالى عنه - قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سنع الله به، ومن يرآى يرآى الله به". متفق عليه. (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة من الرقاق، الفصل الأول. ص ۴۵۴، قدیمی)

(۳) "عن أمي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن الله عز وجل لا يستر إلى صوركم و أفعالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم و أعمالكم". رواه مسلم. (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول. ص: ۴۵۴، قدیمی)

مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی کی (۱)، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محلی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء بھی دے دی جائیں (۲) اور پچھلے جہاں ختم کیا ہے وہاں پڑھنے والے لپچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا

سوال [۱۲۱۵]: ذیل ایک نیا مکان تعمیر کر رہا ہے، اس کی خیر و برکت کے لئے ایک ختم قرآن کروانا چاہتا ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً:

خود اور اہل خانہ و احباب اس میں قرآن پاک کی تلاوت کر لیں اور دعا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت عطا فرما، اس مکان میں رہنے والوں کو طاعات کی توفیق دے، اتباع سنت نصیب فرما، گناہوں سے محفوظ رکھ، شیاطین، جنات اور پڑوسیوں کے شرور سے حفاظت فرما (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۲ھ۔  
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزيمة ولم يعمل بالخصصة، فقد أصاب منه الشر من الإصرار"۔  
و جاء في حديث ابن مسعود رضى الله تعالى عنه: إن الله يحب أن تؤتى رخصته كما يحب أن تؤتى عزائمه"۔ (الساعة، باب صفة الصلوة، قيل فصل في القراءة ۲۳: ۲۳، مہلہ اکبر، می لاہور)  
(۲) قال الله تعالى: ﴿وإن تخفوها و تؤتوها الفقراء فهو خير لكم﴾۔ ای فالإخفاء (حیر) من الإبداء  
والأحاديث في أفضلية الإخفاء أكثر من أن تحصى الخ"۔ (روح المعاني - ۳۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) "و لا بأس باحتماهم على قراءة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن"۔ و يستحب له أن يجمع أهله وولده عند الختم و يدعو لهم الخ"۔ (الفتاوى العالمة المکبرية، الباب الرابع في التسبیح و قراءة القرآن: ۵، ۳، و تنبیہ) =



## نا بالغ سے ختم کرانا

سوال [۱۲۱۶]: ہمارے یہاں گھروں میں ختم شریف کراتے ہیں، بہت سے بچے ناپاک کہ جن کو کچھ ناپاکی کی تمیز نہیں ہے وہ بھی پڑھتے ہیں، قرآن پاک میں کئی جگہ جحد آتا ہے وہ ایک مرتبہ بھی جحد نہیں کرتے، اس طرح پرختم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الحواب حامداً ومصلیاً :

جو بچہ ناپا بلخ اور نا سمجھ ہوں ان پر جحد تلاوت واجب نہیں (۱)، جب وہ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ان کو بھی ثواب ملتا ہے (۲)، بڑوں کے ذمہ ہے کہ پاکی، ناپاکی کی تمیز سکھائیں۔ میت کو ثواب پہنچانا بہت اچھا ہے ان سے ثواب پہنچانے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور میت کو بھی (۳)، لیکن جب کہ یہ ثواب پہنچانا شریعت کے موافق ہو یعنی اخلاص کے ساتھ ہو، ریاکاری، رسم کی پابندی، سوم، دہم، چہ، جہلم وغیرہ نہ ہو اور پڑھنے والے بھی ثواب کے لئے پڑھیں، چٹوں، لالچ والوں، دعوت پیسوں کے لالچ سے نہ پڑھیں ورنہ ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ دار العلوم دیوبند۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مرقاۃ الفلاح، ص: ۳۱۸، فصل فی صلۃ الأذکار، قدیمی)

(وتفسیر ابن کثیر: ۲۸۱/۲، سہیل اکیلمی)

(۱) "فلا تجب (سجدة التلاوة) علی کافر و صبی و محنون و حائض و نساء قرأوا أو سمعوا، لأنهم

لیسوا أهلاً لها". (الدر المحتار: ۱۰۷/۳، باب سجود التلاوة، سعید)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله

فله به حسنة، و الحسنة عشرة أمثالها الخ". (جامع الترمذی: ۱۹۹۴، باب ما جاء فی من قرأ حرفاً من

القرآن ماله من الآخر، سعید)

(۳) "من صام أو صلی أو تصدق، و جعل ثوابه لغيره من الأموات والأحیاء، حار، و یصل ثوابها إلیهم

عبد أهل السنة والجماعة". (رد المحتار: ۲۳۳/۲، مطلب فی القراءة للمیت، سعید)

(۴) "وبكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث و بعد الأسبوع، و نقل الطعام إلى الضرع فی المواسم

واتحاد الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء والقراء للتحتم" (رد المحتار: ۲۳۰/۴، مطلب فی =

تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے

سوال [۱۲۱]: زید روزانہ تلاوت کا کام اللہ کے بعد اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کل مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات کو ثواب بخش دے تو کیا زید کو تلاوت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کو بھی ثواب ملے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہے گا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد المذنب عبدہ الدار العلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

قبرستان میں قرآن شریف لے جانا اور پڑھ کر ثواب پہونچانا

سوال [۱۲۱۸]: قبرستان میں قرآن شریف لے جا کر خود پڑھنا خواہ دوسرے سے اجرت پر پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن شریف خود پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا دوسرے سے پڑھوا کر ثواب پہونچانے درست اور میت

= كراهة لطيفة من أهل الميت، سعيد

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره". (الدر المختار) (قوله: بعبادة ما الخ): أي سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك.

الأفضل لمن يتصدق ثلثاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا تنقص من آخره شيء اهـ". (الدر المختار مع رد المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ۵۹۵/۲۰ سعيد)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة عَشْر أمثالها، لا أقول: "آلم" حرف، ولكن "ألف" حرف "و" لام" حرف "وميم" حرف" (جامع الرمذی، ماہ ماہ فی من قرأ حرفاً من القرآن، ۱۱۹/۲، سعيد).

(کدافی المسند للإمام أحمد، ۳/۳۳۷، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(ومصنف اس أمی تیسہ: ۱۰/۳۶۱، دار الفکر بیروت)

(والکامل فی الصغفاء لابن عدی: ۵/۸۰۰، دار الفکر بیروت)

کیلئے نافع ہے (۱) لیکن اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں ہے گناہ ہے، اجرت کا لینا بھی ناجائز ہے اور اس سے ثواب نہیں پہنچتا، اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار، جلد خامس، کتاب الاجارہ میں عینی وغیرہ سے بصراحت نقل کیا ہے (۲)۔ قبر پر قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے، ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"ثم قراءة القرآن وإهداء حاله تطوعاً بغير أجره، يصل، ولو أوصى بأن يعطى شيئاً من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره فالوصية باطله؛ لأنه في معنى الأجرة، كذا في الاختيار. وهذا بمعنى عدم حواجز الاستجار عن الطاعات (إلى قوله) ثم القراءة عند القبور مكروهة عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ومالك رحمه الله تعالى وأحمد رحمه الله تعالى في رواية؛ لأنه محدث ترويه السنة. وقال محمد بن حسن وأحمد في رواية: لا يكره... روى عن ابن عمر أنه أوصى أن يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها، والله سبحانه أعلم" (۳)۔

طحطاوی نے امام محمد کے قول کو مختار لکھا ہے: "وأخذ من ذلك جواز القراءة على القبر، والمسئمة ذات خلاف: قال الإمام، تكره؛ لأن أهلها حنيفة، ولم يضح فيها شيء عنده عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال محمد: تستحب لورود الآثار، وهو المذهب المختار كما صرحوا به في كتاب الاستحسان الخ". طحطاوی، ص: ۳۲۳ (۴)۔

قرآن شریف کو قبرستان میں لے جا کر تلاوت کرنا فی نفسہ مباح ہے لیکن اس کا التزام منع ہے جیسا کہ بعض دیار میں رواج ہے، ثواب گھر سے بھی پہنچی جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد نگوہچہا اللہ عنہ عین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۵/۱/۱۴۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

(۱) "من صام أو صلى أو تصدق، وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة"۔ (رد المحتار: ۲/۲۴۳، مطلب في القراءة للميت، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۶/۵۶، كتاب الإجارة، مطلب: تحرير مهم في عدم حواجز الاستيجار على التلاوة والنهليل ونحوه مما لا ضرورة إليه، سعيد)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۳۱، قديمی)

(۴) (حاشية الطحطاوى، ص: ۶۲۳، باب زيارة القبور، قديمی)

## غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۲۹]: اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کو قرآن وغیرہ پڑھائے تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر با اثر مسلم کسی غیر مسلم کو اس نیت سے قرآن کریم پڑھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے تو درست ہے، مگر اس کو تکرید رکھتے کہ وہ ہے وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

## انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۲۰]: ایک عیسائی اور اس کی میم بالغ ہیں اور قرآن شریف پڑھنا چاہتے ہیں، آیا ان کو

پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

امام مسجد، جدیدہ جہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہ نیت تبلیغ و ہدایت پڑھانا جائز ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اسلام عطا فرمائے۔ قرآن شریف کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ بلا وضو اس کو ہاتھ نہ لگایا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا يُمَسِّسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (واقعة ۷۹)

"وَيَسْمَعُ الصَّوْتِ مِنْ مَسِّهِ، وَجُورُهُ مُحَمَّدٌ إِذَا اغْتَسَلَ، وَلَا يَأْسُ تَعْلِيمُهُ الْقُرْآنَ وَالْفَقْهُ عَسَى

أَنْ يَهْتَدِيَ" (الدر المختار، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه: ۱۷۹، سعيد)

"وَلَا يَأْسُ تَعْلِيمُهُ الْكُتُبَ الْغَيْرَ الْقُرْآنَ أَوْ الْفَقْهُ رَجَاءُ أَنْ يَهْتَدِيَ، وَلَكِنْ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ مَالَهُ

يَعْتَسِلُ" (الحلى الكبير، تمتات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره وفي القراءة خارج الصلاة،

ص ۳۹۲، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(۲) (تقدم تحريجه تحت عنوان "غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینا")

## غیر مسلم کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینا

سوال [۱۲۲۱]: سوائے مسلم کے دیگر مذہب کے لوگوں کو قرآن شریف پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اسلام کی توفیق دیدیں، مگر اس کو قرآن شریف کو ہاتھ لگانے سے بلا وضوء کر دینا چاہئے:

”کافر من أهل الذمة أو من أهل الحرب طالب من مسلم أن يعلم القرآن والفقه، قالوا: لا بأس بأن يعلم القرآن والفقه في الدين؛ لأنه عسى أن يهتدى إلى الإسلام فيسلم، إلا أن الكفار لا يمس المصحف اهـ“۔ فتاویٰ قاضی خان: ۷۹۴/۴ (۱)۔

یعنی اہل ذمہ یا اہل حرب میں سے کسی کافر نے کسی مسلمان سے درخواست کی کہ وہ اس کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس کو قرآن اور فقہ فی الدین کی تعلیم دے، اس لئے کہ امید ہے کہ اس کو اسلام کی ہدایت ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لے، مگر یہ کافر قرآن پاک کو نہ چھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۵۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۵۶ھ۔



(۱) ”قال الإمام محمد في السير الكبير: ”و إذا قال الحرابي أو الذمى للمسلم: علمني القرآن، فلا بأس بأن يعلمه و يفقهه في الدين، لعل الله يقلب قلبه. والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأيدي الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته، أما إذا لم يكن مثل هذا الخوف، فلا بأس بذلك لا سيما لتعليم القرآن و تسليغه. والله أعلم.“ (تكملة فتح الملهم شرح صحيح الإمام مسلم، باب النهي أن يسافر بالمصحف الخ، ۳/۳۸۶، مكتبة دار العلوم كراچی)

و فی الدر: ”و يمنع التصرف من مسه، و جوڑہ محمد إذا اغتسل، و لا بأس بتعليمه القرآن والفقه، عسى أن يهتدى.“ (الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۷۸، سعید)

## المتفرقات

قرآن افضل ہے یا سید؟

سوال [۱۲۲۲]: ایک مولوی صاحب سے کسی نے شانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ نازک ہے عام لوگوں کی فہم سے اوپر ہے۔ لیکن سرائل ایک سید تھا جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم قرآن شریف سے بوجہ اولاد ہونے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل ہیں لہذا ہم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ مولوی صاحب نے عظمتِ قرآن شریف میں فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾۔ اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگانا حائل و جنابت اور وضو نہ ہونے میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا احترام تھا۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض جہلاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا مولوی صاحب واجبِ ائٹل ہے، والد نے اپنے بیٹے کو تنبیہ کی کہ مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے تم نماز پڑھا کرو، اس نے جواب دیا کہ وہ پابندی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور آپ کی اس بارے میں میرے اوپر اطاعت کوئی ضروری نہیں اور قیامت میں میری اس نافرمانی کا اجر ملے گا نہ کہ گناہ آیا والد صاحب کی اطاعت ضروری ہے یا مرشد بریلوی کی؟ جواب مدلل ہوا اور مسئلہ کی پوری تحقیق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جابل سید کا یہ قول انتہائی جہالت پر مبنی ہے، شریعتِ خرا کی پابندی خود بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضروری تھی (۱)۔ آں حضرت صلی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَمْرٌ أَهْلُكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (سورۃ طہ: ۱۳۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ﴾ (سورۃ الذاریات: ۵۶)

امتدایہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”اگر میری بیٹی فاطمہ چھری کرے۔ اعدائے اللہ میں۔ تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا“ (۱)۔ پھر حضور نبی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پر شریعت کی پابندی کیسے ضروری نہیں ہوگی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک میں تقابلی کا مسئلہ واقعہً نازک ہے، ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں، رعایا شرع و قایہ میں اس پر کلام کیا ہے۔ جو امور موافق شرع یوں ان میں باپ کی اطاعت کرنی چاہئے، خلاف شرع امور میں اطاعت جائز نہیں: ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“۔ الحدیث (۲)۔

مسئلہ مذکورہ میں عظمت قرآن شریف کے متعلق مولوی صاحب کا جواب اور عقیدہ صحیح ہے اور ایسے شخص کو واجب القتل قرار دینا عناد اور عصیت ہے۔ لڑکے کا اپنے والد کو جواب مذکور دینا خط ہے۔ اس کو معاذہ میں والد کی اطاعت کرنی چاہئے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۸/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/شعبان/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

خلافاً قرآن اور خلافاً کعبہ میں کون افضل ہے؟

سوال (۱۲۲۳): زیہ کہتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳ھ میں پائی پت میں وعظ فرمایا

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان قريشاً اُتهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلمه فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: ومن يحترق عليه أسامة بن زيد حب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه أسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أتشفع في حبة من حنود الله؟“ ثم قام فاحتطب، ثم قال: ”إنما أهلك الذين قبلكم، إنيهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وأيم الله! لو أن فاطمة بنت محمد (صلى الله عليه وسلم) سرقت لقطعتم بها“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۳۱۳، باب الشفاعة في الحدود، قديمی)

(وسن ابن ماجہ، ص ۱۸۳، باب الشفاعة في الحدود، قديمی)

(۲) (فيض القدير ۱/۶۳۸، رقم الحديث: ۹۹۰۳، بیروت)

(ومسند الإمام أحمد ۵/۵۹، رقم الحديث: ۴۰۱۳۰، دار إحياء التراث العربی)

تھا جس میں حضرت نے ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ غلاف کلام اللہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہے، چونکہ کلام اللہ کی صفات ازلیہ ابدیہ میں سے ہے اور صفت موصوف میں علاقہ اتحاد ہوتا ہے، اس بناء پر وہ کپڑا غلاف کلام اللہ جس کا اتصال صفت حق تعالیٰ کے کلام سے ہے وہ افضل ہے بہ نسبت اس کپڑے کے جس کا اتصال صفت باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس پر ایمان کی صحت موقوف ہو یا اس پر ادائے فرائض موقوف ہو، محض علمی بحث کے درجہ میں ہے، ایسے مسائل میں نزاع نہیں کرنا چاہئے۔

قرآن کریم کا بیت اللہ سے افضل ہونا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے (۱)، اسی واسطے جو غلاف (جزدان) قرآن کریم سے متصل ہے وہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہوگا، یہ بات الگ ہے کہ غلاف بیت اللہ پر کلمہ شریف یا کوئی آیت لکھی ہو تو اس کی وجہ سے اس کو افضلیت ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔  
حررہ العبد محمد وغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۸ھ۔

### شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں

سوال [۱۲۲۳]: مولانا مکتبوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں، لیکن بخاری شریف میں حدیث طویل "عن ابی ہریرہ رضى الله تعالى عنه" میں ہے: شیطان نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آیہ الکرسی کی تعلیم کی۔ لہذا اس میں پڑھنا بھی آگیا، اس تقاض کا کیا جواب ہے؟ زیادہ اس کا جواب دیتا ہے کہ پڑھنا بطور نام کے ہے جیسے سورہ "الحمد للہ" کہنا لہذا یہ پڑھنے میں شمار نہیں، یا شیطان نے صرف آیہ الکرسی کہا ہوگا، یا اس وقت شیطان انسان کے روپ میں تھا، وغیرہ وغیرہ۔

(۱) "وعنه عليه الصلاة والسلام: "القرآن أحب إلى الله تعالى من السموات والأرض ومن فيهن". (قولہ)

ومن فيهن) طاهرہ يعزم النسي صلى الله عليه وسلم، والمسألة ذات خلاف، والأحوط الوقوف". (رد



الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور محققین نے دیئے ہیں (۱)۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا ملائکہ کو تلاوت قرآن پاک پر قدرت ہے؟

سوال [۱۲۵]: علم الکلام مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے قول حافظ ابن

صلاح رحمہ اللہ کا تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے سن سکتے ہیں: ﴿وَالنَّالِیَاتِ ذَکَرًا﴾ (۲) ﴿مَادَا قُرْآنَہ

فَاتَّبَعَ قُرْآنَہ﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقت نزول جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کو کس طرح نازل فرماتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے صحیح لکھا ہے (۳)۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب

(۱) "وسئل ابن الصلاح عمن یقول: الشیطان یقدر أن یقرأ القرآن ویصلی هو وجنودہ؟ فأجاب ببقولہ: طاهر النقول ینفی قراءتہم القرآن وفوعاً، ویلزم من ذلك انقضاء الصلاة منهم، إذ منها قراءة القرآن الخ". (الفتاویٰ السعدیة، ص: ۳۱۰، مطلب: یجوز تکریر سورۃ الاخلاص حلالاً للإمام أحمد، قدیمی)

(۲) (الصفات: ۳)

(۳) (القیمۃ: ۱۸)

(۳) "وقد ورد أن الملائکة لم یعطوا فضیلة حفظہ، فہم حریصون علی استماعہ من الإنس، فإن قراءة القرآن کرامة اکرم الله بها الإنس، غیر أن المؤمنین من الجن بلغوا أنهم یقرؤ وہ، وما ذکرہ فی الملائکة

قال الکمال الدمیوی قد توقف فیہ من جهة أن الجبریل هو النازل بالقرآن علی السی صلی الله علیہ وسلم، وقال تعالیٰ فی وصف الملائکة. (فأثبت ذکراً) (الصفات: ۳۰): أى يتلو القرآن، وقد یحسب أن ذلك خصوصية لجبریل، وتفسیر الآية بخصوص کونها تتلو القرآن هو محل النزاع، فلا دلیل فیہ" (الفتاویٰ السعدیة، ص: ۳۱۰، مطلب: یجوز تکریر سورۃ الاخلاص الخ، قدیمی)

قرآن پاک کی آیت لا کر سنا تے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿لَا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ...﴾... اِن عَلَيْنَا جُمُعَةٌ وَفَرَانَهُ، فَاِذَا قَرَأَهُ فَاسْتَعِ فَرَانَهُ، ثُمَّ اِن عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿(الآیۃ)﴾ (۱) یہ وہی پختہ کے وقت کا واقعہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کر لیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

کیا ملائکہ تلاوت کرتے ہیں؟

سوال [۱۲۲۶]: علم الکلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد اویس صاحب کاندھلویؒ نے حافظ ابن صلاح کا قول تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے ہن سکتے ہیں: ﴿فَالنَّالِيَاتِ ذِكْرُ﴾ (۲)، ﴿فَاِذَا قَرَأَهُ فَاسْتَعِ فَرَانَهُ﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقت نزول حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کس طرح نازل فرماتے تھے؟

(۱) (سورۃ القیامۃ: ۱۸-۱۹)

(۲) (سورۃ الصافات: ۳)

سورۃ صافات کی آیت سے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا، لیکن اس کا جواب ظاہر یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ ”ذکر“ ہے اور ملائکہ کے لئے ذکر اللہ کا ثبوت احادیث میں ہے، دوسرا یہ کہ اس سے بھی آیات کتب سادہ یا انبیاء علیہم السلام پر بطور دینی پڑھتا ہے، یا ”النَّالِيَاتِ“ سے علم کی نفوس مراد ہیں جو کہ نمازوں میں صف بند ہوتے ہیں اور شرک و کفر سے ڈراتے ہیں دلائل کے ذریعہ سے، یا اس سے مراد نفوس مجاہدین ہے جو کہ وقت قتال صف بند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دشمن کی پکاراں کو غافل نہیں کر سکتی۔ قال القاضي شمس اللہ الساسی بنی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”﴿فَالنَّالِيَاتِ ذِكْرُ﴾ هم الملائكة الذين يتلون ذكر الله، أو آيات الله من الكتب السماوية على الأسماء -

أو أقسم بنفوس العلماء الصّافين أقد امهم في الصلوة، الزاجرين عن الكفر والسينات بالحجج والنبیحات، النالین آیات ربهم رفیع الدرجات، أو بنفوس الغزاة المقاتلین فی سبیل اللہ صفّاً کانہم سلیان مصرصر، الزاجرین الحیل والعدو، النالین لذكر اللہ، لا یشتغلهم مبارزة العدو عن ذکر اللہ“

(التفسیر المظہری (الصافات: ۳۰) ۸/۱۰۵، المكتبة الحبیبة، کوئٹہ)

(۳) (سورۃ القیامۃ: ۱۸)

## الجواب حامداً ومصلحاً:

مولانا محمد ادریس عاقل صاحب نے صحیح لکھا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام جب قرآن پاک کی آیت لا کر سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے، اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ قُرْآنًا فَلْيَسْمَعْ فَمِنْ فَهُنَّ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۱) یہ وہی پہلو نچانے کے وقت کا واقعہ ہے (۲)۔ ایسا نہیں کہ وہ فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کر لے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ العبد محمد عثمانی ع، دارالعلوم دیوبند، ۱۹۸۷ء۔

الجواب صحیح، بند محمد علیہ الدین عثمانی ع، دارالعلوم دیوبند، ۱۹۸۷ء۔

## مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا

سوال (۱۲۴۷): ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آفراس کا ترجمہ کیا ہے، جو آیات ہم اس وقت پڑھ رہے ہیں، آج ہم مسلمان اپنے اسلام کے بارے میں صحیح طرح نہیں جانتے اس لئے بڑا غمزدہ ہیں۔ فقط۔

## الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر کوئی شخص قانون کی زبان یا رائج الوقت ملک کی زبان کو نہ سمجھے تو اس کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور ہر طرح کی سہولتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ دکھ کی بات ہے کہ ہم قانون کی کتاب کو نہیں سمجھ پاتے، یا شیشوں، ہزاروں، دفعتوں، کیمبروں میں جو اعلانات، سائن بورڈ، نقشے، نام لگے ہوئے اور لکھے ہوئے ہیں

(۱) (القیامۃ ۱۸)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نزل عليه الوحي يلقى منه شدة، وكان إذا نزل عليه عرف في تحريكه شفتيه يتلقى أوله، ويحرك شفثيه حشة أن ينسى أوله قبل أن يفرغ من آخره، فأقول الله تعالى: (ولا نحرك به لسانك الخ)" (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن والعشرون (القيامة ۱۸)، ۵، ۸، ۹، ۱۰، دارالسلام، الرياض)

(۳) دکنہ فی صفوہ التفاسیر، (القیامۃ ۱۸)، ۸۶۳، دار القرآن الکبریٰ، بیروت)

(۴) دکنہ فی روح المعانی، ۲۹، ۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

ان کو نہیں سمجھتے تو اس کا صاف صاف جواب یہی ہے کہ یہ دکھا آپ نے خود ہی اپنے سر لے رکھا ہے کہ قانون کی زبان اور رائے الوقت زبان کو نہیں سیکھا اور جگہ جگہ جو تعلیم گاہیں، کانچ، یونیورسٹیاں موجود ہیں جن میں تعلیم ہوتی ہے، امتحانات ہوتے ہیں، سندیں ملتی ہیں، پھر اچھی ملازمتوں پر بلایا جاتا ہے، ان سب سے آپ نے صرف نظر کر کے سب کو بیکار کچھ لیا ہے، یہی جواب آپ کے اس سوال کا ہے۔ آپ انگریزی تعلیم پر یا ہندی تعلیم پر وقت صرف کرتے ہیں، وہ مافی محنت خرچ کرتے ہیں، وہ پیہ خرچ کرتے ہیں، راحت و آرام ترک کرتے ہیں، اس کا پھل آپ لیتے ہیں، وہاں کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ عربی تعلیم پر محنت کرتے وقت خرچ کرتے تو آپ اس کو کچھ لیتے اور دکھ نہ رہتا، تھکنا و تراجم، اردو، ہندی، انگریزی، عربی ہر زبان میں موجود ہیں۔ الی اصل اس دکھ کو دوا تو آپ کے پاس ہے، ذرا امت و توجہ کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۹ھ۔

الجواب صحیح ہندو نظام الدین مفتی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۹ھ۔

## قرآن میں سائنس کی بحث

سوال [۱۲۲۸]: ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ اخروی سعادت اور نجات حاصل ہو سکے اور خدا کی صحیح معرفت نصیب ہو، اسی مقصد کے لئے خدا نے جہاں مناسب سمجھا وہاں تمثیلات بیان کیں اور دلائل آفاقی و انفسی سے کام لیا، مگر قرآن سائنس اور مادیات کی تعلیم دینے والی کتاب نہیں، کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ غمنی یا تو توحید کے بیان کے لئے یا رسالت و آخرت وغیرہ عقائد اسلامی کے استدلال کے لئے، مقصد نزول، کائنات کی ماہیت وغیرہ بیان کرنا نہیں، اسی لئے اس کا یہ گمان ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ انکشافات کئے ہیں ان میں سے بہت سی چیزیں حقیقت نفس الامریہ ہیں اور بعض چیزیں مسلمہ قوم ہیں۔

چونکہ قرآن تو عرب قوم کو توحید و رسالت اور آخرت پر مشہولی کے ساتھ جمانا چاہتا ہے اس لئے کائنات کے بارے میں ان کے جو خیالات تھے اسی کو دلیل کے طور پر بیان کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حقیقت نفس الامریہ یہی ہے، اگر یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بہت سے اعتراضات سے بچنا کارا مل جاتا ہے جو آئے دن سائنس کی جدید تحقیقات کے ذریعہ سے قرآن پر ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے دریافت

طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ خیال صحیح ہے، امید کہ اس کے پہلو پر بڑے غور و فکر سے جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فیض الباری میں بھی اس کے قریب ہے مثلاً: اس میں ہے کہ آسمان حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، چاند، سورج، تاروں کی حرکت نظر آتی ہے قرآن پاک نے اس ظاہری حیثیت کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿وَالشَّمْسُ تَحْرِي لِمَسْتَقَرٍّ لَهَا...﴾ کل فی فلک مسجون ﴿۱﴾ وغیرہ ﴿۲﴾۔ اس سے بحث کرنا کہ زمین متحرک ہے یا آسمان، زائد از ضرورت ہے، بلکہ ظاہری حیثیت سے جو عبرت و نصیحت حاصل کی جاسکتی ہے اور خالق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، اس پر اکتفا کیا گیا ہے، اگر سائنس نے یہ پتہ بھی لگالیا کہ زمین متحرک ہوتی ہے یا آسمان متحرک ہوتا ہے یا آسمان موجود ہی نہیں بلکہ منتہا نظر ہے اور جو متحرک ہے اس کی حرکت طبعی ہے یا عاقل کی وجہ سے تو اول تو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل قائم نہیں اس لئے کہ آئے دن تحقیقات بدلتی رہتی ہیں، بعد والا طبقہ اپنے سے پہلوں کی تغلیط و تردید کرتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ محن و تخمین پر ہے نہ کہ علم و یقین پر، ورنہ تبدل نہ ہوتا، کیونکہ حقائق واقعیہ میں تبدل نہیں ہوتا۔ دوسرے جو مقصد ہے (معرفت خالق اور اس کی اطاعت) اس سے یہ سائنسدان طبقہ بہت دور اور محروم ہے، وہ عامۃً خالق ہی کا منکر ہے، پھر تو یہ سائنس و ہال جان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟

سوال [۱۲۲۹]: قال کان کفر ہے تو فالنامہ قرآن میں کیوں لگائے گئے ہیں؟ مولانا شرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی کتابوں میں کفر اور شرک لکھا ہے۔

(۱) (سورۃ یس ۳۸، ۴۰)

تفصیل کے لئے دیکھیے (تفسیر ابن کثیر: ۵۳/۳، دار السلام، ریاض)

(۲) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَفْكُرُونَ فِي عِلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رِيًّا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا﴾ (آل

عمران ۱۹۱)

وقال حل شاہ: ﴿وَنَبْنِئَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا، وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا﴾ (النبا: ۱۲، ۱۳)

الجواب حامداً ومصلحاً:

فالنامہ قرآن شریف میں تاجروں نے لگا دیا ہے تاکہ لوگ زیادہ خریدیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نہیں لگایا، نہ لگانے کی اجازت دی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔  
حررہ العبد محمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔  
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔



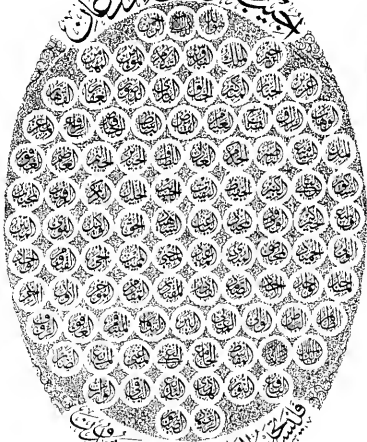
(۱) اعداد الفتاویٰ میں ہے: ”محققین نے اس (قرآن مجید سے قال لکالئے) کو ناجائز ٹکسا ہے خصوصاً جب کہ اس کا یقین کیا

جائے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔“ (۳۰/۵۸، ۵۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ الحدیثیۃ، ص: ۳۰۷ قدیمی)

(و کذا فی شرح الفقه الاکبر، ص: ۱۳۹، قدیمی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَشْكُرَهُ إِلَّا بِحَمْدِهِ